مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور

اُن کا خاندان

مصنّف

محمد رمضان یوسف سلفی

شعبۂ نشر و اشاعت

مرکزی دار الامارت

جماعت غربا اہل الحدیث پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا

عبدالوہاب

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور

اُن کا خاندان

محمد رمضان یوسف سلفی

ایڈیٹر صدائے ہوش، لاہور

شعبۂ نشر و اشاعت

مرکزی دار الامارت، جماعت غرباء اہل الحدیث

جامع مسجد محمدی، محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی (پاکستان)

نام کتاب

مولانا عبدالوہاب محدث دہلویؒ اور ان کا خاندان

مصنف

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی

اشاعت اوّل

محرم الحرام ۱۴۳۱ھ / جنوری ۲۰۱۰ م

باہتمام

مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ

کتاب ملنے کے پتے

مکتبہ ایوبیہ
حدیث محل، اے۔ایم ۴ ، برنس روڈ، کراچی ۷۴۲۰۰
فون: 021-32632692

مکتبہ ستاریہ
جامعہ ستاریہ اسلامیہ بلاک 6 گلشن اقبال کراچی
موبائل: 0321-2295652

www.KitaboSunnat.com

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت
مرکزی دارالامارت، جماعت غرباء اہل الحدیث
جامع مسجد محمدی محمدی قاسم روڈ۔ کراچی (پاکستان)
فون: 32216835، 021-32628102 فیکس: 021-32632827
www.jgai.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

انتساب

خاندان مولانا عبدالوہاب دہلوی کے گلِ سرسبد
جماعت غرباء اہل حدیث کے عظیم قائد

حضرت مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی مدظلہ العالی

کے نام

جن کی مخلصانہ دعاؤں، شفقت اور حوصلہ افزائی سے راقم کو اہل حدیث شخصیات پر لکھنے کی جستجو ہوئی اور ان کے دورِ امارت میں ان کی خاص دلچسپی سے تذکرہ علمائے غرباء اہل حدیث مرتب کیا گیا اور اللہ کی توفیق سے یہ کتاب احاطۂ تحریر میں لائی گئی۔ اللہ تعالیٰ امام صاحب کو کامل صحت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر جماعت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

محمد رمضان یوسف سلفی
خادم جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان

سخن ھائے گفتنی

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین اما بعد! اللہ تبارک وتعالیٰ کا حضرت انسان پر فضل واحسان ہے کہ اس نے اسے اشرف المخلوقات بنایا اور پھر اسے علم وحکمت کی دولت سے نوازا۔ قرآن حکیم اور احادیث رسول ﷺ میں علم اور اہل علم کے فضائل ومناقب کا اہتمام سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔۔۔

﴿یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت﴾(المجادلہ آیت نمبر ۱۱)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم سے نوازا گیا۔

﴿ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾(الزمر ۹)

کیا صاحبِ علم اور بے علم دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾(فاطر ۲۸)

بے شک اس کے بندوں میں علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

﴿شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوالعلم قائماً بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم﴾(آل عمران ۱۸)

اللہ تعالیٰ نے خود شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہی شہادت سب فرشتوں اور اہل علم نے دی ہے۔ وہ انصاف پر قائم ہے اُس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر علماء کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے۔

علم اور علماء کی فضیلت وعظمت کے بارے بہت سی احادیث مروی ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

((ان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثة الانبیاء))(ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

بے شک عالم کو عابد پر اس طرح سے فضیلت حاصل ہے جیسے کہ چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

((اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة اشیاء، صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له))(صحیح مسلم)

جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب موقوف ہو جاتا ہے مگر تین کا ثواب باقی رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ یا ایسا علم کہ اس کے ساتھ فائدہ لیا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

((من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین))(ترمذی، ابن ماجہ)

جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین کی سمجھ علم ہی کی رہن منت ہے۔

((طلب العلم فریضة علی کل مسلم))(ابن ماجہ)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

علم کے ثمرات اور علمائے ربانی کا ذکر کرتے ہوئے محمد بن صالح عثیمین نے ''الضیاء اللامع من خطب الجوامع'' میں لکھا ہے

(ترجمہ) علم حاصل کرو تا کہ بعد میں آنے والوں میں تمھیں اچھائی کے ساتھ یاد کیا جائے۔ کیونکہ علم کے آثار ونقوش لازوال ہوتے ہیں اور صاحب علم دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ پس علماء ربانی کے آثار قابل تعریف اور ان کے کام پسندیدہ ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش باعث تشکر وامتنان اور ان کا ذکر بلند ہوتا ہے۔ جب مجالس میں ان کا ذکر ہوتا ہے تو ان کی تعریف اور رحمت کی دعا کی جاتی ہے اور جب اعمال صالحہ اور اچھے آداب کا ذکر کیا جائے تو لوگوں کے لئے

مثال اور نمونہ ہوتے ہیں۔

میاں یوسف سجاد صاحب لکھتے ہیں۔۔۔ علم نور اور ہدایت ہے۔ علم دنیا و آخرت کی رفعت ہے اور قیامت کے دن تک کے لئے دائمی اجر و ثواب ہے۔ دین کا علم بھلائی اور عمل صالح کی اساس ہے۔ علم کی بنا پر ہی علی وجہ البصیرت عبادت کی جا سکتی ہے۔ اور معاملات، عائلی تعلقات اور حقوق و فرائض کی پہچان ہو سکتی ہے۔ خالق و مخلوق کے تعلق اور مقصد تخلیق کا پتہ علم ہی سے چلتا ہے۔ معرفت نفس کے لئے علم ہونا اشد ضروری ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے انسان کا سفر حیات ''**وعلم آدم الاسماء کلھا**'' اور ''**علم الانسان مالم یعلم**'' کی روشنی میں علم ہی سے شروع ہوا۔ اسی تفوقِ علمی کی بنا پر انسان کو مسجودِ ملائکہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ہمارے لئے کتنی بڑی سعادت ہے کہ ہمارے پیارے دین الاسلام کا آغاز ہی ''اقرا'' (پڑھنے) سے ہوا۔ اولین وحی الٰہی نے اسلام کو علم کا دین ثابت کر دیا۔ مسلمانوں میں علم کی تحریک اور جذبۂ تحصیل اسی دینی منبع قرآن مجید سے پیدا ہوا۔ احادیث کے اکثر مجموعوں میں ''علم'' کو پہلے چند ابواب میں جگہ دی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں بداء الوحی اور کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم لانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور محدثین کی نظر میں علم کی کیا فوقیت ہے۔ مختصر یہ کہ علم کا پہلا حقیقی سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے۔ اور اس کے بعد حدیث جو درحقیقت قرآن کی تبیین و تشریح ہے۔

انسانی ضرورت کے تمام علوم کو قرآن و حدیث میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ رجال، سیر، علم معرفت، شخصیت، تاریخ، جغرافیہ، جغرافیہ طبعی، علم الانساب والقبائل، علم درایت۔ روایت حدیث کی جستجو سے پیدا ہونے والے علوم ہیں۔

(تذکرہ علمائے اہل حدیث جلد دوئم ص ۱۵-۱۶)

علم کی تعریف کرتے ہوئے کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ۔۔۔ عالم وہ شخص ہے جو حواس وعقل کے ذریعے بعض حقائق کا ادراک کرتا ہے۔ شرعی اور دینی اصطلاح میں قانون شریعت کے جاننے والے اور علوم دینیہ میں دسترس رکھنے والے کو عالم کہتے ہیں۔ اور عصر حاضر میں عوام کی زبان میں قرآن و حدیث اور فقہی علوم کے جاننے والے کو عالمِ دین، مولوی، امام، شیخ الحدیث اور

مولانا کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

علمائے دین کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے استاذ عبدالعزیز البدوی نے لکھا ہے۔۔۔

(ترجمہ) لوگ اپنے علماء کے بغیر ایسے جاہل ہیں جنہیں انسانوں اور جنوں کے شیطان اچک لیں۔علماء اہل زمین کے لئے اللہ کی نعمت ہیں۔وہ اندھیروں میں چراغ، ہدایت کی طرف راہبر اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حجت ہیں۔اُن سے عقائد وافکار کی گمراہی ختم ہوتی ہے اور قلوب ونفوس سے شک کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔وہ شیطان کے لئے باعث غیظ وغضب، ایمان کے مخزن اور امت کے ستون ہوتے ہیں۔زمین میں ان کی مثال ایسے ہے جیسے آسمان پہ ستاروں کی مثال ہے۔خشکی وتری میں زندگی کے اندھیروں میں ان سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

(الاسلام بین العلماء)

قرآن وسنت کی نصوص اور اہل قلم اور دانشوروں کی آراء سے علمائے اسلام کی قدر ومنزلت واضح دکھائی دیتی ہے۔تاریخ کے اوراق گواہی دیتے ہیں کہ وہ علمائے حق ہی تھے جنہوں نے مصائب وآلام کی پروا کیے بغیر دعوت دین کا کام کیا اور نیک نام ہوئے۔امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ اور دیگر بہت سے محدثین ائمہ وعلماء کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ جنہوں نے وقت کے حکمرانوں کو کلمۂ حق سنایا اور وہ اس جرم میں پابند سلاسل کیے گئے ان کو نشانۂ ستم بنایا گیا اور شہر بدر کیا گیا۔ان عظیم المرتبت ائمہ نے یہ سب کچھ تو برداشت کرلیا لیکن "العلماء ورثة الانبیاء" پر آنچ نہ آنے دی۔یہی وجہ ہے کہ آج ان نیک طینت لوگوں کے تذکرے زبان زد عام ہیں۔

اسلام میں تاریخ، رجال اور تذکرہ نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور یہ اس کے امتیازات میں سے ہے۔مسلمان مصنفین نے اپنے اکابرین کے تذکرے لکھ کر ان کے علمی، عملی، تصنیفی، تبلیغی اور سائنسی کارناموں کو بڑی عمدگی سے اجاگر کیا ہے۔بالخصوص علمائے اہل حدیث کی تاریخ تو ان کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے معروف علمی شخصیت جامع مسجد الفیصل اسلام آباد کے خطیب اور ڈائریکٹر الدعوہ اکیڈمی اسلام آباد محترم پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب لکھتے ہیں۔۔۔علمائے کرام، نبی آخر الزماں ﷺ کے حقیقی وارث ہیں۔جس طرح

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے اسی طرح آپ کے خدام اور متبعین علمائے کرام کے تذکار کو بھی بہت وسعت نصیب ہوئی ہے۔

فرقہ پرستی اور مسالک کا امتیاز کوئی لائق فخر بات نہیں مگر صحیحین کی اس روایت کے بموجب کہ ''میری امت میں سے ایک طائفہ ہمیشہ (ایسا) رہے گا جو حق پر قائم رہ کر مقابلہ کرتا رہے گا۔ اور (وہ) قیامت تک غالب رہے گا''۔ اس حدیث اور روایت کے مصداق اہل حدیث یا اہل سنت کے علماء کی ایک جماعت ہر دور میں ہر اسلامی خطے میں دعوت اسلام اور تبلیغ دین کے حقیقی تقاضوں کی آبیاری کے لئے تعلیم و تعلم، درس و تدریس، وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہی ہے۔ آفاق عالم کی وسعتوں میں موجودہ علمائے دین کے تذکرے ان مقامی زبانوں میں بکثرت لکھے گئے ہیں۔ اسی طرح برصغیر میں بھی علمائے اہل حدیث کے تذکرے لکھے گئے اور ہنوز معرض تحریر میں ہیں۔

یہ ایک تاریخی ستم ظریفی اور تحقیقی بددیانتی ہے کہ برصغیر میں اہل حدیث مکتب فکر کو ''نو وارد'' کی پھبتی سے نوازا گیا ہے۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ برصغیر میں اس مکتبِ فکر اور مسلک حقہ کی تاریخ اسی قدر قدیم ہے، جس قدر کہ خود صحابہؓ کا تذکار جلیل تاریخی اولیت اور سبقت کا حامل ہے۔ عہد صحابہ ۱۱۰ھ تک موجود رہا اور عہد مبارک میں تقلید کے جمود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں بھی تقلید سے نفور اور اتباع سنت کے جذبات غالب رہے۔ اہل تسنن میں چار فقہی دبستانوں کا تصور مخصوص سیاسی احوال کے پیش نظر اختیار کیا گیا۔ (تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء از عبد الرشید عراقی حرف اول ص ۲۲)

ان تاریخی حقائق کے باوصف علمائے اہل حدیث کے کارناموں کو اجاگر کرنا بہت بڑی سعادت اور فریضہ ہے۔ کسی دانشور نے کہا ہے کہ۔۔۔ ''جو قوم اپنے اسلاف کی تاریخ فراموش کر جاتی ہے وہ پستی کی انتہا میں پہنچ جاتی ہے''

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اہل قلم نے اس طرف عنان توجہ مبذول کی اور اساطین علم و فضل کے حالات قلم بند کئے ہیں، تاکہ آئندہ نسلیں اپنے اکابرین کے علمی کارناموں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

اسی حقیقت کو ملحوظ رکھ کر میں نے ۱۹۹۸ء میں ''تذکرہ علمائے غرباء اہل حدیث'' مرتب کرنا شروع کیا تھا۔ گیارہ سال کے عرصے میں اس سلسلے کے بیسیوں مضامین ومقالات صحیفہ اہل حدیث کراچی، ماہنامہ صدائے ہوش لاہور اور پاک وہند کے دیگر جماعتی رسائل میں اشاعت پذیر ہوئے۔ جنہیں پڑھ کر جماعتی اکابرین، علمائے کرام اور قارئین نے بڑی حوصلہ افزائی کی، دعائیں دیں اور اس کام کی بڑی تحسین کی۔ اب اس سلسلے کا نقشِ ثانی ''**مولانا عبدالوہاب دہلوی اوران کا خاندان**'' کے نام سے کتابی صورت میں پیشِ خدمت ہے۔ اس کتاب میں میں نے مولانا عبدالوہاب دہلوی، ان کے اہل علم بیٹوں اور پوتوں کل چودہ (۱۴) اصحاب علم وفضل کا تذکرہ کیا ہے۔ اوران کی دینی وجماعتی خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے صحیفہ اہل حدیث، شخصی ملاقاتوں اور دیگر ذرائع سے ان اہل علم کے بارے جو معلومات مہیا ہوسکیں اسے خاص ترتیب سے اس کتاب میں درج کردیا گیا ہے۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک انقلابی شخصیت کے حامل عالمِ دین تھے۔ انہوں نے نامساعد حالات کی پروا کئے بغیر جماعت غرباء اہل حدیث قائم کی اور پھر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ اس کی تمام تفصیل ان کے حالات میں درج ہے۔ الحمدللہ جماعت غرباء اہل حدیث کو قائم ہوئے ۱۲۵ سال سے زائد کا عرصہ ہو چلا ہے۔ مولانا موصوف نے جس خلوص اور نیک نیتی سے جماعت قائم کی تھی یہ اسی کا ثمر ہے کہ آج سوا سو سال گزرنے کے بعد بھی جماعت غرباء اہل حدیث قائم ہے اور دینی، تدریسی، تصنیفی، تبلیغی اور رفاہی کاموں میں پوری طرح سرگرم عمل ہے۔ جماعت غرباء اہل حدیث نے متحدہ ہندوستان اور تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں جو خدمات سرانجام دی وہ تاریخ اہل حدیث کا ایک روشن باب ہے۔ اسے اس کتاب میں بیان کردیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تحریر وتسوید میں امیر جماعت غرباء اہل حدیث حضرت الامام مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی صاحب مدظلہ العالی کی سرپرستی، خصوصی شفقت، توجہ، مشاورت اور حددرجے دلچسپی مجھے ہمہ وقت حاصل رہی۔ جس نے مجھے بڑا حوصلہ دیا اور یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ کتاب میں درج معلومات کے حصول کے لئے میں بہت سے احباب جماعت سے بالمشافہ ملا، بہت

سے علاقوں میں طویل سفر کر کے پہنچا، غرض جس سے بھی ملا اُس نے ہر ممکن تعاون کیا اور معلومات مہیا کیں۔ بالخصوص مولانا محمد ادریس ہاشمی سیکرٹری جنرل جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب، مولانا عبدالجبار سلفی مدیر صحیفہ اہل حدیث کراچی، محترم مولانا حافظ محمد سلفی حفظہ اللہ، مولانا مفتی حافظ محمد ادریس سلفی حفظہ اللہ، برادرم عبیداللہ سلفی، مولانا فاروق الرحمان یزدانی، جناب غلام اللہ صاحب کمپوزر فیصل آباد، جناب ضیاء اللہ کھوکھر گوجرانوالہ، جناب صوبے دار فضل مولیٰ، مولانا حکیم مدثر محمد، علی ارشد چودھری مرحوم، مولانا مصطفیٰ مصحفی، حافظ ڈاکٹر محمد دین قاسمی اور پروفیسر مسعود الرحمان نقیب وغیرھم۔ مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ، محترم ملک عبدالرشید عراقی حفظہ اللہ اور مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب نے اس کتاب پر اپنے تاثرات رقم فرمائے۔ میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

اس تصنیفی کام کے دوران میری والدہ محترمہ کی مخلصانہ شفقت بھری دعائیں بھی شامل حال رہیں۔ کتاب کے منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہونے پر انتہائی خوشی و مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ اس میں جو بھی خوبی نظر آئے گی وہ میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل واحسان ہے اور جو غلطی یا کوتاہی دیکھنے کو ملے وہ اس بندہ عاصی کی طرف منسوب ہے۔ صدق دل سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کے محرک حضرت الامام مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب امیر جماعت کو صحت وسلامتی عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر جماعت پر قائم ودائم رکھے، انہیں اجر عظیم سے نوازے اور اس کتاب کو میرے لئے دنیا وآخرت میں کامرانی کا ذریعہ بنائے آمین۔

احب الصالحین ولست منهم

لعل الله يرزقنی صلاحا

محمد رمضان یوسف سلفی

خادم جماعت غرباء اہل حدیث

ایڈیٹر ماہنامہ صدائے ہوش لاہور

یکم جولائی ۲۰۰۹ء

کتاب اور صاحب کتاب

جناب محترم ملک عبدالرشید عراقی حفظہ اللہ

تذکرہ نویسی اور سوانح نگاری کے میدان میں جماعت اہل حدیث میں اردو مصنفین اور مقالہ نگاروں میں سلفی مکتب فکر کی جن شخصیات کو امتیازی حیثیت حاصل ہے ان میں مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کو اولیت حاصل ہے۔ ان کے بعد حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ہیں۔ عصر حاضر میں جس تیسری شخصیت نے تھوڑے عرصے میں تذکرہ علمائے اہل حدیث لکھ کر شہرت دوام حاصل کی ہے وہ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب (فیصل آباد) ہیں(۱)۔

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب اپنے منفرد اسلوب اور شگفتہ بیانی کے لئے علمی وادبی حلقوں میں کافی مقبول ہیں۔ ان کی تحریروں میں گہرائی بھی ہے اور صلابت بھی۔ وہ جس شخصیت کا تعارف کراتے ہیں اس کے بارے پوری تفصیل دیتے ہیں اور اس کا سر سے لے کر پاؤں تک پورا نقشہ ذہن میں اتار دیتے ہیں۔ بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہر دور میں اپنے علمی وادبی کارناموں کی وجہ سے لوگوں کی منظور نظر ہو جاتی ہیں۔ اُن کی حیات میں اُن کے کارناموں کی تحسین وتعریف کی جاتی ہے۔ ان کی تصانیف پر ان کو ایوارڈز دئے جاتے ہیں اور علمی وادبی حلقوں میں اُن کو بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوتی ہے۔

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی جماعت اہل حدیث پاکستان کے نامور مقالہ نگار اور مصنف ہیں۔ علماء کی جماعت میں ان کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور ان کا حلقۂ احباب بہت زیادہ وسیع ہے۔ وہ دوستوں سے تعلقات قائم کرنا اور انہیں نبھانا خوب جانتے ہیں۔ میرے وہ بڑے پیارے دوست ہیں، ان سے دوستانہ مراسم قائم ہوئے ایک طویل عرصہ ہو چلا ہے۔ جہاں بھی ملے جب بھی ملے بڑی محبت وعقیدت سے ملے۔ میں فیصل آباد جب بھی گیا ان سے

---

(۱) محترم عراقی صاحب کا یہ حسن ظن ہے۔ میری نظر میں تو مولانا اسحٰق بھٹی صاحب کے بعد ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے علمائے اہل حدیث پر سب سے زیادہ لکھا ہے اور ان کی تصنیفات کی تعداد پچاس (۵۰) سے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

گھنٹوں مجلس رہی، اور انہوں نے اپنی گفتگو سے خوب محظوظ کیا۔ سلفی صاحب بڑے باادب، بااخلاق، مہمان نواز، منکسر المزاج اور سادی طبیعت کے انسان ہیں۔ علمائے اہل حدیث سے انہیں بے پناہ عقیدت اور لگاؤ ہے۔ ان کی دوستی الحب للہ کی مصداق ہے۔

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی ۴؍دسمبر ۱۹۶۷ء (۲؍رمضان ۱۳۸۷ھ) کو پیر کے روز فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک نمبر R-B۲۶۸ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد یوسف اور دادا کا اسمِ گرامی منشی ہے۔ سلفی صاحب کے آباؤ اجداد ضلع ہوشیاپور (بھارت) کے معروف گاؤں میانی پٹھانوں والی سے تعلق رکھتے تھے۔

قیام پاکستان کے وقت ان کا خاندان وہاں سے ترک سکونت کر کے فیصل آباد کے مذکورہ گاؤں میں آ کر قیام پذیر ہوا۔ مولانا سلفی صاحب نے سکول کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول میں حاصل کی، ۱۹۷۸ء میں آپ اپنے والدین کے ہمراہ فیصل آباد آ گئے اور آپ پہلے ایم سی پرائمری سکول سمن آباد اور پھر ایم سی ہائی سکول سمن آباد میں پڑھتے رہے۔

دینی تعلیم کے حصول کے لئے گاؤں کی مسجد کے امام مولوی عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ سے یسرنا القرآن پڑھا۔ فیصل آباد آ کر محمدی مسجد اہل حدیث نثار کالونی میں قاری منیر احمد سعید اور قاری احمد نواز صابر سے ناظرہ قرآن پڑھا۔ اس کے بعد محمدی مسجد کے خطیب مولانا حکیم ثناء اللہ ثاقب صاحب سے قرآن مجید کے ابتدائی پاروں کا ترجمہ پڑھا اور ان کے دروسِ بخاری میں بیٹھ کر صحیح بخاری شریف کی مکمل سماعت کی۔ یہ ۱۹۸۶ء سے نومبر ۱۹۹۲ء تک کا عرصہ ہے۔

مولانا سلفی صاحب کی مسلک اہل حدیث سے وابستگی اور شیفتگی میں ان کے ماموں مولوی محمد شریف (وفات ۵؍جنوری ۲۰۰۵ء) کی تعلیم و تربیت کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دینی ذوق اور مطالعہ کتب میں انہماک میں مولانا حکیم ثناء اللہ ثاقب، مولانا ارشاد الحق اثری اور قاری احمد نواز صابر نے بڑی رہنمائی کی۔

مولانا سلفی صاحب کا جب سے قلم و قرطاس سے ناطہ قائم ہوا ہے وہ مطالعہ بہت زیادہ کرتے ہیں۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ہی ان کا سرمایۂ علم ہے۔ ان کے مطالعہ کی شہادت ان تبصروں سے ملتی ہے جو ہر ماہ مختلف جماعتی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے ہیں۔ تبصرہ میں مولانا سلفی

صاحب کتاب کے مندرجات کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔

مولانا محمد رمضان سلفی صاحب اس وقت جواں عمر ہیں۔ صحت بھی ماشاء اللہ ٹھیک ہے، اپنے کام میں مشاق اور بہت زیادہ تیز ہیں۔ ان کا سارا دن رحمانیہ پیپر پروڈکس امین پور بازار میں ملازمت میں گزرتا ہے۔ لکھنے پڑھنے کا کام رات کو کرتے ہیں۔ اور تھکاوٹ واکتاہٹ کو بہت کم محسوس کرتے ہیں۔ وہ مزدور قلم کار ہیں قلم کے مزدور نہیں۔ ان کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ ہے۔ لکھنے میں بہت ہی تیز ہیں، دوسرے الفاظ میں زودنویس ہیں۔ کوئی جماعتی رسالہ وجریدہ ایسا نہیں جس میں ان کا مضمون شائع نہ ہوتا ہو۔ میرے پاس ہر ماہ تیس سے زیادہ رسائل وجرائد آتے ہیں۔ جن میں ہفت روزہ بھی ہوتے ہیں، پندرہ روزہ اور ماہنامہ بھی۔ ان رسائل میں بیشتر رسائل ایسے ہوتے ہیں۔ جن میں مولانا سلفی صاحب کے مضامین ہوتے ہیں۔

مولانا سلفی صاحب کے جن رسائل وجرائد میں مضامین شائع ہوتے ہیں ان کی ایک اجمالی فہرست درج ذیل ہے۔ صحیفہ اہل حدیث کراچی، ماہنامہ محدث لاہور ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، تنظیم اہل حدیث لاہور، ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد، ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدرآباد سندھ، ماہنامہ الاخوہ لاہور ہفت روزہ الاعتصام لاہور، پندرہ روزہ المنبر فیصل آباد، ماہنامہ صدائے ہوش لاہور، ماہنامہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور، ماہنامہ نداء الاحسان لاہور، پندرہ روزہ ترجمان دہلی، ماہنامہ نوائے اسلام دہلی، ماہنامہ السراج جھنڈانگر (نیپال) ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم (برطانیہ) ماہنامہ الحرمین جہلم، ماہنامہ علم وآگہی فیصل آباد، روزنامہ پاکستان کراچی، ماہنامہ الصراط کراچی، روزنامہ انقلاب کراچی، ماہنامہ اسوۂ حسنہ کراچی، ماہنامہ الصدیق کراچی، ماہنامہ الدعوہ لاہور ہفت روزہ غزوہ لاہور، ماہناہ شہادت اسلام آباد ملکیت کراچی، قاسم العلوم فیصل آباد اور سہ ماہی مجلہ الجامعۃ السلفیہ اسلام آباد۔

مولانا سلفی صاحب کا تعلق جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان سے ہے، اس جماعت کا مرکزی دفتر محمدی مسجد برنس روڈ کراچی میں ہے۔ آپ مولانا عبدالرحمٰن سلفی امیر جماعت غرباء اہل حدیث کے بیعت ہیں۔ مولانا رمضان یوسف سلفی صحیفہ اہل حدیث کراچی کی مجلس ادارت کے رکن بھی ہیں۔ اور ماہنامہ صدائے ہوش لاہور کے اعزازی مدیر ہیں۔ (یہ دونوں رسائل

جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے آرگن ہیں)۔

تحریر ونگارش کے حوالے سے مولانا رمضان سلفی مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ سے بہت زیادہ متاثر ہیں اور ان کے علم وفضل، اخلاص وللہیت، اخلاق وکردار اور ان کی علمی وادبی خدمات کے بہت زیادہ معترف ہیں۔ بھٹی صاحب سے ان کے گہرے دوستانہ مراسم قائم ہیں۔ مولانا اسحٰق بھٹی صاحب نے اپنی بعض تصانیف، کاروان سلف، حیات صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور قافلۂ حدیث میں مولانا رمضان سلفی کا ذکر خیر کیا ہے۔

مقالہ نگاری کے ساتھ ساتھ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی، صاحبِ تصانیف بھی ہیں۔ ان کی تحریر میں پختگی، شگفتگی، سلاست، روانی، اور اردو زبان وادب کی چاشنی کے ساتھ مشاہدات وواقعات کی منظرکشی اور معلومات کی فراوانی بھی پائی جاتی ہے۔ بلاشبہ سلفی صاحب خوب صورت پیرائے میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔

ان کی کتاب ''اللہ کے چار ولی'' شائع ہو چکی ہے۔ باقی کتابوں میں کچھ زیر طبع ہیں اور کچھ مسودات کی صورت میں ان کی الماری کی زینت ہیں۔ اب ان کی کتابوں کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ چار، اللہ کے ولی: یہ کتاب جماعت غرباء اہل حدیث کے بانی اور امام اوّل مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی، امام ثانی مولانا عبدالستار دہلوی، امام ثالث مولانا عبدالغفار سلفی اور مولانا عبدالجلیل خان جھنگوی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے صفحات ۶۴ ہیں اور یہ کتاب جون ۲۰۰۴ء میں مکتبہ ایوبیہ کراچی کی طرف سے شائع ہوئی۔

۲۔ مولانا عبدالوہاب دہلوی اور ان کا خاندان: مولانا عبدالوہاب دہلوی مرحوم کی دینی وتبلیغی، تدریسی وتصنیفی خدمات کا دائرہ بڑا وسعت پذیر ہے۔ پھر ان کی اولاد نے بھی اپنے عالی قدر باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے توحید وسنت کے فروغ اور تبلیغ کو جاری رکھا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا عبدالوہاب دہلوی کے پوتے اور آگے ان کی اولاد بھی اپنے جدامجد کے مشن پر گامزن ہے۔ ضرورت تھی کہ اس عالی مرتبت خاندان کے علمائے ذی احترام کے حالات وواقعات ان کی دینی، تبلیغی، تدریسی اور تصنیفی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔

اس سلسلے میں ہمارے دوست مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب نے یہ کتاب ''مولانا عبدالوہاب دہلوی اور ان کا خاندان'' احاطۂ تحریر میں لانے کی سعی کی ہے۔ مولانا سلفی صاحب مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی اور ان کے خاندان کے علمائے کرام سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ اس لئے آپ نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ اور اس کتاب میں آپ نے چودہ (۱۴) علمائے کرام کے حالات اور ان کی دینی و تبلیغی اور علمی و تصنیفی خدمات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مشمولات کے اعتبار سے خاندان عبدالوہاب کے بارے وقیع معلومات کا مجموعہ ہے۔

۳۔ **مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی** حفظہ اللہ **حیات وخدمات:** یہ کتاب عصر حاضر کے نامور مؤرخ، صحافی اور مصنف مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کے حالات زندگی اور اُن کی دینی و علمی اور ادبی و تصنیفی خدمات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے حصہ اول میں سلفی صاحب نے بھٹی صاحب کی تصنیفات سے ان کے حالات اور خدمات کو بیان کیا ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں بھٹی صاحب کے بارے مختلف اصحاب قلم کے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب معلومات اور اسلوب نگارش کے اعتبار سے بڑی دلچسپ ہے اس کے مطالعہ سے مولانا بھٹی صاحب کی حیات وخدمات کا خوب صورت نقش ابھر کر سامنے آتا ہے۔ یہ کتاب عنقریب اشاعت پذیر ہوگی۔

۴۔ **فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری**ؒ: اس کتاب میں شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی اور تصنیفی خدمات کے علاوہ ادیان باطلہ (عیسائیت، آریہ سماج اور قادیانیت) کی تردید میں ان کی خدمات اور کارناموں کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ شیعت، منکرین حدیث، نیچریت، تقلیدیان احناف (بریلوی + دیوبندی) کی تردید میں مولانا امرتسری کی خدمات کا بھی اس کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ (زیر طبع)

۵۔ **سرگزشت علمائے اہل حدیث:** یہ کتاب ان مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے جو علمائے اہل حدیث کے حالات میں پاک وہند کے جماعتی رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ (غیر مطبوع)

۶۔ **مسنون دعائیں:** یہ کتاب مسنون اورادو وظائف پر مشتمل ہے۔ (غیر مطبوع)

اولاد و احفاد: ماشاء اللہ مولانا رمضان سلفی کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے کا نام محمد ابوبکر اور چھوٹے عبداللہ ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے آخر میں مولانا رمضان یوسف سلفی کے بارے مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے دعائیہ کلمات اور تاثرات نقل کر دیئے جائیں۔ مولانا اسحٰق بھٹی صاحب اپنی کتاب ''برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش'' کے شروع سادہ صفحے پر لکھتے ہیں۔۔۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ عزیز القدر محمد رمضان سلفی کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ان کی یہ صلاحیتیں جو خالص علمی اور تحقیقی نوعیت کی ہیں، ان شاء اللہ مستقبل میں خوب نمایاں ہوں گی۔ (محمد اسحٰق بھٹی ۱۸-۸-۱۹۹۸ء)

مولانا بھٹی صاحب ''قصوری خاندان'' کے شروع سادہ صفحے پر لکھتے ہیں۔۔۔ عزیز القدر محمد رمضان سلفی کا شوق، مطالعہ، اسلوب نگارش اور بزرگان دین سے پُرخلوص تعلق ان کے وہ اوصاف ہیں جو ان کے بہتر مستقبل کے آئینہ دار ہیں۔ ہماری عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ ان کا حامی و ناصر ہو۔ (محمد اسحٰق بھٹی ۶/۴/۱۹۹۹ء)

یہ ایک مختصر سا تعارف ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا رمضان سلفی کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں مزید ہمت اور توفیق دے کہ یہ دین اور مسلک کے لئے زیادہ سے زیادہ تحریری خدمات سرانجام دے سکیں آمین۔

عبدالرشید عراقی

سوہدرہ

۱۶ جولائی ۲۰۰۹ء

تقریظ

جناب مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب حفظہ اللہ

''مولانا عبدالوہاب دہلوی اور اُن کا خاندان'' کے عنوان سے محترم مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب کی تحریر کردہ کتاب کا مسودہ باصرہ نواز ہوا۔ اللہ کریم انہیں اجر جزیل سے نوازے۔ کہ جو ''قرض آل عبدالوہاب'' کے ذمہ اِن بزرگوں کے حالات زندگی ضبط تحریر میں لانے کا باقی تھا وہ سلفی صاحب نے بڑی عرق ریزی اور محنت ومشقت سے ادا کر دیا۔ اس طرح وہ محسنِ جماعت غرباء اہل حدیث اور محسنِ خاندان حضرت الامام عبدالوہاب جھنگوی ثم ملتانی ثم دہلوی قرار پائے۔ تو اس اعزاز کے وہ سوفیصد مستحق ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں قرآن وسنت کی ترویج واشاعت، وعظ وتبلیغ کے سلسلہ میں جن بزرگ شخصیات اور خانوادوں نے جانفشانی اور انتھک جدوجہد سے کام لیا۔ اُن میں حضرت الامام عبدالوہاب دہلوی محدث ہند کا خاندان ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ برصغیر کی مختلف علمی شخصیات پر اُن کے متعلقین یا تلامذہ نے الگ الگ کتب بھی تصنیف کیں۔ اور مجموعی برصغیر میں تاریخ اہل حدیث کے عنوانات پر بھی کتابیں ورطہ تحریر میں آئیں۔ اُن میں حضرت الامام عبدالوہاب محدث ہند کے خاندان کے دو ایک افراد کا تذکرہ محض ایک پیراگراف میں کر دیا گیا۔ اس کا سبب کوئی ذہنی تحفظ، حزبی تعصب یا معلومات کے حصول میں سستی یا عدم دستیابی تھا۔ وجہ کوئی بھی ہو صاحب علم قاری تشنگی محسوس کرتا تھا۔

برادرعزیز جناب مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ نے اس اشد ضرورت کو کافی حد تک پورا کر دیا ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر اس کتاب کی ضخامت کے برابر کم از کم تین کتب لکھی جا سکتی تھیں۔ امام اول وامام ثانی کے حالات زندگی مکمل کتب کے متقاضی تھے کہ وہ لوگ خلوص نیت اور اللہ کی رضا کے لئے یہ نیک فریضہ خدمت قرآن وحدیث ادا کر رہے تھے۔ امام عبدالوہاب محدث ہند متوفی ۱۹۳۲ء اور حضرت الامام عبدالستار دہلوی محدث ہند متوفی اگست ۱۹۶۶ء کے

بہت سے معاصرین وشاگردان رشید ومعتقدین بھی اب اس دنیا میں نہ رہے۔ اِن بزرگوں کے بارے میں بہت سی معلومات لوگوں کے سینوں میں ساتھ چلی گئیں۔ تاہم جو کچھ مل سکیں وہ سب سلفی صاحب کی محنت شاقہ کی مرہون منت ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں جتنی بھی علمی شخصیات یا خاندان دینی خدمت کے لئے معروف ہیں اُن کی بھاری اکثریت تیسری پشت کے بعد قانون فطرت کے تحت معدوم ہو گئے۔ الحمدللہ خاندان عبدالوہاب میں یہ علمی وراثت اب چوتھی پشت کو منتقل ہورہی ہے۔ اس خاندان کی نئی نسل کو یہ نصیحت ہے کہ اگر وہ اس علمی وراثت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو حصول علم میں محنت ومشقت سے سرگرم ہوں۔ ذوقِ مطالعہ پیدا کریں۔ یہ کتاب اہل خاندان کے لئے وجہ افتخار ہے کہ اپنے بزرگوں کی علمی وراثت کے حقیقی وارث بن کر رہنا چاہیے تاکہ خلف الرشید قرار پائیں۔ خدا کرے ایسا ہو۔

آخر میں مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب محسنِ جماعت اور اس کتاب کی جمع وتصنیف واشاعت میں جملہ معاونین مرکز جماعت اور حضرت امام جی مولانا عبدالرحمٰن سلفی صاحب مدظلہ العالی قابل صد مبارک باد ہیں۔ اللہ کریم ان سب کو اجر جزیل سے نوازے اور اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

محمد ادریس ہاشمی
جنرل سیکرٹری جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب
۲۶رفروری ۲۰۰۹ء

حرفے چند

مورّخ اہل حدیث جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

ہمارے عزیز دوست محمد رمضان یوسف سلفی کسی زمانے میں سنت داؤدی پر عامل تھے اور لوہے کو آگ میں ڈھال کر اسے ہتھوڑے سے کوٹتے اور اس سے بعض چیزیں بنایا کرتے تھے۔ ایک عرصے تک ان کا یہ شغل رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کسی نہ کسی طرح تحصیل علم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہتھوڑے کی جگہ قلم نے لے لی اور وہ لوہے کی مختلف چیزیں بنانے کے بجائے کاغذ پر حروف والفاظ کو باہم جوڑنے اور مرتب کرنے لگے۔ ان کی محنت رنگ لائی اور وہ مضمون نگاری کا مرحلہ طے کرتے ہوئے تصنیف وتالیف کی وادی میں داخل ہوئے۔

مضمون نگاری میں ان کا زیادہ حصہ رجال وشخصیات سے تعلق رکھتا ہے یا کتابوں پر تبصروں کے بارے میں ہے۔ ان کا پیرایۂ اظہار مدحیہ پہلو سے بالخصوص شناسائی رکھتا ہے۔ ان کے مضامین جماعت اہل حدیث کے جرائد ورسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

کچھ عرصہ پیشتر محمد رمضان یوسف سلفی کی ایک کتاب ''اللہ کے چار ولی'' کے نام سے معرض اشاعت میں آئی تھی، جس میں جماعت اہل حدیث کے چار بزرگان عالی قدر کے حالات ضبط تحریر میں لائے گئے تھے۔ اب انہوں نے ایک اور کتاب ''مولانا عبدالوہاب دہلوی اور ان کا خاندان'' کے نام سے مرتب کی ہے جو خوانندگان محترم کے زیر مطالعہ ہے۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی برصغیر کی جماعت اہل حدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ وہ علاقائی اعتبار سے پنجابی تھے اور ان کا مولد ضلع جھنگ کا ایک مقام ''واصوآستانہ'' تھا۔ ان کے زمانے میں پنجاب کے دو دینی مدرسوں کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ ایک جامعہ محمدیہ لکھوکے (ضلع فیروزپور) کو یہ پنجاب میں جماعت اہل حدیث کا اوّلین دارالعلوم تھا۔ دوسرے مدرسہ غزنویہ امرتسر کو۔ یہ جامعہ محمدیہ کے بعد قائم ہوا تھا۔ مولانا عبدالوہاب صاحب نے سب سے پہلے

موضع لکھوکے میں لکھوی اصحاب علم کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیے۔ اس کے بعد امرتسر جا کر غزنوی علمائے کرام سے استفادہ کیا۔ پھر دہلی گئے اور حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ فضیلت پر حاضری دی۔ ان سے درس حدیث لیا اور سند واجازہ کے مستحق قرار پائے۔ پھر دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی اور دہلوی کی نسبت سے شہرت پائی۔ میں نے ان کے حالات خاص تفصیل سے اپنی کتاب ''کاروان سلف'' میں لکھے ہیں۔ یہ کتاب مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اسی کتاب میں مولانا عبدالوہاب کے صاحب زادہ گرامی قدر مولانا حافظ عبدالستار دہلوی کے واقعات حیات قلم بند کیے گئے ہیں۔ میں نے اپنی دو اور کتابوں (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن اور دبستان حدیث) میں بھی اس خانوادے کے بعض اہل علم مولانا مفتی عبدالقہار سلفیؒ اور مولانا حافظ محمد الیاس سلفی کا تذکرہ کیا ہے اور قرآن وحدیث کے متعلق ان کی مساعی کی ضروری تفصیل بیان کی ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے لیے یہ کوئی اجنبی خاندان نہیں ہے۔ اس خاندان کے اہل علم پر ان کے عقیدت مندوں نے جماعتی اخباروں میں چھوٹے بڑے مضمون ضرور لکھے ہوں گے لیکن یہ فقیر (غالباً) پہلا شخص ہے جس نے اپنی ضخیم کتابوں میں ان کی شان کے مطابق ان کو جگہ دی اور ان کے علمی اور عملی پہلوؤں کی وضاحت کا فریضہ سرانجام دیا۔

جناب محمد رمضان یوسف سلفی نے اپنی کتاب ''مولانا عبدالوہاب اور ان کا خاندان'' میں اس گھرانے کے چودہ اصحاب علم کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی کارناموں کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ مصنف ممدوح چوں کہ ان علمائے کرام کے حلقۂ عقیدت سے وابستہ ہیں اور پھر اس موضوع سے انہیں دلچسپی بھی ہے، اس لیے انہوں نے بڑی محنت سے معلومات جمع کر کے کتاب مرتب کی ہے۔ کسی موضوع سے متعلق معلومات جمع کرنا اور انہیں خاص انداز کے ساتھ حوالۂ قرطاس کرنا بہت مشکل کام ہے۔ محمد رمضان یوسف سلفی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔

ہم اپنے ماضی پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا ماضی نہایت تاب ناک ہے اور ہمارے علمائے کرام کے دوائر علم وعمل بے حد وسعت پذیر ہیں۔ برصغیر پاک وہند جس میں بنگلہ دیش بھی

شامل ہے، علمائے اہل حدیث کی تگ وتاز کا ہمیشہ مرکز رہا ہے۔اس خطۂ ارض میں دینی علوم کے پھیلاؤ کے لئے انہوں نے بے شمار مدارس قائم کئے، جن کے معلمین سے لاتعداد علما وطلبا نے حصولِ فیض کیا۔ان کی تبلیغی سرگرمیوں سے ایک دنیا متاثر ہوئی اور وہ راہِ حق پر قدم زن ہوئے۔ یہ لوگ تصنیف وتالیف کے میدان میں اترے تو قرآن مجید کے ترجمے کیے، اس کتاب ہدیٰ کی برصغیر کی مختلف زبانوں میں تفسیریں لکھیں۔علاوہ ازیں اردو دان طبقے کو کتب حدیث سے بھی آشنا کیا اور اس زبان میں حدیث کی شرحیں بھی لکھیں۔اسلامی احکام کو اردو، ہندی، بنگلہ، پشتو، سندھی، پنجابی، مرہٹی وغیرہ زبانوں میں منتقل کیا۔مناظروں کے ذریعے بھی ہمارے اہل علم نے غیر مسلموں، مرزائیوں، حدیث کا انکار کرنے والوں اور دیگر بہت سے باطل فرقوں کے لوگوں کا ناطقہ بند کیا۔غرض ہر محاذ پر ہمارے علماء آگے آگے رہے اور کلمۂ حق بلند کرنے کو ہمیشہ اپنا طرۂ امتیاز قرار دیے رکھا۔ یہ کتاب اسی طویل سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس میں ایک ہی خاندان کے چودہ علمائے کرام کی مختلف دینی مساعی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

محمد رمضان یوسف سلفی کی مرتب کردہ یہ کتاب قارئین کی معلومات میں اضافے کا باعث ہوگی۔

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی۔ساندہ۔لاہور

۱۹/مئی ۲۰۰۸ء

اسلامی زندگی بغیر جماعت کے اور جماعتی زندگی بغیر امارت
کے صحیح نہیں۔ امارت کا دارومدار اطاعتِ امیر پر ہے۔ (مشکوۃ)

شیخ القرآن والحدیث، مجدد دین وملت، حامئ توحید وسنت ماحئ شرک وبدعت

مولانا حافظ امام عبدالوہاب محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

امام عصر مولانا عبدالوہاب دہلوی برصغیر ہند و پاک کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ ان کا شمار ان اکابر علماء کرام میں ہوتا ہے جو بہ یک وقت متعدد اوصاف کے حامل تھے۔ ان کی خدمات بوقلموں کا دائرہ بڑا وسیع ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ ہمہ گیر ہے۔ انہوں نے خاص نہج سے قرآن کی خدمت کی اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کیا۔ وہ قرآن و سنت کے احکام و قواعد سے باخبر اور مروجہ علوم عربیہ کے رموز و نکات سے کامل آگاہی رکھتے تھے۔ ان کی علمی شہرت دیارِ ہند کے دور دراز علاقوں تک پہنچی۔ جس سے متاثر ہو کر شائقین علم، علماء و طلباء کثیر تعداد میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہونے لگے۔

انہوں نے اس خطۂ ارض کو اپنے فیضِ علم و فضل کی ضیاء پاشیوں سے بھر دیا۔ آپ اس گروہِ باصفا کے وہ نیک نہاد بلند مرتبہ بزرگ تھے جن کا دائرہ درس و تدریس نہایت وسعت پذیر تھا۔ بے شمار علماء و طلباء نے ان سے استفادہ کیا جنہوں نے آگے چل کر مختلف بلاد و امصار میں تدریس کی مسندیں آراستہ کیں اور جو علم انہوں نے اپنے جلیل القدر استاذ سے حاصل کیا تھا اس کو لوگوں میں پھیلانے اور عام کرنے کا ذریعہ بنے۔ جب بھی کوئی مؤرخ اس دور کے حالات حوالۂ قرطاس کرے گا تو وہ ان ''داعیانِ حق'' کا ذکر جمیل ضرور کرے گا۔

امام عبدالوہاب دہلوی نے اس پُر آشوب دور میں شعور کی آنکھ کھولی جب ارضِ ہند میں کئی اسلام دشمن عناصر تحریکیں اسلام کے خلاف برسرِ پیکار تھیں۔ وہ ہمہ تن ان کے خلاف سینہ سپر ہو گئے اور اسلام کی محافظت و مدافعت میں اپنی تمام صلاحتیں صرف کر دیں۔ وہ دینی علوم کے ماہر بھی تھے اور باخبر بھی، انہوں نے اپنی تگ و تاز سے اسلام کی خوب خدمت کی۔ بلاشبہ وہ جامع صفات عالم اور منبع فیوض شیخ ہونے کے سبب اپنے وقت کے امام تھے۔ علم و عمل، اصلاح و تقویٰ، ورع

وعفاف، عمل وکردار، علو اخلاق، عذوبت لسان، پاکیزگیٔ قلب، شگفتہ مزاجی اور حلم وبرباری میں اپنی مثال آپ تھے۔ دینی وشرعی معاملات میں صلابت ان کی خصوصیت تھی، احکام الٰہی کے اجرا میں جری اور بے خوف تھے۔ بلکہ اس سلسلے میں کسی قسم کی نرمی اور مداہنت کے قائل نہ تھے۔ سنت رسول ﷺ سے محبت وانسلاک، بدعات ورسومات سے تنفر اور عبادت الٰہی میں انہماک ان کی شخصیت کا خاص وصف تھا۔ کم گوئی، توکل علی اللہ اور تمکنت ووقار ان کا شوق تھا۔ احیائے سنت کے داعی اور عمل بالحدیث میں حریص تھے۔

آئندہ سطور میں ہم مولانا عبدالوہاب دہلویؒ کے علمی وعملی کارناموں کی تگ وتاز کی ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں۔

سرزمینِ پنجاب مردم آفرینی کے اعتبار سے ہمیشہ سرسبز وشاداب رہی ہے، اللہ تعالی نے اس میں جن عظیم المرتبہ شخصیتوں کو خلعت وجود سے نوازا، ان میں امام مولانا عبدالوہاب کا اسمِ گرامی نمایاں دکھائی دیتا ہے، جنہوں نے آگے چل کر ''ملتانی'' ثم ''دہلوی'' کی نسبت سے شہرت پائی اور انہیں مولانا عبدالوہاب دہلوی کہا جانے لگا۔

وہ پنجاب کے ایک دور دراز علاقے جھنگ (جس کی شہرت کا باعث ''ہیر'' ہے اور ہیر کی شہرت کا اصل سبب وارث شاہ ہے) کے غیر معروف گاؤں (یا قصبہ) ''واصو آستانہ'' میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ ولادت کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ مولانا ممدوح نے اپنی وفات سے تین مہینے دس دن پہلے ۱۳۵۱ھ کے ماہِ ربیع اول کے آخر میں وصیت کی تھی جو اسی سال کے ماہِ ربیع ثانی کے ''صحیفہ اہل حدیث'' میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ''میری عمر اس وقت ستر سال ہوگی''۔ اس حساب سے ان کی ولادت کا سال ۱۲۸۰ھ بنتا ہے اور عیسوی اعتبار سے ۱۸۶۳ء۔

بہرحال مولانا امام عبدالوہاب ۱۲۸۰ھ کے پس وپیش واصو آستانہ (ضلع جھنگ پنجاب) کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب جو کوشش وبسیار سے ہمیں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے، عبدالوہاب بن حاجی محمد بن میاں خوش حال بن میاں فتح بن میاں قائم۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس خانوادۂ ذی علم کے خاندانی پس منظر کا اجمالی سا تذکرہ

کر دیا جائے۔ان کے آباواجداد دینی ودنیوی لحاظ سے آسودہ اوراچھی حالت کے لوگ تھے۔ان میں تقویٰ شعاری اور نیکی کا جذبہ پایا جاتا تھا۔مولانا مرحوم کے والدِ مکرم میاں حاجی محمد حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف تھے حالانکہ اس زمانے میں حج بیت اللہ کا عزم کرنا انتہائی مشکل تھا۔کوئی آسودہ حال اور نیک طینت آدمی ہی حج کے لئے جاتا تھا۔یہ شواہداس خاندان کی نیک نامی اور للّٰہیت پر دال ہیں۔

مولانا عبدالوہاب کی عمر دو یا تین سال تھی کہ ان کے والد کسی وجہ سے ''واصوآستانہ'' کی رہائش ترک کر کے ضلع ملتان کے نواحی گاؤں ''مبارک آباد'' میں جا آباد ہوئے۔مبارک آباد کی سکونت ان کے لئے خیر و برکت کا باعث ثابت ہوئی۔

عمرِ عزیز کے چھٹے سال میں تھے کہ ان کی تعلیم کا آغاز ہوا،انہیں گاؤں کی مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا،انہوں نے تھوڑے عرصے میں ہی ناظرہ قرآن پڑھ لیا۔اس کے بعدان کے دل میں مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کا داعیہ ابھرا۔

اس وقت پنجاب میں دینی تعلیم کے دو بڑے مراکز تھے اوران دونوں کی برصغیر میں بڑی شہرت تھی۔ایک مرکز ''لکھوکے'' تھا اورایک امرتسر۔لکھوکے ضلع فیروز پور کے نواح میں چھوٹا سا گاؤں تھا،یہاں تفسیر محمدی،احوال الآخرت اور زینت اسلام جیسی بہت سی شہرہ آفاق کتب کے مصنف حافظ محمد لکھوی اقامت گزیں تھے۔انہوں نے اس گاؤں میں ''جامعہ محمدیہ'' کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کررکھا تھا۔اس دارالعلوم میں قرآن وحدیث،فقہ واصول،صرف ونحواور منطق وفلسفہ کی کتب انتہائی محنت سے پڑھائی جاتی تھیں اوردُوردُور سے طلباء آکر تحصیل علم کرتے تھے۔اس دارالعلوم ''جامعہ محمدیہ'' میں حافظ محمد لکھوی،ان کے فرزندارجمند مولانا عبدالرحمان محی الدین لکھوی،مولانا عبدالقادراوران کے بیٹے استاذ پنجاب مولانا عطاءاللہ لکھوی فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

چنانچہ مولانا عبدالوہاب دہلوی نے اپنے برادرِ صغیر مولانا نور محمد مرحوم کو لے کر ''لکھوکے'' کی طرف شدِّ رحال کیا اورحضرت حافظ محمد لکھوی مرحوم کے آگے دوزانو ہوکر بیٹھے اوران سے استفادہ کیا۔یہاں سب سے پہلے انہوں نے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو

قوتِ حفظ کی نعمت سے خوب نوازا تھا جو چیز ایک بار ان کے حافظے کی گرفت میں آ جاتی وہ نکلنے نہ پاتی۔ آپ بڑے اخاذ ذہن اور سریع الحفظ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تھوڑے عرصے میں ہی آپ نے قرآن حفظ کرلیا۔

اس کے بعد صرف ونحو کی کتب پڑھنا شروع کیں۔ یہ سلسلہ درمیان میں ہی تھا کہ آپ امرت سر عازم سفر ہوئے۔ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبداللہ غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے اکتساب علم کیا۔ اس مدرسے میں انہوں نے صرف ونحو کی تکمیل کی اور کتب حدیث بلوغ المرام، ریاض الصالحین وغیرہ پڑھیں۔

مدرسہ غزنویہ سلفیہ کو اس زمانے میں بلند مقام حاصل تھا، بڑے اہتمام سے طلباء کی تعلیم وتربیت کی جاتی تھی۔ اس دارالعلوم سے بے شمار طلباء فیض یاب ہوئے اور فراغت کے بعد انہوں نے مختلف مقامات پر تدریس وتصنیف کے ذریعے بے پناہ اسلام کی خدمت کی۔ مدرسہ غزنویہ سلفیہ مولانا عبداللہ غزنوی نے قائم کیا تھا وہ خود اور آگے چل کر ان کی اولاد حضرت امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا سید داؤد غزنوی طلبائے علم کو مستفید فرماتے رہے۔ مولانا عبدالوہاب جامعہ محمدیہ لکھو کے اور مدرسہ غزنویہ سلفیہ میں دورانِ تعلیم حافظ محمد لکھوی اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کے علم وعمل، فضل وکمال اور تدین وتقویٰ سے بے حد متاثر ہوئے اور اس کے اثرات تمام عمر انکے قلب وذہن اور فکر وعمل میں راسخ رہے۔

ان کی عمر پندرہ سال تھی کہ یہ دینی علوم وفنون کی بہت سی کتب پڑھ چکے تھے۔ اب انہوں نے حدیث کی انتہائی کتب پڑھنے کے لئے دہلی کا قصد کیا۔ اس موقع پر بھی ان کے چھوٹے بھائی نور محمد ہمراہ تھے۔ دہلی اس دور میں علم کا گہوارہ تھا۔ بہت سے اصحاب علم یہاں فروکش تھے اور انہوں نے درس وتدریس کی مسندیں آراستہ کر رکھی تھیں۔ اس بلدۂ علم میں شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی بھی مسند تدریسِ حدیث پر جلوہ افروز تھے۔ عرب وعجم کے بہت سے شائقین علم ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر ان سے تحصیل علم کر رہے تھے۔

ان کا اسلوب تعلیم نرالا تھا، برصغیر کے ہر مسلک فقہی کے اہل حدیث، حنفی اور شیعہ حضرات

کے اہل ذوق شائقین علم نے ان سے کتب حدیث پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا۔ مولانا عبدالوہاب اپنے بھائی نور محمد کے ساتھ حضرت میاں صاحب کے مدرسے پہنچے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، بڑی آسانی سے انہیں داخلہ مل گیا، رہائش کا مسئلہ تھا اس میں بھی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ دہلی میں نہر سعادت خاں (اس جگہ کو اب ناولٹی کہتے ہیں) پر ایک مسجد تھی جسے ''مسجد حفیظ اللہ خاں'' کہا جاتا تھا۔ مولانا اس مسجد میں سکونت پذیر ہو گئے اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث حاصل کرنے لگے۔ جبکہ مسجد حفیظ اللہ خاں میں مولانا ممدوح پانچ وقت کی نماز پڑھاتے اور مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے۔ اس کے علاوہ دونوں بھائی مسجد کے کنوئیں سے پانی کھینچ کر نمازیوں کے لئے وضو کا انتظام کرتے۔ پانچوں وقت کی نمازوں کے وضو کے لئے اجرت انکو بارہ آنے ملتی تھی۔ جس کی اس زمانے میں بڑی قدر و قیمت تھی۔ دونوں بھائی ان پیسوں سے اپنی ضروریات کی اشیاء خریدتے اور کھانے پینے کا سلسلہ چلاتے۔ بعض مرتبہ اگر روٹی سالن خریدنے کی گنجائش نہ ہوتی تو پیسے دو پیسے کے بھنے ہوئے چنے لے لیتے یا پھر مولیاں اور گاجریں کھا کر گزارہ کرتے۔

ذہبی وقت مولانا محمد اسحاق بھٹی رقمطراز ہیں کہ۔ ''یہ تھے ہمارے وہ بزرگ جنہوں نے اس طرح کی انتہائی تنگ دستی کی حالت میں علم حاصل کیا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان شدید اذیت ناک حالات میں حاصل کردہ ان کا علم بہت ٹھوس اور پختہ تھا، اور ان علماء کی تحقیقات کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔ وہ علم بھی حاصل کرتے تھے، محنت مزدوری بھی کرتے تھے، قرآن وحدیث کا درس بھی دیتے تھے اور نمازیں بھی پڑھاتے تھے۔ حضرت میاں صاحب اپنے اس شاگرد عبدالوہاب سے بہت خوش تھے'' (کاروان سلف ص ۲۲۔۲۳)

حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے جن نامساعد اور کٹھن حالات میں دینی تعلیم کی تحصیل کی، ان کے اسی صبر واستقلال اور عالی ہمتی کا ثمر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم حدیث اور تفقہ فی الدین میں عروج وکمال عطا فرمایا۔ آپ کے استاذ محترم حضرت میاں صاحب بھی آپ کی علمی لیاقت اور کمال فہم کے معترف تھے۔ دہلی میں سرائے حافظ بنہ (اب اسے گاندھی مارکیٹ صدر بازار کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے) میں ایک مسجد واقع تھی۔ اسے حافظ بنہ کی مسجد کہا جاتا تھا۔ اس مسجد

کے نمازی حنفی مقلد تھے۔ ایک روز وہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی ان کی مسجد میں کسی ایسے طالب علم کو جمعہ پڑھانے کے لئے مقرر کر دیا جائے جو لوگوں کی ضروریات کے مطابق شرعی مسائل بھی بیان کر سکتا ہو اور اچھی تقریر بھی کرتا ہو۔

حضرت میاں صاحب نے اپنے لائق شاگرد مولانا عبدالوہاب کو سرائے حافظ بنّہ کی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا۔ یہ شرعی مسائل سے بھی پوری طرح باخبر تھے اور اچھے خطیب و واعظ بھی تھے۔ انہوں نے وہاں خطبہ جمعہ کے علاوہ مسجد میں مشکوٰۃ شریف کا درس بھی شروع کر دیا۔ مولانا اہل حدیث تھے اور وہ لوگ حنفی مقلد تھے۔ ان کے درس وخطابت اور وعظ وتبلیغ کے اثرات تھوڑے ہی عرصے بعد ظاہر ہونا شروع ہو گئے اور اس مسجد کے لوگوں نے مسلک اہل حدیث قبول کرنا شروع کر دیا۔ مبلغ اگر گفتگو کرنے کا سلیقہ رکھتا ہو، علم کے ساتھ عمل کی دولت سے مالا مال ہو تو لوگ اس کی بات سنتے اور اثر قبول کرتے ہیں۔

مولانا کے درس وتقریر سے جہاں بہت سے لوگ متاثر ہوئے وہاں کچھ لوگوں نے بڑی تکلیف محسوس کی۔ چنانچہ وہ تعصب وعناد پر اتر آئے اور انہوں نے مولانا کو جسمانی تکلیف کی بجائے روحانی تکلیف پہنچانے کا عزم کر لیا۔ مولانا کا قیام سرائے حافظ بنّہ کی مسجد میں تھا، انہیں نادر اور نایاب کتب جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ ان کے پاس کئی نادر قلمی کتب بھی تھیں جو انہوں نے بڑی محنت سے نقل کی تھیں۔ کتب کا تمام ذخیرہ مسجد میں ہی تھا اور اس میں ساری کتابیں قرآن وحدیث اور فقہی مسائل کے متعلق تھیں۔ ایک رات جبکہ مولانا کہیں گئے ہوئے تھے کہ متعصب ذہن کے حنفی لوگوں نے کتابیں اکٹھی کر کے کپڑوں میں باندھ کر مسجد کے کنوئیں میں پھینک دیں۔ صبح کے وقت مولانا کو پتا چلا تو انہوں نے کتابیں نکالنے کی کوشش کی۔ کچھ کتابیں تو نکال لی گئیں لیکن اکثر پانی میں بھیگ جانے کے باعث ضائع ہو گئیں۔

مولانا عبدالجلیل سامرودی اس واقعہ کے متعلق بیان کرتے ہیں: ''کہ ایک روز وہ علی الصبح مولانا کے ساتھ کشن گنج کو جاتے ہوئے اس کنوئیں کے پاس سے گزرے تو مولانا نے اس کنوئیں کے پاس لے جا کر دکھایا اور کہا کہ سرائے والوں نے اس میں میری کتابیں ڈال دی تھیں، میں نے جھانک کر دیکھا تو اس میں برابر اوراقِ کتب پراگندہ پانی میں نظر آ رہے تھے میری آنکھیں بھر

آئیں آپ کی تو میں کیا عرض کروں''۔

حصول علم کے دوران اس طرح کے کئی اذیت ناک اور تکلیف دہ واقعات کا انکو سامنا ہوا لیکن ان کے عزم وہمت اور پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی ، آپ نے نہایت خندہ پیشانی اور خوش روئی سے ان مصائب کا مقابلہ کیا۔

اساتذہ کرام

مولانا عبدالوہاب دہلوی کو برصغیر؛ کے بلند پایہ اور چوٹی کے اساتذہ کرام سے اکتساب علم کا موقع ملا۔ آپ چودہ سال ان عظیم المرتبت محدثین کرام اور علمائے عظام کی خدمت میں رہے اور تمام اسلامی علوم مروجہ اور فنون متداولہ کی ان سے تکمیل کی۔ انیس بیس برس کی عمر میں مروجہ علوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

ان کے جلیل القدر اساتذہ کرام یہ ہیں۔

❁ **حافظ محمد لکھوی:**۔ حصول علم کے لئے مولانا عبدالوہاب سب سے پہلے ان کی خدمت میں لکھو کے پہنچے اور کئی سال ان کی خدمت میں رہ کر زانوئے شاگردی تہہ کیا۔

حافظ محمد لکھوی نہایت صالح نیک اور ذکی وفطین عالم دین تھے۔ ۱۲۲۱ھ (۱۹۰۷ء) کے پس وپیش ضلع فیروز پور کے معروف گاؤں ''موضع لکھو کے'' میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بارک اللہ لکھوی اپنے وقت کے بہت بڑے صوفی اور عالم تھے۔ حافظ محمد لکھوی کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے۔ حافظ محمد بن حافظ بارک اللہ بن حافظ احمد بن حافظ محمد امین بن ملک عالم شاہ بن ابوداؤد ڈھنگ شاہ۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۶ ویں پشت میں سید قطب شاہ اور محمد بن حنفیہ کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۵۱)

حافظ لکھویؒ نے ابتدا میں قرآن پاک اپنے والد سے یاد کیا اور علوم مروجہ میں سے تجوید، صرف ونحو، فارسی، منطق، معانی، فقہ، اصول فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی کتابیں گھر میں ہی اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ پھر آپ لدھیانہ گئے اور وہاں علمائے لدھیانہ کی خدمت میں رہ کر اکتساب علم کیا۔ لدھیانہ سے واپسی پر دہلی آئے اور شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی، مولانا احمد علی سہارن

پوری اور میر محبوب علی سے استفادہ کیا۔ آپ شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور ان سے علم حدیث پڑھا۔ یہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے کئی سال پہلے کی بات ہے۔ حافظ محمد لکھوی کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ علمی صلاحیتوں اور مضبوط قوت حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جو کتاب ایک بار ان کے مطالعہ میں آجاتی اس کے مندرجات پوری طرح ان کے ذہن پر نقش ہو جاتے۔ اور دوبارہ اس کتاب کو دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

مولانا معین الدین لکھوی مدظلہ العالی لکھتے ہیں:۔ ''قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جو کتاب دیکھ لیتے اس کے حوالہ جات اور صفحوں کے صفحے عبارات زبانی یاد ہو جاتیں۔ آپ کی علمی اور تصنیفی استعداد کا اندازہ آپ کی صاحبزادیوں کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ آخری عمر میں جب آپ تفسیر محمدی لکھا کرتے تھے تو ہم دیکھتیں تھیں کہ لکھتے ہی جاتے تھے اور کچھ سوچا ہی نہیں کرتے تھے۔ مختلف کتب اِردگرد پھیلائی ہوتی تھیں، آنکھ اُٹھا کر دیکھتے اور پھر لکھتے رہتے۔ یہ بھی روایت ہے کہ کبھی مسودہ پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے''۔ (پنجاب کا عظیم مصلح۔ ص ۵)

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں:۔ ''کہ حافظ محمد لکھوی بے حد ذہین تھے اور قوت اخذ اور استعداد فہم اتنی تیز تھی کہ حضرت میاں صاحب (نذیر حسین دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے حلقۂ درس میں ایک پنجابی طالب علم حافظ محمد شامل ہے، جس کی ذہانت اور نبوغ کا یہ حال ہے کہ جوں ہی میں کسی مسئلے کے بارے میں بات شروع کرتا ہوں، تمام مسئلہ اس کی سمجھ میں آ جاتا ہے اور میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ پوری حقیقت سمجھ لیتا ہے''۔

(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص ۴۶۶)

حافظ محمد لکھوی کے عمل بالحدیث اختیار کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا محمد ابراہیم خلیل صاحب لکھتے ہیں کہ۔۔۔ ''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حافظ صاحب نے سید نذیر حسین صاحب سے کسب فیض کیا تھا۔ بلکہ اس استفادہ ہی نے ان کو عمل بالحدیث کی راہ پر گامزن کیا۔ اس سے قبل ان کی جتنی تصانیف ہیں وہ تمام فقہ حنفی کے مطابق ہیں آپ تقریباً عرصہ ایک سال سید صاحب کے حلقہ درس میں رہے۔ ممکن ہے کہ حدیث ہی کی کسی کتاب کی قرأت کی ہو اور خوب خوب سید صاحب کے ساتھ مباحث ہوتے رہے۔ بالآخر صحیح حدیث ان کے لئے مزید علمی

پختگی کا سبب ثابت ہوا''۔(الفیوض المحمدیہ ص ۶۶ طبع مکتبہ العزیزیہ حجرہ شاہ مقیم اوکاڑہ)

تحصیل علم کے بعد حافظ لکھوی مرحوم وعظ وتذکیر، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے میدان میں سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں۔وہ پنجابی زبان کے بہت عظیم المرتبت اور بلند پایہ شاعر تھے۔انہوں نے پنجابی اشعار میں قرآن کی منظوم تفسیر لکھی اور کئی اصلاحی کتابیں تصنیف کیں۔کسی دور میں ان کی ''زینت الاسلام، احوال الآخرت'' وغیرہ کتابیں گھر گھر پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں اور اس سے لوگوں کے عقائد کی بڑی اصلاح ہوئی۔حافظ محمد لکھوی کی نظم میں بیس سے اوپر کتابیں ہیں ان میں زینت الاسلام، احوال الآخرہ، سیف السنہ، حصن الایمان، انواع محمدی، دین محمدی، درّہ نیچری، محاسن اسلام، وصیت نامہ، کھیتی، خوجہ نامہ، زیادہ معروف ہیں۔جبکہ آپ نے ابواب الصرف، قوانین الصرف، علم الصرف، علم المعانی جیسی درسی کتب بھی لکھی ہیں۔

ان کے علاوہ حافظ صاحب نے حدیث کی کتاب سنن ابوداؤد پر عربی میں تفصیلی حواشی اور تعلیقات لکھے ہیں۔جو ۱۲۷۲ھ میں مولانا نوازش علی کی تصحیح کے ساتھ مطبع قادری دہلی سے شائع ہوئے۔(الفیوض المحمدیہ ص ۱۵۲)

مشکوٰۃ شریف کو کتب احادیث کا نچوڑ اور خلاصہ کہا جاتا ہے۔اس میں ہزاروں مسائل کو ابواب اور فصلیں قائم کر کے احادیث سے بیان کیا گیا ہے۔یہ کتاب اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے بہت مقبول ہے۔اس کتاب کی عربی، اردو اور دیگر زبانوں میں بہت سی شروحات لکھی جا چکی ہیں۔حافظ محمد لکھوی صاحب نے اس پر بڑے مفصل تعلیقات رقم فرمائے تھے۔مولانا خدا بخش نے اس کے متعلق ایک شعر یوں لکھا ہے۔

تے حاشیے بہت کتاباں اُتے حافظ صاحب چڑھائے
ربع اول مشکوٰۃ دا حاشیہ لکھا فیض کھندائے

(الفیوض المحمدیہ ص ۱۵۷)

خدمات قرآن کے سلسلے میں حافظ لکھوی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی تفسیر محمدی ہے۔اس کی پنجابی ادب میں مثال نہیں ملتی۔تفسیر محمدی سات ضخیم جلدوں میں اور ڈھائی ہزار صفحات کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔اس کا تاریخی نام ''موضع فرقان'' ہے جس کے اعداد بارہ سو پچاسی بنتے

ہیں ۔ حافظ محمد لکھوی نے تفسیر محمدی کا آغاز ۱۲۸۵ھ میں کیا اور گیارہ سال میں اس کی تکمیل ۱۲۹۶ھ میں ہوئی ۔ اس تفسیر میں حافظ صاحب کا اسلوب بڑا عمدہ ہے ۔ اس کے دو ترجمے ہیں ۔ ایک ترجمہ حافظ صاحب نے شاہ ولی اللہ کی تفسیر ''فتح الرحمان'' سے نقل کیا ہے جو کہ فارسی میں ہے ۔ اس کے بعد پنجابی نثر میں ان کا اپنا ترجمہ ہے ۔ پھر پنجابی اشعار میں تفسیر بیان کی گئی ہے ۔ بلاشبہ حافظ صاحب کی یہ شاہکار تفسیر ہے ۔ چند سال پہلے اپریل ۲۰۰۴ء میں مولانا صوفی عائش محمد صاحب نے اس تفسیر کے بہت سے نسخے خرید کر جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں غازی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں تقسیم کیے تھے ۔ یہ بہت بڑی نیکی اور خدمت تھی جو صوفی عائش محمد صاحب نے سرانجام دی ۔

۱۲۷۲ھ میں حافظ محمد لکھوی مرحوم نے اپنے گاؤں لکھوکے میں اپنے صاحبزادے مولانا محی الدین عبدالرحمان کے تعاون سے ایک دینی ادارہ ''مدرسہ محمدیہ'' کے نام سے جاری کیا ۔ حافظ صاحب یہاں خود بھی پڑھاتے تھے اور ان کے بیٹے بھی ۔ تھوڑے عرصے میں ہی مدرسہ محمدیہ نے بے پناہ شہرت حاصل کر لی اور شائقین علم یہاں کھینچے چلے آنے لگے ۔

حافظ لکھوی مرحوم نہایت خلوص، محنت اور توجہ سے تدریسی خدمات سرانجام دیتے ۔ وہ بڑے تقوی شعار اور سنت کے پابند انسان تھے ۔ اپنے مدرسے کے طلبہ کی تعلیم و تربیت نہایت خلوص سے کرتے ۔ یہی وجہ ہے کہ جو طالب علم ان کے ہاں پڑھنے کے لئے آیا اس کے قلب و ذہن میں توحید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت گھر کر گئی ۔

حافظ صاحب کے مدرسے سے بڑی بڑی نابغہ عصر شخصیات نے جنم لیا ۔ چند معروف علمائے کرام کے نام یہ ہیں ۔ مولانا محمد حسین لکھوی، مولانا غلام نبی ربانی سوہدروی، مولوی عبدالحق مالیر کوٹلوی، مولوی رحیم بخش لاہور، مولوی خدا بخش صاحب واعظ محمدی، محمد سلیم بن حافظ بارک اللہ اور مولانا عبدالوہاب دہلوی ۔

حافظ محمد لکھوی نے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ (۲۷/اگست ۱۸۹۳ء) کو وفات پائی اور اپنے گاؤں میں دفن ہوئے ۔

❁ **محدث پنجاب مولانا عبدالقادر لکھوی:** ۔ آپ حکیم محمد شریف لکھوی کے بیٹے ،

حافظ بارک اللہ کے پوتے اور حافظ محمد لکھوی کے بھتیجے تھے۔ ۱۲۹۴ھ (۱۸۳۴ء) میں لکھو کے میں پیدا ہوئے۔ اپنے عم محترم حافظ محمد لکھوی سے علوم آلیہ وعالیہ کی تکمیل فرمائی۔ علوم الحدیث کی مزید تعلیم کے لئے امرتسر چلے گئے اور امام عبدالجبار غزنوی (وفات ۱۳۳۱ھ) سے سند فراغت حاصل کی۔ پھر استاذ پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے آستانہ فضیلت پر حاضر ہوئے اور ان سے حدیث شریف کا درس لے کر دوبارہ سند حدیث حاصل کی۔

تحصیل علم کے بعد اپنے مدرسہ محمدیہ لکھو یہ میں بطور مدرس مقرر ہوئے۔ پچاس سال ان کا سلسلہ درس وتدریس جاری رہا اور بے شمار لوگوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ آپ نے اپنے تبحر علمی اور تدریسی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے "مدرسہ محمدیہ" کو بام عروج پر پہنچا دیا اور آپ مدرسہ محمدیہ کی تاسیس سے لیکر تیسرے شیخ الحدیث تھے جو طویل عرصہ تک اس منصب پر فائز رہے۔ آپ کا تقوی وورع مسلم تھا۔ اخلاص اور نیک نیتی میں بے مثال شخصیت کے حامل تھے۔ مولانا محی الدین عبد الرحمان صاحب سے جب لوگ کوئی مسئلہ پوچھنے آتے تو وہ ان کو مولانا عبدالقادر صاحب کی خدمت میں بھیج دیتے اور فرماتے کہ وہ علم وعمر میں مجھ سے بڑے ہیں مسائل کو خوب حل فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالقادر لکھوی سے سینکڑوں طلبہ نے استفادہ کیا۔ ہمارے ممدوح مولانا عبدالوہاب دہلوی نے بھی لکھو کے میں رہ کر ان سے مختلف علوم کی کتابیں پڑھیں اور علمی وعملی طور پر مستفید ہوئے۔

مولانا عبدالقادر نے مختلف ادوار میں دو شادیاں کیں۔ ۴ بیٹے اور دو بیٹیاں ان کی اولاد تھی۔ استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی ان کے نامور فرزند تھے۔ مولانا عبدالقادر نے طویل عمر پائی اور آپ ۱۹۲۴ء میں فوت ہوئے۔ ان کے تفصیلی حالات کے لئے مولانا ابراہیم خلیل صاحب کی کتاب "الفیوض المحمدیہ" کا مطالعہ کیجئے۔

۞ **مولانا عبداللہ غزنوی** رحمۃ اللہ علیہ: آپ اپنے دور کے بہت بڑے محدث، فقیہہ اور امام تھے۔ زہد وعبادت، ریاضت وتصوف اور جہاد فی سبیل اللہ میں یگانۂ عصر تھے۔ ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۱ء) کو قلعہ بہادر خیل میں پیدا ہوئے جو ضلع غزنی میں واقع ہے۔ مولانا غلام رسول (قلعہ والے) لکھتے ہیں کہ ان کے گاؤں کا نام "گیرو" ہے جو ہلال پہاڑ کے متصل ضلع غزنی میں

ہے اور ان کا نسبی تعلق عمرزئی قبیلے سے ہے۔ (سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی ص ۲۸)

والدین نے ان کا نام محمد اعظم رکھا تھا۔ لیکن بعد میں انہوں نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ فرماتے ہیں: محمد کا اسمِ گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی زیب دیتا ہے جو تمام کائنات سے معظم اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ ہمارا نام تو عبداللہ ہی بہتر ہے۔ (ایضاً فقہائے پاک وہند تیرھویں صدی ہجری ص ۱۴۸ جلد نمبر ۲)۔ سید عبداللہ کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن محمد بن محمد بن شریف عمرزئی غزنوی (ایضاً ص ۱۴۷)

مولانا عبداللہ غزنوی چھوٹی عمر میں ہی تھے کہ حصول علم میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے غزنی کے علماء سے دینی علوم کی تحصیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت حافظہ، فہم وادراک اور بہت سی علمی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ کتب درسیہ کے مشکل سے مشکل مقامات نہایت آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔ ابتدائے عمر سے ہی کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شغف بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ مطالعہ کی وسعت اور قرآن وحدیث کے مسائل پر گہری نظر سے غزنی کا کوئی عالم ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

اس زمانے میں قندھار میں ملا حبیب اللہ قندھاری کے درس کا بہت شہرہ تھا۔ وہ اپنے عہد کے بڑے عالم وفقیہ اور مصنف تھے۔ مولانا عبداللہ غزنوی راستے کی تمام تکالیف ومصائب عبور کرتے ہوئے پاپیادہ غزنی سے قندھار پہنچے اور ملا حبیب اللہ کی خدمت میں رہ کر ان سے اخذ علم اور کسب فیض کیا۔ اس کے بعد وطن واپس آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ ملا حبیب اللہ قندھاری کی خدمات میں حاضری دی اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ ملا حبیب اللہ اپنے اس شاگرد سے بہت خوش تھے اور علماء کے سامنے ان کی قوت فہم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے: ''مسائل دینیہ راچناں کہ ایں شخص می فہمد من خود نمی فہم'' دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے، میں نہیں سمجھتا ہوں۔

(فقہائے ہند تیرھویں صدی جلد دوئم ص ۱۵۱)

اس کے بعد ملا صاحب نے ان کو قندھار تشریف لانے سے روک دیا اور فرمایا ''اگر آپ کو کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا اور تمام عقدے حل ہو جائیں گے۔ چنانچہ مولانا فرمایا کرتے: رب جل شانہ، موافق گفتۂ شیخ بامن معاملہ کردہ است۔ میرے

پروردگار نے میرے ساتھ وہی معاملہ کیا جو شیخ نے فرمایا تھا۔(ایضاً ص ۱۵۱)

مولانا عبداللہ غزنوی مسئلہ توحید سے متعلق نہایت سخت تھے۔ یہ ملا حبیب اللہ قندھاری کی محبت وتلمذ کا اثر تھا۔ توحید باری تعالیٰ کے بارے ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف رجوع کرنا شرک فی العبادت ہے نیز کسی سے استعانت کرنا بھی شرک ہے۔ تمام امور اور سب معاملات میں فقط اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں: بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی قبروں پر اس نیت سے حاضری دینا کہ ان کی برکت اور توجہ سے کوئی مقصد حل ہو جائے گا، سراسر توحید وسنت کے خلاف اور کلمۂ شہادت کے منافی ہے۔ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے عبادت کے لئے مسجد مقرر کی ہے، قبروں کو مقام عبادت قرار نہیں دیا۔(ایضاً ص ۱۵۱)

مولانا عبداللہ غزنوی نے تحصیل علم کے بعد کھلے عام توحید وسنت کا پرچار شروع کیا اور سختی سے بدعات ورسوم کی نکیر کی۔ اس دور میں افغانستان میں غیر شرعی رسوم وعوائد پر لوگ اور علماء کار بند تھے۔ انہوں نے جب کھلے عام توحید وسنت کا وعظ سنا تو وہ مولانا عبداللہ غزنوی کے خلاف ہو گئے۔ اور انہوں نے بڑی منصوبہ بندی سے اعلیٰ حکام تک یہ بات پہنچائی اور حکمرانوں کے کان بھرے۔ آخر مولانا عبداللہ صاحب کو جلا وطن کر دیا گیا۔ آپ اللہ کی راہ میں اہل وعیال سمیت کابل سے سوات آئے، وہاں سے کوئٹہ پہنچے اور پھر ہزارہ تشریف لے گئے۔

اثنائے سفر میں تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رہا اور بے شمار لوگ ان سے مستفید ہوئے۔ اس زمانے میں دہلی علم وفضل کا مرکز تھا اور حضرت میاں نذیر حسین دہلوی کا وہاں وسیع حلقۂ درس قائم تھا۔ مولانا عبداللہ غزنوی ہزارہ سے دہلی جا کر حضرت میاں صاحب کے درس میں شریک ہوئے۔ ان سے حدیث پڑھی اور سند واجازہ سے بہرہ یاب ہوئے۔

یہ ۱۸۵۷ء کا زمانہ تھا اور دہلی شہر میں بموں کے دھماکے شروع ہوئے۔ میاں صاحب کی مسجد اور مدرسے میں بھی بم گر رہے تھے، مولانا عبداللہ اس سے قطعاً مضطرب نہ ہوئے تھے۔ مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ والے بھی ان کے شریک درس تھے۔ ان بزرگوں نے میاں صاحب سے حدیث کی سند لی اور اپنی نیکی اور خدمت دین کی وجہ سے چاردانگ عالم میں شہرت پائی۔(فقہائے ہند تیرھویں صدی جلد دوئم ص ۱۵۷ از مولانا اسحاق بھٹی)

حضرت میاں صاحب سے اکتساب علم کے بعد مولانا غزنوی کچھ عرصہ پنجاب کے مختلف شہروں میں رہے پھر اپنے وطن غزنی واپس چلے گئے لیکن وہاں تھوڑا عرصہ ہی قیام کر پائے تھے کہ ایک بار پھر ان کے خلاف ہنگامہ بدتمیزی بپا ہوا۔ علماء نے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا اور حکمرانوں کو اپنے جھانسے میں لے لیا حتی کہ ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور ان کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا گیا۔ آپ دو سال اپنے تین بیٹوں کے ساتھ قید میں رہے۔

۷/اکتوبر ۱۸۶۷ء کو امیر محمد افضل خاں بعارضۂ وباء مر گیا تو اس کا بیٹا امیر اعظم خاں تخت حکومت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے دور حکمرانی میں مولانا کی جلا وطنی کے احکام جاری کیے اور ملا خاں عبدالرحمٰن کے کہنے پر سخت گرمی کے دنوں میں ان کو پاپیادہ پشاور کی طرف دھکیل دیا۔ اس وقت پینے کو پانی بھی ان کے پاس نہ تھا۔ افغانستان سے نکلنے کے بعد کچھ عرصہ پشاور میں مقیم رہے، پھر لاہور آئے اس کے بعد امرتسر کا رخ کیا اور اس کے نواحی گاؤں ''خیر الدین'' میں کچھ عرصہ سکونت اختیار کی۔ اور آخر امرتسر میں قیام پذیر ہو گئے۔ امرتسر میں آپ نے ایک دینی مدرسہ بنام ''مدرسہ غزنویہ سلفیہ'' کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے علاوہ دعوت وتبلیغ کے کام کو بھی آگے بڑھایا اور ہزاروں لوگوں کے عقائد کی اصلاح فرمائی۔

مولانا ابوبکر غزنوی اپنے جد امجد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''پشاور میں کچھ مدت قیام کیا۔ پھر بعض احباب کی درخواست پر پنجاب کے شہر امرتسر تشریف لے آئے اور کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت میں ڈوب گئے۔ توحید، اتباع سنت اور عقائد صحیحہ پر بہت سی کتابوں اور رسالوں کا فارسی اور اردو میں ترجمہ کرواتے رہے، اور عام لوگوں کے فائدے کے لئے چھپوا کر تقسیم کرتے رہے''۔ (سیدی وابی ص ۲۳۳)

مولانا عبدالحی الحسنی ان کی خدمات اور فضل وکمال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی، شیخ تھے، امام تھے، زاہد تھے، مجاہد تھے، رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان، اپنا گھربار، اپنا مال۔ اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ علمائے سوء کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۷ ص ۳۰۲)

بلا شبہ مولانا عبداللہ غزنوی اوران کے قائم کردہ مدرسہ ''مدرسہ غزنویہ'' نے تھوڑے عرصے میں ہی پنجاب میں بڑی شہرت حاصل کر لی تھی اور یہ دینی وروحانی مرکز بن گیا تھا۔ اس روحانی مرکز سے فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد کا شمار ناممکن ہے۔ مولانا عبداللہ اوران کے اسلاف نے دل وجان سے درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔ اور نیک نام ہوئے ۔ قیام پاکستان پر یہ مدرسہ اجڑ گیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیش محل روڈ لاہور میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نام سے مدرسہ غزنویہ کا دوبارہ آغاز فرمایا۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ ادارہ اب تک قائم اوردائم ہے اوراس میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے ناظم مولانا داؤد غزنوی مرحوم کے پوتے اورسید ابوبکر غزنوی کے صاحبزادے محترم سید جنید غزنوی صاحب ہیں۔ جودارالعلوم تقویۃ الاسلام میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی نے مدرسہ محمدیہ لکھوکے کے بعد مدرسہ غزنویہ کا رخ کیا تھا اور مولانا عبداللہ غزنوی کی خدمت میں رہ کر دینی تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں اوراس کا اثر تمام عمران کے قلب وذہن پر نقش رہا۔ مولانا عبدالوہاب مرحوم اپنی شہرہ آفاق کتاب ہدایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں: ''میاں صاحب مرحوم مولانا سید نذیر حسین علیہ رحمہ عموماً طلباء میں اور خصوصاً ابومحمد عبدالوہاب مہاجر سے بار ہا فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عبداللہ غزنوی نے مجھے نماز پڑھنی سکھائی، اور میں نے صحیح بخاری پڑھائی سکھائی اور سمجھائی۔

واقعی عاجز ابومحمد ملتانی مہاجر نے مولانا عبداللہ غزنوی علیہ رحمہ کی صحبت میں رہ کر جولطف اور مزہ نماز کاان کے پیچھے اٹھایا تھا ویسا تو پھر کسی کے پیچھے نصیب ہی نہیں ہوا۔

(مکمل نماز ص ۴۹۲ مکتبہ اشاعت الکتاب والسنہ محمدی مسجد برنس روڈ کراچی طبع ۱۹۹۰)

مولانا عبداللہ غزنوی کثیر الاولاد تھے اللہ تعالیٰ ان کو بارہ بیٹے اور پندرہ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں ۔ مولانا محمد ، مولانا عبداللہ ، مولانا احمد ، مولانا عبدالجبار ، مولانا عبدالواحد ، مولانا عبدالرحمان ، مولانا عبدالستار ، مولانا عبد القیوم ، مولانا عبدالعزیز ، مولانا عبدالحی ، مولانا عبدالقدوس اور مولانا عبدالرحیم ۔ ماشاء اللہ ان کے تمام بیٹے اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اورفاضل بزرگ تھے، تفسیر حدیث، فقہ اور دیگر علوم پر عبور رکھتے تھے۔ اوران

میں بعض بزرگ کئی اہم کتابوں کے مصنف، مترجم اور شارح بھی تھے۔ان حضرات عالی قدر نے بہت سی عمدہ دینی کتب لکھیں اور پھر شائع بھی کیں۔ دین داری، نیکی، تقوی، خلوص اور للّٰہیت میں ممتاز تھے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور زندگی گزاری اور آپ نے ۱۵/ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ (۱۸۷۹ء) کو منگل کی آدھی رات کے وقت وفات پائی اور اگلے روز نماز ظہر سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور ان کی تدفین عمل میں آئی۔ان کا مرقد امرتسر میں دروازہ سلطان ونڈ کے باہر عبدالصمد کاشمیری کے تالاب کے کنارے ہے۔مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں: ''وہ اپنے دور کی زینت اور ہندوستان کی آرائش تھے۔ان پرنور ایمانی اور صلحائے امت کی روشنی چھائی ہوئی تھی۔ ان سے ایسے ایسے کشوف وکرامات کا ظہور ہوا کہ جن کو حیطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

(نزھۃ الخواطر جلد ۷ ص ۳۰۳)

مولانا عبدالجبار غزنوی: آپ کا شمار برصغیر پاک وہند کے فحول علمائے کرام میں ہوتا ہے۔آپ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم، ممتاز معلم، صاحب دل اور صاحب تقوی بزرگ اور منبہ فیوض شیخ تھے۔تقوی وتدین اور خشیت الٰہی سے ان کا دل ابتدائے عمر ہی سے معمور تھا۔انہوں نے تقوی وصالحیت کی گود میں پرورش پائی تھی، دینداری اور نیکی کے ماحول میں پلے بڑھے تھے ان کے والد نے جس نہج پر ان کی تعلیم وتربیت فرمائی تھی اس سے توحید وسنت کے خوبصورت نقش ان کے قلب وذہن پر مرتسم ہوئے تھے۔وہ وظائف واوراد کے پابند، تہجد گزار اور تقوی شعار عالم دین تھے۔ زہد وعبادت، ورع وعفاف، درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ میں اپنے والد گرامی مولانا عبداللہ غزنوی کا نقش حسیں تھے۔ان کا دن رات مشغلہ تعلیم وتدریس اور تلامذہ ومریدین کی روحانی وعلمی تربیت کرنا تھا۔وہ اپنے اس مشن میں ہر طرح کامیاب رہے اور طبقۂ علماء اور عوام میں انہیں قدر ومنزلت کا مقام حاصل ہوا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ اوصاف وکمالات سے نوازا تھا۔ان کے انہی اوصاف کے باعث وہ امام عبدالجبار غزنوی کے نام سے مشہور ہوئے۔

مولانا عبدالحی حسنی ان کے اوصاف اور خدمات گوناگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محترم عالم محدث عبدالجبار بن عبداللہ محمد اعظم غزنوی پھر امرتسری، آپ کے ولی ہونے اور آپ

کی مرتبہ کی بزرگی پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ ۱۲۸۶ھ میں ایک دیہات صاحبزادہ نامی میں جو کہ غزنی کے علاقہ میں واقع ہے پیدا ہوئے پھر اپنے دو بھائیوں محمد بن عبداللہ اور احمد بن عبداللہ سے علم عربی حاصل کیا۔ آپ کے والد زاہد تھے اور ابدال میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے اندر کشف وکرامات اور آپ کے بارے میں عجیب وغریب واقعات بھی مشہور ہیں۔ آخر کار آپ دہلی شہر میں داخل ہوئے اور سید نذیر حسین محدث جو بہت مشہور تھے ان کی صحبت میں رہنے لگے اور فن حدیث ان سے حاصل کیا۔ اس طرح بیس سال سے کم عمر میں ہی آپ نے علوم مکمل کر لیئے اور ان علوم کی زیادتی مطالعہ نے تائید اور جلا دیا اور مفہوم تک پہنچ جانے اور سمجھ کی زیادتی سے کی۔ اس کے بعد مستقل امرتسر شہر میں حدیث وقرآن مجید کی طرف متوجہ رہے اور دنیا سے قطع تعلق کے ساتھ زہد، عبادت، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنے لگے۔

ساتھ ہی اسباب دنیا سے بے نیاز اور مخلوق خدا کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف بلانے میں لگے رہے۔ آپ کے کچھ اوراد و وظائف تھے جن کی خاص کیفیت اور جمعیت قلبی کے ساتھ مداومت فرماتے۔ میں نے آپ کو بار بار امرتسر شہر میں دیکھا ہے۔ چنانچہ میں نے آپ کو سلف الصالحین کے طرز پر چلتے ہوئے اور ربانی علماء میں پایا۔ جب فتویٰ دیتے تو کسی خاص مذہب کی اتباع نہیں فرماتے بلکہ اس مسئلہ میں جو اپنی تحقیق ہوتی اس کے مطابق فتویٰ دیتے، ساتھ ہی ائمہ مجتہدین سے بدظنی نہیں رکھتے، اس لیئے ان کو اچھائی کے ساتھ ہی یاد فرماتے۔

(نزھۃ الخواطر جلد نمبر ۸ ص ۳۰۰ طبع دار الاشاعت کراچی)

امام عبدالجبار غزنوی نے اپنے بھائیوں کے علاوہ اپنے والد گرامی مولانا عبداللہ غزنوی، شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی، شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ شرقی نجدی حنبلی (وفات ۱۳۲۹ھ) شیخ ابوالبرکات خیر الدین نعمان آلوسی (وفات ۷ر محرم ۱۳۱۷ھ) اور معروف محدث علامہ شیخ حسین بن محسن یمانی سے بھی اخذ علم کیا۔ (اصحاب علم وفضل از تنزیل صدیقی ص ۱۴۹)

امام عبدالجبار غزنوی حدیث کے بہت بڑے عالم تھے ان کی اس خوبی کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا ادریس حنفی نگرامی لکھتے ہیں: ”آپ کو حدیث شریف کے جملہ مالہ وماعلیہ پر بہت عبور وملکہ ہے۔ آپ کو علمائے محدثین ومجتہدین وفقہائے مذاہب اربعہ وائمہ اربعہ امام اعظم، امام مالک

وامام شافعی وامام احمد بن حنبل سے نہایت محبت ہے اور سب کو تعظیم وتکریم کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور مسائل فروعیہ میں بزمرۂ اہل داخل ہیں۔(تذکرہ علمائے حال ص ۳۶)

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی مرحوم ، امام غزنوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’المقلب بہ، امام صاحب بڑے صاحب عالم، فاضل، جامع معقول ومنقول، خاندان غزنویہ کے روشن چراغ ، مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام کے بانی اول، صاحب نسبت، صاحب دل، اولیاء اللہ میں شمار ہوتے تھے۔اپنے والد مولانا عبداللہ غزنوی کے صحیح جانشین تھے۔غزنی سے ان کے ساتھ ہی ہجرت کر کے آئے اور ہر قسم کی تکالیف ومصائب برداشت کرنے میں ان کے شریک رہے۔ صرف امرتسر ہی نہیں پنجاب بھر میں توحید وسنت کا بول بالا انہی کی ذات گرامی سے ہوا۔ مدرسہ کا علمی فیض تو دور دور ملکوں تک پہنچا‘‘۔مولانا داؤد انہی کے خلف الرشید اور انہی کے جانشین ہیں۔(سیرت ثنائی ص ۳۴۹ طبع مکتبہ قدوسیہ ۱۹۸۹ء)

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں: ’’مولوی عبدالجبار صاحب حدیث وتفسیر میں بے بدل تھے،اپنے ظاہری وباطنی صلاح وتقویٰ کی وجہ سے (خود نہیں) دوسروں نے آپ کو ’’امام صاحب‘‘ سے خطاب کیا۔اور بجا طور پر‘‘۔(ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۱۴۷)

مولانا شمس الحق ڈیانوی شارح ابوداؤد جیسے رفیع المرتبت عالم دین فرماتے ہیں: ’’مااستصغرت نفسی الاعبد الجبار ‘‘میں نے سوائے عبدالجبار کے خود کو کسی کے سامنے کم تر نہیں پایا‘‘۔

بلاشبہ امام عبدالجبار غزنوی علم عمل ،تقویٰ وزہد اور للّٰہیت کے اعتبار سے بے مثال علمی شخصیت تھے۔ان کی گفتگو ایسی پرتاثیر ہوتی کہ سننے والے کے قلب وذہن کو متاثر کرتی۔ایک بار علامہ شبلی نعمانی امرتسر گئے۔وہ وہاں عبدالجبار صاحب کے درس میں شریک ہوئے۔جب واپس آئے تو اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے کہنے لگے ’’یہ شخص جب اللہ کہتا تھا تو دل چاہتا تھا کہ سر اس کے قدموں میں رکھ دوں‘‘۔(اہل حدیث اور سیاست ص ۱۸، پرانے چراغ جلد ۲ ص ۲۷۶)

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ درس بڑا وسیع تھا انہوں نے کم وپیش چالیس سال حدیث کا درس دیا اور سینکڑوں طلباء کی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا۔ان کے شاگردوں میں

بڑے بڑے نامی علماء ہیں جو استاذ الاستاذہ بنے۔مولانا غزنوی صاحب کے عالی قدر شاگردوں میں مولانا فقیر اللہ مدراسی ،مولانا عبدالقادر لکھوی ،مولانا عطاء اللہ لکھوی ،مولانا عبداللہ روپڑی ، مولانا نیک محمد اور مولانا عبدالکریم گرنتھی کے نام نمایاں ہیں۔

جماعت غرباء اہل حدیث کے بانی مولانا عبدالوہاب دہلوی بھی مولانا عبدالجبار غزنوی کے تربیت یافتہ اور شاگرد رشید تھے۔انہوں نے مدرسہ غزنویہ امرتسر میں مولانا غزنوی سے علمی استفادہ اور اکتساب علم کیا تھا۔

تعلیم وتدریس اور تربیت تزکیہ کے حوالے سے مولانا عبدالجبار غزنوی کی خدمات بے مثال ہیں۔ان کی اس دینی مساعی اور تدریسی خدمات سے ان کے استاد گرامی حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلی بہت خوش تھے۔محقق اہل حدیث محترم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے ہفت روزہ الاعتصام ۱۲/اپریل ۱۹۷۴ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''استاذ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی نے ایک بار اپنے شیخ حضرت میاں صاحب کی ملاقات کے لئے پھر حاضری دی۔ان دنوں حضرت میاں صاحب کی بینائی جاتی رہی تھی۔حافظ صاحب نے پوچھا کہ کیا مجھے پہچان لیا ہے تو اس پر میاں صاحب نے فرمایا''میں نے تمھیں پہچان لیا ہے تم عبدالمنان ہو۔پنجاب میں تین شخص میرے دل کی راحت کا باعث بنے ہیں۔ایک عبدالمنان تم ہو، دوسرے عبدالجبار غزنوی اور تیسرے مولوی محمد لکھوی۔سب شاگردوں سے بڑھ کر ان ہی تلامذہ نے میرے فیض کو چاروں طرف پھیلایا ہے۔اس کے بعد حافظ صاحب کی درخواست پر میاں صاحبؒ نے اپنی پگڑی اتار کر حافظ صاحب کے سر پر رکھی اور فرمایا عبدالجبار کرتا لے گیا تھا اور تم پگڑی لے جاو۔(پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث ص ۳۷۔۳۸)

مولانا عبدالجبار غزنوی نے چند رسائل بھی تحریر کیے ان کے نام یہ ہیں

۱۔اثبات الھام والبعہ بادلۃ الکتاب والسنۃ

۲۔وجوب الزکوٰۃ فی اموال التجارۃ

۳۔سبیل النجات فی مباینۃ الرب عن المخلوقات

۴۔عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ فی مسئلہ الاستواء المبانۃ

۵۔سوانح عمری مولانا سید عبداللہ غزنوی (اس میں مولانا غلام رسول قلعوی بھی شریک تھے

۶۔ بستان المحققین بشارۃ السائلین معروف بہ مجموعہ الفتاوٰی ملقب بہ العروۃ الوثقیٰ ۔ اس میں مولانا اور دیگر علمائے غزنویہ کے فتاوٰی بھی ہیں ۔ یہ دو جلدوں پر محیط ہے۔

مولانا عبدالجبار صاحب اولاد تھے ان کے بیٹوں کے نام یہ ہیں ۔مولانا احمد علی ،مولانا داؤد غزنوی ، حافظ سلیمان ، حافظ عبدالغفار اور مولانا عبدالستار غزنوی ۔ ماشاء اللہ تمام بیٹے صاحب علم اور عالم دین تھے ان میں مولانا داؤد غزنوی نے دین اور سیاست میں بڑی شہرت حاصل کی ۔

مولانا عبدالجبار غزنوی نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور امرتسر میں آسودہ خاک ہوئے ۔ان کی وفات پر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا ۔۔۔کہ ''امرتسر کا آفتاب غروب ہو گیا'' (۲۵ر رمضان ۱۳۳۱ھ)۲۹ جمعہ کو اخبار اہل حدیث کا پچھلا پرچہ ڈاک میں جا چکا تھا ۔۱۲ بجے جبکہ نماز جمعہ کے لئے جا رہا تھا ، بازار میں ناگاہ خبر ملی کہ مولانا عبدالجبار صاحب امام قافلہ غزنویہ مقیم امرتسر فوت ہو گئے ۔مرحوم اپنی زندگی میں خاص وضع کے پابند رہے ۔شہر امرتسر اور بیرون جات میں آپ عزت سے دیکھے جاتے تھے ۔آپ کی اور آپ کے خاندان کی قوم کے دلوں میں ایک خاص وقعت تھی ۔۔۔دعا ہے خدا اس خاندان کو جید علماء کے وجود سے ہمیشہ قائم رکھے ،

ایں دعا از من از جملہ جہاں آمین باد ۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ ستمبر ۱۹۱۳ء)

❁ **شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ:** ۔مولانا عبدالوہاب دہلوی کے لئے یہ بہت بڑے اعزاز اور سعادت کی بات تھی کہ انہوں نے اپنے وقت کے بہت بڑے عالم ،محدث ،فقیہ ، اور مدرس حضرت مولانا میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے تفسیر ، حدیث اور فقہ واصول وغیرہ کی کتب پڑھیں اور سند حاصل کی ۔حضرت میاں نذیر حسین محدث رحمۃ اللہ علیہ کا شمار انیسویں صدی عیسوی کے جلیل القدر علماء اور مدرسین میں ہوتا ہے ۔اس عظیم المرتبت عالم دین نے کم وبیش ۷۰ سال حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا اور ہزاروں طلباء کو اپنے تبحر علمی سے مستفید فرمایا ۔ان کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے ۔اس میں مدرس بھی ہیں ، خطیب بھی اور مصنف بھی ۔لطف کی بات یہ ہے کہ میاں صاحب کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامی گرامی علماء ہیں ۔جنہوں نے اس خطۂ ارض میں اپنے علم وعمل سے دین اسلام کے لئے بڑی گراں قدر خدمات سرانجام دی اور نیک

نام ہوئے۔ جن میں سے نامور شاگرد یہ ہیں۔

مولانا سید عبداللہ غزنوی، حافظ ابراہیم آروی، قاضی طلاء محمد پشاوری، قاضی عبدالاحد خان پوری، مولانا عبدالجبار غزنوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عبدالوہاب دہلوی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا غلام رسول قلعوی، مولانا غلام بنی ربانی سوہدروی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالحمید سوہدروی، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی، سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا بدیع الزماں حیدر آبادی، علامہ وحید الزماں حیدر آبادی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا عبدالرحمان مبارک پوری، مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا امیر علی ملیح آبادی، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا ابوالحسن محمد سیالکوٹی، مولانا فضل حسین بہاری، حافظ محمد لکھوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی۔ یہ وہ علمائے کرام ہیں جنہوں نے درس وتدریس وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے میدان میں بڑے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی (وفات ۱۹۵۹ء) لکھتے ہیں کہ۔۔۔ آپ (یعنی میاں نذیر حسین صاحب) ۱۲۲۰ھ میں سورج گڑھ ضلع مونگیر بہار میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام سید جواد علی تھا۔ آپ امام حسینؓ کی نسل سے تھے، ۳۵ واسطوں سے آپ آنحضرت ﷺ سے جا ملتے ہیں۔ ۱۶ سال کی عمر تک کھیل کود میں مصروف رہے اور تحصیل علم کی طرف مائل نہ ہوئے۔ ایک برہمن نے غیرت دلائی کہ میاں تمھارا سارا خاندان تو عالم ہے تم جاہل ہی رہو گئے۔ بس پھر کیا تھا علم کے شوق میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ عظیم آباد پٹنہ پہنچے، چھ ماہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ ترجمہ قرآن اور مشکوٰۃ المصابیح تک ختم کر لی۔ انہی دنوں میں سید احمد بریلوی اور شاہ شہید پٹنہ آئے، پندرہ دن تک ان کی صحبت میں رہے پھر دہلی کا شوق ہوا، پاپیادہ دہلی پہنچے اور شاہ محمد اسحاق صاحب سے حدیث پڑھی تو ساڑھے تین سال میں تمام علوم رسمیہ، فنون متداولہ اور کتب درسیہ پر عبور حاصل کرلیا، دہلی میں ہی ایک استاد عبدالخالق صاحب نے اپنی بیٹی سے شادی کر دی۔ وہیں درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عمر بھر سینکڑوں مرتبہ صحاح ستہ کا دور ہوا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تو صحاح ستہ کو گلستان بوستان کر دیا ہے۔ فقہ حنفیہ پر حدیث

سے بھی زیادہ عبور حاصل تھا۔ شاہ شہید کی تحریک حریت میں نظر بند بھی ہوئے۔ پھر ۱۸۹۷ء میں شمس العلماء کا خطاب بھی پایا۔ (سیرت ثنائی حاشیہ ص ۲۰۔ ۱۹ طبع ۱۹۸۹ء مکتبہ قدوسیہ لاہور)

حضرت میاں صاحب نے جن عظیم المرتبت اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

سید جواد علی (آپ کے والد گرامی)، مولوی شاہ محمد حسین، مولانا احمد علی چڑیا کوٹی، مولانا سید زین العابدین، مولوی عبدالخالق دہلوی، مولانا اخوند شیر محمد قندھاری، مولانا جلال الدین ہروی، مولانا کرامت علی اسرائیلی، مولوی محمد بخش عرف تربیت خاں۔ مولانا عبدالقادر رام پوری، مولانا محمد سعید پشاوری، مولانا حکیم نیاز علی سہسوانی اور مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی۔ (حیات نذیر مصنف ملک عبدالرشید عراقی سوہدروی ص ۴۹ تا ۵۴ طبع ۲۰۰۷ کتاب سرائے لاہور)

تحصیل علم کے بعد حضرت میاں صاحب نے تدریس شروع کر دی تھی۔ مولانا محمد عزیز سلفی بہاری لکھتے ہیں کہ۔۔۔ ''میاں سید نذیر حسین (م ۱۳۲۰ھ) نے شاہ محمد اسحاق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) کی ہجرت (۱۲۵۸ھ) کے بعد مسند تدریس سنبھال رکھی تھی۔ اور مکمل ۶۲ سال تک کتاب وسنت کی تدریس و تعلیم میں یک سوئی کے ساتھ مشغول رہے۔ اس عرصے میں بلا مبالغہ ہزاروں طلبہ ان سے مستفید ہوئے اور ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ بیرون ہند سے بھی لوگ جوق در جوق آتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بلا اختلاف مسلک و مشرب بعد کی کوئی بھی بڑی شخصیت ہندوستان میں ایسی نظر نہیں آتی جو ان کے سلسلہ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ ہندوستان کیا پورے عالمِ اسلام میں اس صدی کے اندر کثرت تلامذہ میں میاں صاحب کی نظیر نہیں۔ میاں صاحب کے تلامذہ نے ہندوستان میں پھیل کر خدمت اسلام کا ایک ایک میدان سنبھال لیا اور پوری زندگی کتاب وسنت کی اشاعت میں گزار دی۔

(مولانا شمس الحق عظیم آبادی، حیات اور خدمات ص ۲۱ طبع ۱۹۸۴ علمی اکیڈمی کراچی)

حضرت میاں صاحب کے فیضان علمی اور وسعت درس کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شیخ محمد اکرام (وفات ۱۹۷۲ء) حضرت سید نواب صدیق حسن خاں سے متعلق مضمون میں رقم طراز ہیں کہ۔۔۔ اس دور کے ایک دوسرے بزرگ جن کا فیضان نواب صدیق حسن خان سے بھی زیادہ

پھیلا، سید نذیر حسین محدث تھے، جو صوبہ بہار کے رہنے والے تھے، لیکن پٹنہ میں مولانا سید احمد بریلوی کا وعظ سننے کے بعد دہلی کا رُخ کیا اور مسلک ولی اللہ کے کئی بزرگوں سے استفادہ کیا۔ حدیث کی تکمیل آپ نے شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی نبیرہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی۔ اور جب وہ مکہ معظّمہ ہجرت کر گئے تو آپ نے دہلی کی مسجد اورنگ آباد میں حدیث اور تفسیر کا درس شروع کیا اور کوئی پچاس برس اس خدمت عظیم میں گزار دیے۔ شمالی ہندوستان کے اکثر علمائے اہل حدیث کا سلسلہ استناد آپ تک پہنچتا ہے اور اس وجہ سے آپ کو شیخ الکل کہتے ہیں۔
(موج کوثر ص ۶۸)

حضرت میاں صاحب فقط مدرس ہی نہ تھے بلکہ پائے کے مفسر، محدث، مفتی اور مصنف بھی تھے۔ انہوں نے چھوٹے بڑے کئی رسائل لکھے اور سینکڑوں فتوے دیئے۔ اگر ان کے تمام فتاوٰی محفوظ رکھے جاتے تو کئی جلدوں پر محیط ہوتے۔ بہر حال میاں صاحب کے فتاوٰی تین ضخیم جلدوں میں ''فتاوٰی نذیریہ'' کے نام سے مطبوع ہیں اور یہ فتاوٰی بہت سے علمی و تحقیقی مسائل کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ ''معیار الحق'' میاں صاحب کی مشہور تصنیف ہے جو تقلید کے ردّ میں لکھی گئی ہے۔ مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں کہ۔۔۔ میاں صاحب کو تدریس میں انہماک کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی فرصت کہاں مل سکی! جس قدر رسائل لکھے ''فتاوٰی نذیریہ'' مطبوعہ دہلی میں جمع ہو چکے ہیں۔ ان کے سوا ایک مستقل کتاب ردّ تقلید میں ہے۔

(تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۴۷)

مولانا عبدالحی الحسنی نے نزھۃ الخواطر میں میاں صاحب کے جامع کمالات و خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں ۱۳۱۲ھ میں آپ کے اسباق میں حاضر ہوا تھا اس لئے میں نے آپ کو فنِ حدیث و قرآن میں امام و ماہر اور اچھے عقیدہ والا، دن اور رات اسباق پڑھانے میں لگے رہنے والا، بہت زیادہ نمازیں پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے والا، بہت زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، گریہ زاری کرنیوالا، جو آپ کے مسلک کی مخالفت کرتا اس سے سخت تعصب کرنے والا، پرکشش اور مذاق کرنے والا، بہت زیادہ تواضع کرنے اور حلم کرنے والا، بڑے بہادر اور دلیری دکھانے والا، اللہ کے معاملہ میں کسی کی پروانہ کرنے والا پایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمر

طویل دی تھی اور بہت سی مخلوق کو خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے سب کو بہت علمی نفع پہنچایا۔

(چودھویں صدی کے علمائے برصغیر ص ۶۲۴)

حضرت میاں صاحب کا ایک امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے فتنہ مرزائیت کے استیصال کے لئے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے مرتبہ فتاوی پر سب سے پہلے دستخط ثبت فرمائے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر مہر ثبت کی اس لحاظ سے آپ اول المکفرین ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کو سب سے پہلے کافر قرار دیا۔

حضرت میاں صاحب نے سو سال عمر پائی آپ نے ۱۰رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو سوموار کے دن نماز مغرب کے بعد اس دنیا کو الوداع کہا اور فردوس کی راہ لی۔ دوسرے دن میاں صاحب کی نماز جنازہ ان کے پوتے مولوی عبدالسلام نے پڑھائی اور شیدی پورہ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالی حضرت میاں صاحب پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ آمین۔

حضرت مولانا منصور الرحمٰن، حضرت امام شوکانی رحمہ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے، مولانا عبدالوہاب نے ان کی خدمت عالیہ میں بھی حاضری دی اور اکتساب علم کیا۔

دھلی میں قیام اور سلسلہ درس وتدریس

اسلامی علوم سے فراغت کے بعد مولانا نے مستقل دہلی میں قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔انہوں نے اپنے والد محترم حاجی محمد کو بھی یہیں پر بلالیا۔مولانا کی شادی بھی دہلی کے ایک نیک بزرگ حاجی نورالٰہی صندوق والے کی صاحبزادی محمدی بیگم سے ہوگئی تھی ۔اب دلّی سے تعلق اور بھی گہرا ہوگیا۔مولانا کو اللہ تعالیٰ نے علم وعرفان کی بہت سی خوبیوں اور فہم وفراست سے نوازا تھا۔دین اسلام کی سمجھ بوجھ اور علم حدیث کا حظ وافران کے حصے میں آیا تھا۔دقیق سے دقیق مسائل کی عقدہ کشائی اور تطبیق احادیث میں انہیں حد درجے کمال حاصل تھا۔توحید وسنت کی اشاعت اور عمل بالحدیث کا جذبہ صادقہ رکھتے تھے۔دور حاضر کے عظیم مصنف اور مؤرخ مولانا قاضی محمد اسلم سیف مرحوم (متوفی ۱۵/اکتوبر ۱۹۹۶ء) صحیفہ اہل حدیث ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ کے شمارے میں مولانا عبدالجلیل خانصاحب مرحوم کے متعلق لکھے گئے اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں کہ۔۔۔''میاں صاحب کے تمام تلامذہ پورے خلوص ،تندھی اور مستعدی سے سیماب صفت مسلک عمل بالحدیث کے لئے وقف تھے۔ان تمام میں مولانا عبدالوہاب محدث ملتانی دہلوی مرحوم کے جذبہ فروغ عمل بالحدیث کا جہان ہی نرالا تھا۔وہ ہر وقت مسلک کی تبلیغ ،سنت کے احیاء اور حدیث کی اشاعت میں پارے کی طرح مضطرب رہتے تھے۔سونے پر سہاگہ کی کہاوت تو آپ نے سنی ہوگی۔مولانا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کی کیفیت وہی تھی۔یعنی اہل حدیث بجائے خود اپنے مسلک حقہ کے بارے خاصے ذکی الحس اور تیز تھے۔

غرباء اہل حدیث ہونے اور مولانا عبدالوہابؒ دہلوی کی معیت ،صحبت اور تربیت اسی شراب کو دوآتشہ بنارہی تھی۔امیر المجاہدین حضرت صوفی عبداللہؒ بانی دارالعلوم تعلیم الاسلام ماموں کانجن مولانا عبدالوہاب کے شاگرد تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالوہاب میں یہ خوبی خاص کثرت سے ودیعت فرمائی تھی کہ جو طالب علم ان کی تربیت میں چند ہفتے گزار گیا وہ اس کے رگ وریشے اور نس نس میں سنت کی محبت ، حدیث کی عظمت ،توحید کی پختگی اور عمل بالحدیث کی لگن پیدا کردیتے تھے۔اوران کی محبت سے ان میں تمسک بالسنہ کا جذبہ موجزن ہوجاتا تھا۔

مولانا عبدالوہابؒ دہلوی اور ان کی تحریک غرباء اہل حدیث نے بڑے بڑے دینی کارنامے انجام دیئے۔ دہلی، یوپی، اترپردیس، پنجاب وبنگال کے کئی ایک مقامات پراس تحریک نے دین کے عظیم مراکز قائم کئے۔ پورے شدومد سے اور جوش وخروش سے فکر اہل حدیث اور تحریک عمل بالحدیث کی تبلیغ کی۔ لوگوں کے طعن وتشنیع اور ملامت کی پروا کئے بغیر رسالت مآب ﷺ کی سنتوں کا احیاء کیا۔ اس سلسلے میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اس باب میں ہرقسم کے مصائب کو مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ دہلی میں ہندووں اور سکھوں کی شورش کے پیش نظر گورنمنٹ برطانیہ نے گائے کا ذبیحہ بند کر دیا۔ ہندوستان بھر میں یہی ایک ہی ماں کا لعل تھا جو پوری جرأت ایمانی، عزم وحوصلہ، اسلامی غیرت، دینی حمیت اور مومنانہ شجاعت وبسالت سے خم ٹھونک کر میدانِ عمل میں اترااور برسرِ عام قربانی کے ایام میں گائیں ذبح کیں اور واضح کیا کہ یہ میرا دین ہے۔ میں کسی بھی گورنمنٹ کی دین کے معاملہ میں مداخلت برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کا ردِّعمل اور نتائج بھگتنے کے لئے ہوں۔ لیکن اس حلال کو حرام نہیں بننے دوں گا اور اس سنت رسول کو جان کی بازی لگا کر بھی زندہ رکھوں گا۔

یہ جذبہ احیاءِ سنت ولولہ عمل بالحدیث، عزم فروغ مسلک اور داعیہ اشاعت توحید آپ نے اپنے تلامذہ میں بھی پیدا کیا۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامی گرامی علماء ہیں۔ قاضی صاحب مرحوم نے ان مختصر الفاظ میں حضرت امام عبدالوہاب کی خدمات گوناگوں کو بیان کر کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو غریق رحمت کرے۔

مولانا مرحوم نے تحصیل علم کے بعد ۱۳۰۰ھ کے شروع میں دہلی کے محلّہ کشن گنج کی مسجد میں مدرسہ دارالکتاب والسنہ قائم کیا، تھوڑے ہی عرصے میں مولانا کے تبحر علمی اور درس وتدریس کا شہرہ چاروانگ عالم میں پھیل گیا اور متحدہ ہندوستان کے اطراف واکناف اور دور دراز کے علاقوں سے طلباء ان کے مدرسے میں آنے لگے اور مولانا سے حصول علم کرنے لگے۔ یہاں خطبہ جمعہ کا سلسلہ بھی باقاعدگی سے جاری تھا اور درس وتدریس کا وسیع حلقہ بھی روز بروز مزید وسعت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ لیکن اس موقع پر حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ مولانا کو مدرسہ ومسجد محلّہ کشن گنج سے دوسری جگہ لیجانا پڑا۔ اس کا علم جب آپ کے عقیدت مند حاجی عبدالغنی پنجابی کو ہوا تو انہوں نے

صدر کے علاقے میں ایک وسیع پلاٹ خرید کیا۔ حاجی عبدالغنی پنجابی بڑے نیک اور متدین انسان تھے دین اسلام کی خدمت کا سچا جذبہ ان کے قلب وذہن میں پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اس خرید کردہ جگہ پر عظیم الشان مسجد بنوائی جو مسجد کلاں کے نام سے مشہور ہوئی، اس کے علاوہ مولانا کی رہائش کے لئے الگ سے بہت اچھا مکان تعمیر کروایا۔ مولانا وہاں چلے گئے اور درس وتدریس اور وعظ وخطابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ صدر کا یہ علاقہ شرک وبدعت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں لپٹا ہوا تھا۔ مولانا نے اپنے وعظ اور خطبہ جمعہ میں نتھری ہوئی توحید بیان کرنا شروع کی اور سنت کی اہمیت کو اجاگر کیا، اور ساتھ ہی ساتھ مناہی ومنکرات شرک وبدعات کو موضوع سخن بنایا۔

مولانا بڑے فصیح البیان اور قادر الکلام تھے، زبان میں بڑی حلاوت تھی، توحید کے موضوع پر بڑا عمدہ وعظ کہتے تھے اور اس سلسلے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کی تقریر خالص قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین ہوتی۔ قرآن کریم نہایت خوبصورتی سے پڑھتے، سامعین ان کے وعظ سے ازحد متاثر ہوتے اور کوئی شخص اٹھنے کا نام نہ لیتا، سب لوگ بڑی توجہ سے ان کا وعظ سنتے۔ چنانچہ مسجد کلاں میں بھی ان کے درس وتقریر کی دھوم مچ گئی اور آس پاس کے لوگ شرک وبدعات سے تائب ہوکر توحید وسنت پر عمل پیرا ہونا شروع ہو گئے۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ اس ثناء میں مولانا حج کے لئے تشریف لے گئے۔ انہی دنوں شیخ حاجی عبدالغنی صاحب وفات پا گئے، وہ جماعت کے مخلص اور بڑے محسن بزرگ تھے۔ ان کا جانشین ان کے بیٹے محمد عمر کو بنا دیا گیا۔ محمد عمر کا چچا حنفی المسلک تھا اور اپنے مسلک میں انتہائی متعصب بھی تھا۔ وہ مولانا سے بڑی خار رکھتا تھا، مولانا کے حج پر چلے جانے کے باعث اسے موقع مل گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھتیجے کو مولانا کے خلاف خوب بھڑکایا اور یہ اسکیم تیار کی کہ جب مولانا حج سے واپس آئیں تو انہیں مسجد میں آنے سے روک دیا جائے۔ غرض اس نے محمد عمر کو پوری طرح مسموم کر لیا، اور پھر ایسا ہی ہوا۔

مولانا جب حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوکر آئے تو ان کو مسجد کلاں میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ ردعمل کے طور پر اس موقع پر کسی ناخوشگوار واقعہ کا ہونا لازمی تھا، لیکن مولانا مرحوم نے افرادی قوت ہونے کے باوجود کوئی جوابی اقدام نہیں کیا اور نہ ہی زبردستی مسجد میں داخل

ہونے کی کوشش کی بلکہ انتہائی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا۔ مسجد کے حجرے سے اپنا سامان اور کتابیں منگوا کر گھر میں رکھوا دیں، اپنے مکان کے نچلے حصے جسے مہمان خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اسکو مدرسے کی شکل دے کر یہاں طلباء کے قیام کا انتظام کر دیا گیا۔ یہیں قریب میں جمعے اور جماعت کی کوئی صورت بنائی اور پہلے کی طرح درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کا کام ہونے لگا۔

یہ دوسرا موقعہ تھا کہ جب متعصب حنفی المسلک مقلدین کی طرف سے مولانا کو تکلیف وایذا دی گئی۔ لیکن ان دونوں موقعوں پر مولانا نے انتہائی صبر وضبط کا مظاہرہ کیا، کسی قسم کے حزن وملال کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ اسلام کی اشاعت وترویج اور خدمت میں مصروف ہو گئے۔ مسجد کلاں والا واقعہ کم وبیش ۱۳۲۵ھ کے قریب ہوا تھا، اس کے کچھ عرصہ بعد احباب مسجد کلاں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت سماجت کر کے مولانا صاحب اور طلباء کو مسجد کلاں میں لے گئے، یہاں پھر سے پہلے کی طرح کام ہونے لگا۔

اسی زمانے میں مولانا صاحب کو جماعت اہل حدیث کے چند حضرات نے جو کہ ان سے ارادت مندانہ مراسم رکھتے تھے رنگون تشریف لانے کی دعوت دی۔ مولانا صاحب ان کی مخلصانہ دعوت پر رنگون تشریف لے گئے اور وہاں واعظ وتقریر کے ذریعے توحید وسنت کا خوب پرچار کیا۔ وہ لوگ مولانا سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے مل کر ذاتی طور پر اچھی خاصی رقم جمع کر کے مولانا کی خدمت میں پیش کی۔ رنگون سے واپس آ کر مولانا نے صدر بازار دہلی کے علاقے میں ان پیسوں سے مدرسہ دار الکتاب والسنۃ کے لئے جگہ خریدی۔ اس جگہ پر مدرسہ تعمیر کیا۔ طلباء کے لئے کمرے بنوائے اور مسجد تعمیر کی۔ اس زمانے میں مدرسہ ومسجد کی چھتوں پر ٹین کی چادریں ڈالی گئی تھیں۔ اس ٹین کی چھت تلے تدریس اور جمعہ جماعت کا سلسلہ اطمینان وسکون کے ساتھ مستقل طور پر شروع کر دیا گیا۔

امام عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا گیا توحید وسنت کا یہ چمن آج بھی سرسبز وشاداب اور آباد ہے۔ متحدہ ہندوستان کے دور میں بھی اس سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے اور تقسیم ہند کے بعد بھی یہاں درس وتدریس کی مسند آراستہ رہی۔ قیام پاکستان کے وقت امام عبدالوہابؒ کا خاندان دہلی سے ہجرت کر کے کراچی آ کر آباد ہو گیا تھا اور ان لوگوں نے یہاں کراچی آ کر دعوت وتبلیغ کا

کام شروع کر دیا تھا۔ لیکن مولانا مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے مولانا عبدالواحد سلفی مرحوم احباب دہلی کے اصرار پر وہیں اقامت پذیر ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے آبائی مدرسے دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی کا انتظام وانصرام سنبھال لیا۔

مولانا عبدالواحد سلفی بڑے نیک اور ذی علم انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وفضل کی بہت سی خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں۔ آپ اگست ۱۹۴۷ء سے لیکر تادمِ واپسیں اپنی وفات ۲۷/اگست ۱۹۹۸ء (۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ) تک نصف صدی مدرسہ دارالکتاب والسنہ کی مسند پر متمکن رہے۔ ہزاروں تشنگانِ کتاب وسنت نے ان سے علمی تشنگی بجھائی۔ اس کے علاوہ آپ جماعت غرباء اہل حدیث ہند کے امیر بھی رہے۔

جماعت کی اس قدیم اور اولین درسگاہ کے منتظم اور منصرم مولانا حافظ عبدالماجد سلفی صاحب ہیں اور جماعت غرباء ہند کی امارت بھی انہیں کے کندھوں پر ہے۔ یہ محترم اپنی خداداد صلاحیتوں سے مدرسے اور جماعت کا نظام حسن وخوبی سے چلا رہے ہیں۔

محدث ہند مولانا عبدالوہابؒ دہلوی نے تقریباً سوا سو سال پہلے قبل دہلی میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ قائم کیا تھا۔ یہاں محدثین کرام کی طرز پر قرآن وحدیث کے علوم پڑھائے جاتے تھے۔ آپ کے اس مدرسے میں الف، ب، ت، ث پڑھنے والے سے لیکر فارغ التحصیل علماء تک آتے اور جملہ علوم وفنون کی تحصیل کر کے واپس جاتے۔ جس طالب علم کو کمزور ذہن ہونے کی بنا پر کسی مدرسے میں داخلہ نہیں ملتا تھا اسے آپ بصد شوق داخل کر لیتے اور وہ طالب علم اپنے نیک ارادوں میں کامیاب وکامران ہو جاتا۔

مولانا کے حسن تعلیم وتربیت کے مخالفین ومقلدین بھی معترف تھے اور وہ لوگ آپ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ابوکبیر مولانا عبدالجلیل خاں محدث سامرودی جو کہ مولانا کے ارشد تلامذہ سے ہیں اپنے استاذ گرامی کے طریقۂ تعلیم سے متعلق رقم طراز ہیں کہ۔۔۔'' آپ کے درس میں وہ خوبیاں تھیں جو ان کے معاصرین کے درس میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ حنفی علماء تک درس کا جائزہ لینے کے لئے آتے، آپ درس میں مسئلہ کو تہہ تک پہنچا کر چھوڑتے۔ کسی بات کو بے حوالہ نہیں چھوڑتے تھے۔ حنفیہ کے وہ اصولی نکات کی تلقین

کرتے کہ شاید وباید۔آپ کی اس قدر نظر وسیع تھی کہ آپ کے حوالہ دینے پر ہمیں رشک ہوتا کہ یہ چیزیں کب دیکھی ہوں گی''۔

مولانا مرحوم دینی علوم کا بحر زخار تھے جس میں انمول موتیوں کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔آپ کا صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ (درسِ عام) ہوتا۔بعدہ طلباء کو ایک ایک آیت کا ترجمہ پڑھایا جاتا۔اس میں سب کو شریک ہونا پڑتا خواہ بخاری شریف کا پڑھنے والا کیوں نہ ہو۔اس کے بعد تفسیر القرآن، بعدہ احادیث نبویہ کا درس ہوتا۔بلوغ المرام والوں کو ایک ایک حدیث پھر دو، آخرالامر چار حدیثیں، مشکوٰۃ والوں کو دو چار حدیثیں۔

صبح سے آپ بیٹھتے تھے تو گیارہ بجے آپ مکان تشریف لے جاتے، کبھی ساڑھے گیارہ بھی بج جاتے۔پھر نماز کے وقت آجاتے، بعد ظہر پھر درس دیتے، پھر مکان نہیں جاتے۔مغرب کے بعد ہی تشریف لے جاتے۔کھانے سے فراغت کے بعد مسجد میں تشریف لاتے اور اپنے والد صاحب (جن کو انہوں نے مبارک آباد ملتان سے اپنے ہاں دہلی بلا لیا تھا) کی خدمت میں مشغول ہو جاتے، ہاتھ پیر دباتے، عشاء کے بعد بھی والد صاحب کی خدمت کرتے ان کو دعائیں سکھاتے، ہاتھ پاؤں دباتے، یہاں تک کہ وہ سو جاتے۔اس کے بعد گھر تشریف لیجاتے۔جب آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد عشاء ہی کے وقت گھر آتے۔بعد عشاء طلبہ کی وہ جماعت جو نہ صرف ترجمہ پڑھنے والی یا ادنی جماعت والے ہوتے آپ کو گھیر کر بیٹھ جاتے۔اُن میں پنجاب کے اکثر ہوتے، احوال الآخرت، شہباز وغیرہ انہیں یاد ہوتیں، ہاتھ پیر دباتے جاتے اور ان کتابوں کے توحید کے اشعار پڑتے جاتے۔آپ بڑے شوق سے سنتے پھر گھر تشریف لے جاتے۔طالب علموں کا بہت خیال رکھتے ان سے اس طرح حسن سلوک سے پیش آتے جیسے کوئی اپنے اکلوتے بیٹے سے پیش آتا ہے''

تلامذہ

امام عبدالوہاب دہلوی نے کم وبیش پچاس سال حدیث کا درس دیا اس عرصے میں بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے۔ ان کے تلامذہ کی وسیع فہرست میں مندرجہ ذیل حضرات نے بڑا نام پایا اور دین کی بڑی خدمت کی۔

محدث کبیر مولانا عبدالجلیل محدث سامرودی:۔ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث محقق، فقیہ اور متبحر فی العلوم عالمِ دین تھے۔ وہ اپنی مشہور تصنیف ''زھرہ ریاض الابرار'' کے شروع میں اپنے خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں کہ ان کی ولادت ۱۳۰۹ھ میں ہوئی۔ ان کے دادا مولانا محمد عبدہ چوٹی کے عالم اور محدث تھے ان کی وفات ۱۳۱۵ھ میں مرض طاعون کے سبب ہوئی۔ مولانا سامرودی اپنی دینی تعلیم سے متعلق لکھتے ہیں کہ۔۔۔ ۱۳۲۲ھ کو دہلی پہنچ گیا جبکہ میری عمر تقریباً ۱۲ برس تھی۔ حضرت میاں صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لینا چاہا۔ علامہ عبدالعزیز میمن بھی وہاں داخل تھے لیکن مہتمم مدرسہ نے صغرسنی کی وجہ سے مجھے داخلہ نہ دیا۔ علامہ عبدالعزیز میمن نے مجھے کہا کہ آپ مولانا عبدالوہاب صدروی کے مدرسہ میں چلے جاؤ، اس میں تمھیں داخلہ مل جائے گا۔ جب میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار میں پہنچا تو وہاں مولانا محمد سورتی سے ملاقات ہوئی جو رشتہ داری میں میرے ماموں جان اور چچا جان بھی تھے۔ چھ برس میں بحمد للہ تمام علوم وفنون کی تکمیل کر لی۔ وہیں آریہ سماج سے مولانا ثناءاللہ امرتسری اور مولانا عبدالخالق حقانی کا مناظرہ ہوا۔ پہلی مرتبہ مولانا ثناءاللہ مرحوم کی زیارت ہوئی تھی وہیں مولانا امرتسری نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تم حدیث میں امام بخاریؒ اور فقہ میں امام ابوحنیفہؒ بننے کا عزم رکھو اور محنت سے تعلیم حاصل کرو۔ یقیناً تمھیں کوئی مقام مل جائیگا۔ ۱۳۳۰ھ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حج کی سعادت حاصل ہوئی وہیں آبِ زمزم پیتے وقت یہ خیال آیا کہ اس کو جس نیت سے پیا جائے اللہ تعالیٰ اسکی نیت پوری کردیتے ہیں۔

چونکہ باب ملتزم میں مانگی ہوئی دعا بھی قبول ہوجاتی ہے تو میں نے باب ملتزم سے چمٹ کر اور رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ پاک مجھے علم حدیث اور فقہ میں کمال عطا کرنا۔ بحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ ہندوستان کے چوٹی کے علماء مولانا ثناءاللہ امرتسری، مولانا ابوالقاسم

بنارسی ،مولانا عبدالرحیم فیروزآبادی اور خطیب الہند مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری نے میری دینی اور علمی خدمات کے اعتراف میں تحسینی اور تعریفی خط لکھے‘‘۔ سامرودی موحوم نے ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۸ھ تک امام عبدالوہاب سے تعلیم حاصل کی اور جملہ علوم وفنون پڑھ کر فارغ ہوئے۔

بلاشبہ مولانا سامرودی بہت بڑے عالمِ دین تھے ،قرآن وحدیث اور اسکے متعلقات پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔عربی ،فارسی اوراردو میں انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔عرب ممالک میں ان کی بڑی علمی شہرت تھی ۔ وہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر اپنے وطن سامرود میں ۱۶رستمبر۱۹۷۲ءکوفوت ہوئے۔ جماعت غرباء کے ہمدرد اور مخلص ساتھی تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔آمین۔

۞ **مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی**:۔آپ جماعت اہل حدیث کے مایہ ناز مصنف اور مدرس تھے ۔رجال حدیث کے متعلق مہارت رکھتے تھے۔ابتدائی تعلیم کے بعد امام عبدالوہابؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔امام صاحب نے اپنے اس ہونہار ذہین ،صالح اور مخلص شاگرد کی تعلیم وتربیت میں خصوصی دلچسپی لی اورانہیں علوم وفنون میں یگانہ روزگار بنادیا۔مسائل کی تحقیق میں ان کا ذوق بڑا پختہ تھا۔فتوٰی نہایت خوبصورت ،متوازن اور مدلل لکھا کرتے تھے جو اختصار اور جامعیت کا حامل ہوتا۔انہوں نے چند رسائل بھی تصنیف کئے۔آزادی سے پہلے اپنی مادر علمی مدرسہ دارالکتاب والسنۃ دہلی ،اس کے اپنے وطن کھنڈیلہ میں تدریسی کام کرتے رہے۔قیام پاکستان کے بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ اور بعض دوسرے مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ان کے شاگردوں میں ہندوپاک کے بڑے بڑے جید عالم اور مصنف ہیں۔اس عالم دین نے ۱۴راگست ۱۹۶۲ءکواوکاڑہ میں وفات پائی۔

۞ **مولانا محمد جوناگڑھی**:۔ برصغیر ہندوپاک کے نامور اہل حدیث رجال سے ہیں۔ انہوں نے تقریر وتحریر اور ترجمہ وتصنیف میں بڑا نام پایا۔تقلید شخصی کے ردّ میں انہوں نے بڑا کام کیا۔۱۵۰ کے قریب چھوٹی بڑی کتب تصنیف کیں۔جنہیں پڑھ کر لوگوں کے افکار وعقائد کی اصلاح ہوئی۔عمادالدین ابن کثیر کی تفسیر قرآن العظیم (المعروف تفسیر ابن کثیر) کا اردو ترجمہ،

امام ابن قیم جوزیؒ کی مشہور کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین کا اردو ترجمہ بنام دین محمدی اور خطبات محمدی کی تدوین ان کے بڑے عظیم کارناموں سے ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے پندرہ روزہ اخبار محمدی دہلی کے ذریعے بھی شرک و بدعت کا خوب استیصال کیا اور قرآن وسنت کی تعلیم کو واضح کیا۔ مولانا جونا گڑھیؒ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے اور مارچ ۱۹۴۱ء میں انہوں نے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے اپنے وطن جونا گڑھ میں وفات پائی۔

۞ **امام حرم الشیخ ابوالسمع عبدالظاہر المکی:**۔ مولانا مرحوم جب حج پر تشریف لے گئے تھے تو وہاں امام حرم نے ان سے صحیح بخاری پڑھ کر سند حاصل کی۔

۞ **مولانا مفتی عبدالستار کلانوری:** تمام مروجہ علوم وفنون کی تحصیل مولانا سے کی۔ نہایت ذکی اور فطین تھے۔ ان کی علمی استعداد اور علم وتحقیق کی بنا پر انہیں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کے منصب افتاء پر متعین کر دیا گیا۔ مدتِ مدید تک اس اہم منصب پر فائز رہے۔ ۱۳۲۹ھ کو ان کی وفات ہوئی۔

۞ **مولانا ابوالخلیل عبدالجلیل خاں بلوچ:**۔ اپنے نام کی طرح جلیل القدر عالمِ دین تھے۔ حدیث میں انہیں درک حاصل تھا اور دیگر علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ درس وتدریس کے علاوہ صحیفہ اہل حدیث دہلی اور پھر کراچی کے مدیر رہے، انہوں نے ۶ جون ۱۹۷۶ء کو کراچی میں وفات پائی۔

۞ **مولانا محمد عبداللہ اوڈ:**۔ چودھری قسم کے عالمِ دین تھے ان کی دینی وسیاسی خدمات قابل تحسین ہیں۔ یہ بزرگ ۲۸ را کتوبر ۱۹۶۶ء کو اس عالمِ فانی سے آخرت کو روانہ ہوئے۔

۞ **حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی:**۔ امام صاحب سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ گجرات میں قیام پذیر تھے۔ ۱۹۸۰ء کے ماہ مئی کی ۱۰، ۱۱ تاریخ کی درمیانی شب کو وہیں فوت ہوئے۔

۞ **مولانا عبداللہ محدث لائل پوری:**۔ بہت بڑے محقق، وسیع المطالعہ عالمِ دین، نہایت متواضع، منکسر المزاج اور صوفی منش انسان تھے۔ ۱۹۶۹ء کے کم وپیش انہوں نے فیصل آباد میں ادارہ العلوم الاثریہ قائم کیا۔ اور اسکے ذریعے اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔ مولانا سے مجھے تو شرف

ملاقات کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ البتہ ان کے صاحبزادہ گرامی قدر جناب محمد بلال سبحانی صاحب میرے مخلص اور مہربان دوست ہیں۔ مولانا عبداللہ مرحوم ۱۶ر جولائی ۱۹۸۳ء کو جدہ میں فوت ہوئے اور مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

❁ **مولانا عبدالحمید جھنگوی:۔** ۱۸۷۵ء میں بدھوآنہ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کی خاطر انتہائی مشکل حالات سے دوچار ہوئے۔ لیکن بڑے شوق اور محنت سے دینی تعلیم مکمل کی۔ معروف عالمِ دین اور مدرس تھے۔ انہوں نے اپنے علاقے میں تقریر و تدریس کے ذریعے بڑی خدمت کی اور مسلک کا بول بالا کیا۔ ان کی وفات ۱۲ر رجب ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء) کو بدھوآنہ میں ہوئی۔

❁ **مولانا محمد اسحاق کوٹ پوری:۔** ضلع حصار کے رہنے والے تھے۔ ایک عرصہ کوٹ پورہ، ریاست فرید کوٹ میں قیام پذیر رہے۔ جماعت کے مخلص مبلغ اور کارکن تھے۔ انہوں نے وعظ و تبلیغ کے ذریعے اشاعت دین کا فریضہ ادا کیا، اور پاکستان آ کر فوت ہوئے۔

❁ **مولانا محمدؒ سورتی:۔** برصغیر ہندوپاک میں علم و فضل کا بحر وزخار تھے، اس کی موجوں کا تلاطم اپنی آغوش میں قرآن وحدیث رجال، ادب، بلاغہ اور لغات ولسانیات کے انمول موتی لئے ہوئے تھا۔ ان کے علم وفنون کا دائرہ فقط نظر وتدبر تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ان کے عمل اور زہد و ورع میں بھی ان کے خلق وسیرت کا پیمانہ بہت اونچا تھا۔ آپ ملت اسلامیہ کی متاعِ بے بہا اور دنیائے علم و تحقیق کی ایک نادر الوجود شخصیت تھے۔ ۱۳۰۷ھ کو صوبہ گجرات کے شہر سورت کے ایک گاؤں سامرود میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد یوسف تھا۔ حصول علم کیلئے بلدۂ علم دہلی تشریف لائے۔ مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں مولانا عبدالوہاب دہلوی کی شفقت وسرپرستی میں تمام علمی منزلیں طے کیں۔ ان پر ان کے استادِ گرامی مولانا عبدالوہاب کی تعلیم وتربیت اور محبت وشفقت نے خوب رنگ چڑھایا بلکہ ان کے دینی ذوق کو دوآتشہ وسہ آتشہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سورتی دینی معاملات ومسائل اور شعار اسلامی میں بقول پروفیسر محمد سرور جامعی بہت متشدد تھے اور ان پر ان کے استاذ مولانا عبدالوہابؒ کا رنگ غالب تھا۔

۱۹۲۰ء میں علیگڑھ میں جامعہ ملیہ کالج کا آغاز ہوا۔ یہاں دینیات کی تعلیم کے لئے

مولانا سورتی کی خدمات بھی حاصل کر لی گئیں۔ علامہ سورتی چونکہ خود عامل بالحدیث اور سنت رسول ﷺ کو اپنا شعار سمجھتے تھے اس لئے دوسروں سے بھی یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ ان کی طرح وضع قطع اختیار کریں ۔ علامہ کی اس روش کا تذکرہ یوسف حسین خان نے (یادوں کی دنیا ص ۱۳۶۔ ۱۳۷) پر بڑے دلکش انداز میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔۔۔''شروع شروع میں جب وہ جامعہ آئے تو انہوں نے طالب علموں پر سختی کرنی چاہی۔ ہاتھ میں ایک بڑی قینچی لئے پھرتے تھے جس کے انگریزی بال دیکھتے انہیں کاٹ دیا۔ چونکہ ان کی علمیت کی وجہ سے سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے اس لئے خاموش ہو جاتے تھے'' اسی طرح ڈاکٹر ذاکر حسین (سابق صدر ہندوستان) جو اس وقت ان کے شاگرد تھے۔ اگر کبھی ان کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے دیکھتے تو پھاڑ دیتے اور کہتے کہ ٹخنے سے نیچے پاجامہ ہونا جائز نہیں۔

علامہ سورتی قرآن وسنت کے احکام بجالانے میں بڑے سخت تھے۔ بیڑی، سگریٹ، فوٹو کھنچوانا، سونا یا ریشم کے کپڑے اور ریڈیو کے سخت خلاف تھے۔ مولانا سرور جامعی ''شخصیات'' میں لکھتے ہیں کہ۔۔۔(مولانا سورتی) جامعہ کے دفتر میں کوئی غیر شرعی چیز آویزاں نہ ہونے دیتے بلکہ ایک بار مختلف علمی اور تحقیقی اشخاص کی آویزاں تصاویر کو انہوں نے تہس نہس کر دیا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین (جو اس وقت جامعہ کے پرنسپل تھے) دفتر دیکھ کر دم بخود رہ گئے لیکن مولانا سورتی کے علمی تبحر، نیکی اور تقوی کی وجہ سے کوئی باز پرس نہ کی۔''

مولانا سورتی انتہائی درجے کے غیور بھی تھے ان کی اسلامی غیرت وحمیت کا ایک بڑا واقعہ مشہور ہے وہ یہ کہ۔۔۔ بھوپال کی بیگمات کو ''بیا'' (Biyi) کہا جاتا تھا وہ جامعہ ملیہ آئیں تو تیسرا ملاقاتی نمبر علامہ سورتی کا تھا اور اس کے بعد ذاکر حسین کا نمبر تھا۔ آگے والے پروفیسران نے بیگمات سے ہاتھ ملایا۔ مگر جب علامہ صاحب کا نمبر آیا تو انہوں نے ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا کہ شریعت میں غیر محرم سے ہاتھ ملانا جائز نہیں ۔ یہاں تک کہ پھر نواب حمید اللہ خان کی بیگم نے کسی اور سے خود بھی ہاتھ نہ ملایا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین چپٹ گئے کہ سورتی صاحب آپ نے ہمیں اس گناہ سے بچالیا۔ ورنہ ہم اپنے میں اتنی ہمت نہ پاتے تھے کہ ہاتھ ملانے سے منع کر دیں۔

(محمد سرور از افادات وملفوظات ص ۱۷۲)

مولانا سورتی کے علم و عمل کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ بلاشبہ وہ ہندوستان میں عربی زبان وادب کے مانے ہوئے عالم تھے۔ انہوں نے درس وتدریس اور تالیف وتصنیف کے ذریعے بہت خدمت کی۔ اس داعیٔ توحید وسنت نے ۷راگست ۱۹۴۲ء کو اس جہاں فانی کو خیر آباد کہا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

۞ **پروفیسر علامہ عبدالعزیز میمن :۔** ۱۸۸۸ء میں اپنے ننھیال ''گوندل'' میں پیدا ہوئے۔ ان کا وطن راجکوٹ کاٹھیاواڑ تھا۔ دہلی میں دینی علوم کی تحصیل کی۔ ان کا حافظہ اور ادبی ذوق قابل رشک تھا، ذہانت وفطانت انہیں ورثے میں ملی تھی۔ کہتے ہیں کہ علامہ میمن کو پانچ ہزار وہ عربی اشعار یاد تھے جو ابھی تک طبع نہیں ہوئے۔ جماعت اہل حدیث پر اللہ کا خاص احسان ہے کہ تین فرزندانِ اہل حدیث کی عربیت نہ صرف برصغیر بلکہ عالمِ عرب میں بھی مسلم تھی۔ ایک مولانا محمد سورتی، دوسرے عبدالحمید حریری بنارسیؒ اور تیسرے علامہ میمن۔

بے شک علامہ میمن عربی لغت اور عربی زبان وادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اپنے دور میں پورے ہند میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ قیام پاکستان سے قبل وہ علیگڑھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے صدر رہے، قیام پاکستان کے بعد کراچی یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے ہیڈ رہے اور کئی سال اورنٹیل کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔ مسلک اور جذبہ اتباع سنت میں وہ اپنے واجب الاحترام استاد مولانا عبدالوہاب کے ساختہ و پرداختہ تھے۔ اکل کھرے اہل حدیث تھے۔ مسلک کے اظہار میں کبھی مصلحت کا شکار نہ ہوئے۔ عرب دانشوران کی زبان وبیان، فصاحت وبلاغت اور ذہانت وفطانت سے بہت متاثر تھے۔ علامہ میمن نے عربی زبان میں کئی بلند پایۂ کتب تصنیف کیں۔ ان کی عربی کتابوں کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ ان کی زندگی میں ہی وہ کتب مصر کی یونیورسٹی میں داخلِ نصاب کی گئیں۔ علامہ میمن چھیانوے برس عمر پاکر ۲۷راکتوبر ۱۹۷۸ء کو کراچی میں فوت ہوئے۔

۞ **مولانا عبدالقادر حصاری :۔** بلند پایۂ محقق اور وسیع المطالعہ عالم دین تھے۔ جماعت غرباء اہل حدیث کے فرد فرید رہے۔ ۱۹رستمبر ۱۹۸۱ء کو عالم فانی سے عالم بقا کو سدھارے۔ ان کی علمی یادگار میں ان کے لکھے ہوئے تحقیقی فتاوٰی ہیں اور دیگر کچھ کتب ان

کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔

۞ **مولانا صوفی محمد عبداللہ:**۔ ان کا اصل نام سلطان محمد تھا وزیر آباد کے ممتاز اور معروف آسودہ حال کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پہلے حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے پھر اس سے بیزار ہوکر کاروان عمل بالحدیث میں شامل ہو گئے۔ عرصہ دراز تک جماعت مجاہدین میں رہے۔ ۱۹۲۲ء میں اوڈ نوالہ ماموں کانجن فیصل آباد میں مدرسہ تعلیم الاسلام کا اجراء کیا اور پھر ۱۹۳۲ء اسے باقاعدہ دارالعلوم کی شکل دے دی گئی۔

صوفی صاحب بڑے نیک، متدین اور مستجاب الدعوات انسان تھے۔ مجاہدین کے ساتھ رہتے ہوئے انہوں نے بڑے مصائب اٹھائے اور آزادی وطن کے لئے بے شمار قربانیاں دیں۔ ان کی خدمات تا ابد یاد رکھی جائیں گی۔ صوفی صاحب نے ۲۸/اپریل ۱۹۷۵ء کو وفات پائی۔ حضرت صوفی صاحب کے حالات پر ایک ضخیم کتاب حیات صوفی عبداللہ مولانا اسحاق بھٹی صاحب نے لکھی ہے جو مکتبہ سلفیہ لاہور نے شائع کی ہے۔

۞ **مولانا ابونعیم عبدالرحیم:**۔ ۱۹۱۷ء میں مانسہرہ (ہزارہ ڈویژن) میں پیدا ہوئے۔ مدتِ دراز سے سندھ میں مقیم ہیں۔ مدرسہ بدرالہدیٰ محمدی مسجد اہل حدیث ضلع خیرپور میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ (تذکرہ علمائے اہل حدیث جلد سوئم ص ۱۴۰)

۞ **مولانا عبدالرشید صاحب اٹاوی**

۞ **مولانا عبیداللہ اٹاوی متوفی ۱۳۵۶ھ**

۞ **مولانا نسیم الدین رنگپوری**

۞ **مولانا عبدالحی میمن سنبھلی**

۞ **مولانا احمداللہ ندوی**

۞ **مولانا محمد ابراہیم نڑیاوی**

۞ **مولانا احمد حسن نڑیاوی**

۞ **مولانا محمد سلیمان ڈنگراگھاٹی**

۞ **مولانا عبدالعظیم ضلع بستی:**۔ آپ قصبہ اٹوا کے قریبی گاؤں ''پیری'' سے تعلق رکھتے

تھے۔ دہلی میں امام عبدالوہاب ان کے استاد اور مرشد ومربی تھے۔ مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں مولانا محمد جوناگڑھی ان کے ہم درس تھے۔ دونوں نے ایک ساتھ ہی فراغت حاصل کی۔ مولانا بدرالزمان نیپالی نے (علمائے اہل حدیث بستی وگونڈہ کے ص ۱۰۳ پر) لکھا ہے ''کہ آپ کا داخلہ مدرسہ میں چھ ماہ تک نہیں ہوسکا تھا، اس درمیان میں آپ نے بڑی عسرت کی عبرت آموز زندگی گزاری۔ داخل شدہ طلبہ کے کھانے سے روٹیوں کے جو ٹکڑے بچ جاتے اور سوکھ چکے ہوتے تھے آپ انہیں بھگو کر کھایا کرتے تھے'' تقویٰ شعاری، خشیتِ الٰہی ان کا شعار تھا۔ ۲۹رنومبر ۱۹۷۷ء کو ان کا انتقال ہوا۔

۞ **مولانا عبدالستار دہلوی (صاحبزادے)** ان کے تفصیلی حالات اسی کتاب میں درج ہیں۔

۞ **مولانا عبدالواحد (صاحبزادے)** ان پر تفصیلی مضمون اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ وہ اصحاب علم ہیں جو علمی دنیا میں بڑے نامور اور نیک نام ہوئے۔ اگر ان تمام بزرگوں کے حالات قلمبند کئے جائیں تو سینکڑوں صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا مرحوم کے تلامذہ کرام کی تعداد بلامبالغہ ہزاروں تک پہنچتی ہے جو خطۂ ہند کے علاوہ مصر، عراق، بغداد اور عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔

تصنیف وتالیف

مولانا موصوف وعظ وتقریر اور تعلیم وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب کے از حد رسیا تھے۔ جہاں کوئی حدیث کی کتاب معلوم ہوتی تو مطالعہ کے لئے بیتاب ہو جاتے۔ نادر ونایاب کتب جمع کرنے کا انہیں اشتیاق رہتا۔ بسا اوقات نادر کتب احادیث اپنے ہاتھ سے نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ مستدرک حاکم اپنے ہاتھ سے نقل کی، خلافیات بیہقی کامل کو خود نقل کیا اور مجمع الزوائد کا بہت سا حصہ اپنے دستِ مبارک سے لکھا۔

آپ کے گوہر بار قلم سے جو تحقیقی کتب تصنیف ہوئیں اس کی تفصیل یہ ہے۔

- حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح (عربی) جو کہ محدثین کی طرز پر عربی میں لکھا گیا۔ یہ حاشیہ بڑا مفید ہے۔ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔
- ہدایۃ النبی المختار الی من یصلی الی یوم القرار۔ اس کتاب میں نماز سے متعلق تفصیلی معلومات تحریر کی گئی ہے اور نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ نماز کی تمام دعائیں بھی درج کردی گئی ہیں۔
- اقامت الحجۃ علی ان لا فرق بین الصلاۃ المرء والمراۃ (اردو) اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ مرد اور عورت کی نماز کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔
- امر الکلی فی قول الرسول صلوا کما رایتمونی اصلی۔ یہ کتاب شائع نہ ہوسکی۔ مسودہ ضائع ہو گیا۔
- الدلائل الواثقہ فی مسائل ثلاثہ
- مسنون قرأت والا قرآن مجید معرّٰی۔ یعنی قرآن میں مروجہ بدعیہ رموز واوقاف مثل ط، م، ج، ل وغیرہ کو حذف کردیا اور اسے مسنون قرأت کے مطابق طبع کروایا۔

مناظرے

مولانا عبدالوہاب دہلوی رحمہ اللہ علیہ جہاں بہت بڑے مدرس، خطیب اور مصنف تھے وہیں بہت اچھے مناظر بھی تھے۔ انہوں نے کئی ایک کامیاب مناظرے کئے۔ ان کا ایک دلچسپ اور کامیاب مناظرہ ۳۰/نومبر ۱۹۱۲ء کو حنفی عالم مولوی سیف الرحمٰن ٹونکی سے مسجد فتح پوری دہلی میں ہوا تھا۔ جس میں مولانا عبدالوہاب صاحب کامیاب رہے۔ اس مناظرے کی روئداد "مناظرہ محقق ومقلد، دررویت ہلال" کے نام سے ہفت روزہ اہل حدیث امرت سر میں ۲۶/نومبر ۱۹۱۲ء کے شمارے میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری نے اس مناظرے کی تفصیل اپنی کتاب (تذکرۃ المناظرین حصہ اول ص ۳۴۰) پر درج کی ہے ملاحظہ فرمایئے۔۔۔

چاندنی چوک دلی کے مغربی سرے پر یہ مسجد فتح پوری اپنی شاندار فتح وکامرانی لئے ہوئے کھڑی ہے، اور اپنے قدردانوں اور اپنے محافظوں کو دعوت استقامت وعزیمت دے رہی ہے کہ

کوئی بھی قوم اپنے مستحکم وجود کے بغیر اپنے آپ کو صفحۂ ہستی پر زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتی۔

احناف کی طرف سے مولانا سیف الرحمٰن صاحبؒ، اہل حدیث کی طرف سے شیخ الحدیث حضرت محدث ہند مولانا الحاج عبدالوہاب صاحبؒ مناظر مقرر ہوئے یہ مناظرہ ۱۹۱۲ء میں دہلی مسجد فتح پوری میں ہوا تھا، جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

مسجد فتح پوری میں بابت رویت ہلال مقلدین نے اہل حدیثوں ومقلدوں کو دعوت دی، اہل حدیثوں میں سے مولوی عبدالسلام ومولوی عبدالمحسن صاحب ومولوی نواب صاحب، مرزا ضمیر بیگ صاحب ومولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب ومولانا عبدالوہاب صاحب ملتانی وغیرھم بعد اصرار تشریف لے گئے اور مقلدین میں سے مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری ومولوی کفایت اللہ صاحب مولوی ابراہیم صاحب کھڑے ہو گئے اور مناظرہ کی ابتداء یوں ہوئی۔

محقق: یعنی مولوی عبدالوہاب صاحب نے کہا: یہ قیام منع ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کو بہت برا سمجھتے تھے۔

مقلد: یعنی مولوی ابراہیم صاحب، خود رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے

محقق: تعظیما؟

مقلد: ہاں!

محقق: حاضرین یہ مولوی صاحب کی علمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے لئے تعظیما قیام کرتے تھے، جو خلاف عقل ہے، اتنے میں مقلد صاحب کو کوئی آدمی لے گئے، اور الگ لے جا کر باتیں کیں، اور بعد چند ساعت کے یہ فتویٰ لگا کہ اس مجمع میں سوائے علماء کے کوئی اور نہ رہے۔ عوام الناس یہ سن کر متحیر ہوئے اور کہا کہ عوام الناس بھی اس مجمع خیر میں شریک رہیں گے، جواب ملا کہ عوام الناس کو وہیں رہنے دیا جائے اور اہل علم کو وہاں سے بلا لیا، اور دوسری جگہ جا کر بٹھا دیا، عوام الناس نہ رہ سکے اور وہیں پہنچے، آخر کار مجمع عام میں رکنا پڑا اور طرفین سے مناظر مقرر ہوئے، احناف میں سے مولانا سیف الرحمٰن صاحبؒ اور اہل حدیث کی طرف سے مولانا

عبدالوہاب صاحب ملتانیؒ تجویز ہوئے اور حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی۔۔۔

مقلد: کتب فقہ سے یہ اشتہار لکھا گیا ہے (یعنی چہار شنبہ کی عید کے لئے گواہ بموجب فقہ موجود ہیں، اگر کسی صاحب کو اس میں کلام ہو تو بیان کرے)۔

محقق: اجی کتب حدیث میں کیا ہے جو حدیث کا مسئلہ ہے وہ بیان کیجئے، صحیح مسلم وغیرہ۔

مقلد: کتب حدیث میں بھی اسی طرح ہے، اور وہ اپنے شاگرد سے مخاطب ہو کر کے کہا کہ مولانا حدیث کی کتاب نیل الاوطار اور اعرابی والی حدیث اور جو بات شاہدین عادلین آئی ہیں سنادی اور کہا ہوسکتا ہے کہ وہ اعرابی بھی ایک ہزار کوس سے آیا ہو۔

محقق: یہ احتمال سوائے آپ کے اور کوئی نہیں کرسکتا، ایک ہزار کوس سے انسان اتنی دور نہیں چل سکتا، (معلوم) چہ جائے کہ ایک رات میں وہ بھی بغیر ریل ڈاک کے جو بہت تیز چلنے والی ہوتی ہے اس کو بھی آپ نے مال گاڑی کے مقابلہ میں بنا دیا چونکہ وہ بھی اتنی دور اس قدر جلدی نہیں پہنچ سکتی، چاہے کیسی ہی تیز ہو۔

مقلد: تو پھر کتنی دور ہے؟

محقق: جیسے یہاں سے شاہدآباد یا غازی آباد وغیرہ۔

مقلد: لانسلم اس کو نہیں کہتے۔

محقق: مسلم اس کو کہتے ہیں۔

مقلد: تو اہل حدیث کے نزدیک ایک شاہد بھی مقبول ہے کیا آپ تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

محقق: حدیث کو میں بہ سروچشم قبول کرتا ہوں اور حدیث پر ایمان ہے اور ان دونوں حدیثوں کو میں مانتا ہوں یعنی ایک گواہ دو گواہ والی (معلن بخلاف حنفیہ کے)

مقلد: دو گواہ باہر ٹونک وغیرہ کے اور ایک گواہ دہلی کا موجود ہے مانیئے۔

محقق: گواہ مسلمان ہے یا ایسا ویسا؟ چونکہ حدیث شریف میں عادل کی قید ہے وغیرہ۔

مقلد: مسلمان ہے کلمہ (اشھد أن لا الہ الا اللہ و اشھد أن محمد رسول اللہ) پڑھتا ہے۔

محقق: اس کلمہ کے معنی آپ مجھ کو مفصل بتا دیجئے تاکہ عوام کو ظاہر ہو جاوے، کہ کلمہ سے

شارع علیہ السلام کی کیا غرض ہے؟ یا محض زبان سے کہنا یا کلمہ کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے؟ نفس کلمہ کے کہنے یا بعض فرض کے بجا لانے اور بعض کے انکار پر یا ترک کرنے پر خدا اور رسول ﷺ کے نزدیک مسلمان نہیں ہوسکتا۔ موحد ہونا شرط ہے اور اگر یہ ایک کی گواہی مانی جاتی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس کے زیادہ مستحق تھے، باوجود امام ہونے کے، جب ان کی گواہی نہیں مانی گئی تو دوسرے کس گنتی میں ہیں، حدیث میں صرف اتنا آیا ہے کہ گواہی دینے والے سے رسول اللہ ﷺ نے کلمہ کا اقرار لیا تھا، اور کلمہ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا اور رسول کی شریعت کا پابند رہے اسی واسطے اہل عرب اس کلمہ کو نہیں کہتے تھے، ورنہ زبان سے کہنے میں کیا لگتا ہے، خود ابوجہل بھی کہتا تھا، کذا فی کتب الحدیث والتفسیر، آج کل جس ہندو سے چاہو کہلوالو کلمہ پڑھ دے گا، تو کیا اس سے مسلمان ہوسکتا ہے؟ جب تک کلمہ کے مطابق عمل نہ ہو اسی طرح اگر کوئی نام کا کلمہ پڑھ دے اور عمل عقیدہ اس کا شرکیہ ہو تو وہ محض کلمہ کے پڑھنے سے مسلمان ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! یہی معنی آیت ﴿ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون﴾ کے ہیں۔

مقلد: بتلاؤں گا، لیکن مقلد دیگر جو ان کا شاگرد یا ہم مذہب تھا نیز لکڑی اٹھائی، دانت بھینچتے، منہ لال کیا اور کہا کہ ہمارے مولوی صاحب سے اس کے معنی پوچھتے ہو؟

محقق: تو کیا جاہل سے پوچھوں مخاطب (بمقلد دیگر)

مقلد: میں نے چند حدیث پڑھ کر سنا دی جس میں ایک متصل مرفوع ہے وغیرہ۔

محقق: اس سے ہم کو ان کار نہیں، یہ روایت اہل بلد کی اہل بلد کے لئے ہے نہ غیر اہل بلد کی اہل بلد کے لئے، اور آگے چل کر دیکھئے یا مجھ کو دیجئے کہ اس کتاب کے اندر جو آپ اپنے مدعا کے لئے لائے ہیں لکھتا ہے بلکہ بڑے زور سے باب منعقد کیا ہے اور صحیح مرفوع حدیث لایا ہے، کہ ہر شہر والے کے لئے ان کی رویت مقبول ہے، چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے۔

مقلد: ہاتھ اٹھا کر کہا: آپ کی کوئی ضرورت نہیں میں خود سنا دیتا ہوں۔

محقق: جزاکم اللہ سنائیے لیکن کتمان حق سے بچئے۔

مقلد: تو جب تم ایک آدمی کی رویت مانتے ہو تو ایک آدمی موجود ہے۔

محقق: لائیے پیش کیجئے بشرط مسلمان بموجب حدیث۔

مقلد: ظاہر فاسق نہ ہونا چاہیے۔

محقق: یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے یا کس لفظ سے نکلتا ہے۔

مقلد: صحابہ فاسق نہ تھے۔

محقق: صحابہ مرتکب کبیرہ کے ہوتے تھے، لیکن حد لگ جانے سے پاک وصاف ہوجاتے تھے، ملاحظہ ہو کتب حدیث علاوہ اس کے یہ شرط کسی حدیث سے نہیں۔

مقلد: میں نے حدیثیں منتقی الاخبار سے سنا دیں۔

محقق: اولاً یہ اہل بلد کے لئے ہے، ثانیاً آگے چلئے صاحب منتقی خود باب باندھتے ہیں، یا مجھ کو دیجئے میں عوام الناس کو سنا دیتا ہوں، تاکہ ہر کس (شخص) کو معلوم ہو جاوے کہ یہ بدعت جو اہل دہلی نے نکالی ہے کہاں تک صحیح ہے، کہ جس شخص کی چاہی گواہی معتبر سمجھ لی، یا باہر سے تار منگوا لیا اور عید منالی، حالانکہ آنحضرت ﷺ کا فیصلہ صاف ہے، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر کھولو، اگر ابر ہو تو پورے تیس دن کرلو، اگر قرب وجوار کی معتبر گواہی آجائے اور وہاں ابر نہ ہو تو فبہا، ورنہ کسی شہر کی رویت دوسرے والے کے لئے معتبر نہیں، جیسے کلکتہ کی دہلی کے لئے، اور شہر کی دوسرے شہر کے لئے، آخر کار ''نیل الاوطار'' نہ محقق کو دی اور نہ وہ حدیث خود سنائی، اور ''من سکت نجا'' میں آگئے۔

اتنے میں وہی پرانے مقلد مولوی ابراہیم صاحب نے مولانا عبدالوہاب صاحب سے مخاطب ہو کر کہا ایک شخص نے مولوی کرامت اللہ صاحبؒ کو کہا تھا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، مولوی عبدالوہاب صاحب نے کہا میں آپ کو قسم دلاتا ہوں آ، اور آپ قبلہ رو مسجد میں بیٹھے ہیں اور کسی رورعایت نہ کرنا، آپ مولوی کرامت کی گواہی قابل تسلیم سمجھتے ہیں؟ مولوی ابراہیم صاحب چپ ہو گئے اور مولوی سیف الرحمن بولے کہ ان کا تنازع فروعی مسائل میں ہے اس کے اوپر مولوی عبدالوہاب صاحبؒ نے کہا کفر اور شرک ہی اگر فروعی مسائل ہیں تو اصل کیا ہے؟ یعنی مولوی ابراہیم صاحب سماع موتی کے قائل اور مولوی کرامت اللہ قبر پرست، مولود پرست ہیں اور مولوی ابراہیم اس کی تردید کرتے ہیں جب یہی فرع ہے جو اصل توحید تھی تو پھر اصل کیا ہے تو مولوی ابراہیم صاحب بھی خاموش ہو گئے، پھر مولوی عبدالوہاب صاحبؒ نے بڑے زور سے کہا

کہ قبر پرست کی گواہی شرعاً ہرگز قبول نہیں، بس پھر کیا تھا، مولوی عبدالوہاب کو بُرے بُرے القاب سے مریدان مولوی کرامت اللہ صاحب نے یاد کیا، اگرچہ مولوی عبدالوہاب صاحبؒ بھی اس وقت بے شمار ہمنوا بفضل ایزدی تھے، مگر حسن خلق نے مولوی عبدالوہاب ادام اللہ فیوضھم کے مریدان کو روکا اور کچھ نہ کہا اسی کے اوپر مجلس برخاست ہوگئی۔

اور دونوں جماعتوں کی عید الفطر کی نماز مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی کے دعوے کے مطابق ایک ہی روز ہوئی جو آنحضرت ﷺ نے مقرر کی تھی اور کیوں نہ ہو جبکہ فرمان نبی ہے ((لا یزال طائفة من امتی منصورین علی الحق)).

فیصلہ کن بات

رویت ہلال کے متعلق بعض الناس فضول تنازع کرتے ہیں شہر دہلی میں یہ بلا فتح پور سے شروع ہوئی، جلسوں سے پہلے یہ بات نہ تھی کہ جب سے یہ بدعت نکلی سنت دب گئی، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی عیدین ہوتی تھیں ۳۰ یا ۲۹ کا چاند بھی ہوتا تھا، ابر بھی ہوتا تھا مگر کچھ حالت میں آپ ﷺ کا فرمان صاف ہے، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر کھولو، اگر ابر ہو تو ۳۰ دن پورے کرلو، (مشکوٰۃ) اگر تمارے یہاں ابر ہے مگر قرب وجوار میں مطلع صاف ہے اور وہاں سے کوئی مسلمان موحد متبع سنت گواہی دیتا ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی معتبر سمجھ کر تمام شہر والے روزہ رکھ لو یا کھول دو کسی شہر کی رویت دوسرے شہر والوں کے لئے قانون نہیں، خود ابن عباسؓ کے زمانہ میں یہ جھگڑا ہوا، حضرت ابن عباسؓ نے یہی فتویٰ دیا ((ان لكل اهل بلد رويتهم))، تمہارے لئے تمہارا چاند دیکھنا اور ہمارے لئے ہمارا چاند دیکھنا ہے، اگر دوسرے شہر کی سند لی جاوے تو دیگر ممالک میں صبح کی شام ہوتی ہے اور ہند میں صبح ہوتی ہے مناسب ہے کہ وہاں کی تقلید یہاں بھی کی جائے اور یہ فضول بات ہے فافهم فقط۔

(مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۲ء اہل حدیث امرتسر)

جذبہ اتباع سنت

مولانا عبدالوہاب دہلوی یوں تو تمام مروجہ علوم وفنون میں دسترس رکھتے تھے لیکن قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ سے انہیں خاص قلبی تعلق اور انتہائی درجے کا شغف تھا۔ انہوں نے اپنی ''حیات مستعار'' کا بہت سا حصہ حدیث نبوی ﷺ کی ترویج واشاعت اور تبلیغ وتدریس میں صرف کیا۔ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی ''متاع'' حدیث کی خدمت کو قرار دیتے تھے۔ اپنے ارادت مندوں اور طلبائے علم کو اتباع سنت کی خصوصی تلقین کرتے اور احیائے سنت کی سختی سے تاکید فرماتے۔ ان کا احیائے سنت اور اتباع شریعت کا جذبہ نہایت شدید تھا، خلاف سنت کوئی عمل اور حرکت برداشت نہ کرتے۔ احکام شریعت پر سختی سے پابند تھے، قرآن وحدیث کے ہر حکم سے محبت اور ہر برائی سے نفرت تھی۔ بدعات ومحدثات کے سخت مخالف تھے ان کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور لوگوں کو تلقین فرماتے کہ وہ ان سے تعلقات قائم نہ کریں۔ ان کی اتباع سنت اور تنفر بدعت کی عام شہرت تھی اس معاملے میں انہیں بڑا متشدد خیال کیا جاتا تھا۔

اگرچہ کچھ لوگوں کی طبیعت پر ان کی یہ باتیں گراں گزرتی تھیں اور وہ اسے بیجا تشدد سے تعبیر کرتے تھے لیکن مولانا نے یہ سب کچھ احقاقِ حق اور ابطال باطل کے لئے کیا۔ اور اس میں نیک نیتی اور خلوص وللہیت سے لوگوں کے عقائد کی اصلاح کا داعیہ کارفرما تھا۔ مولانا کی اپنی بھی یہ کوشش ہوتی تھی کہ انہیں جو بھی سنت مصطفیٰ ﷺ معلوم ہو جائے اس پر عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ ایک بار پگڑی کا پلہ پشت کی جانب چار انگشت لمبا رکھنے کی حدیث مجمع الزوائد میں انہوں نے پڑھی تو فوراً اسی وقت اپنی پگڑی کی اصلاح کرلی اور طلبہ کو بھی یہ بتایا کہ یہ مسنون طریقہ ہے۔ اس طرح کی باتیں اور واقعات بیان کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ مولانا مرحوم کے جذبہ اشاعت توحید وسنت اور عمل بالحدیث کو اجاگر کیا جائے۔ بلاشبہ انہوں نے اپنی زندگی کو شرک وبدعات کے استیصال اور مردہ سنن کے احیاء کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ بہادر اور جرأت مند عالم دین تھے، انہوں نے لومۃ لائم کی پروا کئے بغیر ہر مجلس اور ہر مقام پر نعرہ حق بلند کیا اور نہایت دھڑلے سے توحید وسنت کی اشاعت کی۔ ان کی زندگی کا اصل مقصد ''لتکون کلمة الله هی العلیا'' تھا اور وہ اس میں کامیاب وکامران ہوئے۔

دہلی میں سنن کا احیاء

انہوں نے بلدہ علم دہلی میں نبی اکرم ﷺ کی بعض ایسی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی طرح ڈالی جن پر مسلمان از راہِ مصلحت یا کسی اور وجہ سے عمل نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ بہت بڑا دینی کارنامہ ہے جو انہوں نے سرانجام دیا۔ بروزِ قیامت یقیناً ان کے لئے یہ چیز خیر و بھلائی اور نجات کا باعث ہوگی انشاء اللہ۔ آیئے اب ان مردہ سنن کی تفصیل جاننے کی کوشش کریں جن کو مولانا مرحوم نے اپنے خلوص وللہیت اور کوشش سے سرزمین دہلی میں زندہ کیا۔

☆ بعض کم فہم لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ ... محمد رسول اللہ'' ہے۔ لیکن مولانا مرحوم نے عوام پر واضح کیا کہ کلمہ طیبہ کے دو جز ہیں۔ اول۔ ''لا الہ الا اللہ، اقرار توحید ہے، دوسرا محمد رسول اللہ اقرار رسالت ہے۔ پہلے جز کو کلمہ توحید اور دوسرے جز کو کلمہ رسالت کہیں گے۔ پورے کلمہ طیبہ کو کلمہ توحید کہنا صحیح نہیں۔ اسے کلمہ توحید قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ رسالت کو توحید میں مدغم کر دیا گیا ہے۔

☆ اہل حدیث اور احناف کی مساجد میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ مولانا نے فتویٰ صادر فرمایا کہ جو اذان ''عند جلوس الامام علی المنبر'' کے موقع پر کہی جاتی ہے وہی صحیح اور ثابت ہے اس کے علاوہ دوسری اذان سنت سے ثابت نہیں۔ آج وطن عزیز میں اہل حدیث مساجد میں خطبہ جمعہ کے موقع پر اسی طریقہ نبوی ﷺ پر عمل ہو رہا ہے۔

☆ دہلی میں اہل حدیث حضرات بھی احناف کی طرح خطبہ جمعہ عربی میں پڑھتے تھے لیکن مولانا مرحوم نے قرآن وسنت کے دلائل کی بنا پر خطبہ جمعہ سامعین کی زبان میں شروع کیا اور پھر اہل حدیث کی تمام مساجد میں اسی پر عمل ہونے لگا۔

☆ اہل حدیث حضرات نمازِ عیدین احناف کی طرح چھ تکبروں کے ساتھ پختہ چار دیواری یا مسجدوں میں ادا کرتے تھے۔ مولانا عبدالوہاب دہلی میں پہلے عالم ہیں جنہوں نے سنت کے مطابق بارہ تکبروں کے ساتھ کھلے میدان میں عید کی نماز پڑھنے کی طرح ڈالی۔

☆ احادیث میں عورتوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ نمازِ عیدین میں شامل ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی عورتیں عیدین کی نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ لیکن دہلی میں کسی وجہ سے

یہ سنت متروک ہو چکی تھی۔ مولانا عبدالوہاب دہلی کے اول عالمِ دین ہیں جنہوں نے برسرِ عام اعلان کیا کہ عورتوں کو نماز عید اور وہاں دعا کے لئے جانا چاہئے۔ لہذا وہ اپنے گھر کی مستورات کو نماز عید کے لئے اپنے ساتھ لیکر گئے اور پھر آہستہ آہستہ اس مسئلے پر عمل ہونے لگا۔

☆ دہلی میں اہل حدیث حضرات احناف کی طرح نماز جنازہ سری (یعنی خاموشی سے) پڑھتے تھے۔ مولانا مرحوم نے ثقہ دلائل سے نماز جنازہ بالجہر (بلند آواز سے) پڑھنا ثابت کیا۔ اب ہر جگہ تمام اہل حدیث بلند آواز سے نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔

☆ بعض ظالم مرد اپنی بیویوں کو اس طرح نشانۂ ستم بناتے تھے کہ نہ انہیں اپنے گھر میں بساتے تھے اور نہ ہی ان کو طلاق دے کر فارغ کرتے تھے، یعنی معلق رکھتے تھے۔ یہ صورتِ حال ان عورتوں اور ان کے عزیز ورثاء کے لئے انتہائی اذیت رسائی کا باعث تھی۔ مولانا نے کھلے بندوں اس مسئلے سے متعلق شریعت کے عدل وانصاف کی وضاحت کی اور فتویٰ دیا کہ جب شوہر اپنی منکوحہ کو نہ بسائے، نہ نان نفقہ دے، نہ حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ اسے طلاق دے تو اس صورت میں اس مظلومہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کروا کے دوسری جگہ نکاح کرلے۔ اس فتوے کی پہلے تو مخالفت کی گئی لیکن پھر اسے تسلیم کرلیا گیا اور اسی پر عمل ہونے لگا۔

☆ مولانا مرحوم نے فتویٰ دیا کہ اگر شرعی مجبوری یعنی ''حالت اکراہ'' میں محض جان بچانے کے لئے دشمن کے خوف سے دل کو مطمئن بالایمان رکھ کر بادل ناخواستہ زبان سے کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے تو فرمانِ الٰہی: ﴿ **من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان** ﴾ اس پر اللہ کے نزدیک کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ مولانا مرحوم سے پہلے جہلا تو کیا، علماء بھی اس رخصتِ خداوندی کو معیوب سمجھتے تھے۔ بالآخر مولانا کے دلائل کو دیکھتے ہوئے اسے تسلیم کرلیا گیا۔

گائے کی قربانی

☆ متحدہ ہندوستان میں ''عید قرباں'' کے موقع پر مسلمان مدتوں سے گائے ذبح کرتے آرہے تھے۔ ۱۹۲۱ء یا ۱۹۲۲ء میں ''خلافت ترکی'' کی حمایت میں ''تحریک خلافت'' کا وجود عمل میں آیا اور پورے برصغیر میں ہندو مسلم اتحاد قائم ہوا۔ ہندو مسلم عقیدہ ومذہب کا امتیاز رکھے بغیر

پوری یکجہتی سے انگریز کے خلاف ڈٹ گئے۔ان دنوں ''عید قرباں'' کے دن قریب تھے، مجلس خلافت میں شامل مسلمانوں نے ہندوؤں کے جذبات کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قربانی کے موقعہ پر گائے کا ذبیحہ بند کر دیا تاکہ ہندو مسلم اتحاد قائم رہے۔بعض مسلمانوں نے گائے کے گوشت کے نقائص بیان کرنا شروع کر دئے، کچھ علمائے سوء نے تو گائے کے گوشت کو(نعوذ باللہ من ذالك) خنزیر کا گوشت کھانے سے تشبیہہ دی۔اس صورتحال میں مسئلے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مولانا عبدالوہابؒ مرحوم خم ٹھونک کر میدان میں آئے اور ڈٹ گئے۔انہوں نے مجلس خلافت میں شامل مسلمانوں کے اس فیصلے کو خلافِ اسلامی اور غیر دینی قرار دیا اور کھلے بندوں قربانی کرنے کا اعلان کیا۔ادھر مجلس خلافت کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے بذریعہ عدالت مولانا عبدالوہاب کو گائے کی قربانی سے باز رکھنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی درخواست دی کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔لیکن انگریز نے ان کو جواب دیا کہ اگر اس سال پورے ہند میں گائے کی قربانی نہ ہوئی تو ایسا ہی قانون پاس کر دیا جائے گا۔

مولانا عبدالوہاب قربانی والے دن کمیلے گئے اور دو گائیں خریدیں۔ایک گائے کو مخالفین نے چھڑا کر بھگا دیا جبکہ دوسری گائے مسلمان قصابوں نے ذبح کرنے سے انکار کر دیا۔چنانچہ مولانا مرحوم نے اپنے دستِ مبارک سے خود گائے ذبح کی۔اسکا گوشت بیل گاڑی پر رکھ کر لایا جا رہا تھا کہ مخالفین نے گاڑی سے بیل چھڑا کر بھگا دئے اور بیل گاڑی کا پہیہ نکال کر لے گئے۔لیکن مولانا اپنے تلامذہ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔طلبہ نے اپنے سروں پر گائے کا گوشت رکھا اور مدرسے میں لائے۔یہ ان کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس سے ان کی اسلامی و دینی غیرت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

قربانی کے ایام گزرنے کے بعد انگریز وائسرائے نے فیصلہ دیا تھا کہ۔۔۔امسال گائے کی قربانی کو قانوناً جرم قرار دینے کا ہمارا پختہ ارادہ تھا بشرطیکہ امسال کہیں قربانی نہ ہوتی۔لیکن مذبح خانہ کے رجسٹر سے معلوم ہوا ہے کہ اس سال بھی گائے کی قربانی ہوئی ہے اور وہ مولوی عبدالوہاب نے کی ہے۔لہٰذا ہم مسلمانوں کی درخواست درممانعت قربانی گاؤ میں اختلاف پاتے ہیں اس لئے ہم اسے قانوناً جرم قرار نہیں دے سکتے۔

مسئلہ امارت اور جماعت غرباء اہل حدیث کا قیام

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو متحد ومتفق ہوکر اجتماعی زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا:۔﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا﴾.

اور جماعتی زندگی کو اپنانے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔آپؐ نے امت کو ان الفاظ میں وصیت کی ہے۔

((أوصيكم بخمس أوصاني الله بها عليكم بالجماعة والسمع والطاعة والهجرة والجهاد في سبيل الله وفي رواية وانا أمركم بخمس الله أمرني بهن الجماعة والسمع والطاعة والهجرة، والجهاد في سبيل الله . فإنه من خرج من الجماعة قِيدَ شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا أن يُراجع ومن دعا بدعو الجاهلية فهو من جُثّي جهنم قالوا يا رسول الله وإن صلّى وصام وزعم أنه مسلم)) الحديث وهذا حديث حسن۔اخرجه احمد والحاكم على شرط الصحيحين۔

میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے

۱۔تم پر فرض ہے کہ جماعت بن کر رہو۔۲۔اور امام کی بات سنو۔۳۔ اور اطاعت کرو۔

۴۔اور ہجرت کرو۔۵۔اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔

جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اُس نے اسلام کا پٹا اپنے گلے سے اُتار پھینکا۔ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کر لے تائب ہو جائے۔اور جس نے جاہلیت کی زندگی (یعنی افتراق وانتشار وبغاوت) کی دعوت دی تو اسکا ٹھکانا جہنم ہے۔لوگوں نے پوچھا اگر چہ وہ نمازی اور روزے دار ہو؟ فرمایا کہ ہاں اگر چہ وہ نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور اپنے زعم میں خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔:((عن ابى هريرة ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات ميتة الجاهلية)).

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے علیحدہ ہو جائے اور جماعت کو چھوڑ دے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:۔((**لیس احد یفارق الجماعة شبرا فیموت الامات میتة جاهلیة**))۔(صحیح بخاری شریف)

جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی باہر ہوا اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

ایک فرمان نبویؐ ہے:۔ ((**من شذ شذ فی النار**))۔جو جماعت سے الگ ہوا جہنم میں گرا۔

مسلمان دارالسلام میں بستے ہوں یا دارالکفر میں بہرحال وہ اقامت جماعت کے مکلّف ہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس کا اعلان خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ نے واضح الفاظ میں کیا تھا کہ

((**لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة ولا امارة الا بطاعة**))۔

(جامع لابن عبد البر ص ٦٢)

اسلامی زندگی نہیں ہوسکتی بغیر جماعتی زندگی کے اور جماعتی زندگی نہیں ہوسکتی بغیر امارت کے اور امارت کا دارومدار اطاعت امیر پر ہے۔

جماعتی زندگی اور اطاعت امیر و مامور سے متعلق بہت سی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔جن سے اس مسئلے کی اہمیت وافادیت نمایاں نظر آتی ہے۔مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی مرحوم نے مذکورہ بالا آیت قرآنی اور احادیث کو پیش نگاہ رکھ کر جماعت اہل حدیث کے افراد کو نظم وضبط اور اتفاق واتحاد سے جماعتی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دی اور ان کے دل میں ''جماعتی زندگی'' کی اہمیت کو اجاگر کیا۔انہوں نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ انفرادی اور تنہائی کی زندگی گزارنے والا اس بکری کے مانند ہے جو ریوڑ سے الگ ہو جائے اور اسکو بھیڑیا اٹھا لے جائے۔

احباب جماعت کے قلب وذہن میں مولانا کی باتیں گھر کر گئیں اور انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ہی بار قیادت اٹھائیں۔لیکن مولانا مسلسل انکار کرتے رہے اور فرمایا کہ مجھ سے بہتر تلاش کرو۔مگر احباب جماعت اور معتقدین کے اصرار اور مجبور کرنے پر مولانا مرحوم نے جماعتی

قیادت کے ''بارِگراں'' کو اٹھالیا اور پھر اپنی استطاعت وہمت کے مطابق کتاب وسنت کی روشنی میں جماعت کی قیادت فرمائی۔

۱۳۱۳ھ میں جماعت غرباء اہل حدیث کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ حدیث میں وارد الفاظ ((فطوبی للغرباء)) کی مناسبت سے اس جماعت کا نام غرباء اہل حدیث رکھا گیا۔

جماعت غرباء کے قیام پر بہت سے علماء نے مخالفت کی اور مولانا عبدالوہاب سے مناظرے اور مجادلے کیے۔ مختلف حیلوں بہانوں سے مولانا کو پریشان کیا گیا اور کئی سنگین مشکلات ومصائب سے انہیں دوچار کرنے کی کوشش کی گئی۔ آپ کو دعوت کے بہانے گھر بلا کر کھانے میں زہر ملا کر دیا گیا، داڑھی مونڈنے کی کوشش کی گئی زدوکوب کیا گیا، قتل کے ارادے سے رات کو راستے میں غنڈے بٹھائے گئے۔ اہل ثروت کے اشارۂ ابرو پر ہمعصر علماء نے کفر کے فتوے لگائے لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مولانا اپنے مشن میں اولوالعزمی سے ثابت قدم رہے۔ جسمانی وروحانی ایذا رسانیاں انہیں ''راہ مستقیم'' سے منحرف نہ کر سکیں۔

جماعتِ غرباء اہل حدیث عقائد واعمال کے لحاظ سے کوئی نئی جماعت نہ تھی بلکہ یہ تو ان داعیانِ حق کی جماعت تھی جس کے متعلق خود رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ((**لا تزال طائفة من امتي علی الحق منصورین لا یضرهم من خالفهم...**)) الخ

(ابن ماجہ)

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور ان کے مخالفین ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

اسلامی طریقہ پر نظم وضبط کے لحاظ سے ہندوستان میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے بعد یہ پہلی جماعت تھی۔ مولانا نے جس نیک نیتی اور اخلاص سے اسے قائم کیا تھا ان کے اسی خلوص کی برکت ہے کہ آج ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی پاک وہند میں یہ جماعت نہ صرف قائم ہے بلکہ بھرپور طریقے سے خدمت دین اور توحید وسنت کی اشاعت کا کام کر رہی ہے۔ جبکہ گزشتہ سو سال کے زمانے میں بیسیوں جماعتیں قائم ہوئیں اور کچھ مدت بعد ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ اس وقت میرے سامنے مرکزی دارالامارت کراچی کی طرف سے شائع

ہونے والا کتابچہ ''جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوت اور مسئلہ بیعت'' موجود ہے اسکے صفحہ نمبر ۹ پر جماعت کی دعوت سے متعلق کچھ باتیں لکھی گئی ہیں۔

جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہاں نقل کر دیا جائے۔ ملاحظہ کیجئے جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوت۔

- جماعت غرباء اہل حدیث بحیثیت مسلمان ہر فرد کو بالعموم اور جماعت اہل حدیث میں داخل ہونے کی حیثیت سے بالخصوص توحید باری تعالیٰ اور خالص عبادت الٰہی کی دعوت دیتی ہے۔
- جو شخص بھی اسلام کا دعویدار ہے۔ جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ جماعت میں شمولیت کرنے کے ساتھ صحیح معنیٰ میں مسلمان بنے اور اپنی انفرادی اور جماعتی زندگی کو اسلام کے مقاصد کو پورا کرنے میں ہمہ تن مصروف کار رکھے۔
- آج دنیا کا نظام زندگی خواہ وہ دنیوی لحاظ سے ہو یا دینی حیثیت سے اس کی زمامِ کار غیر مسلم باغیوں کے ہاتھ میں ہے، زندگی کے قانون کا کوئی بھی شعبہ ہو اُس میں غیر الٰہی قانون چل رہا ہے۔ جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ ایسے غیر الٰہی قانون کو بدل کر قانونِ الٰہیہ کو رائج کیا جائے اور ہر جگہ اللہ کا ہی قانون بن کر رہ جائے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ قانون بنانا کسی فرد یا جماعت کا کام نہیں بلکہ احکم الحاکمین کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اس قانون کا نفاذ اُمراء کے ذریعہ ہوتا ہے اور قانونِ الٰہی کی تشریح و تفسیر کا حق صرف نبی کریم ﷺ کو ہی ہے۔ جو ہر وقت، ہر زمانہ اسلامی حکومت کے لئے کافی ہے۔ اس کی موجودگی اس میں سوائے اقتصادیات کے کسی اسمبلی یا جماعت کو قانون سازی کا حق نہیں۔
- جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس کے ذریعے مسلمانوں کی عزت، مال و جان محفوظ ہو، اور ہمسایہ کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہو۔ اور بداخلاقی و بدتہذیبی کے راستوں سے روکتا ہو، کبائر و صغائر گناہوں اور کفر و شرک اور بدعت سے بچنے کی تعلیم دیتا ہو، بدکاری و فحاشی شراب نوشی، رشوت خوری، چوری سے روکنے کی تعلیم دیتا ہو۔

- تا کہ برائیوں کا قلع قمع کیا جائے، شر وفساد دور کیا جائے، نیکی وخیر کا بول بالا ہو۔قرآن وحدیث کا چرچا کیا جائے اور اسی کے مطابق زندگی کو ڈھالا جا سکے۔ جو اسی حالت میں ہوسکتا ہے جب کہ دنیا میں ہر وہ قانون جس کا نفاذ کیا جائے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق چلایا جائے۔
- اب مسلمانوں کو چاہیے کہ لگاتار کوششیں کریں، سبھی کے سبھی انسان خداوند قدوس کی بندگی کرنے کے ساتھ مطیع وفرمانبردار رہا کریں۔
- مسلمانوں کو شرعی تنظیم کے لئے جدوجہد کی دعوت دیتی ہے تا کہ مسلمان اجتماعی زندگی بسر کر کے اللہ کے حکم کی بجا آوری کریں۔
- سب سے اول مسلمانانِ عالم میں بڑی سلطنت اسلامی حکومت میں شرعی نظام نافذ کیا جائے تا کہ ممالکِ اسلامیہ اس قابل اتباع امر پر عمل کریں، رفتہ رفتہ یہ نظام الٰہی ساری دنیا پر چھا جائے، یہاں تک کے شمال وجنوب، مشرق ومغرب اور انفس آفاق میں انگریز و یہود، ہندو، سکھ، لاطینی ویونانی، مسلم وغیر مسلم پر خدائے لم یزل ولایزال کا ہی قانون نافذ ہو۔
- جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت ملک میں بحکم خدا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر اعمال صالحہ کی پابندی کرانے کے ساتھ ملک کی حکومت کے زمامِ کار سنبھانے والے بھی پابند ہوں۔
- جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت سے فحاشی و بدکاری کے اڈے، رقص وسُرور کے آلات وذرائع، شراب نوشی وقمار بازی سودی لین دین، سینما وفلم کا کاروبار اور غیر ممالک سے ہر ایسی چیز کی درآمد منع کی جائے جسے اسلام قطعی طور پر روکتا ہے۔
- جماعت غرباء اہل حدیث یہ بھی دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت بننے پر سربراہ مملکت بیعت لے اور ملک میں بیت المال قائم کرے اور عمال ومحاسب مقرر کرے۔طرز حکومت کو اعلیٰ طریقِ خلافت راشدہ چلا کر صحیح معنوں میں حکومت الٰہیہ قائم کی جائے۔اور زنا بالجبر ہو یا بالرضاء اس پر قانون الٰہی کے مطابق حد قائم کی جائے۔اسی طرح چوری، سرقہ اور جرائم جن کے ارتکاب پر رجم، قطع ید وغیرہ کئے جاتے ہیں، قرآنی قانون کے مطابق جاری کرے۔

صحیفہ اہل حدیث کا اجرا:۔ شعبان ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) میں مولانا عبدالوہاب مرحوم نے کتاب

وسنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے دہلی سے ''اہل حدیث'' کے نام سے ماہانہ رسالہ جاری کیا جسے جماعت غرباء اہل حدیث کا آرگن کہنا چاہیے۔ اسی زمانے میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا بھی اخبار ''اہل حدیث'' امرتسر سے جاری تھا۔ انہوں کے مولانا کو مشورہ دیا کہ اس کا نام ''ہمدرد اہل حدیث'' رکھ دیا جائے۔ کچھ عرصہ یہ نام چلا، چونکہ گورنمنٹ سے صرف ''اہل حدیث'' کے نام ڈیکلیریشن حاصل کیا گیا تھا اس لئے ہمدرد اہل حدیث نام دیر پا نہ ہوسکا اور جلد ہی اسے تبدیل کر کے ۱۳۴۰ھ میں اسے ''صحیفہ اہل حدیث'' کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ یہ رسالہ ۹۱ سال سے جاری ہے اور برصغیر کے تمام رسائل وجرائد سے زیادہ عمر کا ہے۔ عمر میں کوئی ماہنامہ ہفت روزہ، سہ روزہ اور روزنامہ اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کتنے ہی رسائل واخبارات اس کے سامنے منصہ شہود پر نمودار ہوئے اور دم توڑ گئے لیکن اللہ کے فضل وکرم سے یہ زندہ وجاوید ہے اور اپنے مسلک کی عمدہ اور بہتر طریقے سے خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ دہلی سے ماہنامہ شائع ہوتا تھا جب کہ اب کراچی سے پندرہ روزہ نکلتا ہے۔ مسلک کا یہ سب سے قدیم رسالہ ہے جو باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ آج کل اس کے مدیر مسؤل مولانا عبدالجبار سلفی صاحب ہیں جبکہ نگران مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب امیر جماعت ہیں۔

ذکر خیر جب جماعت غرباء اہل حدیث کا ہو رہا ہے تو اس حقیقت کو طشت ازبام کرنا ضروری ہے کہ حدیث میں مذکور لفظ غرباء سے مراد کون لوگ ہیں اور ﴿فطوبیٰ للغرباء﴾ کی نوید کن کو سنائی گئی ہے؟۔ ہمارے یہاں عام طور پر ''غرباء'' غریب، نادار، مفلس اور قلاش لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ اردو زبان کی حد تک تو یہ بات درست ہے لیکن حدیث شریف میں جن ''غرباء'' کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بگڑی ہوئی متروک اور مردہ سنتوں کو زندہ کریں گے اور ان کی اصلاح کریں گے۔

شیخ الاسلام علامہ عبدالجلیل محدث سامرودی مرحوم نے اس سلسلے میں بڑا وقیع مضمون لکھا تھا، اور اس میں زوردار دلائل وقرآن سے ''غرباء'' کا صحیح مطلب اور معانی بیان کئے تھے۔ اس تحریر کی افادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے یہاں من وعن نقل کیا جارہا ہے۔

مولانا سامرودی علیہ رحمہ رقمطراز ہیں کہ۔۔۔

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين وصلى الله على النبي و آله وصحبه وسلم اجمعين۔

امابعد! میرے اہل حدیث بزرگو بھائیو! ہمارے اہل حدیث علماء کو لفظ غرباء سے کیوں دشمنی ونفرت ہے۔صحیح مسلم کی کتاب الایمان ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ((بدأ الاسلام غريباً وسيعودُ كما بدأ غريبا))، یعنی اسلام غریبی حالت میں شروع ہوا جس کا کوئی معاون وحامی ومددگار نہ تھا (سوائے اللہ کے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں پھر اسی طرح ہو جائے گا۔ پھر فرمایا فطوبیٰ للغرباء پس خوش قسمتی ہے غرباء کے لیے۔غرباء کی تشریح وتوضیح بذات خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے۔اب کسی کی وضاحت وتوضیح کی ضرورت نہیں۔دیکھو جامع ترمذی ((الذين يصلحون ما افسد الناس من سنتي)) ۔ غرباء وہ لوگ ہیں جو میری بگاڑی ہوئی سنتوں کی اصلاح کریں گے۔مسندِ امام احمد وابن ماجہ میں ہے۔ ((قيل يا رسول الله مَنِ الغرباء وقال النزاع من القبائل)) ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ غرباء کون ہیں؟ جواباً آپ نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے قبیلے کے لوگوں نے بائیکاٹ کر رکھا ہوگا۔ مسندِ امام احمد وترمذی میں ہے۔ ((قلنا وما الغرباء قال قوم قليل في اُناس سوءٍ كثير من يعصهم اكثر ممن يطيعهم)) (ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے پوچھا غرباء کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تھوڑی قوم ہے جن کی باتوں کو بہت سے بُرے لوگ قبول نہ کریں گے، جو بالمقابل قبول کرنے والوں کے بہت زیادہ ہوں گے۔

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام اپنے زمانے میں ایمان والوں کو غریب کہتے تھے اور لفظ غرباء سے آپ لوگ ناراض ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب جامع بیان فضل العلم ص ۱۲۱ میں فرماتے ہیں: ((قيل لرسول الله من الغرباء قال الذين يحبون سنتي يعلّمونها الناس)) ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ غرباء کون لوگ ہیں؟ جواباً آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میری مری ہوئی سنتوں کو زندہ کریں گے اور انہیں سکھلائیں گے۔آپ نے دیکھ لیا یہ صفت کن

لوگوں کی ہے؟

علامہ ابن رجب نے غرباء کے اوصاف و بیان میں کشف الکربہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جو ہند و مصر میں چھپ چکی ہے۔ اس کے ص ۸ میں ہے۔ کان السلف قدیماً یسمّون المومن بالغربة فی زمانهم کما سبق عن الحسن والاوزاعی و سفیان وغیرہ۔ یعنی صحابہ وتابعین ایمان والے کو غریب ہی کہتے تھے اپنے زمانے میں جیسا کہ حضرت بصری، اوزاعی اور سفیان ثوری سے وارد ہے۔ خطیب بغدادی نے حضرت سفیان ثوری سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ استوصوا باهل السّنة خیراً لانهم غرباء۔ لوگو! اہل سنت سے متعلق ہماری وصیتیں قبول کر لو بہتری کے لئے کہ وہ غرباء ہیں۔ میرے دینی برادر و بزرگو! آپ نے دیکھ لیا اور پڑھ بھی لیا۔ آپ اپنے ایمان کو سامنے رکھ کر، خدا اور اس کے رسول ﷺ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایمان داری سے فرمایئے کہ ''غرباء'' کا یہ لفظ ہمارے نبی ﷺ نے ایک سنت کو زندہ کرنے والے مرد مومن کے حق میں فرمایا ہے جس سے احادیث نبویہؐ وسنت مطہرہ کے زندہ کرنے کی بنا پر خطاب فرمایا ہے۔ پھر کیا یہ لقب اہل حدیث کی شان میں بُرا ہے؟ اور کیا اہل حدیث اس لفظ کے مستحق نہیں ہیں؟ کیا مقلدین کو اس لفظ کا مستحق بنا دیں۔ جس قدر اوصاف نبی ﷺ نے ان غرباء کے بیان فرمائے ہیں کیا اہل حدیث ان کے مستحق نہیں؟ ایمان داری سے کہیں پھر غرباء کے لقب سے چڑ کیوں ہے؟ یہ چڑ نا اس لقب سے کیا معنی۔

عجیب بات ہے کہ نبی ﷺ جماعت حقہ اہل حدیث کو غرباء کے لفظ سے یاد کریں اور آپ ناراض ہوں۔ یہ ہے تفاوتِ رہ از کجاتا بہ کجا جو نبی ﷺ کے دیئے ہوئے لقب کو بُرا کہیں۔ کیا یہ باصفت اہل حدیث عالم کی ہو سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں اس لقب کا نکال دو۔ نبی اکرم ﷺ تو غرباء کے لقب سے نوازیں اور آپ کریں نبی ﷺ کے پسندیدہ لقب سے نفرت، دشمنی اور عداوت ہے۔ خدا ہی آپ کو سمجھ دے اور راہ حق دکھلائے۔ واللہ الموفق۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی رفیع المرتبہ عالمِ دین تھے، متحدہ ہندوستان میں انہوں نے علمِ حدیث کی تدریس وترویج میں بے پناہ خدمت انجام دی۔ زندگی بھر ان کا ایک ہی مشغلہ رہا۔۔۔ اور وہ تھا درسِ علم حدیث اور احیائے سنت وعمل بالحدیث۔

انہوں نے قال اللہ وقال الرسول کی دلنواز صدائیں بلند کرنے میں عمر کھپادی۔ وہ تحریکی آدمی تھے اور انہوں نے حرکت وعمل کے ذریعے بھرپور زندگی گزاری۔ ان کا طرز زندگی سادہ تھا، معمولی لباس زیب تن کرتے، سر پر ہلکی پگڑی، سفید لٹھے کا کُرتا اور پاجامہ پہنتے، خوبصورت اور قد آور تھے، حلم، بردباری، انکسار، تواضع، مہمان نوازی، اور سادگی ان کی دلآویز شخصیت کے لازمی اجزاء تھے۔ حسنِ اخلاق کا پیکر تھے، لوگوں کو ہر معاملے میں نفع پہنچانا اور ان سے نیکی کا برتاؤ کرنا ان کا شیوہ تھا۔ دوسروں سے ممتاز ہو کر رہنا ان کو قطعاً ناپسند تھا وہ ہمیشہ عام لوگوں کی طرح رہتے۔ تکلیف دینے والے کو معاف کر دیتے۔ غرباء کی دعوت میں شریک ہونا پسند کرتے اور امراء کی دعوت سے احتراز فرماتے۔ گھر میں جو کچھ کھانے کو میسر ہوتا بخوشی تناول فرما لیتے۔ بسا اوقات اپنا کھانا ساتھ لے جاتے اور طلباء میں بیٹھ کر کھاتے اور ان کو بھی ساتھ شریک کر لیتے۔ غرض ان کی زندگی علم وعمل کا حسین مجموعہ تھی۔ بلند اخلاق اور کریم النفس عالم تھے طلباء سے محبت وشفقت کا برتاؤ کرتے اور لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ اتباع سنت میں سخت اور عام گفتگو میں نرم تھے، جھگڑے سے گریزاں رہتے۔ تبلیغ دین اور اشاعت سنت میں بہت ہی حریص تھے۔

جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے عابد وزاہد اور تقویٰ شعار بھی تھے، سرزمین حرم سے ان کو بے حد محبت تھی۔ انہوں نے ۱۰ حج کیے، ہمیں ان کے سات حجوں کا سراغ ملا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ پہلا حج ۱۳۲۱ھ، دوسرا ۱۳۲۵ھ، تیسرا ۱۳۲۷ھ میں، چوتھا ۱۳۲۹ھ میں، پانچواں ۱۳۳۱ھ میں چھٹا ۱۳۴۰ھ میں اور ساتواں حج ۱۳۴۷ھ میں کیا۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی توحید وسنت پر سختی سے عمل پیرا تھے دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے اور اہل توحید سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ محترم تنزیل صدیقی الحسینی نے لکھا ہے کہ۔۔۔ سلطان ابن سعود نے جب حجاج مقدس کا زمام اقتدار سنبھالا تو مولانا نے ہندوستان میں ان کی تائید کی، یہ وہ زمانہ تھا جب متعدد حنفی علماء بالخصوص بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی وغیرھم سلطان ابن سعود کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی مخالفت سے ابن سعود کی حکومت پر کوئی اثر نہ پڑ سکتا

تھا اور نہ ہی پڑا۔ مولانا عبدالوہاب کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے ان حالات میں سلطان ابن سعود کی حمایت کی۔ مولانا نے سلطان ابن سعود کو کامیاب ہونے پر متعدد تہنیتی مکاتیب بھی روانہ کئے جن میں سے ایک درج ذیل ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

التحية والتذكرة

من أبي محمد عبدالوهاب امام جماعة غرباء اهل حديث الىٰ الغازى السلطان عبدالعزيز ابن سعود وحزبه المحمود وفقهم الله الودود فى تنفيذ احكامه والحدود۔

سلام عليكم يا عصابة اهل التوحيد ورحمة الله وبركاته الى يوم الوعد والوعيد۔

امابعد! فنحمد ربنا :الذى جعلنا واياكم بفضله ورحمته من اهل التوحيد ومتبعى سنة رسوله الكريم۔ ونحيكم بفتح الحجاز "مكة المكرمة ثم المدينة المنورة وخصوصاً جدة الماجدة " يا عسكر الاسلام۔ ونذكركم خاصة امير النجدية قوله تعالىٰ لخليله عليه السلام (واذن فى الناس بالحج ياتوك رجالًا وعلى كل ضامر ياتين من كل فج عميق)

ترجمہ: اس عربی عبارت کا خلاصۂ مطلب یہ ہے۔ جناب مولانا ابومحمد عبدالوہاب امام جماعت غرباء اہل حدیث کی طرف سے جناب غازی سلطان ابن سعود اور آپ کی جماعت کو فتح حجاز پر مبارکباد۔

عصابۂ موحدین! خداوند تعالیٰ واعلیٰ ہمیشہ تم کو جمیع آفات وبلیات سے محفوظ رکھے اور تا قیامت اپنی رحمتیں وبرکتیں تمہارے شامل حال کرے۔

لشکر اسلام! ہم اپنے اس مُربی ومنعم" جسے محض اپنے فضل ورحمت سے ہم کو اور آپ کو موحدین ومتبعین میں سے کیا ہے" کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تمہیں فتح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور

جدہ ماجدہ پر مبارکبادی دیتے ہیں اور بالخصوص جناب امیر نجد کو اس حکم خداوندی کی تعمیل کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کی بجا آوری کا ارشاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوا تھا اور وہ یہ ہے۔

''اے ابراہیم! عام طور پر یہ پکار (اعلان) دو کہ لوگو! تم پر بیت الحرام کا حج فرض ہے آؤ اور فریضۃ اللہ کو ادا کرو پس جو لوگ اس صدا پر لبیک کہیں گے وہ ضرور دور دراز سے پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر مسافت سفر طے کرتے ہوئے بیت الحرام میں آ پہنچے گئے''۔

''ماہنامہ 'صحیفہ اہل حدیث' دہلی: رجب المرجب ۱۳۴۴ھ''۔(بحوالہ اصحاب علم وفضل از تنزیل صدیقی ص ۱۸۰)

فتنہ قادیانیت کا استیصال

انگریزوں نے برصغیر پر غاصبانہ قبضے کے بعد مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ان کے درمیان مذہبی منافرت پیدا کرنے اور انہیں دعوت وجہاد کے پاکیزہ مشن سے دور رکھنے کے لئے ''مرزا غلام احمد قادیانی'' کے روپ میں جھوٹی نبوت کا دعویدار کھڑا کیا۔ انیسویں صدی کے آخری عشروں میں غلام احمد قادیانی نے یکے بعد دیگرے مجدد، مامور من اللہ، مثل مسیح، مسیح موعود اور بالآخر نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے آقا انگریزوں کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کی۔ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے نے جب ماحول کو اپنے زہریلے اثرات سے آلودہ کرنا چاہا تو علمائے اہل حدیث نے فوراً اس کی خبر لی اور اس کے دعوؤں کی تمام تر حقیقت کو طشت ازبام کیا۔

معروف مصنف، مترجم اور کئی تحقیقی وعلمی کتابوں کے مؤلف مولانا خالد سیف صاحب، متکلم اسلام مولانا حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مرزائیت نئے زاویوں سے'' (طبع طارق اکیڈمی فیصل آباد ۲۰۰۱ء) کے حرف آغاز صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں۔۔ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اگرچہ ان علمائے کرام میں سے تھے جو اس دور میں مرزا صاحب کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے لیکن جوں ہی مرزا صاحب نے کھل کر اپنی اصلیت کا اظہار کیا، تو سب سے پہلے حضرت مولانا بٹالویؒ نے ہی مرزا صاحب کو کافر قرار دیا۔ اور یہ اعزاز بھی مولانا بٹالویؒ ہی کو حاصل ہے کہ اسلام اور قادیانیت کے مابین جو سب سے پہلا مناظرہ لاہور میں ہوا تھا، اس میں مسلمانوں کی طرف سے مناظر مولانا بٹالوی تھے اور قادیانیوں کو طرف سے حکیم نورالدین۔

مولانا بٹالوی نے اس مناظرہ میں حکیم نورالدین کو ناکوں چنے چبوائے اور دلائل وبراہین کی

طاقت سے اس طرح لاجواب کر دیا کہ حکیم نورالدین مناظرہ درمیان میں ہی چھوڑ کر لدھیانہ فرار ہو گیا، جہاں ان دنوں مرزا غلام احمد قیام پذیر تھا۔ بہر حال مولانا بٹالوی نے ۱۵/اپریل ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ میں مرزا صاحب کو تار ارسال کیا، جس میں تحریر تھا کہ آپ کا مریدِ خاص مناظرہ سے راہِ فرار اختیار کر کے آپ کے پاس پہنچ چکا ہے، اسے مناظرے پر آمادہ کریں یا پھر خود مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیں۔

مؤرخ اہل حدیث ذہبیٔ دوراں حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں۔۔۔۔

مرزا صاحب پر کفر کا سب سے پہلا فتویٰ مشہور اہل حدیث عالم حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے تیار کیا تھا اور اسے اپنے استاد عالی مرتبت حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کی خدمت میں پیش کر کے اس پر ان کے دستخط کرائے تھے، مرزا صاحب اور ان کے ساتھی اس سے نہایت پریشان ہوئے تھے۔ اس لئے مولانا بٹالوی نے ہندوستان کے دور دراز مقامات میں رہنے والے دو سو معروف و ممتاز علمائے عظام سے خود مل کر یا اپنے نمائندے بھیج کر اس فتوے پر ان کے تائیدی دستخط کرائے تھے اور اس پر انہوں نے اپنی مہریں ثبت فرمائی تھیں۔ مرزا صاحب اور ان کے ساتھی اس فتوائے تکفیر سے نہایت پریشان ہوئے تھے، چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

''علمائے پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنۂ تکفیر و تکذیب حد سے گزر گیا ہے اور نہ صرف علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کو کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں، ان لوگوں کے اغواء سے ہزاروں لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں اگرچہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوے کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا، بغیر تحقیق کے ایمان لے آئے'' (انجام آتھم از مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۴۵ مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

مولانا بھٹی صاحب لکھتے ہیں کہ۔۔۔ فتوائے تکفیر کے بارے میں مرزا صاحب کی یہ عبارت بالکل واضح ہے اور انہوں نے صاف لفظوں میں تحریر کیا ہے کہ ان کو کافر قرار دینے کا فتویٰ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی نے لکھا اور سب سے پہلے اس فتویٰ پر حضرت میاں

نذیر حسین نے دستخط کیے اور ان کے دستخط دیکھ کر پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علماء اور سجادہ نشینوں نے بلکہ بقول مرزا صاحب کے وہ علماء وسجادہ نشین ''اس فتوے کو دیکھ کر'' اس پر ایمان لے آئے ہیں۔اس فتوے کے سلسلے میں دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین نے یہ فتویٰ لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی سے کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی بابت فتویٰ دے دے اور تمام مسلمانوں میں کافر ہونا شائع کر دے۔ سو اس فتوے اور میاں نذیر حسین صاحب مذکور کی مہر سے بارہ برس پہلے یہ کتاب (براہین احمدیہ) تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس بعد اول المکفرین بنے، بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین دہلوی تھے''۔(تحفہ گولڑویہ از مرزا قادیان ص ۱۲۱ مطبوعہ قادیان ۱۹۱۴ء)

(ماخوذ مرزائیت نئے زاویوں سے از مولانا حنیف ندوی طبع ۲۰۰۱ء طارق اکیڈمی فیصل آباد حرفے چند مولانا اسحاق بھٹی ص ۲۰-۲۱)

مرزا صاحب کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی ''تکفیر'' کے بانی مولانا محمد حسین بٹالوی تھے اور حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی اس تکفیر کی ''آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے تھے''۔

مولانا بٹالوی مرحوم نے جو فتویٰ تکفیر مرتب کیا تھا وہ انہوں نے اپنے ماہنامہ رسالے اشاعت السنہ کی ایک ضخیم اشاعت خاص میں شائع کر دیا تھا۔نومبر ۱۹۸۶ء میں اس فتویٰ تکفیر کا نقشِ ثانی دارالدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا۔مولانا بٹالوی مرحوم کی یہ بہت بڑی خدمت ہے جو انہوں نے مرزا غلام احمد کے خلاف فتویٰ تکفیر مرتب کر کے انجام دی۔ پھر جس اہل حدیث عالمِ دین نے مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کیے رکھا اور آخر دم تک تحریک ختم نبوت کے لیے سرگرم عمل رہے انہیں دنیا فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرت سری کے نام سے جانتی ہے۔ قادیانیت کے خلاف ان کی مکمل خدمات کو مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری'' میں بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا ہے یہ کتاب راقم کی تقدیم کے ساتھ اگست ۲۰۰۷ء میں مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار

لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

پاکستان میں قادیانوں کو غیر مسلم قرار دئے جانے کی بات سب سے پہلے اہل حدیث عالم دین مولانا حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳ر جولائی ۱۹۸۷ء) نے کی تھی اور اس سلسلے میں انہوں نے ۱۹۵۰ء کے گردوپیش مرزایت سے متعلق نہایت اچھوتے انداز میں مضامین ہفت روزہ الاعتصام میں لکھے اور مرزائیت کا رد کیا۔ ان کے یہ مضامین بعد میں ''مرزایت نئے زاویوں سے'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے تھے۔ بلاشبہ علمائے اہل حدیث نے قادیانی تحریک کے خلاف بحث ومباحثے، مناظروں، مجادلوں اور تقریر وتحریر سے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ افسوس کہ ''بعض الناس'' ان حقائق سے باخبر ہونے کے باوجود ''سہرا'' اپنے بزرگوں کے سر باندھنے کی کوشش کرتے ہیں اور علمائے اہل حدیث کی ردّ قادیانیت کے سلسلے میں خدمات سے پہلوتہی اختیار کرتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تحریک ختم نبوت یا ردّ قادیانیت کے سلسلے میں اہل حدیث کی اولیات کا تذکرہ کردیا جائے۔ مولانا اسحاق بھٹی صاحب نے ''مرزایت نئے زاویوں سے'' کے مقدمہ میں ڈاکٹر بہاؤالدین کی تحریک ختم نبوت کی جلد اول کے حرفے چند میں اور اپنی تصنیف ''تذکرہ قاضی سلیمان منصور پوری'' میں اہل حدیث کی اولیات کا ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ مرزا غلام احمد پر تکفیر کا فتویٰ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا اور اس پر اپنے استاذ عالی قدر حضرت میاں سید نذیر حسین دہلویؒ کے دستخط کرائے اور پھر پنجاب وہندوستان کے تقریباً دوسو مشاہیر علماء کرام کی خدمت میں اس فتوے کا مضمون پیش کیا اور ان سے اس طرح اس کی تصویب وتصدیق کرائی کہ انہوں نے اس پر دستخط ثبت فرمائے یا اپنی مہریں لگائیں۔

۲۔ مرزا صاحب سے مقابلے کے لئے سب سے پہلے عالم جو قادیان گئے، وہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تھے۔ یہ جنوری ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے، انہوں نے مرزا صاحب کے گھر جا کر انہیں للکارا، لیکن مرزا صاحب مقابلے کے لئے نہیں نکلے۔

۳۔ مرزائیوں سے مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی

اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے شروع کیا۔

۴۔ جس تعداد میں مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے مرزائیوں سے مناظرے کئے اس تعداد میں کسی نے نہیں کئے۔

۵۔ مرزا صاحب کو مباہلے کا چیلنج سب سے پہلے اہل حدیث علمائے کرام نے دیا۔

۶۔ مسلمانانِ برصغیر کی طرف سے ''فاتح قادیان'' کا لقب مولانا ثناء اللہ ہی کو دیا گیا۔

۷۔ مرزائیت کے خلاف سب سے زیادہ کتابیں اہل حدیث مصنفین نے لکھیں۔

۸۔ قیام پاکستان کے بعد ملک کے دستور میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تحریری صورت میں سب سے پہلے اہل حدیث عالم مولانا محمد حنیف ندوی نے کیا، بلکہ مرزائیوں کو توجہ دلائی کہ وہ خود حکومت سے مطالبہ کریں کہ انہیں ملک کے دستور میں اقلیت کا مقام دیا جائے تا کہ ان کی مخالفت میں روز بروز کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

۹۔ مرزائیت کے خلاف جتنی تحریکیں چلیں، ان میں سب سے زیادہ اہل حدیث علماء اور عوام نے حصہ لیا اور اسے کے نتیجے میں حکومت نے انہیں گرفتار کیا۔

۱۰۔ مرزا غلام احمد کی تکذیب میں سب سے پہلے ۴۴ صفحات کا رسالہ مولانا اسماعیل علی گڑھی نے ۱۸۹۲ء میں لکھا۔

۱۱۔ مرزا قادیانی کی تردید و تکفیر میں اولین تفصیلی کتاب ۱۸۹۲ء میں قاضی سلیمان منصور پوری نے ''غایت المرام'' کے نام سے لکھی۔

۱۲۔ قادیانی کی تکفیر و تکذیب کے متعلق اولین الہامی فتویٰ حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے لگایا۔

۱۳۔ اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا قادیانی کا اس پامردی اور تسلسل کے ساتھ مقابلہ کیا کہ وہ شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہو گیا اور پکار اٹھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے مکان پر ہیضے کی بیماری سے مر گیا۔ یہ اس کی واحد دعا یا بد دعا تھی جو قبول ہوئی۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس سے چالیس برس بعد ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔

۱۴۔مرزائیت کے خلاف اہل حدیث کی اولیات میں ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے ان کے عقائد افکار سے مطلع ہو کر مولوی عبدالحق غزنوی سے ان کا مباہلہ ہوا تھا، جس کا نتیجہ مرزا قادیانی کے خلاف نکلا۔

ان طویل معروضات کا مقصد مرزائیوں کے بارے اہل حدیث علمائے کرام کی گراں قدر خدمات کو اجاگر کرنا ہے۔ جس دور میں فتنہ مرزایت کا ظہور ہوا ان دنوں محدث ہند مولانا عبدالوہاب دہلوی بلدۂ علم دہلی میں فروکش تھے اور انہوں نے وہاں مسند درس وتدریس بچھا رکھی تھی اور اس کے علاوہ وہ وعظ وتقریر سے بھی توحید وسنت کی روشنی پھیلا رہے تھے اور اسلام دشمن عناصر کے خلاف بھی برسرِ پیکار تھے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے گمراہ کن نظریات ملاحظہ فرمائے تو اس کی بیخ کنی پر اتر آئے۔

صد افسوس کہ ہمارے پاس اُس دور کے اخبارات ورسائل نہیں دیگر ذرائع بھی نہیں کہ جس سے مرزائیوں کے خلاف مولانا عبدالوہاب دہلوی کی مساعی کا پتا لگایا جا سکے۔ البتہ ہمیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مولانا عبدالوہاب کا شمار مرزا غلام احمد کے مخالفین میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے خلاف جو اشتہار دیا تھا اس میں جن علمائے کرام کو دعوت مناظرہ دیا، ان میں ۳۵ ویں نمبر پر مولانا کا نام ان الفاظ میں لکھا گیا ہے۔۔۔" مولوی عبدالوہاب امام مسجد صدر دہلی" (مہر منیر ص ۲۱۸ طبع ششم مئی ۱۹۹۱ء)

ہمارے بزرگ دوست محترم ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب لندن میں عرصہ دراز سے مقیم ہیں۔ وہ معروف خطیب بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداس پوری صاحب کے بیٹے ہیں۔ اپنے لائق وفائق والد محترم کی طرح قادیانیت سے متعلق بڑا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور ان کی رگ رگ سے واقف ہیں۔ انہوں نے "تحریک ختم نبوت" کے نام سے بڑی مدلل اور تحقیقی کتاب لکھی ہے اس کی دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ہنوز سلسلہ جاری ہے۔ یہ کتاب پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے مولانا اصغر علی امام مہدی (ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) کے زیر نگرانی شائع کی پھر یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے سنین کے اعتبار سے تحریک ختم نبوت کا جائزہ لیتے ہوئے اس دور

کے واقعات کی تفصیل بیان کی ہے۔اور ہر جلد میں ''شخصیات'' کا عنوان دے کر مجاہدین تحریک ختم نبوت کا دلآویز تذکرہ کیا ہے۔اس کتاب کی جلد سوم کے ص ۴۱۳ پر مولانا عبدالوہاب دہلوی کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب لکھتے ہیں ''آپ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں اس تحریک میں شامل ہو گئے تھے اور مرزا غلام احمد نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے ساتھ جن علمائے اُمت کو ۱۹۰۰ء میں لاہور میں تفسیری مقابلے کی دعوت دی تھی آپ بھی ان میں شامل تھے''۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی کے چند جلیل القدر معاصرین

مولانا عبدالوہاب دہلویؒ کے زمانے کا ہندوستان علم کا گہوارہ تھا۔ اس دور میں اس خطۂ ارض میں بڑی بڑی نابغہ عصر شخصیات موجود تھیں۔ جو علم و عمل، فضل و کمال، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مولانا عبدالوہاب سے مماثلت و مناسبت رکھتے تھے اور مولانا عبدالوہاب ان سے رکھتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے میدان میں پُر اعزاز مقام حاصل تھا۔ اور کسی شخص کو پہچاننے اور اس کے مرتبۂ کمال کا اندازہ لگانے کا بہت بڑا پیمانہ اس کے معاصرین کو سمجھا اور دیکھا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ شخص کس منزلت کا حامل اور کس درجے تکریم کا مستحق تھا۔ بلاشبہ مولانا عبدالوہاب دہلوی کے معاصرین اونچے مقام و مرتبے کے حامل لوگ تھے اور وہ مولانا عبدالواب کو بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لفظ ''معاصر'' کے لغوی معنے ہیں ہم عصر، ہم زمانہ اور ہم عہد۔! معاصرین اس کی جمع ہے۔ جو لوگ ایک زمانے اور ایک عہد میں رہ رہے ہوں وہ لغوی اعتبار سے معاصرین کہلاتے ہیں۔ لیکن اصطلاحی اعتبار سے اس میں کسی نہ کسی صورت میں برابری کی صفت کا پایا جانا ضروری ہے۔ دو عالم، دو مصنف، دو ادیب، دو شاعر، دو سیاست دان، دو مقرر، دو مدرس، جو عمر، قابلیت اور تجربے میں پورا یا قریب قریب برابر کا درجہ رکھتے ہوں معاصر کہلائیں گے۔ لیکن ایک عہد اور ایک زمانے کے ہر شخص کو معاصر نہیں کہا جائے گا۔ معاصر بننے کے لئے ان میں کئی چیزوں کی مماثلت ضروری ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔

درج ذیل سطور میں اختصار کے ساتھ مولانا عبدالوہاب صاحب کے بعض معاصرین کا تذکرہ مقصود ہے۔ یوں تو ان کے لائق صد احترام معاصرین کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن ہم یہاں اس دور کی صرف چند معروف شخصیات کا انتخاب کریں گے۔ اسی پر ان کے دوسرے معاصرین کو قیاس کیا سکتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ان کے لائق احترام معاصرین کا تعارف اور مختصر حالات۔

مولانا عبدالوہاب کے معاصرین کے متعلق یہ مضمون ہمارے بزرگ دوست عظیم مصنف اور سوانح نگار محترم ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے مرحمت فرمایا ہے ان کے شکریہ کے ساتھ اس

مضمون کو درج کیا جاتا ہے۔

مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی کا شمار حضرت شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ان تلامذہ میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے استاد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی ساری زندگی درس وتدریس میں بسر کردی۔ مولانا عبدالوہاب مرحوم ومغفور کے معاصرین کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا یہاں آپ کے صرف چند مشہور معاصرین کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے جن تلامذہ نے درس وتدریس میں اپنا ایک مقام پیدا کیا۔ ان میں استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سرفہرست تھے۔ علامہ شمس الحق ڈیانوی صاحب عون المعبود فرماتے ہیں۔

میں نے میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگردوں میں کسی کے شاگرد ان سے زیادہ نہیں دیکھے۔ آپ نے پنجاب کو شاگردوں سے بھر دیا۔

آپ نے ۴۵ سال سے زیادہ مرتبہ وزیر آباد میں صحاح ستہ کا درس دیا۔ آپ کو لغت اور نحو پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ رجال کی جرح وتعدیل، ان کے طبقات اور تمام فنون حدیث پر کلی دسترس تھی۔ آپ کو حدیث میں صحیح وضعیف کے علاوہ قرآن وحدیث کے متن بھی از بر تھے۔

آپ نے حضرت سید عبداللہ غزنوی سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے میری عمر ۲۰ سال کی تھی جب جناب سید عبداللہ غزنوی نے مجھے امرتسر میں درس حدیث کی مسند پر بٹھایا۔

برصغیر کے ممتاز علمائے اہل حدیث کو آپ سے شرف سند حاصل تھا۔ مثلاً شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبدالقادر لکھوی، شیخ العرب والعجم حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا ابوالبشیر مراد علی کٹھوروی سوہدروی وغیرہم شامل ہیں۔ حضرت حافظ صاحب نے ۱۶/ رمضان ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۶/ جولائی ۱۹۱۸ء کو وزیر آباد میں انتقال کیا۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اپنے دور کے عدیم المثال عالمِ دین تھے۔ وہ اپنے علم وعمل، گفتار وکردار، عدل وانصاف، امانت ودیانت، تقویٰ وصالحیت اور قرآن وسنت سے حد درجہ شیفتگی کے لحاظ سے مقام ومرتبے کے حامل تھے۔ آپ ۱۸۶۷ء میں ریاست پٹیالہ کے گاؤں منصور پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام احمد شاہ تھا۔ قاضی صاحب نے قرآن مجید اور عربی کی بعض کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں اور فارسی کی تعلیم مہندرا کالج پٹیالہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان دیا اور اول آئے۔ ساڑھے سترہ سال کی عمر میں محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی اور پندرہ سال یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۰۰ء کے پس وپیش انہیں محکمہ عدلیہ میں لیا گیا اور پھر آگے چل کر آپ نے سول جج اور سیشن جج کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

قاضی صاحب ایک مفسر، محدث، محقق، مصنف، قانون دان، ماہر تقابل ادیان، خطیب، شاعر، داعی، مناظر اور بہت بڑے سیرت نگار تھے۔ انہوں نے ''رحمۃ للعالمین'' کے نام سے عالمی شہرت یافتہ کتاب لکھی جو اسلامی ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے سورہ یوسف کی تفسیر الجمال والکمال، شرح اسماء الحسنٰی، مہر نبوت، سید البشرؐ، اصحاب بدر، غایت المرام، تائید الاسلام، تاریخ المشاہیر لکھیں اور امام ابن قیم کی ''جلاء الافہام'' کا اردو ترجمہ کیا۔ قاضی صاحب نے ۳۰؍مئی ۱۹۳۰ء کو حج سے واپسی پر بحری جہاز میں وفات پائی۔ ان کے تفصیلی حالات جاننے کے لئے مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی کتاب تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کا مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا غلام نبی الربانی سوہدرویؒ

مولانا غلام نبی الرّبانی بن مولوی محبوب عالم رمضان ۱۲۶۵ھ میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل وزیر آباد، سیالکوٹ اور جلال پور کے علماء سے کی۔ حدیث کی تعلیم حضرت حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی سے حاصل کی اور سند واجازت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کی۔ حضرت عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی امرتسری کی خدمت میں ۳ ماہ

رہ کر روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ متضرع، متوکل اور باہمت تھے۔ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ مدد طلب کیا کرتے تھے۔ صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات تھے۔

پنجابی نظم میں تین چار کتابیں بھی ان کی تصنیف ہیں۔ مولوی ابویحیٰ امام خاں نوشہروی، مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ سوہدروی، مولوی ابوالبشیر مراد علی کٹھوروی، مولوی حافظ محمد حیات مساکنین سوہدرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ ۴/ ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ (۱۹۳۰ء) کو سوہدرہ میں وفات پائی۔

مولانا سید امیر علی ملیح آبادیؒ

ان کا شمار مشاہیر علماء میں ہوتا ہے۔ ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں مولوی حیدر علی اور سید عبداللہ آروی سے پڑھیں۔ فقہ کی تعلیم مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی سے حاصل کی۔ اور حدیث شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین سے پڑھی۔ طب کی تعلیم حکیم عبدالمجید خاں برادر اکبر حکیم حافظ محمد اجمل خاں سے حاصل کی۔ فراغت تعلیم کے بعد کچھ عرصہ مطبع نولکشور لکھنو میں کتابوں کی تصحیح پر مامور ہوئے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ اور ندوۃ العلماء لکھنو میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ تصنیف میں تفسیر مواہب الرحمان اور صحیح بخاری کا ترجمہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء) میں لکھنو میں وفات پائی۔

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنویؒ

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مشہور صحافی وجید عالم اور صاحب تصنیف کثیرہ تھے۔ ۱۸۶۰ء میں لکھنو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اس کے بعد علوم اسلامیہ کی تحصیل مختلف علماء سے کی۔ مولانا عبدالحی لکھنوی سے بھی استفادہ کیا۔ حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ فراغت تعلیم کے بعد ''اودھ'' اخبار میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں اسی اخبار میں اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد اپنا اخبار ''شُر'' جاری کیا۔ ۱۸۸۶ء میں اپنا رسالہ ''گلزار'' جاری کیا۔ شرر نے ادبی دنیا میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔

مولانا شرر صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۶۰ سے زیادہ ہے۔ تاریخ یہود، تاریخ عیسائیت، تاریخ سندھ، تاریخ معتزلہ، جویائے حق اور سیرت خاتم المرسلین ﷺ ان

کی مشہور کتابیں ہیں۔ دسمبر ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ میں انتقال کیا۔

مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوریؒ

۱۲۸۳ء میں مبارکپوری ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے جید علمائے کرام سے علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ حدیث کی تعلیم حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کی۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ حدیث اور متعلقات حدیث پر ان کو مکمل آگاہی حاصل تھی۔ حدیث میں ان کے تبحر علمی کا اعتراف علمائے اسلامی ممالک نے بھی کیا ہے۔ تحفۃ الاحوذی مع مقدمہ تحفۃ الاحوذی حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی کی شرح ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ۱۶ر شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲ر جنوری ۱۹۳۵ء کو مبارک پور میں وفات پائی۔ ان کی ساری زندگی تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں بسر ہوئی۔

مولانا حافظ محمد رمضان پشاوریؒ

مولانا حافظ محمد رمضان پشاوری کا شمار حضرت شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ صحاح ستہ کی ساری کتابیں زبانی یاد تھیں۔ مناظرہ کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر مکمل عبور تھا۔ تعبیر خواب میں اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطاء فرمایا تھا۔ زہد وتقویٰ اور طہارت میں بھی بے مثال تھے۔ ہفتہ عشرہ میں تہجد کی نماز میں قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب، شیخ عبداللہ غزنوی سے بھی مستفیض تھے۔ ار صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو وفات پائی۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا شمار اُن علمائے حدیث میں ہوتا ہے جو اپنے علمی کمالات اور زہد وورع، تقویٰ وطہارت، علوم اسلامیہ پر مکمل دسترس، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں بلند مرتبہ ومقام کے حامل تھے۔ ان کا شمار حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا تھا۔ حضرت میاں صاحب ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور فن مناظرہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ دہلی میں مولانا عبدالحق حقانی مصنف تفسیر حقانی آپ کے ہم درس تھے۔ اُن سے تقلید شخصی کے موضوع پر مرشد آباد (مغربی بنگال) میں

مناظرہ ہوا تھا۔ اس مناظرہ کے بعد تقریباً دس ہزار سے زیادہ آدمیوں نے مسلک اہل حدیث قبول کیا تھا۔ جماعت مجاہدین سے بھی آپ کا خاصا تعلق تھا۔ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرۃ النعمان'' کا جواب آپ نے ''حسن البیان'' کے نام سے لکھا۔ مقلدین آج تک اس کا جواب نہیں لکھ سکے۔ حدیث میں سواء الطریق (۴ جلد) آپ کی بہترین کتاب ہے۔ آپ نے اپریل 1918ء مطابق ۱۳۳۶ھ میں وفات پائی۔

مولانا عبدالتواب محدث ملتانیؒ

مشہور عالمِ دین، محدث، مدرس اور عربی زبان کے بہت بڑے مصنف تھے۔ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد قمر الدینؒ سے پڑھیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ فراغت تعلیم کے بعد اپنے آبائی شہر ملتان میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ تصنیف وتالیف کی طرف بھی متوجہ رہے۔ عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے میں آپ کو خاص مہارت تھی۔ صحیح بخاری کے پہلے ۸ پارے اور بلوغ المرام کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ان کے علاوہ عربی میں مصنف ابن ابی شیبہ، مشکوۃ المصابیح، عون المعبود، قیام اللیل مروزی پر تعلیقات لکھیں۔ نماز کے مسائل کے متعلق ایک مختصر کتاب ''نماز نبوی مترجم'' بھی آپ کی تصنیف ہے۔ مشہور اہل حدیث عالم مولانا عزیز زبیدیؒ آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علم وفضل اور زہد وورع کے اعتبار سے جامع الکمالات تھے۔ بڑے عابد وزاہد اور متقی وپرہیز گار تھے۔ ۹ رجب ۱۳۶۶ھ (۲۹ مئی ۱۹۴۷ء) کو ملتان میں وفات پائی۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم محدث اور جامع الکمالات عالم دین تھے۔ ان کا شمار حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ان تلامذہ میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے خدمت حدیث میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ جن کا تذکرہ انشاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک رہے گا۔

آپ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے جلیل القدر علمائے کرام سے علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ فراغت تعلیم کے بعد اپنے وطن میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع

کیا۔ان کا عظیم کارنامہ حدیث اور کتب حدیث کی ترویج ہے۔آپ نے حدیث کی کئی کتابیں اپنے خرچ پر طبع کروائیں۔

ان کا کتب خانہ برصغیر کے عظیم کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا۔افسوس یہ کتاب خانہ ۱۹۴۵ء کے بہار میں ہندو مسلم فسادات میں ضائع ہو گیا۔جو باقی بچا وہ ان کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد ادریس تقسیم ملک کے وقت اپنے ساتھ ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) ساتھ لے گئے۔اور وہ بنگلہ دیش تحریک میں مکمل ضائع ہو گیا۔

مولانا شمس الحق عظیم مصنف تھے۔خدمت حدیث میں عربی زبان میں ۹ کتابیں تصنیف کیں۔سنن ابی داؤد کی دو شرحیں ''غایۃ المقصود اور عون المعبود لکھیں۔سنن دارقطنی پر دو جلدوں میں تعلیق لکھی۔اردو میں بھی ان کی کئی کتابیں ہیں۔

۱۹ ربیع اول ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۱ء کو آپ نے ۵۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔

ان کی وفات پر ان کے تلمیذ رشید مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے فرمایا۔مولانا شمس الحق نے صبح ۶ بجے ۵۶ برس کی عمر میں انتقال کیا۔جس وقت دنیا کا آفتاب طلوع ہوا تھا۔اسی وقت دین کا آفتاب (شمس الحق) غروب ہوا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کی ذات ستودہ صفات، بےنظیر و بےمثال تھی۔ ایسی باکمال ہستیوں کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کی باکمال ہستی مجموعہ حسنات و مجموعہ صفات تھی۔آپ بیک وقت مفسر قرآن بھی تھے اور محدث دوراں بھی۔مؤرخ بھی تھے اور محقق بھی، خطیب بھی تھے اور مقرر بھی، ادیب بھی تھے اور نقاد بھی، مبصر بھی تھے اور دانشور بھی، مصنف بھی تھے اور معلم بھی، انشا پرداز بھی تھے اور صحافی بھی، اور سب سے بڑھ کر فن مناظرہ کے امام تھے۔باطل افکار و نظریات اور ادیان باطلہ کی تردید پر آپ کی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا۔ اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا۔ اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔

قادیانیت، نیچری، آریہ سماج، عیسائیت، منکرین حدیث اور مقلدین احناف (بریلوی، دیوبندی) اور شیعیت کی تردید میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ ان تمام فرقوں کی تردید میں آپ نے بے شمار کتابیں لکھیں۔

تصنیف میں قرآن مجید کی ''تفسیر ثنائی'' اردو اور تفسیر عربی ''تفسیر القرآن'' آپ کی لاجواب تفسیریں ہیں۔ ان کے علاوہ اسلام اور مسیحیت، جوابات نصاریٰ، تقابل ثلاثہ، تقلید شخصی مقدس رسول ﷺ اور کتاب الرحمان آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

۱۸۶۸ء مطابق ۱۲۸۷ھ میں ولادت ہے اور وفات ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ ہے۔

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی مشہور عالم ومحدث مولانا محمد سعید محدث بنارسی کے فرزند اکبر تھے۔ مولانا محمد سعید کا تعلق ایک سکھ گھرانے سے تھا۔ صاحب تحفۃ الہند مولانا عبیداللہ کی تحریک پر اسلام قبول کیا۔ اور علوم اسلامیہ کی تحصیل کے بعد بنارس کو اپنا مسکن بنایا۔ اور ساری زندگی دین اسلام کی اشاعت اور کتاب وسنت کی حمایت ونصرت اور شرک وبدعت کی تردید میں بسر کر دی۔ ۱۳۲۲ھ میں بنارس میں وفات پائی۔

مولانا ابوالقاسم سیف ۱۳۰۷ھ میں بنارس میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے نامور اساتذہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ حدیث کی تعلیم شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد اپنے آبائی مدرسہ سعیدیہ بنارس میں تدریس پر مامور ہوئے اور پوری نصف صدی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس دیا۔

حدیث کی نصرت وحمایت اور مدافعت میں آپ کی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور نصرت حدیث میں آپ کی تحریری خدمات قدر کے قابل ہیں۔ آپ نے ۷۰ سے زیادہ مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

کے دست راست تھے۔ ۲۵ر نومبر ۱۹۴۹ء کو بنارس میں انتقال کیا۔

مولانا قاضی عطاء محمد پشاوری

مولانا قاضی عطاء محمد پشاوری عربی اور فارسی کے بلند پایہ ادیب تھے اور اس فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ علوم اسلامیہ پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ علم وفضل کے اعتبار سے بڑے صاحب کمالات اور جامع العلوم تھے۔ آپ نے حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے کی اور عارف باللہ سید عبداللہ غزنویؒ سے بھی مستفیض ہوئے۔ صاحب الحیاۃ بعد المماۃ لکھتے ہیں کہ۔۔

مولانا قاضی عطاء محمد پشاوری فقیہ اور محدث ہونے کے علاوہ بڑے فصیح وبلیغ شاعر عربی اور فارسی کے تھے۔ آپ کا یہ شعر عوام وخواص کی بنا پر ہے۔ جیسے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اخبار اہل حدیث کے سرورق پر لکھا کرتے تھے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

آپ نے دو شعری مجموعے (عربی) میں مرتب فرمائے تھے۔

۱۔ نشاط الطرب فی اشواق العرب

۲۔ قصائد شعراء فی نصر السنۃ

انہوں نے ۱۳۱۰ھ میں انتقال کیا۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ

مولانا ابوسعید محمد حسین بن شیخ عبدالرحیم ۱۷ر محرم (محرم) ۱۲۵۶ھ (۱۰ر فروری ۱۸۴۱ء) بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد لکھنو اور علی گڑھ جا کر درسیات کی کتابیں پڑھیں۔

دہلی میں مولانا مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا گلشن علی جون پوری اور مولانا نورالحسن کاندھلویؒ سے علوم العقول ومنقول اور فقہ واصول فقہ کی تکمیل کی اور ۱۲۸۱ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ ۱۲۸۲ھ میں شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور

آپ سے حدیث کی کتب مشکوٰۃ المصابیح، صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک پڑھ کر سند حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد وطن واپس آئے اور درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ جس سے آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ کچھ عرصہ بعد مسجد چینیانوالی لاہور کے خطیب مقرر ہوئے اور یہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بے شمار تشنگان علم خوب سیراب ہوئے۔

۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) میں ماہنامہ اشاعۃ السنۃ النبویہ جاری کیا۔ جس کا مقصد اسلام اور اہل حدیث مسلک کی اشاعت تھا۔ مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہرویؒ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات میں لکھتے ہیں کہ۔۔۔ جماعت اہل حدیث کا سب سے پہلا رسالہ جس نے کئی سال تک علم وفن کی خدمت کی۔ عیسائیوں کے الزامات کا جواب دیا۔ نیز مرزائے قادیان کی کفریت کا استیصال کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ ایک دوسری طرف مقلدین احناف سے بھی خوب ٹکر لی۔

قادیانیت کی تردید میں آپ کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ علمائے اہل حدیث میں سب سے پہلے مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کو چیلنج کیا اور قادیانی فتنہ کا قلع قمع کیا۔ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ہندوستان کے تمام علماء سے قادیانی فتنہ کے متعلق فتویٰ حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کا یہ کارنامہ بھی قابل قدر ہے کہ آپ نے حکومت کے کاغذوں سے وہابی کا لفظ خارج کرایا۔ اور اس کی جگہ اہل حدیث کا لفظ شامل کرایا۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ۲۹ رجنوری ۱۹۲۰ء کو ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور ان کی نماز جنازہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے پڑھائی۔

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ آپ ایک بلند پایۂ عالمِ دین، مفسر قرآن، محقق، مؤرخ اور مناظر ومصنف تھے۔ تفسیر قرآن میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ سورہ فاتحہ کی ایک ضخیم تفسیر بنام واضح البیان لکھی۔ اس کے علاوہ ایک آیت قرآنی ﴿انی متوفیک ورافعک الیّ﴾ کی تفسیر شہادت القرآن کے نام سے دو جلدوں میں تصنیف کی۔

جو حیات عیسیٰؑ پر ایک منفرد کتاب ہے۔ آپ کی جملہ تصانیف کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ علاوہ ازیں ان کی تصانیف میں تاریخ اہل حدیث، عصمت نبوت، ریاض الحسنات آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا سیالکوٹی ۱۸۷۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ۱۲/ جنوری ۱۹۵۶ء کو سیالکوٹ میں وفات پائی۔

اولاد

مولانا عبدالوہاب محدث دہلویؒ نے مختلف ادوار میں ۱۱ نکاح کیئے ۔ اللہ تعالی نے ان کو کثرت اولاد سے خوب نوازا۔ ان کی اولاد میں ۹ بیٹے اور ۶ بیٹیاں بڑی عمر کو پہنچے، کچھ بچے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ بیٹوں کا تعارف یہ ہے۔

☆ ۔**مولانا حافظ عبدالستار دہلوی**: قرآن کے حافظ، حدیث کے عالم اور مفسر قرآن تھے۔ وعظ وتبلیغ کے ذریعے انہوں نے توحید وسنت کی خوب اشاعت کی ۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی انہوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ ۱۹۰۵ءکو دہلی میں پیدا ہوئے اور ۲۹ راگست ۱۹۶۶ءکو کراچی میں وفات پائی۔ آپ کم وپیش ۳۴ سال جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر وامام رہے۔

☆ ۔**مولانا حافظ عبدالواحد سلفی دہلوی**: بلند پایہ عالمِ دین، مدرس ومصنف اور توحید وسنت کے مبلغ تھے۔ ۱۹۱۴ءکو دہلی میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم سے فراغت کے بعد درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ قیام پاکستان کے بعد جماعت غرباء اہل حدیث ہند کے امیر بنے اور تادمِ واپسی اپنے مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آپ نے ۲۷ راگست ۱۹۹۸ءکو دہلی میں وفات پائی۔

☆ ۔مولانا حافظ عبدالقہار سلفی: آپ علم وعمل میں یگانۂ روزگار تھے تمام عمر درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف میں مصروف عمل رہے۔ کئی تصانیف اور قرآن مجید کی تفسیر بنام حدیث وتفاسیر قرآن مجید بدو ترجمہ اور کتب حدیث کے کئی اردو تراجم یادگار چھوڑے۔ آپ نے ۳۱ رمئی ۲۰۰۶ءکی شام کراچی میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی اور یوسف پورہ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

مولانا عبدالوہاب کے دیگر بیٹوں کے نام یہ ہیں ۔ حاجی عبد الخالق، حاجی عبدالحی، عبدالودود، عبدالقدیر اور عبدالاحد۔ اور بیٹیوں کے نام یہ ہیں ۔ کلثوم بی، رقیہ بی، خدیجہ بی، مریم بی، صغریٰ بی اور ام سلمہ۔

مولانا مرحوم کے دو بھائی تھے۔ مولوی نور محمد اور احمد مدنی جبکہ دو بہنیں تھیں ایک کو بڑی بے

بے اور دوسری کو آمنہ عرف چھوٹی بے بے کہتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی نے ۷،۸/ رجب ۱۳۸۱ھ (۷/ جولائی ۱۹۳۲ء) پیر اور منگل کی درمیانی شب گیارہ بجے وفات پائی۔ ان کی وفات کی خبر اسی وقت دہلی اور اس کے اطراف واکناف میں پھیل گئی اور تمام دینی مدارس میں چھٹی کا اعلان کر دیا گیا۔ بلکہ اس دن احناف کے مدارس بھی مولانا کی وفات کے افسوس میں بند رہے۔ ان سے اختلاف رکھنے والے لوگوں نے بھی انتہائی حزن وملال کا اظہار کیا اور علماء مقلدین احناف وغیرہ نے طلباء کو یہ کہہ کر پڑھانے سے انکار کر دیا کہ ''آج ہند میں حدیث کا چراغ بجھ گیا''۔

ہر مکتب فکر کے لوگ بڑی تعداد میں ان کے جنازے میں شامل ہوئے۔ اس عظیم المرتبت اور جلیل القدر عالمِ دین کو ان کے استاذ مکرم شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے پہلو میں مشرقی جانب شیدی پورہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

مولانا امام عبدالوہاب دہلویؒ کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے وہ اپنے دور کی بے مثال علمی شخصیت تھے۔ ان سے متعلق کئی اہل قلم نے لکھا ہے اور ان کی زندگی کے تابناک نقوش اجاگر کئے ہیں۔ مولانا مرحوم کے ایک نامور شاگرد مولانا عبدالجلیل سامرودیؒ تھے۔ وہ بہت پایہ محقق اور مصنف تھے۔ انہوں نے نصف صدی پہلے اپنے استاذ گرامی مولانا عبدالوہابؒ کے حالات وواقعات پر ایک بڑا عمدہ معلوماتی مضمون لکھا تھا اور مولانا عبدالوہاب کی زندگی کے کئی گوشے اجاگر کئے تھے۔ ان کا یہ مضمون مولانا عبدالوہابؒ کی شہرہ آفاق کتاب ہدایۃ النبیؐ المختار (مکمل نماز) طبع ۱۳۷۶ھ کے شروع میں شائع ہوا تھا۔ قارئین کی معلومات اور دلچسپی کیلئے یہ مضمون یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا عبدالجلیل سامرودی لکھتے ہیں۔

یہ ناچیز ۱۳۲۲ھ میں گیارہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے دہلی گیا۔ کچھ سرسری اردو اور قرآن شریف ناظرہ پڑھا تھا۔ میاں صاحب مرحوم کے مدرسہ میں مجھے صغرسنی کی وجہ سے داخل نہیں کیا۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ صدر بازار میں مولوی عبدالوہاب صاحبؒ کے یہاں جاؤ۔ وہ چھوٹے اور بڑوں سب کو اپنے مدرسہ میں داخل کر لیتے ہیں۔ وہاں پہنچا تو مولانا موصوف نے بعد معلومات حالات مدرسہ میں داخل کر لیا۔ آپ کی عمر اُسوقت ۳۶ سال کی تھی۔ آپ کے والد

ماجد جن کا نام محمد تھا۔ پنجاب چھوڑ کر اپنے لڑکے کے پاس مقیم تھے۔ مجھے طلبہ کے ہمراہ ترجمہ قرآن میں شامل کرلیا۔ ''تِلکَ الرُّسُل'' ہو رہا تھا۔ مری علمی لیاقت کا یہ حشر تھا کہ جب باری پر مجھے پڑھنا پڑا ایک ایک حرف کا ترجمہ کرایا کرتے تھے اور صیغوں کی بھی مشق کرائی جاتی تھی۔ اسی لئے ابوابُ الصرف بھی شروع کرادی تھی۔ دستور ہے کہ حرف سے فارغ ہوتے تو کہتے اب آگے چلو۔ میں بھی کہتا کہ آگے چلو۔ چونکہ میری مادری زبان اردو نہیں تھی گجراتی تھی۔ میں سمجھتا کہ یہ بھی ترجمہ میں ہی داخل ہوگا۔

آج جو دو حرف حاصل کیے انہیں سے کیے ہیں۔ دینی علم کے لئے بخدا میں نے کسی عالم کے سامنے دو زانو نہیں ٹیکے۔ حدیث کے فن میں اس ناچیز نے اُن سے کسی کو بہتر نہیں پایا۔ ورنہ ضروری کسی اور کی مجھے کفش برداری کرنی پڑتی۔

علو سند کے بھی ایسے حامل تھے کہ علامۂ زمن شیخ حسین بن محسن انصاریؒ یمنی کے جن کے تلمذ پر نواب والا جاہ کو بجا فخر تھا، علو سند کی بنا پر وہی علو سند کا انہیں بھی فخر تھا۔ شیخ حسین بیک واسطہ امام شوکانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ممدوح کو بھی ایک ہی واسطہ سے امام شوکانیؒ سے روایت کا فخر حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ حسین انصاری یمنیؒ دہلی میں تشریف لائے تو ابنائے عصر نے ان سے سند حاصل کی۔ مگر اس ناچیز نے اسکا اس وجہ سے خیال ترک کر دیا تھا کہ وہ سند جس کی شیخ صاحب بیک واسطہ دے رہے ہیں۔ ہمارے شیخ کے پاس بھی تو وہ سند موجود ہے۔

شیخ کا حصول علم

آپ بمعیت اپنے حقیقی برادر مسمّی نور محمد (مرحوم) وطن مالوف سے صغرسنی ہی میں نکل پڑے تھے۔ ''لکّھو کے'' جو اُس زمانہ میں ایک پنجاب کا علمِ صرف ونحو میں مشہور مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ وہاں حافظ محمد صاحبؒ مؤلف تفسیر محمدی پنجابی وغیرہ جو مشہور ذی علم اہل توحید تھے، ان کے مدرسہ میں قیام کر کے صرف ونحو حفظِ قرآن مجید وغیرہ علومِ آلیہ سے فراغت پا کر حضرت محبوبِ ربّانی مولانا عبداللہ صاحبؒ غزنوی سے علمِ توحید حاصل کیا۔ ''ریاض الصالحین'' اُن سے پڑھی اور بھی حاصل کیا۔ پھر دہلی کی طرف ہر دو بھائی روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا السید محمد نذیر حسین صاحبؒ کے مدرسہ میں داخل ہو کر علمِ حدیث پڑھنا شروع کیا۔ آپ کی

عمر پندرہ سال کی تھی۔ جب دہلی میں علم حاصل کرنے آئے تھے۔ سکونت حافظ بنہ کی سرائے کی مشہور مسجد میں اختیار کی۔ آپ شیخ الکل سے پڑھتے بھی تھے اور مسجد حافظ بنہ میں مشکوٰۃ کا درس بھی جاری کر دیا تھا۔ مولانا مرحوم کو مسجد کی خدمت کے صلہ میں بارہ آنے ماہانہ ملتے تھے۔ آپ بمعہ اپنے برادر حقیقی گاجروں پر اکتفا فرماتے۔ اور کتابیں بھی کچھ جمع کر لیں۔

سرائے حافظ بنہ کی مسجد کے افراد حنفی کٹر تھے۔ مولانا سے دینی دشمنی شروع کر دی۔ بالآخر نوادرات و نایاب کتب کا ایک معتد بہ ذخیرہ سرائے کے کنوئیں میں رات ہی رات ڈال دیا۔ صبح خبر ہونے پر نکلوائیں مگر چونکہ پانی کی نذر وہ کتابیں ہو چکی تھیں بمشکل ہاتھ آئیں۔ آپ کو کتابوں کا بڑا ہی صدمہ تھا۔ بڑی جانفشانی اور محنت سے کتابیں حاصل کی تھیں۔ مجھے خود ایک روز مرحوم نے کشن گنج علی الصبح جاتے ہوئے اُس کنوئیں کے پاس لیجا کر دکھایا تھا۔ اور کہا کہ سرائے والوں نے اس میں میری کتابیں ڈال دی تھیں۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو اس میں برابر اوراق پراگندہ پانی میں نظر آ رہے تھے۔ میری بھی آنکھیں بھر آئیں۔ آپکی تو میں کیا عرض کروں۔ آپ کے درس کا شہرہ پورے شہر میں اپنے استاذ ہی کے زمانے میں ہو گیا تھا۔

شیخ اور صدر کی مسجد کلاں

شیخ نے ایک عرصہ مسجد کشن گنج میں درس دیا۔ بالآخر شیخ عبدالغنی پنجابی نے مسجد کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ایک ویران جگہ خرید کر ایک مسجد بنوائی۔ اُس کے متصل آپ کے لئے رہائش کا مکان بھی بنوایا۔ مسجد پر بانی مسجد نے شیخ مرحوم سے درخواست کی کہ میرا خیال ہے کہ پتھر پر آپ کا نام لکھ کر لگوا دوں تاکہ آپ کو میرے بعد کوئی اس مسجد سے نکال نہ سکے گا۔ مرحوم نے کہا: نہیں مسجد پر میرا نام نہیں ہونا چاہیے۔ نکال دیں گے تو پھر خدا کوئی اور اپنی طرف سے انتظام کر دے گا۔ آخر الامر عبدالغنی مرحوم بانی مسجد نے اپنے نام کا پتھر لگوا دیا۔ آپ اس مسجد میں درس و خطبہ جمعہ بخوبی انجام دینے لگے۔ لوگ جوق در جوق اہل حدیث ہونے لگے۔ قرآن و حدیث پر کھلم کھلا عمل کرنے لگے۔

شیخ کے جمعہ کا خطبہ

شیخ مسجد کلاں دہلی میں جمعہ کا خطبہ دیتے۔ آپ کے بھائی مولوی نور محمد رفیع الصوت تھے۔

اکثر وہی جمعہ کی اذان دیتے۔ صحن مسجد پر شامیانہ لٹکایا جاتا۔ مسجد بمعہ صحن لبریز ہو جاتی۔ آپ کا طرز یہ تھا ''ریاض الصالحین'' کی ایک حدیث پڑھتے اور پھر بیان شروع ہوتا۔ میں ۱۳۲۲ھ میں گیا ہوں تو ہنوز مقدمہ ''ریاض الصالحین'' ہی کا آغاز تھا۔

اِنّ لــلــه عبـاداً فُـطَـنَـا طَـلّقُوا الدُّنيا وخَافُوا الفِتَنَا

اس شعر کا بیان جاری تھا۔ آپ کے طرز بیان کو میں کیا عرض کروں۔ جو سلاست بیان میں ہوتی تھی اور جو مزہ سامعین کو حاصل ہوتا تھا، بیان سے باہر ہے۔ آیات واحادیث ووقائع کی مناسبت کو ایسے طرز سے بیان کرتے تھے جیسے قرآن کریم کا ابھی نزول تازہ بتازہ ہو رہا ہے۔ ایک لڑی کے کنارے سے دانے نکالنے شروع کئے کہ یکے بعد دیگرے ایک دوسرے سے مناسب دانے نکلتے ہی جاتے تھے۔ کچھ خدائے قدوس ہی کی طرف سے اُن مضامین کا القاء ہوتا تھا۔ سچ پوچھئے تو آپ کے واعظ میں وہ لطف نہ آتا تھا جو خطبہ میں لطف آتا تھا۔ آپ کے خطبے کے لکھنے کا بارہا اس ناچیز نے خیال کیا تھا مگر قسمت نے باری نہ دی اور کچھ تو اپنی یادداشت پر اعتماد تھا اور کچھ کاہلی۔ مجھے اس کا اکثر افسوس رہتا تھا۔ آپؒ بیان سے مطلقاً تھکتے نہ تھے۔ ساڑے بارہ بجے اکثر کھڑے ہوتے۔ ڈیڑھ پونے دو بجے ختم کرتے۔

مولانا یوسف حسین خانفوری جب بغداد سے تشریف لائے تو ہر جمعہ میں حاضر ہوتے۔ جس نے ایک مرتبہ آپ کے پیچھے جمعہ پڑھا پھر وہ گویا گرویدہ ہی ہو جاتا تھا۔ آپ کے جمعہ کے خطبہ ہی کی بدولت دہلی میں بے شمار اہل حدیث ہوگئے۔ اس سے پہلے اتنے نہ تھے۔ جس نے ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ سُنا پھر وہ خدا کے حکم سے حنفی نہیں رہ سکتا تھا۔ کچھ خدائے قدوس نے آپؒ کے بیان میں کشش ہی ایسی رکھی تھی۔ ایک دو واقعے میں اپنے چشم دید لکھتا ہوں۔

ا۔ گلی ڈاکخانہ میں صدر کا ڈاکخانہ تھا۔ حاجی محمد صدیق صاحب ہاڑی کی دکان کے متصل بابو پنجاب کے ایک معمر شخص تھے۔ اوپر بمعہ اہل وعیال رہتے تھے۔ مسجد وہاں سے بالکل قریب ہے۔ مگر چونکہ وہ حنفی تھے۔ جمعہ کی نماز ہمیشہ حافظ بنّہ کی سرائے میں پڑھنے جاتے تھے۔ حُسن اتفاق سے حافظ بنّہ کی سرائے میں جمعہ ہو چکا تھا۔ یہاں دیر سے ہوتا تھا۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ چلو یہیں جمعہ گزار لیں۔ یہ بمعہ اپنے لڑکے آئے۔ صحن میں بمشکل انہیں جگہ ملی۔ قریب تخمیناً پاؤ گھنٹہ

ان کو خطبہ کا سننا ملا ہوگا۔ نماز قائم ہوگئی۔ مگر ان بابو صاحب کو اس پندرہ منٹ کے خطبہ کی سماعت نے وہ ان کے دل پر اثر کیا کہ اگلے جمعہ کو بمعہ اپنے فرزند ایسے وقت میں آ حاضر ہوئے کہ دالانوں کے سامنے صحن میں شامیانہ کے سایہ میں جگہ میسر ہوگئی۔ اس جمعہ کو تو بابو صاحب آمین و رفع الیدین کرتے ہوئے نظر آئے اور برابر اس مسجد میں جمعہ جماعت پابندی سے پڑھنے لگے اور پکے موحّد واہل حدیث ہوگئے۔ ہمارے سامنے یہ ڈاکخانہ اُٹھ کر بارہ ٹوٹی پر گیا۔ مگر بابو صاحب برابر حاضر ہوتے ان کا گھرانہ ہی اہل حدیث ہو چکا تھا۔ میں ۱۹۱۰ء میں چلا آیا تھا پھر معلوم نہیں وہ بابو صاحب کہاں گئے اور کیا ہوا۔

۲۔ واقعہ ایک شخص مسمی بشیر، کلّن بھٹیارے کے یہاں روٹی پکانے پر تھا۔ اچھا کاریگر تھا۔ کلّن کو اس پر بہت کچھ اعتماد تھا۔ ۱۳۲۲ھ سے ہی ہم اسے پہچانتے تھے۔ اس لئے کہ اسی دکان پر نہاری ہوتی تھی۔ ہم وہیں ناشتہ کے لئے جاتے تھے۔ یہ شخص نماز روزہ تو کجا صبح منہ دھونے کا بھی عادی نہ تھا۔ ہم لوگوں کا مضحکہ اُڑایا کرتا تھا۔ ایک زمانہ اس حال پر اس کا گزرا۔ ایک عرصہ مدید کے بعد مولانا مرحوم مسجد سے علیحدہ کئے گئے تھے اور گودام میں مسجد کے جوار میں درس و نماز ہونے لگی تھی۔ جمعہ کو بوجہ تنگی گلی میں نالی پر تختے رکھ کر چٹائی بچھائی جاتی تھی۔ راستہ کے لئے صرف دیوار کے ساتھ ایک آدمی کے گزر کا راستہ چھوڑا جاتا تھا۔ اس آدمی کو مچھلی کے شکار کا بھی شوق تھا۔ او کھلے جانے کے لئے نکلا۔ اسی راستہ سے گزر ہوا۔ ثانی خطبہ ہو رہا تھا۔ چلتے وقت اس کے کانوں میں کچھ مضمون پڑھ گیا۔ مگر وہاں سے نکل ہی گیا۔ مگر نہ معلوم اُسے کس چیز نے بے چین کیا تھا وہ کچھ دور جا کر واپس آ گیا۔ اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہی ہوگیا۔ بس پانچ سے دس ہی منٹ اُس کو خطبہ کی سماعت حاصل ہوئی تھی۔ نماز کھڑی ہوئی وہ چلا گیا۔

اگلے جمعہ کو وہ صاف شفاف کپڑے پہن کر حاضر ہوگیا۔ خطبہ کامل سُنا۔ نماز دیکھ دیکھ کر پڑھی۔ اس لئے کہ اس بیچارے نے کبھی مسجد دیکھی ہی نہیں تھی۔ نماز کو کیا جانے؟ پھر تو وہ اپنی روٹی کی ڈیوٹی سے فرصت پاتا مدرسہ ہی میں آ جاتا۔ کچھ پڑھنے کا بھی شوق پیدا ہوگیا۔ میرے ہی پاس پڑھتا تھا۔ اور پنج وقتہ نماز میں بھی حاضر ہوتا۔ اور جمعہ کی بھی حاضری دیتا۔ اہل حدیث اس قدر پختہ ہوگیا تھا کہ میں کیا عرض کروں۔ گوداموں کے بعد ٹین والے مدرسہ میں بھی آتا رہا۔ میں

۱۹۱۱ء میں چلا آیا پھر مجھے اُس کا علم نہ رہا۔

۳۔ واقعہ ایک شخص حاجی عبدالحمید: یہ وہ شخص ہے کہ مولانا مرحوم کے مکان کے بالکل سامنے محمد عمر صاحب چھلنے والے کا کارخانہ تھا۔ گلٹ پر مامور تھا اور اچھا کاریگر تھا۔ مسجد و مدرسہ نزدیک ہونے کے باوجود کوئی اثر اس پر نہ تھا بلکہ ہم لوگوں سے مضحکہ کرتا۔ مدرسہ کے طالب علموں کو محمد عمر صاحب کی طرف سے ضرورت کے لئے پیسے ملتے تھے۔ تو وہیں سے لایا کرتے تھے یہی دیا کرتا تھا، یا پھر دکان سے۔ اس بیچارے نے اپنی زندگی میں مسجد نہ دیکھی ہوگی۔ دن چڑھتے تک سونے کا عادی۔

ایک دفعہ کابل کی طرف سے نماز کمیٹی کے افراد دہلی آ پہنچے۔ لوگوں کو مار مار کر مسجد میں پہنچاتے تھے۔ ہم لوگ گوداموں میں اس زمانے میں مقیم تھے۔ درس، ترجمہ، جمعہ، جماعت یہیں ہوتی تھی۔ محمد عمر صاحب کا کارخانہ سامنے کے احاطہ میں چلا گیا تھا۔ اس کو بھی انہوں نے مار دھمکا، مسجد میں کپڑے بدلوا کر پہنچایا۔ وہ لوگ دوسری طرف گئے، یہ بغیر نماز کے ہی واپس۔ میں ۱۹۱۱ء میں وطن آ گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۱۶ء میں غالباً دہلی جانا ہوا۔ تو میں نے اس شخص کو دیکھا۔ کہ منہ پہ داڑھی، نماز روزہ کا پابند، میرا دل بہت ہی خوش ہوا۔ خدا نے ہر ایک چیز کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ آخر الامر اس برقی رَو کی کشش میں آ ہی آ گیا۔ اور بھی کئی ایک واقعات ہیں۔

خداوند قدوس نے ان کے خطبہ میں وہ برقی کشش رکھی تھی کہ ایک مرتبہ آدمی سُن لے پھر وہ طریق ہدایت سے روگرداں رہے غیر ممکن تھا۔ یہ خداداد باتیں تھیں۔ ''ریاض الصالحین'' ایک ایک حدیث کر کے جمعہ کے خطبہ میں ہی ختم ہوئی تھی۔ اس کے بعد ترغیب منذری کی باری تھی۔

مسجد کلاں سے اِخراج

شیخ عبدالغنی صاحب بانی مسجد کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے لڑکے محمد عمر صاحب ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان کے چچا حنفی۔ لڑکا کمسن تھا، بڑا ہوا۔ آخر الامر چچا نے مولانا مرحوم کے مسجد سے نکلوانے کی سعی کی۔ اُس کو موقع نہیں ملا۔ آخر مولانا مرحوم حج کو تشریف لے گئے اور ان کے پیچھے یہ اسکیم تیار کی کہ وہ آئیں تو اُنہیں مسجد میں نہ آنے دیا جائے۔ سردی کا زمانہ۔ مسجد کے دروں سے پردے کھلوا دیئے تا کہ طلبہ کو تکلیف ہو۔ مسجد میں حجرہ تھا اُسی میں مولانا مرحوم کی کتابیں رہتی تھیں،

مقفل تھا کنجی مولانا کے ہی پاس تھی۔ محمد عمر نے چچا کی مصلحت سے دوسرے کیواڑ کو کھلوا دیا۔ ہم لوگ کتابوں کی حفاظت میں رات کو وہیں بستر ہ لگا کر سوتے، سردی کھاتے، کہاں جاتے۔ جب مولانا مرحوم حج سے تشریف لائے تو اپنے مکان کے نیچے کا گودام کھلوا دیا۔ طلبہ وہیں رہنے لگے، کتابیں گھر پہنچا دی گئیں۔ اب درس، ترجمہ، جمعہ، جماعت وہیں ہوتا رہا۔ اسی اثناء میں سفر رنگون کا ہوا۔ خداوند کریم نے مدرسہ کا انتظام کرا دیا۔ رنگون سے واپس آ کر مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ ٹین سے مدرسہ بنا اور رافضی کے مکان کے متصّل شرقی جانب میں طلبہ کے لئے کوٹھڑیاں بنوائیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس مدرسہ میں جمعہ، جماعت، درس، ترجمہ منتقل ہو گیا۔ ہماری تحصیل آخری اس ٹین ہی کے زمانے میں ہوئی۔

مولانا مرحوم پر مصائب واُن کی کرامات

مولانا مرحوم نے جب مسجد کلاں دہلی میں تبلیغ شروع کی جوق در جوق احناف دین الٰہی میں داخل ہونے لگے۔ مذہبیوں نے آپ سے وہ وہ عداوتیں کیں کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ آپ کو جان سے مارنے کی ٹھانی۔ دشمنوں نے رات کو مورچے بندی کی۔ گلیوں کے راستے میں مارنے والے پہرے دے رہے تھے۔ آپ بلیماراں اپنی سسرال جاتے، رات کو اکیلے آتے۔ یہ ایک رات تھی دشمنوں نے اپنا انتظام مکمل کر رکھا تھا، تمام راستے پُر تھے۔ اس طرف حافظ حمید اللہ صاحب کو خبر ہوئی تو آپکی جستجو میں آدمی دوڑاتے ہیں اُن راستوں پر خُفیہ آدمی مقرر کئے۔ مکان میں بارہ بجے تلاش کراتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ بھر پور نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ خدا نے دشمنوں کو اندھا کر دیا تھا۔ اُنہیں کے پہروں میں سے ہو کر تشریف لائے سسرال سے اور بآرام نیند سے سوئے۔ سچ ہے۔ ''جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے''۔

ایک دوسرا واقعہ جسے قاتل نے بذاتِ خود مجمع عام میں بیان کیا تھا۔ ایک شخص مسمّی عبداللہ بندھانی مارواڑی تھا۔ ایک دن جمعہ کے روز ٹین کے مدرسہ میں زار زار رو کر کہنے لگا۔ مولوی صاحب! خدا کے لئے میرا قصور معاف فرما دیں۔ آپ کے جان سے مار ڈالنے پر پانچ سو روپے کا انعام تھا۔ میں نے ہمت کی تھی۔ لاہوری دروازہ اور قطب روڈ کے درمیان سڑک اور لالٹین نہیں تھی۔ صرف ایک نہر کا پُل تھا اور اندھیرا، کسی کو مار ڈالے تو پتہ بھی نہ چلے۔ آدمی لائنوں

پر سے آتے جاتے تھے۔ میں نے اندھیرا اور تنہائی کا موقعہ دیکھ کر کمر کسی۔ لٹھ لیکر لائن کے راستہ پر کھڑا رہا کہ آپ بلیماراں سے آکر یہاں سے گزریں گے تو اچھا موقعہ ہاتھ آئیگا۔ آپ تشریف لائے۔ جونہی میں نے لٹھ سنبھالا، آگے کو بڑھا اور لٹھ اٹھایا کہ ماردوں، نہ معلوم میرے سینے پر کسی نے ایسا زبردست گھونسہ رسید کیا کہ میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ دوبارہ ہمت کی اسی طرح ہوا۔ تیسری مرتبہ ہمت کی اسی طرح ہوا۔ آخر میری پھر ہمت نہ ہوئی اور آپ آگے نکل بھی گئے۔

مولوی صاحب خدا کے لئے میرا قصور معاف کریں۔ مولانا مرحوم نے سب کے سامنے ان کے قصور کو معاف کیا۔ مولانا مرحوم امام احمدؒ وامام مالکؒ ودیگر صحابہ کرامؓ کے مصائب کو بھی اثنائے خطبہ میں اکثر بیان کرتے تھے۔ اُس شخص نے میری موجودگی میں کم سے کم تین مرتبہ برابر متفرق جمعوں میں کھڑے ہوکر رو رو کر اپنے قصور کی معافی طلب کی ہے۔ اس کے بعد ۱۹۱۱ء میں، میں وطن آگیا۔ اس کے بعد کے حالات کی خبر نہیں۔

مولانا مرحوم کا صبر واستقلال

آپ نے کسی مظالم پر بدلہ لینے کا کبھی خیال تک نہیں کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا مرحوم ودیگر مدرسہ کے طالب علموں کو کلکتے والے پنجابیوں نے دعوت دی۔ چابک سواراں کی گلی میں غالباً وہ رہتے تھے۔ بارہ بجے دعوت کھلائی، بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ ہر طلبہ کو مٹھائی بمعہ طشتری بھی دی۔ میں نے سُنا کہتے ہوئے کہ مولوی صاحب عصر کے بعد مغرب سے پہلے نکاح ہے۔ آپ ضرور تشریف لاویں۔

آپ ایفائے وعدہ کی خاطر بعد عصر تشریف لے گئے۔ مغرب کا وقت قریب آگیا تھا، آپ تشریف لے گئے مکان میں قدم رکھا اور دیکھا کہ یہاں تو کوئی نکاح خوانی کی کسی قسم کی تیاری نہیں ہے۔ آپ نے کہا نماز مغرب کا وقت قریب آگیا ہے۔ میں فراشخانہ کی مسجد میں نماز پڑھ کر حاضر ہوتا ہوں۔ جونہی واپسی کے لئے قدم اُٹھایا ہی تھا کہ دروازہ کے پیچھے چُھپے ہوئے حضرات نکل آئے پیچھے والوں نے دھکے دے کر آگے کو بڑھایا۔ دروازے بند کردیئے، پیٹھ پر زدوکوب کیا۔ اور آلۂ تناسل کو بھی خوب مروڑا، تجھے بہت نکاح کی ہوس ہے۔ اُسترا سے آپ کی داڑھی کو مونڈنا چاہا مگر اس میں کامیاب نہ ہوئے، آخر چونا ہڑتال لگادیا، اور کہتے جاتے تھے کہ تو ہی تو کہتا

ہے کہ امام مالک کی داڑھی لوگوں نے مونڈھی تھی، دیکھ آج ہم تیری مونڈتے ہیں،

آپ بالکل بیہوش تھے، اندھیری راتیں تھیں، نو بج چکے تھے، طلبہ مسجد کلاں میں مطالعہ میں منہمک تھے، ڈولی میں ڈال کر مکان پر آپ کو پہنچایا۔ ڈولی سے اُتارنے میں غالباً مولوی عبدالجبار کھنڈیلوی تھے۔ کہاروں کو اُنہوں نے دیکھا بھی تھا، مولانا بے ہوش تھے، زیست کی بھی امید نہ تھی، شور مچ گیا، طلبہ کو بھی خبر ہوئی، عیادت کے لئے پہنچے۔ حافظ مولوی عبیداللہ اٹاوی پڑھتے بھی تھے اور حکیم رضی الدین کے یہاں مطب بھی کرتے تھے بُلایا گیا، آئے، ملائی دہی کی منگوا کر لگائی گئی، معقول علاج کیا گیا، رات کے بہت سے حصّے کے گزرنے کے بعد ہوش درست ہوا مگر چونا ہڑتال سے بہت ہی جلن اور بے چینی تھی۔

صبح حافظ حمید اللہ صاحب نے قانونی کاروائی کرائی سیندھے خاں کمشنر دہلی تھا، وہ خود زینت محل میں آیا، مجمع کثیر تھا اس گھر کی تلاشی لی گئی خون امیز کپڑے ملے، سیندھے خاں اگرچہ غیر مسلم تھا مگر اس کا بھی دل بھر آیا۔ مولانا مرحوم سے کہا آپ اجازت دیں تو میں ان میں سے ایک ایک کو ان کے کردار تک پہنچاؤں۔ مگر مولانا کے صبر واستقلال کا یہ حشر کہ یہی کہتے رہے۔ کہ میں دنیا میں بدلہ لینا نہیں چاہتا، خدا کے حوالے کرتا ہوں، آخر بڑے ہسپتال میں تشخیص کرائی گئی، تحقیق زدوکوب کی ہوئی اس ہسپتال میں انہیں رکھا گیا، چارپائی پر تھے مگر ہمیں برابر سبق پڑھاتے۔ ہم فصول اکبری اور پنج گنج اس زمانہ میں پڑھتے تھے۔ پھر سنہری مسجد والی کچہری میں مقدمہ کی سماعت ہوئی ہمیں وہاں بھی برابر سبق پڑھاتے تھے۔ سیندھے خاں کمشنر نے بہتر کہا مگر آپ نے اس دنیا میں بدلہ لینے سے انکار ہی کیا وہ آخر مجبور ہوا۔

یہ وہ پنجابی ہیں جنکی رشتہ دار پنجابن سے مولانا مرحوم نے نکاح کیا تھا۔ اور اس عورت سے ایک لڑکا بھی بنام عبدالخالق پیدا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے قومی غیرت کی بنا پر یہ کام کیا تھا۔ اس عورت کے اگلے گھر کے لڑکے بھی چھین لئے تھے اور نقدی وزیور بھی لے لیا تھا، زبردستی طلاق لی گئی تھی، علماء نے فتوے بھی دیدیئے تھے کہ طلاق مکرہ ہو جاتی ہے ان میں ہمارے مولانا محمد بشیر سہسوانی بھی تھے باقی حنفی تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ طلاقِ مکرہ کا فتویٰ جب مولانا بشیر سہسوانی کا آپکے پاس آیا تھا تو آپؒ نے مولانا سہسوانی کو ایک واقعہ لکھ بھیجا تھا کہ آپ کی جلالتِ شان اور

احترام علمی نہ ہوتا تو آپ کے اس فتوے پر قلم ضرور اُٹھاتا مگر آپ مکرّر غور فرما کر طلاق مکرہ کے متعلق اپنے قلم سے صحیح امر لکھدیں۔ پھر نہ معلوم کیا ہوا۔ مگر پھر یہ بات ظاہر ہوگئی تھی کہ اہل حدیث علماء نے اپنے اس مسئلہ سے رجوع کر لیا تھا۔

آپ کی سادگی

چھوٹی سی پگڑی، معمولی کُرتا پاجامہ سفید، کبھی دھاری دار خا کی۔ اجنبی انسان آتا تو طلبہ اور مولانا میں امتیاز نہ کر سکتا تھا۔ اُسے پوچھنا پڑتا کہ مولوی صاحب کہاں ہیں؟ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ صحیح مسلم کا درس تھا، ہم سب بیٹھے تھے۔ طلبہ میں پنجابی بنگالی، ہندوستانی کسی کے سر پر ٹوپی کسی کے پگڑی۔ ایک دیہاتی آیا کہنے لگا۔ مولوی عبدالوہاب ان میں کون ہے؟ ہم لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں۔ تب جا کر اس کو پتہ لگا۔ نہایت سادگی سے رہتے تھے، ممتاز ہو کر بیٹھنے کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ کھانے پینے میں بھی بہت ہی سادگی تھی۔ اپنے گھر کی چپاتی بنی ہوئی طالب علم کو دیتے اور کہتے کہ تمھارے ہاتھ کی پکی ہوئی مجھے دے دو۔ آپ اُسے خوشی سے کھاتے۔ آپ صرف ٹاٹ پر ہی بیٹھ کر صبح سے شام تک درس دیتے۔ مسجد کلاں میں تو صرف وہی چٹائی ہوتی تھی جس پر طلبہ بھی بیٹھتے تھے، ٹین کے مدرسہ میں آپ کے لئے صغریٰ (آپ کی بیٹی کا نام) کی والدہ نے ایک معمولی گدّی بنا رکھی تھی بادل ناخواستہ اس پر بیٹھتے تھے۔ آپ ممتاز ہو کر بیٹھنے کو ہی فی الحقیقت پسند نہ کرتے تھے۔ آپ ٹاٹ پر ہی سو جاتے، کبھی گرمیوں میں دو تپائی باہر رکھ کر ہی ان کے تختوں پر سو جاتے بلا کسی فرش کے، غریبوں کی دعوت میں بخوشی جاتے، امیروں کے یہاں دعوتوں میں بہت کم جاتے، دعوتوں میں طلبہ کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانے کو پسند کرتے۔

صبح کا ترجمہ

ہم ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ میں داخل ہوئے تھے۔ ترجمہ کے قاری ایک رنگریز صاحب تھے بعد نماز صبح اُجالا ہونے پر قاری صاحب ایک آیت تلاوت کرتے اور ترجمہ بعد میں ترجمان القرآن نواب صدیق حسن بھوپالیؒ سے پڑھتے، مولانا مرحوم کے سامنے تفسیر جامع البیان اور تفسیر درمنثور ہوتی۔ آپ پہلے جامع البیان سے تفسیر فرماتے پھر درمنثور سے آیت کے متعلق جس قدر آثار واحادیث ہوتیں بیان فرماتے آپ کے ترجمہ کی سماعت سے عورتیں اور مرد اس قسم سے دین سے

باخبر ہوتے تھے کہ اچھے اچھے عالم حنفی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ہمارے طالب علمی کے زمانے میں صرف ایک مرتبہ قرآن شریف کا ترجمہ ختم ہوا تھا، دوسری مرتبہ پھر شروع ہوا تھا۔

شیخ مرحوم کا درس اور اس کا طریقہ اور طلبہ سے مُلاطفت

ترجمہ کے بعد طلباء کو ایک آیت کا ترجمہ پڑھایا جاتا اس میں سب کو شریک ہونا پڑھتا تھا، خواہ بخاری کا پڑھنے والا کیوں نہ ہو، اس کے بعد تفسیر، اس کے بعد احادیث نبویہ، بلوغ المرام والوں کو ایک حدیث پھر دو، آخرالامر چار حدیثیں مشکوٰۃ والوں کو دو چار حدیثیں۔ صبح سے آپ بیٹھتے تھے تو گیارہ بجے تشریف لے جاتے۔ بعد ظہر پھر درس دیتے پھر مکان پر نہیں جاتے، مغرب کے بعد ہی تشریف لے جاتے، کھانے سے فراغت کے بعد مسجد میں تشریف لاتے اور اپنے والد مرحوم کی خدمت میں مشغول ہو جاتے، ہاتھ پیر دباتے، بعد عشاء بھی والد صاحب کی خدمت کرتے، دعائیں سکھاتے، ہاتھ پیر دباتے یہاں تک کہ وہ سو جاتے اس کے بعد مکان تشریف لے جاتے۔ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد عشاء ہی کے وقت آتے، بعد عشاء طلبہ کی وہ جماعت جو صرف ترجمہ پڑھنے والے یا ادنیٰ جماعت والے ہوتے آپ کو گھیر کر بیٹھ جاتے، ان میں پنجاب کے اکثر ہوتے۔ ''احوال الآخرت''، ''شہباز'' وغیرہ انہیں یاد ہوتیں۔ ہاتھ پیر دباتے جاتے اور ان کتابوں کے پنجابی اشعار پڑھتے جاتے۔ آپ بڑے شوق سے سنتے پھر مکان تشریف لے جاتے۔

آپ کے مسجد میں آنے ٹھیرنے کا بڑا مقصد یہ ہوتا تھا کہ طالب علم آیا کتابیں لے کر پڑھنے بیٹھتے ہیں یا نہیں، طالب علموں کا بہت خیال رہتا تھا۔ مشکوٰۃ شریف دو سال میں ختم کرائی جاتی اس کے ہمراہ نسائی شریف بھی ہوتی، جلالین بہت تھوڑی تھوڑی مقدار میں ختم کرائی جاتی۔ آپ کے درس میں وہ وہ خوبیاں تھیں جو ان کے معاصرین کے درس میں چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ حنفی علماء تک درس کا جائزہ لینے کے لئے آتے تھے۔ آپ مسئلہ کو تہہ تک پہنچا کر چھوڑتے، کسی بات کو بے حوالہ نہیں چھوڑتے۔ حنفیہ کے وہ وہ اصولی نکات کی تلقین کرتے کہ شاید و باید۔ آپ کی اس قدر نظر وسیع تھی کہ آپ کے حوالہ دینے پر ہمیں رشک کہ یہ چیزیں کب دیکھی ہوں گی۔ ہمارے ہم سبقوں میں مجھے تو بخدا آپ کے درس کی باتوں سے خاص

شغف تھا۔ میں نے مولانا مرحوم ہی کے اصول کی پابندی درس وغیر درس میں اختیار کی۔ مجھے آج تک بحمد اللہ نا کامیابی نہیں ہوئی اور نہ ہی شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

آپ کے درس کا ایک یہ خاصہ تھا کہ کیسا ہی حنفی کٹر ہو وہ ازخود ہی مذہبی طوق سے یکسوئی اختیار کر لیتا۔ ایک پٹھان پکا پجاری مشرک، پائجامہ اُتار کر تہبند باندھ کر نماز پڑھتا آپ نے اس طرح اُسے درس میں گرویدہ کر لیا کہ اُس نے اپنی تمام عادتیں مکمل طریقے سے ترک کر کے پکا اہل توحید ہو گیا، آپ درس دیتے تو کسی طرح نہیں تھکتے، بلکہ رات کو بھی درس دیتے۔ طلبہ کی ہر طرح دلجوئی کرتے۔ کسی کو مجال نہیں کہ ان پر زیادتی کرے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے ہم لوگ گودام میں رہتے تھے مولوی عبدالستار کلانوری کے پاس ایک پنجابی کا لڑکا پڑھتا تھا انہوں نے کہیں سبق کے یاد نہ کرنے پر اُسے ایک دو تھپڑ مارے ہونگے اُس نے کہیں جا کر اپنے باپ سے شکایت کر دی وہ غصّہ میں بھرا آیا عصر کے بعد اور مولوی عبدالستار کلانوری کو اپنے لڑکے کے مارنے کیوجہ سے کچھ مارا وہ رو رہے تھے وہ پنجابی بھی وہیں مدرسہ ہی میں تھا کہ اچانک اس روز مولانا بلیماراں گئے تھے۔ تقدیر الٰہی سے عین وقت پر آ پہنچے مولوی عبدالستار کو روتے ہوئے دیکھا آپ نے پوچھا کیوں بھائی رو رہے ہو۔ وہ تو نہ بولے مگر دوسرے طلبہ نے کہا کہ یہ نور الٰہی نے انہیں مارا، مولوی عبدالستار نے ان کے لڑکے کو سبق یاد نہ کرنے پر صبح مارا تھا۔ بس یہ سنا تھا کہ ہاتھ میں جوتیاں تو تھیں ہی، سیدھے ہاتھ میں لے کر پانچ دس جوتیاں رسید کیں اور کہہ دیا کہ یہاں سے چلے جاؤ، تمھارے لڑکے کو چاہو مت پڑھنے بھیجنا، طالب علم پر ہاتھ اُٹھانے والے تم کون ہوتے ہو۔ وہ بیچارہ چپکے چپکے ہی چلا گیا۔

آپ اپنی ذات کا بدلہ کسی سے نہیں لیتے۔ مگر طلبہ پر کسی کے ظلم کو نہیں سہہ سکتے تھے۔ درس میں طلبہ کی ہر پہلو تسلی و تشفی فرماتے، اعتراضات کی بوچھاڑوں سے بالکل نہیں گھبراتے تھے اور نہ ہی چہرہ پر کسی قسم کی ترشی آتی۔ بلکہ نہایت فراخدلی سے سمجھاتے تھے۔ مولانا عبداللہ غازی پوری کا بخاری کا درس دیکھا تھا، ہمارے ہم سبق مولوی عبداللہ ٹونکپوری کو آپ سے بخاری پڑھنے کا شوق دامنگیر ہوا تھا اس زمانے میں مدرسہ ریاض العلوم مچھلی والوں میں وہ درس دیتے تھے، ہم بھی کسبِ علم کے لئے جاتے تھے، درس دیکھا تھا، طالب علم کو وہ ازخود بتلاتے تو بتلا دیتے اگر کسی

طالب علم نے اعتراض کیا فوراً ڈانٹ دیا، بس خاموشی سے آگے چلتے ہوتے۔ یہاں بے تحاشہ اعتراض کرنے جاتے جوابات فراخدلی سے حاصل کیے جاتے۔ ایک بات تھی کہ طالب علم آپ کے درس کے شائق ہوتے، روشنی حاصل کرتے۔

درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ احادیث مختلفہ کو نہایت عمدگی سے تطبیق دی جاتی، تطبیق احادیث میں آپ کو خاص بلکہ عطیہ الٰہی ہی تھا اس خوبی سے تطبیق احادیث میں دیتے کہ بجز تسلیم چارہ ہی نہ ہوتا۔ آپ کی طبیعت میں علمی غرور نہ تھا ادنیٰ پڑھنے والے کو بھی پڑھاتے تھے۔ ہمیں خود ابواب الصرف، صرف بہائی، میزان منشعب وغیرہ برابر پڑھاتے تھے، آپ سے استفادہ حاصل کرنے والے کئی طبقے ہوتے تھے، ایک ابتدائی تعلیم والے، دوسرے انتہائی تعلیم والے، تیسرے جنہیں نہ ابتداء سے تعلق اور نہ ہی انتہا سے تعلق صرف دین حاصل کرنے کی غرض سے رہتے، ترجمہ، جمعہ کا خطبہ سے اور دینی تعلیم حاصل کرتے۔ البتہ تمام پر ترجمہ کی حاضری ضروری ہوتی۔ اخیر اخیر میں کچھ تسامح لیتے تھے۔

حافظ حمید اللہ صاحب ان طبقہ کے طلبہ کو رکھنے پر راضی نہ تھے۔ اس وجہ حمید اللہ صاحب نے مدرسہ کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ ہمارے ختم بخاری کے جلسہ میں حافظ صاحب ممدوح نے دعوت کی، گوشت روٹی کھلائی مٹھائی تقسیم کی۔ آپ کے بھائی فیاض الدین بھی حاضر تھے۔ اس مجمع میں شیخ حمید اللہ صاحب نے کہا مولوی صاحب پڑھانے کا کام اپنے ہاتھ میں رکھئے، طلبہ کے رکھنے وغیرہ کا اہتمام ہمارے حوالہ کر دیں اس طبقہ خالی روٹی توڑنے والوں کو علیحدہ کرنا چاہئے۔ مولانا نے یہ چارج حوالہ نہیں کیا۔ آپ کی اصل غرض یہ تھی کہ دین ہر طبقہ کے انسان حاصل کریں اور اپنے مقاموں میں جا کر دین کی اشاعت کریں۔

مولانا مرحوم کی غرض وغایت دین کی تبلیغ واشاعت تھی، آپ کو درس میں علماء زماں سے ایک خاص شکوہ رہتا تھا وہ یہ تھا کہ ہمارے علماء حواشی اور شرح کی تقلید اور درس نظامی کی تعلیم سے متاثر ہو کر درس حدیث دیتے ہیں حدیث والوں کی شان سے یہ بہت ہی بعید ہے۔ کوئی حاشیہ والوں کی پابندی کرتا ہے تو کوئی نوویؒ، وابن جوزیؒ یا شوکانیؒ پر اعتماد بھی رکھتا ہے، کوئی کسی پر کوئی کسی پر، خالص تعلیم سلف پر دلچسپی سے کام کرنا، بظاہر دعویٰ عدم تقلید مگر دراصل یہ بھی مقلد ہی نظر

آتے ہیں، آپ حواشی حاضر کے بہت ہی مخالف تھے۔ آپ کی ناراضگی واقعی قابل غور تھی اور ہے بھلا جن حواشی میں احادیث نبویہ کی تردید ہو ایک متبع سنت دل کب اس سے راضی ہوگا اور ہوسکتا ہے یہ اختلافات علماء حدیث محض ان نظامی درس وتدریس ہی کی بنا پر ہوتی، درس نظامی سے انسان لبریز ہوجاتا ہے پھر کب کتب احادیث کا دورہ کرتے ہیں۔ ان کی گھٹی میں تو درس نظامی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے پھر سلفی تعلیم کیسے ان دلوں میں اثر کرے۔ میرا بس چلے اور حکومت میرے ہاتھ میں ہوتو میں ان علماء کو از سر نو تعلیم شروع کراؤں سلفی طرز وطریقہ پر تاکہ اختلاف مٹے، اور ایک عالم کو افتاء کے لئے کھڑا نہ کیا جائے بلکہ ایک ہی عالم بالکتاب والسنہ کے ہاتھ میں زمام اختیار ہو اور سب اس کے ماتحت ہوں اور درس نظامی والے فتاووں سے یکسر روک دیئے جائیں ان کا زہر پبلک تک سرایت نہ کرجائے۔ آپ کی یہ ایک زبردست دائمی آرزو تھی۔ ہمارے ہم سبق صوفی عبداللہ صاحب دہلوی نے آپ کے ہاتھ پر زبردستی بیعت کی، ہمیں ایسا شخص کوئی نظر نہیں آتا ہم آپ کو ہی اس کا اہل پاتے ہیں۔ یہ پہلا شخص تھا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور کسی نے بیعت نہیں کی تھی۔ مگر مقصد اعلیٰ جماعت قائم کرنیکا یہی تھا۔ ۱۹۱۱ھ میں یہ ناچیز تو چلا آیا تھا بعد میں اسی مقصد کی تکمیل کی غرض سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی مگر علماء عصر کے مفاد میں قدرے خامی آنے لگی۔ دل کھول کر مخالفت کی گئی، طرفین سے ردوکد ہوتے رہے۔ اشتہار ورسالہ بازیاں جاری ہوگئیں ایک عظیم الشان تبلیغ واشاعت میں روڑا اٹک گیا۔

حنفیہ نے باہمی اختلافات کے نظارے کو دیکھتے ہوئے وقت کو غنیمت سمجھا اور اپنے اپنے مذہب کی شروحات سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ ورنہ اس سے قبل انہیں فرصت ہی کب لینے دیتے تھے انااللہ الخ۔ مولانا مرحوم کو باوجود درس وتدریس سے فرصت نہ ملنے کے حدیث سے اسقدر محبت تھی کہ جہاں کوئی کتاب حدیث کی معلوم ہوتی مطالعہ کے لئے بے چین ہوتے۔ اور خود ہی حتی الامکان اس کی درس سے فالتو وقت میں نقل کرتے۔ مستدرک حاکم کامل اپنے قلم سے نقل کی۔ خلافیات بیہقی اپنے قلم سے نقل کی۔ مجمع الزوائد کا بہت سا حصہ اپنے قلم سے نقل کیا۔ گو منشی عبدالغنی سے بھی نقل کروائی ہے تمہید کی نقل کرائی۔ آپ کو صرف کتابوں کو نقل کرنے کا ہی شوق نہ تھا بلکہ ہر حدیث پر عمل کا بھی اہتمام تھا۔ مجمع الزوائد میں پگڑی پلّہ کی پشت کیہ مرف چار انگشت کی

روایت دیکھی اسی وقت اپنی پگڑی کی اصلاح کر لی اور طلبہ سے بھی کہا یہ ہے مسنون طریقہ۔

مولانا مرحوم کے شمائل

آپ کے اخلاق نہایت ہی کریمانہ تھے۔ کیا بچے اور کیا بڑے ان سے اسی طرح پیش آتے۔ یہ ناچیز تو گیارہ سال کی عمر سے ان کی تحویل میں رہا مرحوم و مغفور کسی روز بھی ترش روئی سے ڈانٹ ودھمکی سے پیش نہ آئے، بچوں کے ساتھ بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ مولوی محمد سورتی اور علامہ ادیب عبدالعزیز میمن بھی آپ کے مدرسہ میں رہے ہیں اور ان دونوں نے مشکوٰۃ ونسائی شریف بہ شرکت مولوی عبدالرشید اٹاوی دو سال میں تمام کی ہیں۔ کسی وجہ سے یہ دونوں صاحب بددل ہو گئے، سخت وسست کلمات بھی ان احباب کی زبان سے نکلتے مگر قربان جایئے ایک حرف تو اپنی زبان سے بُرائی کا نکالتے اور نہ ہی دل پر کسی قسم کی کشیدگی۔ مولوی عبدالجبار کھنڈیلویہ ہم سے ٦ ماہ قبل آئے تھے ہم سے کچھ بڑے تھے ان کی تربیت بھی آپ ہی کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ چھوٹے چھوٹے رسائل ابواب الصرف سے لیکر فصول اکبری اور نحو میر وغیرہ سب ہی آپ نے انہیں پڑھائیں۔ فاضل عالم ہو کر وطن میرے بعد گئے۔

میں نے رسائل مطبوعہ دیکھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے کھنڈیلہ میں کھولا تھا، زیادہ تر ہاتھ حمید اللہ کا تھا، حافظ مخالف ہو ہی چکے تھے یہ ان کی تحویل میں تھے۔ اس طرف امامت کا سلسلہ جاری تھا مخالف پارٹی اپنا کام کرتی تھی۔ یہ بھی حافظ جی کی بنا پر مخالفت پر تُلے، اس کا تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔

قابل غور تو بات یہ تھی کہ آپ نے مولانا مرحوم سے مناظرہ پر کمر ہمت کسی۔ مولانا کو وہاں کے احباب نے قدیم تعلقات کی بنا پر بوجہ محبت بلایا تھا، یہ مناظرہ کے لئے سامنے میدان میں آئے، وہ وہ سخت وسست الفاظ جو نہ بولنے تھے زبان سے نکالے، مُلا تم جاہل ہو تمہیں کچھ نہیں آتا وغیرہ وغیرہ۔ یہ رسالوں میں چھپا ہوا تھا۔ خدا کو معلوم اس کی اصلیت کہاں تک ہے۔ مگر قابل سماعت یہ امر ہے کہ اسکے بعد مولانا کھنڈیلوی دہلی مسجد کلاں میں بحیثیت مدرس آئے آپکو مسائل کی تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو آپ رات کو مولانا مرحوم کے پاس آتے اپنی جگہ انہیں بٹھاتے۔ گو یہ میرے بعد کی باتیں ہیں مگر صحیح ضرور ہیں جن سے آپ کے اخلاق کا پورا پورا اندازہ انسان کو

لگ سکتا ہے۔آپ نے کسی سے بدسلوکی نہ کی اور نہ ہی بدسلوکی سے کسی کے ساتھ پیش آئے۔

آپ کے تلامذہ میں سے کچھ ایسے بھی ہوئے ہیں کہ دنیا داروں کے ہاتھوں چڑھ گئے، آپ کی بُرائی ومذمت کرتے مگر ان سے ملاقات ہوتی تو اس کا ذکر تک نہیں، کچھ ایسا خدا پر توکل تھا کہ انہیں کسی کی موافقت اور مخالفت کا احساس ہی نہیں تھا۔آپ نے اپنے دشمن کی دشمنی کا کسی کے سامنے ذکر تک نہیں کیا بس اس سے زیادہ تجاوز نہ فرماتے ذلك مبلغهم من العلم۔اللہ اللہ کیا خلق تھا۔خدا ان کی قبر نور سے بھرے۔نہ بیٹھنے میں تکلف تھا نہ کھانے میں نہ ہی پینے میں، غریبانہ روش رہتی تھی، نہ کرّ وفر لباس ہی میں تھا۔جمعہ کے روز سیاہ پگڑی ہوتی تھی اور جُبّہ، سفید کُرتا، سفید ہی پائجامہ۔ایک پنجابی طریقہ کی مخطط دوشالہ سر پر ہوتا تھا اور مسواک بھی ہاتھ میں ہوتی اور ریاض الصالحین۔

آپ کے اخلاق کا یہ حشر تھا کہ ایک روز مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی رنگون سے تشریف لائے دہلی میں نہر سعادت خاں کی مسجد اہل حدیث میں قیام فرمایا۔ظہر کی نماز مسجد کلاں میں ادا کی بعد نماز مسئلہ مدرک رکوع پر مولانا نصیر آبادی نے بات چھیڑی۔یہ عدم اعتداد میں بڑے متشدد انسان تھے، مولانا نصیر آبادی عمر میں بڑے تھے بہت ہی سخت کلامی اور تشدد سے پیش آتے رہے اور سخت وسست کلمات بھی زبان سے نکالتے رہے، تاہم مولانا مرحوم کی طبعیت میں کسی قسم کا بَل نہ آیا اور نہایت ہی متانت سے کام لیتے رہے۔مولانا نصیر آبادی مارے غضب دوبالا ہو گئے خود بخود ہی کلام موقوف کر دیا اس بحث کو دیکھ کر بخدا ہمارا سبق اچھی طرح یاد ہو گیا۔گو کہ ناچیز اس زمانہ میں حدیث سے شغف نہیں رکھتا تھا مگر جو کچھ میری طبعیت میں آپ کے جمعہ کے خطبہ اور بحث وتمحیص کے نظارے ایک خاص جگہ رکھتے تھے۔وہی مجھے باوجود آج ان سے دوری کے بھی ممد اور معین بنے رہے اور اب بھی میں انہیں اصول کی تحریر وفتاوٰی وتصانیف وغیرہ میں پابندی اپنا اولین فرض تصور کرتا ہوں۔آپ اسراف سے بالکل دُور رہتے، اپنی پونجی اپنے ہی قبضہ میں رکھتے عورتوں کے قبضہ میں نہیں دیتے، عورتوں کو ضرورت ہوتی تو منگواتے ہیں، کبھی نقدی عورتوں سے نہیں طلب کی۔بخلاف ابنائے زمان کے کہ ان کے خزانوں کی کنجیاں عورتوں کے قبضہ میں ہوتی ہیں۔ایک پیسہ کی بھی ضرورت ہوئی بیگم صاحبہ سے طلب کرتے ہیں۔اس میں کیا مفاد اور کیا فساد ہے وہ

ظاہر ہے۔

آپ نے مسواک کسی وقت ترک نہیں کی ہمیشہ آپ کے ہمراہ رہتی تھی، ہر وضو سے پہلے مسواک ضروری کرتے، کوئی وضو بے مسواک نہیں دیکھا۔ مسجد کلاں میں حافظ اکبر کے پیچھے نماز پڑھتے۔ مدرسہ جب گوداموں میں آیا وہاں آپ ہی نماز پڑھایا کرتے۔ مصلّے پر دائیں بائیں پنج وقتی نمازوں میں کھڑے ہوتے صرف جمعہ کی نماز کے لئے مصلّے کے بیچ میں کھڑے ہوتے۔ کیا اس میں حکمت تھی دریافت نہ کر سکے۔ ٹین کے مدرسہ میں آئے یہاں بھی آپ ہی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ مسواک کی وجہ سے اگر دیر ہو جاتی تو طالبعلموں کو حکم کر دیتے۔ کہ کھڑے ہو جاؤ، جماعت کھڑی ہو جاتی آپ آکر شامل ہو جاتے۔ آپ کی نماز کا میرا تخمینہ کم از کم دس منٹ تھا۔ آپ نماز میں کس طرح جلوس فرماتے، کس طرح قیام فرماتے، کس طرح قرأت فرماتے، نماز کے بعد کس طرح جلوس فرماتے، ان سب کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے اس طرح سے کہ جس طرح میں برابر دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ ایک چسکہ تھا کہ اپنے استاد کامل کے قدم بقدم اپنی اصلاح کروں یا کم از کم اس نقشے کو میں محفوظ کر رکھوں کہ میں اس کے ادا کرنے پر قادر ہو سکوں۔

آپ اعمال پہ بھی حاوی تھے۔ خداوند کریم نے آپ کے ہاتھوں پر بیشمار بیماروں کو شفا بخشی۔ یہ ایک خدائی عطیہ تھا۔ مجھ پر آپکی خاص نظر عنایت ہمیشہ سے ہمیشہ تک بحال رہی۔ آپ کی تحریر و طریقہ بحث وکلام و درس کو میں نے برابر محفوظ رکھا۔ مجھے بحمد اللہ ناکامیابی کا منہ دیکھنے کا ہی موقع نہیں ہاتھ آیا۔ یہ ناچیز ان کا شکریہ و احسان کا بدلہ کسی حال میں بھی نہیں ادا کر سکتا۔ میری دعا ہے کہ خداوند کریم ان کے ہمراہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لواء کے تحت ان کی معیت میں حشر کرے اور اللہ عزوجل ان کی قبر کو نور سے بھرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آپ کے شمائل و خصائل کی کوئی انتہا ہی نہیں جس کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

آپ کے اساتذہ

آپ کے اوائل علوم کے اساتذہ میں مولانا حافظ محمد صاحب لکھوکے والے، مولانا قطب ربانی، فانی فی اللہ عبداللہ غزنویؒ مہاجر، مولانا سید محمد نذیر حسین صاحبؒ، مولانا منصور الرحمٰنؒ تلمیذ امام شوکانیؒ، علامہ حسین بن علی سرہندی۔

آپ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ،عرب وعجم کے طالبانِ حدیث نے آپ سے استفادہ حاصل کیا۔ ہمارے طلب علم کے زمانہ میں ایک عرب جن کا نام علی تھا حدیث پڑھتے تھے۔شیخ ابوالسمح امام الحرم مکی نے بھی آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ بنگال، پنجاب، پورب سب ہی ملک کے طالب علم ہوتے تھے۔علیگڑھ یونیورسٹی سے پروفیسر علمِ ادب کے ماہر عبدالعزیز میمن اور مولوی محمد سورتی ادیب مشہور بھی آپ کے تلمیذ تھے۔مشکوۃ شریف اورنسائی شریف کامل اکمل مولوی عبدالرشید اٹاوی کی مشارکت میں پڑھی ہیں ۔۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۸ھ تک میرے علم میں سینکڑوں کی تعداد میں اشخاص نے آپ سے علم حاصل کیا ہے جن میں فارغ التحصیل حضرات بھی ہوتے تھے۔ کتنے ایک حضرات کے نام مجھے تاہنوز یاد ہیں اور کتنے ایک اشخاص کے نام فراموش ہوگئے ۔اگر مرحوم کے یہاں کوئی فہرست ہوتو اس کا مجھے علم نہیں۔مولوی محمد جوناگڑھی بھی آپ ہی کے شاگرد تھے۔علمِ حدیث کا علم آپ ہی سے حاصل کیا تھا۔آپ کے طالب علموں میں ایک ایک خاص قسم کا اسپرٹ بھر دیا جاتا تھا۔یہ اسپرٹ دوسرے مدارس اہل حدیث میں بالکل نہ ہوتا۔جن احباب نے اس اسپرٹ کا پرتو حاصل کیا ہوتا وہ کبھی بھی اہل تقلید سے مصالحت کی رو میں نہ بہتے۔ ان کی تقریر وتحریر ہی نرالی ہوتی۔ مَا سَلَّمْنَاهُم مُنْذُ حا رَبْنَاهُم کا سبق انہیں برابر یادرہتا۔آپ کے عوام مستفیدین کی بھی وہ حالت ہوتی کہ اچھے اچھے مقلّدین علماء کے ناطقے بند کردیتے۔ فقط والسلام۔

مولانا عبدالرشید صدیقی رحمہ اللہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ملتان کے مخلص، متحرک، سرگرم اور فعال رکن تھے۔ وہ مسلک اہل حدیث سے بے پناہ شغف اور اکابر علمائے اہل حدیث سے مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے۔ان کی جماعتی خدمات حد سے متجاوز ہیں، انہوں نے اپنی یادداشتوں کو ’’برصغیر ہندوپاک کے جید اکابر اہل حدیث علمائے کرام سے ملاقاتیں اور روابط‘‘ کے نام سے مرتب کیا تھا۔اس میں انہوں نے بہت سے علمائے اہل حدیث کے متعلق اپنے تاثرات رقم کئے ہیں۔ ان کی تحریر فرمودہ اس کتاب کا مسودہ ہمارے عزیز دوست محمد یٰسین شاد (ملتانی) کے پاس محفوظ ہے۔ذیل میں دیا گیا مضمون اس کتاب سے ماخوذ ہے۔

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:۔ دہلی کے جید اہل حدیث علمائے کرام میں سے حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب ملتانی صدری امام جماعت غرباء اہل حدیث ہند مہتمم مدرسہ دارالکتاب والسنہ دہلی سے سب سے پہلی ملاقات آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۱۹۲۰ء ملتان میں ہوئی۔ وہ اپنے تبحر علمی میں بہت بلند پایہ رکھتے تھے۔ ان کی زندگی کے دور میں ان دنوں ان کے ہاں سے ماہوار رسالہ ''صحیفہ اہل حدیث'' شائع ہوتا تھا۔ (الحمدللہ اب بھی صحیفہ اہل حدیث کراچی سے جاری ہے اور ہر پندرہ روز بعد شائع ہوتا ہے) جس کا بندہ مستقل خریدار ہو گیا۔ ۱۹۲۱ میں ان کے رسالہ کے استفادہ کا موقع ملتا رہا۔ دہلی میں ان دنوں ہندو مسلم اتحاد کا بڑا زور تھا۔ مسلمانوں نے برطانوی حکومت کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے تحریک خلافت کے زیر نظام سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں۔ بندہ بھی ان میں شریک تھا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے تعاون حاصل کرتے ہوئے اس تحریک میں ان سے اس حد تک وفاداری کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا کہ ہندوؤں کی خاطر عید قربان کے موقع پر گائے کو ذبح کرنا بند کر دیا۔ اور اپنے اسلامی شعار کو چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا عبدالوہابؒ محدث ہند نے پورے جوش سے اسلامی شعار کو برقرار رکھتے ہوئے عید الاضحیٰ کے موقع پر گائیں ذبح کرائیں اور آپ کے رسالہ صحیفہ اہل حدیث نے خلافتی علماء کرام اور لیڈروں کی پورے طور پر مخالفت میں مضامین شائع کئے۔ ان دنوں رسالہ کے مدیر مولانا عبدالجلیل خاں جھنگویؒ نے ایسے مضامین شائع کر کے مسلمانوں کو گائے کی قربانی کی ترغیب دی۔ مولانا عبدالوہابؒ توحید باری تعالیٰ اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی تبلیغ واشاعت میں بے حد پر جوش تھے۔ ان کے مدرسے کے طلباء دہلی میں عرسوں اور میلوں کے مواقع پر وہاں جا کر شرک وبدعات کی مذمت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں کے بالمقابل لال قلعے اور محمد علی پارک کے مابین سرمد شہید کی قبر پر ایک دفعہ عرس اور میلے کے موقع پر آپ کے شاگردوں نے جا کر وہاں جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر جب وعظ کہنا شروع کیا تو مولانا عبدالرب کے مدرسہ کے بعض پٹھان طلباء نے تبلیغ میں مزاحمت کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ پہلے دو دن تو مدرسہ دارالکتاب والسنہ دہلی کے طلباء نے حوصلہ مندی کیساتھ مڈبھیڑ سے بچ کر اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ لیکن تیسرے روز جب پھر پٹھان طلبہ نے گنڈاسوں اور

چاقوؤں سے مدرسہ دارالکتاب والسنہ کے طلباء پر شدید حملہ کیا تو مدرسہ دارالکتاب والسنہ کے طلباء سے مولوی جان محمد گجراتی شہید نے خنجر نکال کر اپنا بچاؤ کرتے ہوئے جوابی کاروائی کی تو چند پٹھان طالب علم مجروح بھی ہوئے اور ایک پٹھان طالب علم مارا گیا۔ اس موقعہ پر مقدمہ چلا اور مخالفین نے مقدمہ قتل میں حضرت مولانا عبدالوہاب صاحبؒ کو ملوث کرتے ہوئے قتل کی سازش میں شریک ٹھہرا کر مجرم قرار دینے کے لئے پوری طاقت صرف کی۔

مجھے یاد ہے کہ اس وقت جماعت کے مخیّر بزرگ حضرت حافظ حمید اللہ مرحوم سوداگر سوت والے صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے تقریباً ستر ہزار روپیہ صرف کر کے آپ کے مقدمے کی پیروی کی، جس پر آپ مقدمہ سے بری ہو گئے۔ مولوی جان محمد گجراتی کو پھانسی کی سزا ملی جو کافی عرصہ کے بعد مصلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید الٰہی کے سلسلے میں قربانی دے کر شہید ہوئے۔ اور اس مقدمے کا چرچہ سارے ملک میں ہوا۔

حضرت مولانا نے جماعت غرباء اہل حدیث قائم کر کے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ملک میں اس کی تنظیم میں صرف کیا۔ یہ تنظیم ان کی اولاد میں تاحال قائم ہے۔ مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب کراچی میں جماعت کے اس وقت امیر ہیں۔ جو ملک میں دورے کرتے ہیں اور ان کی رپورٹیں صحیفہ اہل حدیث میں چھپتی رہتی ہیں۔

ہندوستان میں بھی اس جماعت کی تنظیم تاحال قائم ہے جس کے امیر ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالواحد سلفی ہیں۔ ان سے میری ملاقات ۱۹۷۰ء میں حج کے موقع پر مکہ معظّمہ میں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالوہاب دہلوی کی حسنات اور دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

شیخ ہلالی کا خواب صالح

مولانا عبدالوہاب صاحب معہ اپنی جماعت کے بلند بالاخانہ میں

عراق سے حضرت علامہ محمد تقی الدین صاحب ہلالی کا حافظ عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث کے ایک رقعہ کے جواب میں مکتوب گرامی موصول ہوا ہے جو درج ذیل ہے یقین ہے کہ یہ مکتوب گرامی ناظرین صحیفہ اہل حدیث کے لئے باعث مسرت ہو گا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرة الاخ العزيز مولانا عبدالستار سلمه الله وبارك الله فيه وفينا آمين۔ وسلام عليكم ورحمة الله وبركاته اما بعد: فقد ورد عليّ كتابك العزيز مع رزمة الكتب منذ زمان فعاقتني عوائق عن تعجيل الجواب فمنك العفو والصفح عن زلتي وبعد ما ورد كتابك بايام رأيت والدك رحمه الله في المنام في عُلِيّةٍ اعني غرفة عالية جداً، ما صعدت اليها في درج ضيقٍ صعبٍ حتى تعبت، فدخلت عليه ولقيت معه جماعة من اصحابه، اذكر منهم الرجل السّمين لعل اسمه عنايت الله وهو شديد السّمرة فبدأني عنايت الله بالاعتراض ما ادرى في ثيابي اَو في شيء آخر فأجابه الشيخ رحمه الله عنّي ورحّب بي وجلست عنده ماشاء الله اَن اَجْلِسَ ثم انصرفت وكان مبتهجا مسروراً۔ فياحسرةً على الذين يُضلِّلُونه ويتقرّبون۔ لا اَدرى الىٰ الله اَم الى الناس ببغضه۔ انهم ساء ما كانوا يعملون۔

فاستقمْ على اتباع السنة واخفض الجناح للمؤمنين وكثرة الحلم والصفح في حقوق نفسك لا في حقوق الله ولا تُظْهِر لاحدٍ من اہل السنة انك مفارقٌ له اَو مخالفٌ الّا في البدعة والمعصية فذلك الحق۔ وسَلِّمْ منّي علىٰ اخواني الغرباء وَسَل لي منهم الدعا ونسال الله لنا ولكم النّصر والتائيد والتثبيت والسلام۔ كتب محمد تقي الدين الهلالي في الثامن عشر من ربيع الثاني عام الف وثلاثمائة وثلاث وخمسين۔

ترجمہ: عزیز بھائی حضرت مولانا عبدالستار خدا تعالیٰ کو آپ کو سلامت رکھے، آپکو اور ہم کو برکت دے آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد آپ کا مکتوب مرغوب معہ پلندہ فہرست کتب پہنچا، کثرت مصروفیات کی وجہ سے جلد جواب دینے میں قاصر رہا لہٰذا آپ سے درگزر اور معافی چاہتا ہوں۔

دیگر حال یہ ہے کہ آپ کے رقعہ پہنچنے کے چند روز بعد میں نے آپ کے والد مرحوم کو خواب میں ایک بہت بلند بالا خانے میں دیکھا بہت مشکل زینہ تھا۔ جس پر میں نہایت مشکل سے چڑھ کر مرحوم کے پاس پہنچا، ملاقات ہوئی آپکے صحبت یافتوں میں سے آپکے ساتھ ایک بھاری جماعت تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان میں ایک جسیم آدمی جس کا نام شاید عنایت اللہ ہے رنگ سخت گندم گوں ہے، اس نے مجھ پر اعتراض کیا، میں نہیں جانتا کہ اُس نے میرے کپڑوں کے بارے میں اعتراض کیا یا کسی اور چیز کے متعلق۔ اس کا جواب میری جانب سے شیخ مرحوم نے دیا اور مجھ پر بہت خوش ہوئے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا میں آپ کے پاس بیٹھا رہا، پھر میں واپس چلا آیا۔ مرحوم بہت خوش اور بشاش تھے۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے جو مرحوم کو گمراہ کہتے ہیں اور قرب چاہتے ہیں، میں نہیں جانتا کہ آیا مرحوم کے ساتھ عداوت کر کے خدا کا قرب چاہتے ہیں یا لوگوں کا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ بھی (مولانا مرحوم یا آپ کی جماعت کے ساتھ برتاؤ) کر رہے ہیں بہت ہی بُرا کر رہے ہیں، خیر آپ اتباع سنت پر قائم رہیے اور ایمان والوں پر شفقت کے پَر پھیلا دیجیے۔ حقوق اللہ کے سوا اپنی ذات کے بارے میں کثرت بردباری اور درگزر کو لازم پکڑیئے۔ نیز آپ ان اہل حدیثوں سے جدا مت ہو اور نہ ان کی مخالفت کیجئے جو بدعت اور معصیت سے بچتے ہیں میری جانب سے میرے برادران جماعت غرباء کو سلام کہہ دیجیے گا اور اُن سے میرے حق میں دعا کرا دیئے گا۔ ہم بھی اپنے اور تمہارے لئے دعا مانگتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد اور تائید کرے اور ثابت قدم رکھے۔ والسلام

محمد تقی الدین ہلالی ۲۰ ربیع الثانی ۵۳ھ

مدیر: ۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایمان والے کا خواب نبوت کی چھیالیس جزؤں میں سے ایک جُز ہے اور یہ بھی فرمایا کہ خواب صالح اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے لہذا ہم شیخ ہلالی صاحب کے خواب کی تصدیق کرتے ہوئے یقین کرتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم اور آپ کی جماعت حق پر ہے، فی الحال مولانا مرحوم اعلیٰ علّیین میں ہیں اور عنقریب مرحوم معہ اپنی جماعت کے جنت کے بالا خانوں میں ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۵۳ھ دہلی)

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان اُمور پر بیعت لی:
شرک سے بچنے پر، بدکاری سے پرہیز پر، اولاد کے قتل نہ کرنے پر،
تہمت نہ لگانے پر، امام کی نافرمانی سے بچنے پر (بخاری)

مفسر القرآن والحدیث داعی الی اللہ عالم باعمل

مولانا حافظ عبدالستار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

امام ثانی جماعت غرباء اہل حدیث

مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند کے ان بلند بخت حضرات علماء سے ہیں جنہوں نے اس خطۂ ارض میں خدمت حدیث کا فریضہ ادا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے پہلے دہلی میں اور پھر کراچی میں مسند درس حدیث آراستہ کی، دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرم عمل ہوئے، تالیف وتصانیف کے میدان میں علم کے جوہر دکھائے۔

وہ صاحب صلاحیت عالم دین تھے، ورع وتقویٰ، زہدوعبادت، صداقت وامانت، عفت وصیانت، حلم وتواضع، اخلاص ودیانت، رجوع الی اللہ اور علو اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت اور اتباع سنت کا جذبۂ صادقہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کے عقیدہ وعمل کا اولین دائرہ داعیان حق کا وہ گروہ تھا جسے اہل حدیث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مولانا موصوف اپنے اوصاف وکمالات کے اعتبار سے ملت اسلامیہ کی متاعِ بے بہا اور علم وتحقیق کے لحاظ سے قابل قدر شخصیت تھے۔ ان کا وجود گرامی جماعت اہل حدیث کے لئے عزت ووقار کا باعث تھا۔ انہوں نے علم حدیث کی تدریس وترویج میں بے پناہ خدمت انجام دی، بہت سے علماء وطلباء نے ان سے کسب علم حدیث کیا اور وہ اس علم کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔

مجھے حضرت مولانا مرحوم کو دیکھنے اور ملنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی، میں نے ان کی تصانیف کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور ان کی زندگی سے متعلق کچھ واقعات پڑھے ہیں اب وہ مجھے اس دنیا کی چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی عظیم شخصیت نظر آنے لگے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ان کے علم وافکار سے استفادہ اور خوشہ چینی کی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی زندگی کے حالات وواقعات کی جھلک قارئین ذی احترام کو بھی دکھائی جائے۔

مولانا عبدالستار دہلوی ۱۳۲۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۰۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالوہاب دہلوی نے اپنے اس فرزند اکبر کی تاریخ ولادت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی نیل

الاوطار شرح منتقی الاخبار مطبوعہ مصر کے شروع سادہ صفحہ پر ان الفاظ میں رقم فرمائی۔۔۔ بسم الله الرحمن الرحيم ۔۔۔ ولد ابنی عبدالستار جعله الله تعالیٰ من عباده الصالحين والعلماء العاملين والمجاهدين بالكتاب والسنة في اوائل رجب من ١٣٢٣ھ ۔

حضرت حافظ صاحب جب حیات مستعار کی پانچ منزلیں پوری کر کے چھٹے سال میں داخل ہوئے تو ان کی تعلیم وتربیت کی ابتداء ہوئی۔ سب سے پہلے انہیں مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں حافظ احمد صاحب کے ہاں ناظرہ قرآن پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا۔ جب آپ قرآن مجید ناظرہ پڑھ چکے تو پانی پت کے مشہور قاری حافظ عبدالغفور کرنالوی سے حفظ قرآن کی تعلیم شروع کی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو تیزیٔ ذہن سے خوب نوازہ تھا اور ان کے قلب وذہن میں اکتساب علم کا بے پناہ جذبہ وشوق موجزن تھا۔ تھوڑے عرصے میں ہی آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کے زمانے میں ہم سبق لڑکے جب ان سے کہتے کہ آؤ کھیلنے چلیں تو یہ ان سے کہتے آؤ مسجد چلیں اور وہاں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں یا آموختہ سبق یاد کریں۔ نیک طینت والد نے اپنے لائق بیٹے کے دل ودماغ میں نیکی کا جذبہ اور عمل بالحدیث کا شوق ابتدائے عمر میں ہی جاگزیں کر دیا تھا۔ انہوں نے نیکی اور تدین وتقویٰ کے ماحول میں تربیت پائی۔ اس کے اثرات تمام عمر ان کے علم وعمل سے ظاہر ہوتے رہے۔

وہ بچپن ہی میں عام لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں شریک نہ ہوتے اور نہ ہی ان کی ہنگامہ آرائی میں کوئی حصہ لیتے۔ ان کے والد محترم سے بعض احباب نے کہا بھی کہ آپ اپنے صاحبزادوں کو مدرسے سے چھٹی کے بعد اپنے پاس بٹھائے رکھتے ہیں جبکہ دوسرے لڑکے چھٹی کے بعد کھیلتے ہیں اور تفریح کے لئے جاتے ہیں؟ اس پر ان کے والد محترم گویا ہوئے "کہ عام لوگوں کے ساتھ پھرنے اور کھیلنے سے ان کے اخلاق خراب ہوں گے، عادات بگڑ جائیں گی، اور یہ لڑنا جھگڑنا، گالی گلوچ دینا سیکھ جائیں گے، میں ان کو بُری عادات سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں"۔

کبھی کبھار ان کے والد محترم کسی بڑے طالب علم یا حاجی عنایت اللہ مرحوم کے ہمراہ امام عبدالستار صاحب اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو سیر کے لئے بھیج دیتے۔ یہ دونوں بھائی اپنے

مدرسے کے سامنے اگر کبھی دوسرے طلباء کے ساتھ کبڈی کھیلتے تو وہ لڑکے کبڈی کبڈی کہتے لیکن یہ دونوں بھائی سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے۔ لڑکے اس کا سبب پوچھتے تو کہتے "قرآن مجید میں ارشاد ہے جو الفاظ کسی بندے کی زبان سے نکلتے ہیں وہ فرشتے لکھ لیتے ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ ہمارے الفاظ کبڈی کبڈی کی بجائے سبحان اللہ سبحان اللہ لکھے جائیں"۔

اس طرح کے کئی واقعات مولانا عبدالستار مرحوم کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے ملتے ہیں۔ ان کے والد محترم نے کم سنی میں ہی اپنے لخت جگر کو اسوۂ رسول ﷺ کی راہ پر چلنا سکھا دیا تھا۔ بکریاں چرانا بھی انبیاء کرام کی سنت ہے لہذا ان کیلئے تین بکریاں خرید دیں۔ حضرت حافظ صاحب نماز عصر کے بعد قطب روڈ دہلی میں نہر کے پاس ان بکریوں کو چراتے، شام کو ان کے لئے بازار سے دانہ وغیرہ لاتے اور کھلاتے، ان کا دودھ نکالتے جو گھر میں استعمال کے کام آتا۔ ایک بار گائے بھی لے کر دے دی، اس کے چارے کا انتظام بھی انہی کے ذمے تھا۔ آپ چارے کی بوری کمر پر اٹھا کر لاتے بسا اوقات اپنے ہاتھ سے چارا کاٹ کر ڈالتے، دودھ دوہتے۔ یہ سب کام چھٹی کے بعد کرتے۔ ایک بار کسی نے مولانا عبدالوہاب سے کہا اس کام کے لئے کوئی نوکر رکھ لیں جو یہ سامان وغیرہ بازار سے خرید کر لا دیا کرے، تو مولانا عبدالوہاب فرمانے لگے ہمارے اسلاف صحابہ کرامؓ "کانوا خدام انفسھم" اپنے نفسوں کے خود خادم تھے۔ اس طرح حافظ صاحب کی تربیت ہوئی۔ ابتدائے شعور سے ان کے دل میں نیکی کا جذبہ ابھرا، گھر کا کام کاج کرنے اور مشقت برداشت کرنے کی انہیں عادت پڑی۔

ان کے والد مولانا عبدالوہاب نے نذر مانی تھی کہ ان کے دو بیٹوں عبدالستار اور عبدالرحمان نے قرآن حفظ کر لیا تو وہ انہیں لے کر مکہ جائیں گے اور بیت اللہ شریف میں ان سے قرآن مجید سنیں گے۔ چنانچہ جب دونوں بیٹوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا تو وہ ان کو لے کر ممبئی پہنچے اور وہاں سے بحری جہاز میں سوار ہو کر مکہ شریف پہنچ گئے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ (مولوی جی) بھی تھے۔ مکہ شریف پہنچ کر مولانا حافظ عبدالستار نے قرآن مجید سنایا، جبکہ حافظ عبدالرحمان جو کہ بیماری کی حالت میں وطن سے ساتھ روانہ ہوئے تھے یہاں پہنچ کر چند روز کے بعد وفات پا گئے اور المعلیٰ کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

مولانا عبدالوہاب، مولانا عبدالستار اور مولانا عبدالجلیل خاں کچھ عرصہ مکہ میں قیام پذیر رہے اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہو کر واپس دہلی تشریف لے آئے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے واپس آ کر حضرت حافظ عبدالستار نے باقاعدہ تحصیل علم کا آغاز کیا۔ تفسیر وحدیث، اصول وفقہ، صرف ونحو، منطق فلسفہ اور عربی ادبیات وغیرہ علوم جو اس وقت برصغیر کے دینی مدارس میں پڑھائے جاتے تھے اپنے والد محترم سے پڑھے۔ ذہین طباع طالب علم تھے، اللہ نے ان کو قوت حفظ کی نعمت سے نوازا تھا جو چیز حافظے کی گرفت میں آ جاتی وہ نکلنے نہ پاتی۔ آپ جملہ علوم پڑھ کر ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۷ء) میں فارغ ہوئے، اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی۔

دینی علوم سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی سال آپ نے اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں پڑھانا شروع کر دیا۔ دور طالب علمی میں چھوٹی کلاسوں کو پڑھاتے رہے تھے اب باقاعدہ سلسلہ درس وتدریس شروع کر دیا گیا۔ والد محترم ان کے نگران تھے اور وہ ہر وقت اپنے لائق بیٹے پر نگاہ شفقت رکھتے تھے۔ مسجد میں پنج وقتہ امامت بھی ان کے سپرد کر دی گئی، جمعہ کا خطبہ بھی انہی کے ذمے تھا اور مسجد و مدرسہ کے انتظام وانصرام کے معاملات بھی انہی کو تفویض کر دیے گئے۔ حتیٰ کہ مدرسے کی مسند شیخ الحدیث پر بھی انہی کو متمکن کر دیا گیا، اور جماعت کے آرگن صحیفہ اہل حدیث کی نگرانی بھی انہیں سونپ دی گئی۔ وہ یہ سب کام انتہائی محنت اور ذمہ داری سے انجام دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے والد مکرم کی زندگی میں بھی بہت کام کیا اور ان کی وفات کے بعد تو خود کو امور خیر بجالانے میں وقف کر دیا تھا۔ ان کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ تھی، وہ مستعد اور جفاکش عالم دین تھے۔

ان کا دائرہ درس وتدریس نہایت وسعت پذیر تھا، لوگ ان کے اسلوب تدریس اور انداز تبلیغ سے بہت متاثر تھے، وہ قوت فہم اور بصیرت ودانش سے بھی مالا مال تھے۔ ان کی علمی شہرت دہلی کی حدود سے نکل کر متحدہ ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچی۔ پنجاب، کشمیر، تبت، بلوچستان، سندھ، سرحد، بلتستان، نورستان، بنگال، سیلون رنگون وغیرہ سے علماء اور شائقین علم ان کے آستانہ فضلیت پر حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ ان کے پڑھانے کا انداز بڑا دلنشین اور نرالا تھا۔ احادیث کے متعلق طالب علم کے سامنے پوری تفصیل بیان کرتے، سند اور اسماء الرجال سے متعلق

معلومات دیتے، اکثر اوقات راویٔ حدیث اور صحابیؓ کے حالات بیان کر دیتے۔ احادیث سے ماخوذ مسائل کو خوب ذہن نشین کراتے، اگر دوران سبق دو احادیث متن، سند اور مسائل کے اعتبار سے قدرے مختلف ہوتیں تو اپنی علمی بصیرت وفقاہت سے دونوں احادیث میں تطبیق دے کر مسئلہ حل کر دیتے۔ قیام پاکستان سے پہلے انہوں نے بیس سال دہلی میں حدیث کا درس دیا۔ سینکڑوں علماء وطلباء نے ان سے استفادہ کیا۔

۱۹۴۷ء میں دہلی سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے وہ پریشانی اور افراتفری کا دور تھا ہر آدمی مصائب ومشکلات میں پھنسا ہوا تھا۔ ان نامساعد حالات میں حضرت امام صاحب نے عزم وہمت سے خدمت علم ودین انجام دینے کی تگ وتاز جاری رکھی۔ ناموافق حالات کے باوجود وہ نئے عزم وارادے سے دعوت دین کی راہوں پر چل پڑے اور پھر اللہ کے فضل ورحمت سے تمام راستے کھلتے گئے اور پریشانیاں اور تکلیفیں دور ہو گئیں۔ کراچی میں انہوں نے مدرسہ ومسجد بھی تعمیر کی اور صحیفہ اہل حدیث بھی جاری کیا، دعوت وتبلیغ کی سرگرمیاں بھی نئے انداز واطوار سے شروع کیں، حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے بہت سی اہم کتابیں بھی شائع کیں۔ بلاشبہ وہ جلیل القدر عالم، رفیع المرتبت فقیہ، حامل حدیث اور بلند پایہ مدرس تھے۔ ان کے چشمہ علم سے بہت سے علماء وطلباء نے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔

ان کے چند نامور اور مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

☆ حضرت مولانا محمد عبداللہ فیصل آبادیؒ
☆ مولانا حافظ عبدالقہار سلفی دہلویؒ
☆ مولانا حافظ عبدالواحد سلفی دہلویؒ
☆ مولانا مقبول احمد مجاہد فیصل آبادیؒ
☆ مولانا حافظ قاری عبدالحکم کرم الجلیلیؒ
☆ حافظ محمد یونس دہلوی شیخ الحدیثؒ
☆ مولانا حافظ امام عبدالغفار سلفیؒ
☆ مولانا امام حافظ عبدالرحمان سلفی حفظہ اللہ
☆ مولانا حافظ عبدالجبار سلفی مدیر صحیفہ اہل حدیث
☆ مولانا محمد سلیمان جوناگڑھیؒ
☆ مولانا حافظ محمد سلفی حفظہ اللہ
☆ مولانا محمد رفیق خاں پسروریؒ
☆ مولوی عبدالجلیل بنگالی
☆ مولوی عبدالستار کوٹ کپوری
☆ مولانا عبدالجلیل بہاولنگری
☆ مولانا عبداللہ فیصل جھنگوی

☆ مولانا حافظ نوراللہ رسول نگری ☆ مولانا حافظ عبدالماجد دہلوی
☆ مولانا محمد سرور شفیق پسروری ☆ مولانا محمد منیر شاکر سیالکوٹی
☆ مولانا محمد حنیف سلفی فیصل آباد ☆ مولانا حافظ محمد ادریس سلفی کراچی
☆ مولانا محمد یوسف میواتی ☆ مولانا انیس الرحمان بنگالی
☆ مولانا عبداللہ نون ☆ مولانا عبدالحمید رنگپوری
☆ مولانا محمد اسرائیل بہاری ☆ مولوی عبدالحق انصاری سندھی
☆ مولانا عبدالعزیز اوڈ ☆ مولانا عبدالغنی صغیر اوڈ
☆ مولانا محمد ابراہیم میواتی ☆ مولانا سی سی احمد مدراسی
☆ مولانا حافظ محمد انس مدنی ☆ مولانا محمد اسحاق شاہد
☆ مولانا محمود احمد حسن ☆ مولانا محمد یوسف راجووالوی
☆ مولانا حکیم محمد یعقوب نباض لائل پوری ☆ مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی گوجرانوالہ

مولانا امام عبدالستار فصیح البیان اور قادر الکلام واعظ وخطیب تھے۔ انداز گفتگو نہایت شیریں اور پُر تاثیر تھا۔ کسی مجلس میں زبان کو حرکت دیتے تو حسنِ بیان اور تاثر انگیزی میں سب پر سبقت لے جاتے۔ توحید کے موضوع پر نہایت مدلل اور مؤثر وعظ کہتے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد جب تقریر شروع کرتے تو مجمع میں خاموشی چھا جاتی۔ دوران تقریر جب قرأت وتجوید سے آیات قرآنی تلاوت کرتے تو سماں بندھ جاتا اور لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ زبان ان کی اپنی تھی انتہائی روانی سے بولتے اور ہر بات صاف اور واضح اسلوب میں کرتے۔

قرآن کے بہت بڑے مفسر تھے۔ اس کے مشکل مقامات اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کی عمدگی سے وضاحت فرماتے۔ آیات کا شان نزول، قرآن کی عبارات واستعارات، اعجاز وایجاز، تخصیص اعراب، مجملات مقامات، تذکیر وموعظت، واقعات وقصص، فضائل، اس کے اجمال و تفصیل، متشابہات ومحکمات، حروفِ مقطعات اور وحی وغیرہ اہم مسائل پر اس اسلوب سے گفتگو فرماتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ انداز بیاں درد میں ڈوبا ہوا، جو بات زبان سے ادا ہوتی وہ دل کی گہرائیوں سے نکلتی، اس سے اثر کا دائرہ اور بھی بڑھ جاتا۔ پورا وعظ قرآن وسنت سے ترتیب

کے ساتھ کہتے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کے مواعظِ حسنہ سے متاثر ہو کر صوم وصلوٰۃ اور احکام شریعت کے پابند ہوئے۔

متحدہ ہندوستان کے زمانے میں بھی اور اس کے بعد پاکستان میں بھی جب بھی اور جس جگہ سے بھی ان کو پیغام آیا بلا تامل وہاں توحید وسنت کی تبلیغ کے لئے گئے۔ بدعات ومحدثات کے سخت مخالف تھے، اس کے استیصال کے لئے کوشاں رہتے۔ سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کا شدید جذبہ رکھتے تھے۔ جو بھی متروک سنت معلوم ہوتی اس پر عمل کرنے کی سعی فرماتے۔ اپنے حلقۂ ارادت میں اس درجے رعب ودبدبے کے مالک تھے کہ ان کی موجودگی میں کسی کو ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے کی ہمت نہ تھی، اور نہ کوئی غیر شرعی حرکت کا مرتکب ہوتا تھا۔ حضرت امام صاحب جس کسی کو بھی اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرتے اس سے باقاعدہ بیعت لیتے کہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرے گا، سنت رسول ﷺ کو اپنائے گا، نماز، روزے کی پابندی کرے گا، داڑھی نہیں منڈوائے گا اور ہر طرح کے حقوق ومعاملات میں اسلامی تعلیم کو ہی پیشِ نگاہ رکھے گا، دیگر یہ کہ اپنے امیر کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا۔ امام صاحب مرحوم نے ہندوستان میں بھی دعوت وتبلیغ کا خوب کام کیا اور یہاں پاکستان آ کر بھی انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی۔

مناظرے

مولانا امام عبدالستار دہلوی اپنے دور کے بلند پایہ، حاضر جواب اور ذہین مناظر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی علوم کا حظ وافر عطا کیا تھا۔ مطالعے کی حدود وسعت پذیر تھیں، قرآن و سنت کے احکام ومسائل اور قواعد سے آگاہ تھے۔ انھوں نے بڑے کامیاب مناظرے کیے۔ تحمل اور اعتدال کے دائرے میں رہ کر حریف سے مخاطب ہوتے اور موضوع کی حد میں رہ کر مدلل گفتگو کرتے تھے۔ زوردار دلائل و براہین سے مناظرے میں ان کی گرفت بڑی مضبوط ہوتی اور وہ مخالف مناظر کو آڑھے ہاتھوں لیتے۔ توحید وسنت کے فروغ میں وہ ہمیشہ سرگرم رہتے اور کسی مصلحت سے کام نہ لیتے اور کھلے بندوں مناظرے کی دعوت دیتے۔

اس وقت میرے سامنے ماہنامہ صحیفہ اہل حدیث دہلی شوال ۱۳۵۴ھ میں ان کی طرف سے شائع ہونے والا ایک اعلان ہے۔ اس کا عنوان ہے ''چیلنج'' اس کے تحت امام صاحب لکھتے ہیں۔۔۔

ہم تمام علماء احناف ہند، سندھ وپنجاب وخراسان وعربستان کو بذریعہ چیلنج واشتہار ھذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع، متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں نصِ صریح ہو ثابت فرمادیں اور فی آیت وحدیث ہم ان کو حقِ تلاش پندرہ روپیہ نذر کریں گے ان شاء اللہ العزیز۔

۱۔ آنحضرت ﷺ کا آمین آہستہ کہنا (جہری نماز میں اگرچہ تمام عمر میں ایک ہی بار ہو)
۲۔ آنحضرت ﷺ کا رفع الیدین بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے نہ کرنا
۳۔ آنحضرت ﷺ کا زیر ناف نماز میں ہاتھ باندھنا
۴۔ آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا
۵۔ آنحضرت ﷺ کا یا باری تعالیٰ کا ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کو واجب کرنا
۶۔ آنحضرت ﷺ کا وتر میں رفع الیدین کرنا
۷۔ آنحضرت ﷺ کا جلسہ استراحت نہ کرنا یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں بعد دوسرے سجدے کے تھوڑی دیر بیٹھ کر نہ کھڑا ہونا

۸۔ آنحضرت ﷺ کا چوتھی رکعت میں تورک نہ کرنا

۹۔ آنحضرت ﷺ کا دس درھم مہر مقرر کرنا

۱۰۔ آنحضرت ﷺ کا سرکہ شراب کے بنانے کو درست کرنا وغیرہ وغیرہ تلک عشرۃ کاملۃ۔

ھل من مبارز یبارزنی! **ابومحمد عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث صدر بازار دہلی۔**

امام صاحب نے علمائے احناف میں سے مولوی خیر محمد جالندھری، مولوی عبدالکریم، مولوی خدا بخش اور مولوی میرک شاہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی سے تقلید شخصی، رفع الیدین عندالرکوع وبعد الرکوع، فاتحہ خلف الامام وغیرہ موضوعات پر مختلف مقامات پر کئی ایک کامیاب مناظرے کیے۔ اس کے علاوہ انہوں نے غیر مسلموں سے بھی کئی مباحثے اور مناظرے کیے اور اسلام کی حقانیت کو واضح کیا۔

۱۔ عمر دین مرزائی سے حیات مسیح کے مسئلے پر ان کا مناظرہ ہوا اور کامیاب رہے۔

۲۔ پادری عبدالحق سے ''تثلیث'' کے بارے میں میدان مناظرہ گرم ہوا اور امام صاحب کامران ہوئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں علمائے احناف سے امام صاحب کے دو تاریخی مناظروں کا احوال بھی بیان کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ دونوں مناظرے تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔۔۔

مناظرہ کلونندہ

فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر اس مناظرے میں امام عبدالستارؒ کے مقابل مولوی خدا بخش حنفی تھے۔ امام صاحب نے اپنے مؤقف کی تائید میں صحیح وصریح احادیث پیش کیں، جبکہ حنفی مناظر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے مسئلے کو الجھاتے رہے اور آخر زچ ہو کر مناظرے سے راہ فرار اختیار کی۔ اس مناظرے کی روئداد کو مولانا مقتدیٰ عمری سلفی نے اپنی کتاب ''تذکرۃ المناظرین'' کے حصہ اول صفحہ ۵۵۳ پر بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ کتاب ادارہ کتاب سرائے غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ مولانا مقتدیٰ عمری صاحب صحیفہ اہل حدیث دہلی کے حوالے سے ناقل ہیں کہ۔۔۔

''حق کا بول بالا جھوٹے کا منہ کالا''

مناظرہ کلوندہ ضلع بلند شہر ۴/ جولائی ۱۹۳۸ء

بحث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی بابت

احقر الزمن محمد اختر حسن سہسوانی خلف الصدق حضرت مولانا حکیم حاجی محمد بدر الحسن صاحب محدث دہلوی سہسوانی، صحیفہ اہل حدیث دہلی بابت جمادی الثانی ۱۲۵۷ھ میں اس مناظرہ میں شریک ہوا، ٹھیک ۳/ بجے دن کے مناظرہ کا آغاز ہوا، مولوی عبدالستار صاحب نے مسنون خطبہ پڑھ کر اپنا دعویٰ پیش کیا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیئے ورنہ نماز نہ ہوگی، اس پر احادیث مرفوعہ پیش کیں جو ادلہ کاملہ ہیں، اس کے جواب میں مولوی خدابخش صاحب دہلوی نے فرمایا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے، اور حرف استثناء کو پس پشت ڈال دیا، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ فاتحہ کو مستثنیٰ فرمایا ہے، اب یہ طالب حق تحقیقاً واستفاداً مولوی خدابخش صاحب اوران کے اعوان وانصار سے جو چند سوالات وجوابات طلب وقلمبند کرتا ہے:

سوال: (۱) آپ نے جملہ مستثنیٰ کو کس دلیل سے تسلیم نہیں کیا، اور کلیہ مطلقہ کے تحت میں رکھا؟

(۲) کیا آپ اور آپ کے مددگار وطرفدار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ اور کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ اوراس آیت کریمہ ﴿والعصر. ان الانسان لفی خسر. الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات﴾ میں بھی استثناء کو نہیں مانتے ہیں، اور کلمہ مطلقہ کے تحت میں رکھتے ہیں، اس صورت میں کیا کفر عائد نہیں ہوگا؟

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم واجب العمل ہے یا آپ کا، مدلل جواب دیجئے، اور آیت کریمہ کا ترجمہ اور مفہوم قلمبند کیجئے، ﴿ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا﴾؟

(۴) آپ نے قرآن مجید وحدیث سدید کو کس طرح حکم قرار نہیں دیا، اور بزرگان دین کے افعال کو حکم ٹھہرایا جو قرآن وحدیث کے ہوتے حجت شرعیہ نہیں؟

(۵) آپ کے نزدیک یہ فیصلہ قرآنیہ ''﴿فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول﴾'' کیا صحیح نہیں ہے؟ جو بزرگان دین کے اقوال پیش کیے گئے۔

(۶) شرائط فریقین تو یہ قرار دیئے گئے تھے کہ دلیل فریقین احادیث مرفوعہ صحیحہ سے ہو، اس حالت میں اعمال واقوال بزرگان دین پیش کرنا کیا گریز کرنے پر محمول نہیں ہے؟

(۷) آپ نے مولوی عبدالستار صاحب کی تحریر ودستخط لے لی اور اپنی تحریر و دستخط نہیں دیئے یہ حرکت کیا ایمانداری پر مبنی ہے؟

(۸) آپ نے کتاب صحیح مسلم عبدالستار صاحب سے جس حدیث کے دکھانے کے لئے لی وہ نہ دکھائی بلکہ؛ کتاب پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہا، یہ فعل مذہب حنفیہ میں عین ایمان ہے؟

(۹) جب آپ کے نزدیک مقتدی کو امام کے ساتھ کچھ نہیں پڑھنا چاہیے، تو اس حالت میں سبحانك اللهم اور التحیات درود شریف ودعائے ماثورہ کس دلیل سے پڑھی جاتی ہے، اور رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کیوں پڑھتے ہیں اور اپنے کلیہ مطلقہ کیوں توڑتے ہیں؟ بفرض محال اگر اس پر یہ تاویل کی جائے کہ امام جب قرأۃ شروع کرتا ہے تو کچھ نہ پڑھو، یہ سب دعائیں قرأۃ سے خارج ہیں، لہذا پڑھنا چاہئے اس پر یہ جرح ہے کہ فقہائے حنفیہ نے سورہ فاتحہ کو کتاب الجنائز میں ثناء ودعا لکھا ہے، لہذا اس کا پڑھنا واجب ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن جب امام پڑھے تو خاموش رہو نہ کہ سورہ فاتحہ جو کہ دعا ہے اور واجب ہے، اور مزید برآں اس حکم محکم میں ﴿ فاستمعوا له ﴾ کی قید لگی ہوئی ہے، بعد اس کے ﴿وانصتوا﴾ ہے، اس حالت میں نماز ظہر عصر اور ایک رکعت مغرب اور دو رکعت عشاء میں مقتدی کو امام کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھنا احناف کے کلیہ مطلقہ سے بھی محقق ہے، اس واسطے کہ ﴿فاستمعوا له ﴾ کی شکل نہیں رہی پھر ﴿وانصتوا﴾ پر عمل کیسے ہوگا وہ کون سی دلیل ہے؟

(۱۰) واعظ حنفیہ نے مناظرہ کی رات کو وعظ کے اندر حضرت امام المومنین پر جو کچھ تبرأ کیا ہے یہ کس اصول پر محمول ہے؟ کیا اس کا مواخذہ روز جزاء کو نہ ہوگا؟

مرحبا بر فہم عالی مرحبا

اپنی سرخروئی اور تقلید نفس اور جاہلوں کو خوش کرنے کی غرض سے قیامت کا مواخذہ اپنے سر لینا مقلدین نفس ہی کے دل گردہ کی بات ہے۔ ع

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

الحمدللہ علی احسانہ حضرت امام المومنین سلمہ کے سر پر تو سنت رسول اللہ کا تاج رکھا گیا کہ رسول ﷺ کو بھی مخالفین کید آ گیں لعنت اللہ علیہم اجمعین کاہن، شاعر، مجنون وغیرہ کہا کرتے تھے۔

جناب مولانا خدا بخش صاحب دہلوی مناظر کلوندہ مہربانی فرما کر ہر سوال کا جواب مدلل دیں، ہم خوب جانتے ہیں کہ مناظر کلوندہ کو حضرت امام المسلمین سے کوئی عداوت نہیں ہے، محض ان کی یہ ہٹ دھرمی فطرت پر محمول ہے، جو ممتنع عقلی ومحال شرعی ہے، اس پر شیخ سعدی شیرازیؒ کا مقولہ بھی دال ہے۔

نیش عقرب نہ از پئے کین ست مقتضائے طبیعتش این ست

حنفیوں اور اہل حدیثوں کا مناظرہ

۴؍جولائی ۱۹۳۸ء کو مقام کلوندہ ضلع بلند شہر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کی بابت حنفی اور اہل حدیثوں کے درمیان مناظرہ ہوا، جماعت اہل حدیث کی طرف سے مولانا عبدالستار صاحب دہلویؒ اور احناف کی جانب سے مولوی خدا بخش صاحب دہلوی مناظر تھے، مولوی عبدالستار صاحب نے کئی ایک حدیثیں پڑھیں، جن میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا خاص لفظ تھا۔ مولوی خدا بخش نے کتاب ''صحیح مسلم'' کے حوالہ سے ایک حدیث شریف پڑھی جس میں قرأة کا عام لفظ تھا، جس کے متعلق اہل حدیث مناظر نے کہا کہ عام قرأة کی نفی سے سورہ فاتحہ پڑھنے کو آنحضرت ﷺ نے مستثنیٰ فرمایا ہے، فاتحہ کا لفظ نہیں تھا، اس حدیث شریف کے راوی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بتائے گئے تھے۔ جماعت اہل حدیث کے مناظر نے پوچھا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث صحیح مسلم کے کون سے صفحے پر ہے، حنفی مناظر نے کہا صفحہ ۱۷۴ پر ہے، مناظر اہل حدیث نے کہا صفحہ ۱۷۴ پر اس حدیث کو دکھائیے، اور اس میں وہ لفظ دکھائیے جو آپ پڑھ رہے تھے، حنفی مناظر نے اہل حدیث مناظر سے کتاب ''صحیح مسلم'' حوالہ دکھانے کے لئے لے کر رکھ دی، اور دوسری کتابوں کی ورق گردانی کرتے رہے، مگر صحیح مسلم سے حدیث مذکورہ نہ دکھائی، اور نہ ہی مناظرہ کیا، بلکہ شور وغل کر کے میدان مناظرہ سے بھاگ نکلے۔

تصدیق مناظرہ اور حنفی عالم کا مناظرہ سے فرار

بفضلہٖ تعالیٰ مناظر اہل حدیث کے بالمقابل دو گھنٹہ بھی ٹھہرنا بھاری ہو گیا، ابھی دو گھنٹہ جو مناظرہ کا وقت طرفین کے مقرر ہو چکا تھا، بیس منٹ باقی تھے، کہ مولوی خدا بخش صاحب اپنے ہمراہیوں کو لے کر میدان مناظرہ سے بھاگ گئے، ہم تصدیق کرتے ہیں کہ یہ تحریر صحیح ہے:

(۱) محمد صدیق مکھیا موضع کلوندہ بقلم خود (۲) عبدالمجید حنفی کلوندہ حنفی المذہب بقلم خود

(صحیفہ اہل حدیث دہلی جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء)، مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی ۱۹۳۸ء)

مناظرہ هابڑی

متحدہ ہندوستان کے زمانے میں تقسیم ملک سے پہلے کرنال کا نواحی قصبہ ہابڑی اپنی وسعت اور آبادی کے اعتبار سے بہت بڑا قصبہ تھا۔ اس قصبے میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور وہ حنفی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی اس گاؤں میں گیارہ مساجد تھیں اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہابڑی کتنا بڑا قصبہ ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں یہ قصبہ حنفیت کا گڑھ تھا۔ اس گاؤں کے ایک صاحب حج کے لئے گئے تو وہ صحیح معنوں میں توحید اور سنت نبوی ﷺ سے آشنا ہوئے۔ گاؤں واپس آ کر بعض دوسرے احباب کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق نماز اور بعض دوسرے مسائل بتائے اس سے متاثر ہو کر گاؤں کے کئی لوگ اور خلیفہ جی ابراہیم سنت رسول ﷺ پر عامل ہو گئے۔ پھر اس گاؤں میں ان لوگوں کی دعوت پر محدث ہند مولانا عبدالوہاب دہلوی بانی جماعت غرباء اہل حدیث تشریف لائے اور انہوں نے اپنے وعظ کی اثر آفرینی سے لوگوں کے دل موہ لئے۔ توحید وسنت کے احکام ومسائل پر مبنی مولانا عبدالوہاب دہلوی کے وعظ وتبلیغ نے اثر دکھایا اور کئی لوگ اسی وقت سختی سے مسلک اہل حدیث کے حامل بن کر اس پر کاربند ہو گئے۔

حنفی مقلدین نے جب قصبے میں اس تبدیلی کو دیکھا تو وہ ان لوگوں کے درپہ آزار ہو گئے اور انہوں نے اہل حدیث حضرات کو مختلف حیلے بہانوں سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ احناف کو گاؤں میں اپنی اکثریت پر ناز تھا جبکہ اہل حدیث چند نفوس ہی تھے۔ لیکن یہ چند موحدین ایمان میں پختہ اور مسلک میں انتہائی پکے تھے، انہیں قرآن وسنت سے جو بات بھی معلوم ہوتی اس پر سختی سے عمل

پیرا ہو جاتے ۔ یہ لوگ مولانا عبدالوہاب دہلوی کے تربیت یافتہ اور عقیدت مند تھے، احیائے سنت اور عمل بالحدیث کا جذبہ ان میں شدت سے پایا جاتا تھا۔گاؤں میں حنفی اکثر ان اہل حدیث حضرات سے خار کھاتے اور مختلف مسائل میں ان سے نوک جھونک جاری رکھتے تھے۔ایک بار اس نزاع نے اتنی شدت اختیار کی معاملہ تھانے کچہری تک جا پہنچا، پولیس آئی اور دونوں فریقوں کے بندے پکڑ کر لے گئی۔مولانا رفیق خان پسروری جوان دنوں دہلی میں زیر تعلیم تھے اور چند روز کے لئے گاؤں آئے تھے انہیں بھی اس کیس میں ناجائز دھر لیا گیا۔اس جھوٹے مقدمے میں حنفی مقلدین کو بڑی خفت اٹھانا پڑی اور انہوں نے جس جھوٹے مقدمے میں اہل حدیث افراد کو جیل میں بند کروایا تھا عدالت نے اہل حدیث افراد کو اس مقدمے میں باعزت بری کیا اور احناف کو سخت تنبیہ کی، اس سے احناف کی بڑی سبکی ہوئی۔مولانا محمد رفیق خاں پسروریؒ مذکورہ واقعات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔۔۔

الحمدللہ کہ ہم آزاد ہو کر تبلیغ حق میں مزید سرگرم ہو گئے تھے۔جمعہ، جماعت اور خوشی غمی میں سب افراد جماعت یکجا ہو جاتے تھے۔غریب وامیر، کمی وکمین، راجپوت، چودھری، شیخ وسید کی تمیز بالکل اٹھا دی تھی۔نائی، دھوبی، سقہ، تیلی، جولاہہ، منھار اور جوگی وغیرہ جو بھی اہل حدیث ہو جاتا اسے اپنا حقیقی بھائی تصور کیا جاتا تھا۔ایک دوسرے کے دکھ درد غم وخوشی میں سب برابر کے شریک تھے، راجپوتی شان رکھنے والے متکبرین سے جدا ہو کر انہیں تبلیغ حق کرتے تھے۔اس دوران ہمارے الحاج خلیفہ محمد ابراہیم صاحب جان ومال سے ہمارا ساتھ دیتے تھے۔ہماری جماعت تیزی سے ترقی پذیر تھی۔خلیفہ جی جماعتی افراد کو اپنا کنبہ سمجھتے تھے۔

(حالات خلیفہ جی و روئیداد مناظرہ ہابڑی ضلع کرنال ص ۴۷-۴۸)

مولانا محمد رفیق خاں پسروری جو ہابڑی کے رہنے والے تھے تقسیم ملک کے بعد پسرور (ضلع سیالکوٹ) میں آکر قیام پذیر ہوئے اور انہوں نے پسرور کی نسبت سے مولانا رفیق پسروری کے نام سے شہرت حاصل کی اور اس علاقے کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر مسلک اہل حدیث کا بول بالا کیا وہ مناظرہ ہابڑی کی روئیداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔

تاریخی مناظرہ: دیوبندی حضرات کے علماء کرام اور ائمہ مساجد برابر ہمارے خلاف اپنے خطبوں

اور تقاریر میں زہر اگلتے تھے ان کے سامعین میں سے اکثر جو عوام کالانعام کہلاتے تھے بے سوچے سمجھے ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ہم سے نفرت کرتے ہوئے دور بھاگتے تھے۔

خطبہ میں تردید: اُن کے خطیب نے اپنی عادت دیرینہ کے مطابق اپنے جمعہ کے خطبہ میں جماعت اہل حدیث کی مزید دل کھول کر مذمت کی، اہل حدیثوں کے خلاف خوب نفرت کا بیج بویا اور بہتانات کثیر ان پر چھاپاں کئے۔ یوں بھی فرمایا کہ یہ سب لوگ ان پڑھ و جاہل ہوتے ہیں اُن کا بڑے سے بڑا عالم بھی ہمارے عالموں سے بات نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ یہاں اپنے علماء کرام کو بلا کر ایک جلسہ کرائیں اور وہ حضرات یہاں تشریف لا کر ان غیر مقلدوں کا پول کھولیں۔ ان کی خوب تردید کریں اور ان کے مذہب کا پردہ چاک کر کے سب پر عیاں کریں کہ یہ نیا مذہب ہے۔ امامانِ دین اور اولیاء کرام کا ان سے کوئی واسطہ تعلق اور لگاؤ نہیں۔ یہ سب بزرگوں کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تا کہ ہمارے کم علم سیدھے سادے بھائی ان کے جال میں پھنسنے سے بچ جائیں، ان غیر مقلدوں سے بھی کہا جائے کہ تم بھی اپنے علمائے کرام کو بلاؤ۔ اوّل تو یہ لوگ بلا ہی نہ سکیں گے کیونکہ ان میں کوئی عالم ہی نہیں اور اگر بلائیں گے تو ان کے مولوی ہمارے علماء کے سامنے آنے کی جرأت ہی نہ کر سکیں گے۔ اگر آ گئے تو ضرور ذلیل وخوار ہوں گے۔ ہندو مسلمان سب لوگ جان جائیں گے کہ یہ کیسے جاہل و کمزور ہیں۔ نعوذ باللہ۔

اتفاق: اپنے خطیب کی مندرجہ بالا تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔ اور اس بات پر بھی سب متفق ہو گئے کہ غیر مقلدین کو بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنے علمائے کرام کو بلا لیں۔

شرائط انتظام: اُن کی نماز جمعہ ختم ہونے سے پہلے ہی ہم اہل حدیث نماز جمعہ سے فارغ ہو جاتے تھے۔ وہ سب اور ان کے مولوی صاحب اور دیگر بہت سے تماش بین ان کے ہمراہ ہمارے پاس پہنچے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ ہم نے یہ سوچتے ہوئے کہ ان کو حق و ناحق معلوم نہیں کرنا ہے بلکہ شور مچا کر تالیاں بجا کر۔ یا پھر لڑائی جھگڑا کھڑا کر کے اپنے کو ہی سچا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ کہا کہ اس قدر علماء کرام کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک عالم تم بلا لو اور ایک ہم بلا لیں گے اور دیانت داری سے اُن کے بیانات سن کر حق کی طرف جُھک جائیں گے۔ مگر اُن کے مولوی صاحب تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے وہ ہماری گزارش پر بالکل ہی دھیان نہ دیتے تھے بار

باربار یہی کہے جاتے تھے کہ اب ہم مناظرہ کرا کے ہی دم لیں گے۔ بس ہم تو سچ وجھوٹ کونکھار کے ہی رہیں گے تم کو ہمارا چیلنج منظور کرانا ہی ہوگا اور اپنے علماء کرام سے ثابت کرانا ہی ہوگا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور فقہ حنفیہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور بے نماز کافر ہے۔

چیلنج منظور: امیر جماعت جناب چودھری خلیفہ محمد ابراہیم صاحب نے ان کا مندرجہ بالا چیلنج منظور کرلیا اور مجھے حکم دیا کہ اسی جگہ اُن سے۔۔۔ ابھی برائے انتظامات مناظرہ شرائط طے کر کے دن تاریخ مقرر کرلو۔ تعمیل حکم میں دیر نہ کرتے ہوئے اسی مقام پر عام پبلک کی موجودگی میں شرائط نامہ لکھا گیا۔ منجملہ شرائط یہ باتیں بھی اس میں تحریر تھیں۔

(۱) مناظرہ صرف مناظرین ہی کریں گے۔ دوران مناظرہ فریقین میں سے کوئی دیگر شخص دخل انداز نہ ہوگا جس فریق کا آدمی ناجائز بولے گا یا شور وشر اور جھگڑا وغیرہ ایسی حرکات کا مرتکب ہوگا جس سے مناظرہ میں خلل واقع ہوا سے ہارا ہوا اور جھوٹا سمجھا جائے گا۔

(۲) جس فریق کا عالم برائے مناظرہ دن تاریخ اور وقت مقررہ پر اسٹیج پر نہ پہنچے گا وہ فریق بھی ہارا ہوا اور جھوٹا متصور ہوگا۔

(۳) جس فریق کا عالم بوقت مناظرہ اصل دلائل سے ہٹ کر فریق مخالف پر طعن وتشنیع کرنے لگا اسے بھی جھوٹا اور ہارا ہوا تصور کیا جائے گا۔

غرض یہ کہ شرائط اچھے اور اعلیٰ معیار پر طے کر لیے گئے باقاعدہ یہ بات بھی تحریر میں آ چکی تھی کہ جو فریق بھی شرائط مذکورہ کی خلاف ورزی کرے گا اسے دو ہزار روپیہ بطور جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ اس تحریر پر فریقین کے چھ چھ ذمہ دار اور انتخاب شدہ حضرات نے دستخط بھی کر دیئے تھے۔ اور تحریر شرائط سے پورے ایک ماہ بعد مورخہ ۶۔۷/ مارچ ۱۹۴۵ء کا دن برائے مناظرہ مقرر بھی کر لیا گیا تھا۔

اعلان مناظرہ: اب اہل قصبہ اور اردگرد کے قصبات ودیہات میں اس نئی چیز مناظرہ کا پرزور چرچا تھا۔ جو سنتا وہ آگے بیان کرتا، ہندو اور مسلمان سب ہی اس مناظرہ کو دیکھنے سننے اور سچائی معلوم کرنے کے شوقین وتمنائی تھے۔ اس مقابلہ میں اوّل آنے والوں کے دیدار کے لئے ہر کوئی

اپنے رشتہ داروں کو اطلاع دے کر انہیں تاریخ سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتا دکھائی دے رہا تھا۔

اس مناظرہ کی تشہیر کے لئے ایک ماہ کا عرصہ کافی تھا۔ تھانہ وتحصیل وضلع کے حکام بھی اس مناظرہ کو دیکھنے کے شوقین تھے۔ غرض یہ کہ خوب تشہیر ہوئی اور دور دور تک اس مناظرہ کا اعلان ہو گیا تھا۔

تلاش علماء: مخالف پارٹی کے چودھری صاحبان علماء کرام اور مناظرین کی تلاش میں بصورتِ وفد دیو بند سہارن پور، جالندھر اور دہلی گئے۔ جملہ حالات بیان کر کے علمائے کرام سے وعدے لائے۔ ادھر یہ قلیل افراد جو اس قدر خرچ برداشت کرنے کی اپنے میں ہمت نہ پاتے تھے کہ دور دراز ملکوں کا سفر کریں اور مارے مارے پھر کر فضول روپیہ برباد کریں انہوں نے علمائے اہل حدیث کی خدمات میں صرف جوابی خطوط تحریر کر کے روانہ کئے جن میں برائے مناظرہ مختصر حالات درج تھے علماء کے جوابات ہمیں موصول ہوئے اور ہر طرف سے ہمارا حوصلہ بلند کیا گیا اور دن تاریخ مقررآنے پر آنے کا وعدہ دیتے ہوئے از حد خوشی کا اظہار کیا گیا۔

مختصر یہ کہ وہ دن تاریخ آ گیا علماء کرام بھی تشریف لائے اور ہر چہار جانب سے پبلک بھی برائے سماعت جوق در جوق آنڈ آئی۔ ہمارے اسٹیج پر مناظرہ کے لئے تیار بائیس مستند عالم موجود تھے۔ اور ہر عالم تمنائی تھا کہ مناظرہ میں کروں۔ اُدھر صرف تین چار مولوی صاحبان تشریف فرما تھے۔ ان کی طرف سے مولوی خیر محمد صاحب جالندھری۔ اور جماعت اہل حدیث کی طرف سے اُستاد محترم حضرت العلام مناظر اسلام مولانا حافظ الحاج ابو محمد عبدالستار صاحب محدث ہند و پاک دہلوی مقرر ہوئے۔ اُس دن مناظرہ دیکھنے اور سننے والے ہزار ہا افراد کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی قابل دید تھا۔ پھر پبلک کا پر سکون بیٹھنا بہترین سماں باندھ رہا تھا۔

ابتداء مناظرہ اور قرأۃ قرآن: یہ بات قدرے بیان کی جا چکی ہے کہ دیوبندی حضرات کے علماء کرام نے اہل قصبہ اور عام پبلک میں یوں مشہور کیا ہوا تھا کہ اہل حدیث کہلانے والے غیر مقلدین جاہل وان پڑھ ہوتے ہیں انہیں تو قرآن پاک بھی صحیح پڑھنا نہیں آتا رہے ہے، ہم، تو ہم میں بڑے بڑے قاری وعالم موجود ہیں۔ ان کے بیان کردہ کلمات کی بنا پر لوگوں کو یقین ہو چکا تھا

کہ سچ مچ اہل حدیث کچھ نہیں جانتے ہوں گے۔ چنانچہ مقام مناظرہ میں جو بھی بصورت سامعین آتا وہ اپنی زیادہ تر توجہ علماء دیوبند کی طرف ہی مبذول کرتا تھا۔

دونئی کلیاں: فریقین نے ایک دوسرے کے بالمقابل اپنے اپنے اسٹیج لگائے تھے۔اور ہر فریق اپنے اسٹیج کی سجاوٹ وحفاظت کی فکر میں تھا۔فریقین کے علماء کرام بھی اسٹیجوں پر تشریف لا چکے تھے۔ جو شرائط مناظرہ طے کرنے میں مصروف تھے۔

ادھر سامعین حضرات نہایت سکون سے علماء کرام کے نئے نئے چہروں کی زیارت کر رہے تھے۔موضوعات کے مطابق اہل حدیث حضرات کو مدعی بنا کر صدر اور مناظرین صاحبان کا انتخاب بھی کیا جا چکا تھا اور بصورت مدعی پہلی تقریر مناظر اہل حدیث کے ذمے تھی۔قبل از تقریر تلاوت کلام پاک کا ہونا ضروری تھا اس لئے مناظر اہل حدیث استاد مشفق حضرت الحاج مولانا حافظ ابو محمد عبدالستار صاحب دہلویؒ نے برادرم جناب مولانا الحاج قاری عبدالغفار صاحب سلفی سابقہ امام جماعت غرباء اہل حدیث کراچی اور برادرم مولانا الحاج جناب قاری عبدالحکم صاحب کرم الجلیلی مدیر صحیفہ اہل حدیث کراچی کو ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن پاک کی جائے۔یہ دونوں برادران، اُن دنوں بالکل نئی اور کچی کلیوں کی طرح نرم بچے تھے۔ان کے چہروں سے چمکتے ہوئے سورج کی طرح یہ ظاہر ونمایاں تھا کہ یہ دونوں برادران آئندہ چل کر روشن ستاروں کی طرح چمکنے اور توحید وسنت سے مہکنے والے پھول ہوں گے۔ جو کہ الحمدللہ اس وقت توحید وسنت کے علمبردار ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور عمر وآبرو میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔آمین

ان ہر دو نے نمبروار سورہ رحمٰن شریف کی وجد میں ڈال دینے والی آواز سے تلاوت فرما کر سامعین کو مدہوش کر دیا۔اُن دنوں لاؤڈ اسپیکر بھی عام نہ ہوئے تھےہمیں اتفاقیہ برائے مناظرہ محکمہ فوج سے ایک لاؤڈ اسپیکر مل گیا تھا۔جو بالکل نیا بہترین اور صاف آواز والا تھا۔بس اُس لاؤڈ اسپیکر پر یہ ننھی کلیاں نئے پھول سبزہ زار میں شبنم کے قطروں کی طرح رحمت پروردگار کے موتیوں کی بارش کر کے جادو کی لبھانے والی سریلی آواز سے سامعین کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور برکت کلام پاک کی خوشبو سے لوگوں کے دل ودماغ معطر فرما رہے تھے۔اس مجمع

میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور اونچ نیچ کہلانے والے جس قدر سامعین موجود تھے وہ سب ہی نونہالوں پر فدا اور قربان ہو رہے تھے۔ اور ہر اُس شخص پر لعنت بھیج رہے تھے جو ان لوگوں کو ان پڑھ یا جاہل کہتا تھا۔ ان ہر دو قاری صاحبان کی سنجیدگی و لیاقت سے اُن کے اساتذہ و بزرگان کے علوم و فضائل کا پتہ چلتا تھا۔ کیسا قابل دید تھا وہ نظارا جب کہ علماء مخالفین مبہوت ہو کر واشگاف نگاہوں سے ان ہونہار چٹختی کلیوں کی نورانی صورتوں کو تک رہے تھے۔ اُن کا سریلی آواز سے سورہ رحمٰن شریف پڑھنا ہی کیا کم تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز نے گونج کر میدان کو اور سجا دیا تھا اور پبلک پر سکتہ کا عالم تھا۔

پہلی تقریر: ننھے قاری تلاوت قرآن پاک سے فارغ ہوئے تو ان کے بزرگ واستاد محترم علامہ دہر مولانا الحاج حافظ ابو محمد عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث نے پہلی تقریر شروع کی۔ آپ نے حمد باری تعالیٰ کے بعد فاتحہ خلف الامام پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بے شمار دلائل بیان فرمائے اور للکار کر مناظرِ مقابل سے فرمایا کہ جیسے صحیح و صریح دلائل ہم نے پیش کئے اور ثابت کیا کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے امام و مقتدی کی نماز نہیں ہوتی ایسے ہی آپ بھی دلائل پیش فرمائیں۔ ورنہ ہمارے دلائل تسلیم فرما کر عاملِ قرآن و حدیث ہو جائیں۔

بعدہ فریق مخالف کے مناظر جناب مولوی خیر محمد صاحب جالندھری اوّل مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر برائے جواب کھڑے ہوئے اور تقریر کی۔

مگر نہایت دیانتداری و ایمانداری سے کہا جاتا ہے کہ مولوی صاحب جواب باصواب سے قاصر رہے۔ اور ان سے کوئی بات بھی صحیح طور پر نہ بنی۔ سارا وقت انھیں فرسودہ باتوں میں ختم کر دیا۔ جو اُن حضرات کے بزرگ ہمیشہ کہتے آئے ہیں۔ قرآن و حدیث سے صحیح و صریح ایک آیت یا ایک حدیث ایسی نہ پڑھ سکے جس میں یہ ارشاد گرامی ہو کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔

دوسرا موضوع: یہ مقرر کیا گیا تھا کہ فقہ حنفیہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ مناظر اوّل نے عبارات فقہ کو قرآن و حدیث کے خلاف اور دوم کو قرآن و حدیث کے موافق ثابت کرنا تھا۔ اور یہ کام مناظر دوم کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ وہ تو پہلے موضوع پر ہی پَر جھاڑ چکے تھے

اب وہ یہ چاہتے تھے کہ مسائل فقہ نہ چھوئے جائیں اور کسی طرح مناظرہ بند ہو جائے۔ مگر یہ کیسے ہوسکتا تھے انہیں تو حق و باطل کے امتیاز ہی کے لئے تکلیف دی گئی تھی اور یہی مولوی صاحب وہ ہستی تھے جنہیں مخالف پارٹی والے دیو بندی حضرات ''مناظرِ ہند و مناظر احناف اور مناظرِ دیو بند وغیرہ وغیرہ'' سمجھ کر لائے تھے اس لئے انہیں مجبور کیا گیا اور کہا گیا کہ اگر مناظرہ نہ ہوا تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے جیسے اور جس طرح ہو وقت پورا کرو۔ مولوی صاحب مذکور کو بلانے والوں نے بہت زور دیا اس لئے مجبوراً مولوی خیر محمد صاحب ایک مرتبہ پھر کڑوا گھونٹ پینے کے لئے تیار ہو گئے۔

موضوع دوم پر مناظرہ ہوا۔ مگر یہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ جسے سن کر پبلک میں ہندو مسلمان اور خود مناظرین کو دعوت دینے والے توبہ توبہ پکار اٹھے۔ بار بار اکثر لوگ یہی کہتے تھے کہ بس کرو بس کرو۔ فقہ کے ایسے مسائل جو عقل و نقل کے خلاف ہیں بیان نہ کرو۔ انہیں تو سن کر ہی شرم آتی ہے۔

اہل حدیث ہونا: مسائل فقہ سن کر بہت سے سامعین نے دوران مناظرہ اسی جگہ اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے اور اہل حدیث ہو جانے کا اعلان کر دیا۔ اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ مذہب اہل حدیث ہی حق ہے۔ اس لئے ہم اپنے سابقہ عقیدہ سے توبہ کر کے عامل بالقرآن و حدیث ہوتے ہیں ہمیں اب پوری طرح حق معلوم ہو گیا۔

مُناظرہ سے فرار: سامعین میں سے بہت سے حضرات کا اہل حدیث ہونا اور مسائل فقہ سن کر ہندو مسلمان کا مذہب حنفی پر ہنسنا۔ اُن کے علماء کا مذاق اڑانا وغیرہ ایسی ایسی باتیں تھیں جو چودھری صاحبان کے لئے موت سے کم نہ تھیں وہ لوگ بہت شرمندہ ہو رہے تھے۔ اب وہ اپنے علماء سے اس حوصلہ کے ساتھ نہیں بولتے تھے جو ابتدائے مناظرہ میں تھا اور نہ ہی اب کام میں ان کا جی لگتا تھا۔ اُدھر اُن کے علماء کرام شرم و ندامت سے سر نیچے کیے ہوئے تھے ان کے دل ٹوٹ چکے تھے اور وہ بھاگ جانا چاہتے تھے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولوی خیر محمد صاحب کی مرضی تو پہلے ہی تھی کہ مناظرہ نہ ہو۔ اب مزید شرم و حیا دامن گیر تھی۔ اُدھر پبلک کی توجہ اُن مولوی صاحبان کی طرف سے ہٹ چکی تھی اور یہ چودھری صاحبان ان کو ایک موضوع کے لئے پھر مجبور کر رہے تھے۔

تیسرا موضوع: جو بے نماز کے بارے میں تھا مناظر اوّل الحاج مولانا ابومحمد عبدالستار صاحب نے از روئے قرآن وحدیث سے ثابت کرنا تھا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان نہیں کافر و مشرک ہے مگر مناظر دوم مولوی خیر محمد صاحب دیوبندی کو یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ مسلمان ہے۔

اس لئے اب وہ صاف انکاری تھے کہ میں مناظرہ نہ کروں گا میں پہلے ہی بہت سا بوجھ برداشت کر چکا ہوں۔ پھر مشورہ ہوا کہ اگر آپ مناظرہ نہ کریں گے تو ہمارا کیا بنے گا۔ تب کہا گیا کہ اب تو سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ شور وغل سے کام لے کر وقت پورا کیا جائے اس پر اہل قصبہ سے چودھری صاحبان نے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتے ہم شرائط انتظامیہ میں جکڑے ہوئے ہیں وہ شرائط ہندو مسلمان سب پر عیاں ہیں اور خلاف ورزی کرنے پر مبلغ دو ہزار روپے کی مزید مار ہوگی۔ اس لئے مناظرہ ہی کرنا ہوگا وہ بھی امن وسکون سے۔

آپس میں جھگڑا: بہت کچھ عرض ومعروض پر بھی مولوی خیر محمد صاحب نے موضوع سوم پر مناظرہ سے صاف انکار کر دیا اُن کے انکار پر مولوی عبدالکریم صاحب ساکن گُم تھلہ ضلع کرنال نے (جو راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے) اُن کو غیرت دلائی اور کہا کہ تم نے مذہب حنفی کی توہین کے ساتھ ہم راجپوتوں کو بھی ذلیل کرا دیا کہ غیر مقلدین کے مولوی کو کوئی جواب نہ دے سکے۔

اس پر بات بڑھ گئی ان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور دھکا مکی تک نوبت پہنچی۔ دوسرے دن مجبوراً مولوی عبدالکریم صاحب گُم تھلہ والوں کو مناظر مقرر کر لیا گیا کہ اگر یہ موضوع بغیر مناظرہ رہ گیا تو ہماری رہی سہی آبرو بھی خاک میں مل جائے گی۔ اور ہم اپنا وقار بالکل ہی کھو بیٹھیں گے۔ مولوی صاحب مذکور انگور میٹھے خیال کرتے ہوئے مناظرہ کے لئے تیار ہو گئے۔

دوسرا دن: ادھر دوسرا دن پہلے دن سے زیادہ دلچسپ تھا کیونکہ ان کی کل والی خراب ہوا کا چرچہ عام ہو چکا تھا۔ قیام گاہ علماء پر جھگڑا ہونا بھی مشہور ہو چکا تھا۔ چودھری صاحبان اور مولوی صاحبان کے دل پژمردہ چہرے اترے ہوئے اور آنکھیں نیچی تھیں۔

اعلان عام: مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر اہل قصبہ کے چودھری صاحبان اپنے دور دور سے آنے والے سامعین کی روٹی وغیرہ کا بھی کوئی انتظام نہ کر سکے اور قصبہ میں کوئی ہوٹل وتندور بھی نہ تھا۔

اس لئے صاحب سخاوت امیر و خلیفہ حضرت الحاج چودھری محمد ابراہیم صاحب نے اعلان عام کے ذریعہ سب کو اطلاع کرا دی کہ باہر سے آنے والے جملہ احباب حنفی ہوں یا اہل حدیث کھانا ادھر کھائیں، اس پر جملہ حضرات نے کھانا خلیفہ جی کی حویلی میں کھایا اور ہزاروں انسانوں کا یہ انتظام خلیفہ جی نے تین دن تک کیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ

تیسرا مناظرہ: مولوی عبدالکریم صاحب مذکور نے کیا کرنا تھا ''بڑے بول کا سر نیچا'' کے مطابق دو باریاں بھی پوری نہ کر سکے۔ شیر خدا شیر بیشہ توحید اور حافظ قرآن وحدیث نے جب آیات قرآنی اور احادیث سلطانی کی ابر رحمت کی طرح بارش برسائی تو مولوی عبدالکریم صاحب گھبرا گئے۔ تنگ آ کر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لیتے ہوئے جان چھڑانے کی خاطر انہوں نے شیخی میں آ کر کہہ دیا کہ تین نمازیں تو خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ترک کر دی تھیں کیا وہ بھی کافر ہوئے؟ نعوذ باللہ اس پر عام پبلک بگڑ گئی اور مولوی صاحب کو ازحد ذلیل و شرمندہ ہونا پڑا۔ انتظامیہ پولیس کے تھانیدار صاحب کہنے لگے میرا جی کرتا ہے کہ اس مولوی کو گولی مار دوں۔ غرضیکہ یہ موضوع بھی ان کے لئے وبال جان ثابت ہوا اور وہ چودھری صاحبان مع علماء کرام شرم وندامت کے آنسو پونچھتے ہوئے اور لوگوں کے دلوں پر اس تاریخی مناظرہ کا نقش چھوڑتے ہوئے اپنا بوریا بستر سمیٹ کر رخصت ہوئے۔

جلسۂ اہل حدیث: بعدہ حضرات نے فاتح ہونے پر شکرِ خداوندی ادا کرتے ہوئے ایک دن اور جلسہ بڑھا دیا اور دن رات جلسہ ہو کر تیسرے دن خیر و خوبی سے ختم ہوا۔ اس مناظرہ و جلسہ کو سننے والے بہت سے اہل حدیث ہو کر اطراف قصبہ میں اپنے اپنے علاقوں کی طرف پھیل گئے اور دین حق کی آواز بلند کرنے لگے۔

پاکستان: اب کھلے بندوں اس جماعت کی توحید و سنت کی آواز قصبہ ہابڑی کی بجائے اور بہت سے گاؤں میں ہونے لگی تھی۔ اور مسائل حقہ کی تبلیغ ترقی پذیر تھی کہ پاکستان بن گیا۔ اور لوگ اپنے ملک عزیز پاکستان آ گئے۔ مگر وہ آواز حق جاری رہی۔ یہاں آ کر احباب نے اطرافِ پاکستان میں بھی دین الٰہی کا خوب ڈنکا بجایا اور بہت سے احباب کو اللہ تعالیٰ کی جناب سے تقویٰ نصیب ہوا جن میں سے ایک ہمارے خلیفہ چودھری محمد ابراہیم بھی تھے۔

(حالات خلیفہ حاجی ابراہیم و روئداد مناظرہ ہابڑی صفحہ ۴۸ تا ۶۳ مصنف مولانا رفیق خاں پسروری)

ہابڑی میں مُناظرے اور اہل حدیثوں کی شاندار فتح

ہابڑی (ضلع کرنال) ۲۰۔۲۱ ربیع اول ۱۳۶۴ھ کو مابین اہل حدیث واحناف تین موضوع پر زبردست مناظرے ہوئے۔ چھ علماء اہل حدیث جن میں مولانا مولوی ابومحمد عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث ہند اور مولانا مولوی عبدالجلیل صاحب سامرودی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور گیارہ علماء احناف جو دیوبند، دہلی، پنجاب سے جن میں مولوی خیر محمد جالندھری، مولوی محمد ادریس دیوبندی، مولوی خدا بخش، مولوی عبدالکریم، مولوی عبدالخالق وغیرہ صاحبان تھے آئے۔

(۱) فقہ حنفیہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے (۲) قرأۃ فاتحہ خلف الامام (۳) بے نماز کافر ومشرک ہے۔ مناظرہ کے یہ تین موضوع تھے اور ان کے ثبوت علماء اہل حدیث کے ذمہ تھے۔ علمائے احناف کا دعوی ان کے خلاف تھا۔ وہ یہ ثابت کرنے آئے تھے کہ فقہ حنفیہ کا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنی چاہیئے۔ بے نماز مسلمان ہے۔

ان مناظروں سے دلچسپی اور حقانیت معلوم کرنے کے لئے اردگرد کے دیہاتوں دہلی وغیرہ سے جو مسلمان آئے اُن سے میدان مناظرہ بھرا ہوا تھا۔ اور مقامی وغیر مقامی حضرات کی تعداد تقریباً پانچ ہزار تھی۔

اہل حدیث مناظر کی خواہش تھی کہ موضوع کو واضح اور خلاصہ کرنے کے لئے اس پر کم ازکم تین تین گھنٹے مناظرہ ہو اور پبلک بھی یہی چاہتی تھی۔ مگر حنفی؛ مناظر نے خدا جانے کس وجہ سے اس کو بالکل نہیں مانا۔ کئی گھنٹے ضد اور بحث میں ضائع کردیئے۔ آخرکار اہل حدیث مناظر نے یہ دیکھ کر کہ حنفی اسی طرح تمام وقت برباد کردیں گے، مناظرہ شروع کردینا مناسب سمجھا۔

پہلے موضوع کے مطابق اہل حدیث مناظر مولانا مولوی ابومحمد عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث نے فقہ حنفیہ کے سینکڑوں میں سے چندوہ مسائل مع کتاب اور صفحہ بتلائے جو سراسر قرآن وحدیث کے خلاف، اخلاق وتہذیب سے گرے ہوئے نہایت شرمناک تھے اور اُن کا ثبوت قرآن وحدیث سے طلب کیا۔ حنفی مناظر مولوی خیر محمد صاحب جالندھری نے

ان غلط مسائل کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی بجائے ذاتیات پر اُتر کر تمام وقت کو یوں ہی پورا کر دیا جس سے حاضرین مناظرہ بخوبی سمجھ گئے کہ حنفیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

دوسرے موضوع کے لئے اہل حدیث مناظر مولوی عبدالستار صاحب نے امام کے پیچھے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے پر بے شمار حدیثیں پیش کیں اور ثابت کیا کہ سورہ فاتحہ بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حنفی مناظر مولوی خیر محمد صاحب جالندھری صاحب نے اُن حدیثوں کا معقول جواب کوئی نہیں دیا۔ اہل حدیث مناظر نے چیلنج دیا کہ جس طرح ہم اہل حدیث فاتحہ کا لفظ حدیثوں سے دکھاتے ہیں۔ اگر ہمارے حنفی بھائی ایسی کوئی صحیح حدیث دکھا دیں جس کے یہ الفاظ ہوں کہ سورہ فاتحہ بغیر کے نماز ہو جاتی ہے تو ہماری جانب سے بطور انعام پانچ سو روپے دیئے جائیں گے۔ مگر حنفی مناظر ایسی کوئی حدیث نہ دکھا سکے اور نہ ہی انہوں نے انعام حاصل کیا۔ پبلک اُن کی اس پہلو تہی سے حق اور ناحق سمجھ گئی۔

تیسرے موضوع پر اہل حدیث مناظر موصوف نے بے نماز کے کافر اور مشرک ہونے پر کئی ثبوت قرآن وحدیث، صحابہ کرام و بزرگان دین سے دیئے۔ حنفی مناظر مولوی عبدالکریم صاحب (جو اپنے آپ کو خانقاہ امدادیہ کا امیر الفتوٰی کہتے تھے) باب کچھ پڑھتے تو حدیث اور باب کی پڑھ کر لوگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش میں تھے اور ان کی اس چوری کو اہل حدیث مناظر نے پکڑا۔ تاہم حنفی مناظر کو کہنا پڑا کہ بے نماز کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا وہ ابوجہل سے کم نہیں۔ سخت ترین مجرم ہے مگر کافر نہیں۔ اس پر اہل حدیث مناظر نے کہا کہ بے نماز کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام وغیرہ کافر کہتے ہیں تو آپ بے نمازیوں سے ڈر کر اُن کو کافر کیوں نہیں کہتے۔ حنفی مناظر نے کہا میں اس وجہ سے کافر نہیں کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے نماز تھے اور آپ بھی لڑائی کے موقعوں پر نمازیں چھوڑ دیا کرتے تھے (سبحانك هذا بهتان عظيم) اُن کے اس دعوے پر علمائے اہل حدیث اور حاضرین کانپ اُٹھے۔ طلب ثبوت پر حنفی علماء اسٹیج اور کرسیاں چھوڑ یہ جا وہ جا۔ آخر مناظرہ ختم کرنا پڑا۔

بحمد اللہ ان تینوں مناظروں سے لوگ اہل حدیثوں کی حقانیت کے قائل ہو گئے اور وہ یہ کہتے تھے کہ اہل حدیثوں کو شاندار فتح ہوئی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ چالیس مردوں وعورتوں نے فقہ

حنفیہ کو چھوڑ کر قرآن وحدیث پر عمل کرنے، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے، نماز کو ترک نہ کرنے کا اقرار کیا اور جماعت غرباء اہل حدیث میں داخل ہوئے۔ ہاں کوئی اہل حدیث حنفی نہیں ہوا۔ پس اس سے بڑھ کر اہل حدیثوں کی اور کیا کامیابی ہوگی (نامہ نگار)

نوٹ:۔ قارئین مناظرہ کی مفصل روئداد کا انتظار کریں۔ (مینجر)

(ماہنامہ صحیفہ اہل حدیث دہلی ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ)

اب جماعت کے معروف محقق، مصنف اور بلند پایہ عالمِ دین مولانا مفتی عبدالقادر عارف حصاری مرحوم کے مناظرہ ہابڑی کے متعلق تاثرات ملاحظہ فرمائیں ان تاثرات سے پہلے صحیفہ اہل حدیث دہلی کے مدیر لکھتے ہیں کہ۔۔۔

ہابڑی کے مناظرہ میں علماء اہل حدیث کی کامل فتح اور علماء مقلدین حنفیہ کی فاش شکست

(مولوی خیر محمد صاحب جالندھری کے ایک شاگرد کی عینی شہادت)

انجمن محمدیہ جالندھر سے حال ہی میں اطلاع ملی ہے کہ مناظرہ ہابڑی ضلع کرنال کے بعد سے مولوی خیر محمد صاحب جالندھری اور اس کے مریدوں نے یہاں پر اپنی فتح کا شور برپا کر رکھا تھا۔ اور ہر ایک وعظ وتقریر میں اہل حدیث کی مخالفت کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے۔ اپنی فتح کا شور برپا نہ کرے تو اور کیا کرے۔ کسی طرح اپنی خفت وندامت جو آنجناب کو حاصل ہوئی ہے کو آخر دور تو کرنا ہے۔ حاضرین مناظرہ کو معلوم ہے کہ مولوی صاحب موصوف کے بوقت مناظرہ اتنے ہوش حواس باختہ تھے۔ کہ اپنی فقہ کی کتابوں اور حدیث شریف کی کتابوں کی عبارت تک بھول گئے تھے۔ چنانچہ ہدایہ کی ایک عبارت میں عِلم کو عَلَم اور حدیث شریف کی ایک عبارت میں ((لِیُؤْتَمَ بِہٖ)) کو لِیُؤْتَمَ لَهٗ پڑھتے تھے۔ علاوہ اپنے مدعا کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث کی بجائے اِدھر اُدھر کی باتوں میں اپنا وقت پورا کرتے تھے۔ کبھی مصالحت کی طرف آجاتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مولوی عبداللہ صاحب اوڈ (جو اس وقت صدر تھے) میرے بھتیجے ہیں ان کے والد میرے دوست بھائی تھے

غرضیکہ مولوی صاحب ممدوح کو مناظرہ ہابڑی میں جو شرمندگی حاصل ہوئی ہے اس سے حاضرین مناظرہ اہل حق وانصاف پسند حضرات خوب واقف ہیں۔ جو حضرات مناظرہ میں موجود

نہ تھے ان کی معلومات کے لئے ایک اشتہار شائع کیا گیا تھا، جس میں اہل حدیث کی فتح کے چودہ پندرہ دلائل لکھے گئے تھے۔ اب ہم مولوی صاحب جالندھری کے شاگرد عبدالقادر صاحب گنگوی ضلع حصار کی چشم دید شہادت ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ جس سے ناظرین کرام پر مولوی صاحب جالندھری کی فتح کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ مولوی صاحب حصاری تحریر فرماتے ہیں۔ (مدیر)

حضرات! کمترین نے مناظرہ ہابڑی ضلع کرنال جو مورخہ ۲۰ ربیع الاول ۶۴ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۴۵ء کو ہوا تھا بچشم خود دیکھا اور بگوش ہوش سنا اور اول سے آخر تک حاضر رہا۔ میں بہت اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خدا شاہد ہے کہ ان تینوں مناظروں میں علماء اہل حدیث کو کامل فتح حاصل ہوئی اور علماء مقلدین حنفیہ کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ جناب مولانا حافظ ابو محمد عبدالستار صاحب مدظلہ العالی مرد میدان شاہسوار اسلام نے فقہ مروجہ کے ہوائی قلعوں پر قرآن وحدیث کے مستحکم ٹینکوں اور لاجواب اٹرن بموں سے ایسا کامیاب حملہ کیا کہ وہ مصنوعی قلعے پاش پاش ہو کر ہباء منثورا ہو گئے۔ مناظرہ سے پہلے میں نے احباب اہل حدیث سے فخریہ یہ کہا تھا کہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری میرے استاد ہیں جو علوم درسیہ میں بڑے ماہر ہیں اور مناظروں میں بڑے تجربہ کار ہیں اور تمام علماء دیوبندیوں کے منتخب شدہ ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنا معمولی بات نہیں۔ ان سے وہی مناظرہ کرے جو ان کے داؤ فریب، علمی کارستانیوں سے واقف ہو۔ ورنہ ندامت اٹھانی پڑے گی۔ مگر احباب موحدین نے بعون اللہ اپنی صداقت وحقانیت پر اعتماد رکھتے ہوئے صاف کہا کہ ۔ عناں بازکش زیں تمنائے خام: کہ سیمرغ راکس نیارو بہ دام۔ مقلدین خواہ کتنے ہی عالم ہوں فاضل ہوں علم حدیث میں قدرتاً جاہل رہتے ہیں جو دلائل کو دعوی کے مطابق نہیں لا سکتے ۔ بوریا باف اگرچہ بافندہ است، پرندش بہ کارگاہ حریر۔ چنانچہ مناظرہ پر مشاہدہ کیا گیا تو نتیجہ وہی ہوا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

جب مناظرہ میں مولانا خیر محمد کی جوابی تقریر سنتا تھا تو اس کو صداقت وحقیقت سے خالی پاتا تھا۔ خاص کر موضوع فقہ مروجہ پر جو انہوں نے مناقضہ ومعارضہ کیا وہ خود مذہب حنفیہ کی نمایاں

تردید وتضعیف تھی۔ تقریر جذبات کے ماتحت سخن پروری وتعصب نفسانی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ الٹ پھیر کر کے آخر مدعی ہی کی تائید کر جاتے تھے، ہاں یہ کمال علمی تھا کہ الفاظ کو اوّل بدل کر پیش کرتے رہے تاکہ سلسلہ گفتگو کا قطع نہ ہو اور عوام کی نظروں میں اپنی کم مائگی اور صداقت سے تہی دستی کا مظاہرہ صاف نہ ہونے پائے مگر حقیقت میں نگاہیں یہ تاڑ گئی تھیں کہ سچے دلائل سے مدعی نے ان کو سراسیمہ کر دیا ہے اور فقہ کے شرمناک مسائل نے ان کے چہرے پر ندامت کی رنگت پیدا کر دی ہے ہر چند مولوی خیر یہ مناظرانہ فریب کاریاں دکھاتے رہے۔ سلسلہ بحث میں خواہ مخواہ خارج از بحث باتوں کو چھیڑ کر عام افراد کے دماغوں کو الجھانے کی کوشش کرتے رہے تاکہ وہ اصلی نقطۂ بحث کے متعلق صحیح رائے سہولت سے قائم نہ کر سکیں لیکن دانشمند یہ جان رہے تھے۔ کہ

طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا

علمی ومذہبی باتوں میں ذاتیات کا سوال درمیان لا کر مخاطب کی شخصیت پر حملہ کرنا اور عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر سطحی باتوں سے کام لینا مناظر کی کمزوری پر بیّن دلیل ہے بایں ہمہ حقیقت شناس اور باخبر افراد مولانا حافظ عبدالستار صاحب کے دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ کو سن کر مناظرہ کے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان میں سے بعض نے تو بیعت کر کے مذہب اہل حدیث میں شمولیت کر لی اور بعض نے صاف کہا کہ ہمارے مناظر نے کچھ معقول جواب نہیں دیا۔ اہل حدیث مناظر نے آیات وحدیث کی بارش برسا دی۔ جس سے موحدین کی ایمانی کھیتیاں لہلہا گئیں۔ فی الواقع بات بھی یہی تھی کہ حافظ صاحب کے باطل شکن دلائل نے فقہ مروجہ کے قلعہ کو پاش پاش کر دیا۔ دلائل کی یکے بعد دیگرے زدوں نے مقلدین کی تیوریوں پر بل ڈال دیئے۔

سفیدی اڑ گئی چہروں سے ان کے خجالت سے ہوئے منہ سیاہ بھٹ

بحیثیت شاگرد ہونے مجھے بھی ندامت ہو رہی تھی مجھے کہا گیا۔

زیر دیوار ذرا جھانک کے دیکھ تو لو ناتواں کرتے ہیں دل تھام کر آئیں کیوں کر

حنفی مناظر نے بھی ہر چند بعض علماء اہل حدیث کے مسائل کو نشانہ بنایا تھا لیکن اہل حدیث مناظر نے یہ کہہ کر صاف ساکت کر دیا۔

قمری کو سرو عنادل کو پھول بس اہل حدیث کو ہے خدا کا رسول بس

یعنی کسی کا ہور ہے کوئی نبی کے ہورہے ہیں ہم۔

مگر مقلدین کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ فقہ مروجہ کے بے ثبوت مسائل سے دست بردآ ہوں ۔

بتوں کے عشق میں ہم جان زار کھو بیٹھے   عجب امانت پروردگار کھو بیٹھے

میں نے کسی حنفی کے حاشیہ کی یہ عبارت پڑھی تھی کہ المقلد اذا وجد حدیثا یخالف قول امامه لا یعمل به، لیس لنا الا العمل باالروایة لا بالحدیث یعنی اگر کسی مقلد کو حدیث خلاف قول امام مل جائے تو حدیث پر عمل نہ کرے قول پر کرے۔ اس کا مشاہدہ ہابڑی میں کیا اور جان لیا کہ ۔

انہیں رفتارِ سنت کس طرح خوش آئے اے مسلم   دلوں میں کر گئی ہے جن رفیقوں کے اثر بدعت

غرضیکہ حدیث اور فقہ کے مقابلہ میں انصاف پسندوں نے حق معلوم کر کے صاف کہہ دیا۔

دل سے اُس قول پہ لاحول ہے جانب سے مرے   کہ بتادے کوئی جس قول کو ہمتائے حدیث

کیونکہ حافظ نے فقہ کے مردود مسائل پڑھ کر حدیثوں سے ان کا صفایا کرتے ہوئے صاف یہ واضح کر دیا۔

جس کو ہے جملہ مذاہب پہ جہاں کے ترجیح   جان لو اس کو وہ ہے مسلک اخیار حدیث

مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں بھی میرے استاد بیچارے کوئی مسکت جواب نہ دے سکے جو کچھ کہا وہ تعصب پر مبنی تھا۔

شراب تعصب ملی اُن کو سستی   پی گئے اتنی کہ لگ گئی فاقہ مستی

اور کوئی معقول جرح تو کر نہ سکے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کو ضعیف کہہ دیا جس کا جواب حافظ صاحب نے انہی کی کتابوں سے ایسا دیا کہ میرے جالندھری استاد اس حدیث کی پھر نہ جھانک سکے۔ ہر چند فاتحہ کے نام سے مخالفت کی دلیل بار بار طلب کی گئی مگر دلیل دینے سے انکار کر دیا۔

ممکن ہی نہیں کہ آنکھ اُٹھا کر دیکھیں   مانع ہے حیا تیر لگایا نہیں جاتا

اہل علم حضرات کو یہ واضح رہے کہ حدیث عمرو بن شعیب سے خود حنفیہ کے بانی مذہب حضرت امام ابوحنیفہؒ نے استدلال فرمایا ہے چنانچہ کتاب معرفۃ علوم الحدیث صفحہ ۱۲۸ پر ایک

حدیث ہے جس میں عبدالوارث بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے ایک مسئلہ کو کہ کوئی بیع کرے تو اس کو شرط کرنی جائز ہے یا نہیں۔ تین اماموں سے پوچھا تو تینوں نے ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ دیا۔ میں نے متعجب ہو کر پھر ان سے یہ اختلاف ذکر کیا تو ہر ایک نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ ((حدثني عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي ﷺ نهى عن بيع وشرط))۔ حنفیہ نے یہ تسلیم کیا ہوا ہے کہ مجتہد جس حدیث سے استدلال کرے وہ اس کے نزدیک صحیح ہوتی ہے تو حدیث عمرو بن شعیب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہوئی۔ پھر مولوی خیر محمد وغیرہ حنفیوں کا اس پر اعتراض کرنا دراصل امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض ہے اور ان کو علم رواۃ میں جاہل قرار دینا ہے۔ اگر حنفی اس کو گوارا کر لیں تو اہل حدیث کو پھر بھی کچھ نقصان نہیں کیوں کہ ان کے پاس علاوہ حدیث عمرو بن شعیب کے دیگر دلائل بھی موجود ہیں لیکن حنفی مذہب کی بنیاد کمزور ہو کر آخر گر جائے گی اور لوگ یہ کہیں گے۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے   اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

نیز حدیث عمروؓ بن شعیب جس کو امام ابوحنیفہؒ صحیح جان کر استدلال کرتے ہیں ضعیف کہہ کر رد کرنے والا ملعون ہوگا کیونکہ فقہ مروجہ میں یہ شعر مندرج ہے

فلعنة ربنا اعداد رمل   على من رد قول ابى حنيفه

کمترین احباب اہل حدیث کو ناصحانہ عرض کرتا ہے کہ آئیندہ اس حدیث پر مقلدین اعتراض کریں تو ہماری اس بات کو آپ یاد رکھیں۔ ان شاء اللہ وہ اس کا کچھ جواب نہیں دے سکتے۔

خلاصہ کلام: یہ کہ میرے فقہی استاد صاحب جو تقریر کرتے تھے وہ خود ان کے مذہب کے بھی خلاف تھی۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں   تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مقلدین نے مولوی خیر محمد کو نااہل تصور کر کے تیسرے مناظرہ پر کھڑا نہ کیا۔ پھر مولوی عبدالکریم امیر الفتویٰ کو کھڑا کیا تھا۔

ہمہ کارم زناکامی بہ بدنامی کشید آخر   نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

یہ بوڑھا معمر مولوی دیوبندیوں میں زاہد وفریب کار تھا جو اس لئے کھڑا ہوا تھا کہ جب اہل حدیث مناظر بے نماز کو کافر ومشرک ثابت کرے گا تو میں اس کے معاوضہ میں اس کو مومن مسلمان ثابت کروں گا۔ لیکن جناب حافظ عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث ایّدہ اللہ بنصرہ نے پہلی تقریر میں ہی اپنے دعوی کو دلائل سے ثابت کر کے مولوی عبدالکریم کو بے نمازوں کا ایسا ہمدرد کارکن پیشوا قرار دیا جو دنیا اور آخرت میں بے نمازوں کا بار بردار ظاہر ہوا جس سے اس بوڑھے مناظر کو متاثر ہو کر بے نمازوں کو فرعون قارون وغیرہ کفار مشاہیر کا ساتھی تسلیم کرنا پڑا۔ لیکن جب ہابڑی کے مقلدین بے نمازوں کے تیور بدلے ہوئے دیکھے تو وہ زاہد فریب کار بھی رنگ بدل گیا۔

اللہ رے تلوّن ابھی کیا تھے کیا ہوئے شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو

پھر بے نمازوں کی گرد جھاڑنے لگے۔ ہر چند ہاتھ پاؤں مارے کہ بے نمازوں کو کفر وشرک کے دائرے میں نکالوں لیکن بالکل ناکام رہے جو دلیل پیش کی بے نتیجہ تھی۔

ہر دلیلے بے نتیجہ بے اثر باطل آمد در نتیجہ خود نگر

پھر یہ بھی کوشش کی کہ دلائل کفر کو تاویل سے سانچوں میں ڈھال دوں لیکن وہ مستحکم دلائل نہ ڈھل سکے۔

برسوں فلاسفر کی چناں اور چنیں رہی لیکن خدا کی بات یہاں تھی وہیں رہی

آخر ہر معقول جواب سے عاجز ہو کر اور سب دلائل معارضہ سے مایوس ہو کر جنگ خندق کا واقعہ آخری تقریر میں پیش کر کے جناب نبی معصوم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو بے نماز ثابت کرتے ہوئے بے نمازوں کو کفر سے نکالنے کی بجائے خود خانۂ کفر میں مقفل ہو گئے۔

پایاں نہیں جدال کا انصاف شرط ہے بے اصل بات اشتر گرگیں کا فرط ہے

اہل علم نے اس بوڑھے مناظر کی اس دھوکہ دہی پر بہت نفرت کا اظہار کیا اور کہا۔

فخر کیا کرتا ہے ایسی بوجھ پر روئے گا محشر میں ایسی بوجھ پر

لیکن تاہم حق شناش حقیقت کو پا گئے اور علماء مقلدین کو بھی شرمسار ہونا پڑا اور حالت ان کی یہ تھی کہ ﴿ووجوہ یومئذ علیھا غبرۃ، ترھقھا قترۃ﴾

ازعبدالقادرحصاری غفرلہ

(صحیفہ اہل حدیث دہلی ماہ ذوالقعدہ ۶۴ھ)

مناظرہ ہابڑی کے موقع پر حاضرین امام عبدالستار دہلویؒ کی گفتگو اور دلائل سے بے حد متاثر ہوئے اور ۷۰ سے اوپر حنفی حضرات نے مسلک اہل حدیث قبول کیا۔ بہت سے احباب جماعت اور حنفی حضرات نے امام صاحب کو مناظرہ میں کامیابی پر مبارک باد کے خط لکھے اور ان کے لئے دعائیں کیں۔ ہابڑی کے رہنے والے ایک صاحب محمود علی خان لکھتے ہیں۔۔۔

جناب حضرت مولانا مولوی ابومحمد عبدالستار صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گذارش ہے کہ میں قدیمی حنفی المذہب تھا اور اہل حدیث جماعت ابتداء سے ہم کو ناگوار معلوم ہوتی تھی۔عرصہ سے ہابڑی میں اہل حدیث اور احناف کے باہمی جھگڑے ہوتے رہتے تھے اور عام لوگوں کی طرح ہم بھی اہل حدیثوں پر طعنہ زنی کرتے رہتے تھے مگر خوش قسمتی سے ہابڑی میں مناظرہ ہوا اور باوجود حنفی ہونے کے ہم نے ہر دو فریق کے دلائل کو خوب انصاف کی نظر سے جانچا۔

اوّل مناظرہ فقہ حنفیہ پر ہوا اور آپ نے ان کی ہدایہ کی عبارت پڑھی کہ محرمات ابدیہ سے نکاح کر کے جو شخص وطی کرے اُس پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں کوئی حد نہیں ہے۔ اس کا ہمارے حنفی مناظر مولوی خیر محمد صاحب جالندھری نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر دوسرا موضوع کے الحمد شریف پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اس پر مناظرہ ہوا۔ آپ نے تقریباً بائیس دلائل قرآن وحدیث سے پیش کئے اور ہر بار تقاضا کیا کہ مولوی خیر محمد صاحب جالندھری کوئی ایک حدیث بھی اگر پیش کر دیں کہ امام کے پیچھے الحمد شریف نہ پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے تو میں الحمد کے ہر حرف کے بدلے ایک صد روپیہ انعام دوں گا انشاء اللہ۔ آخر مناظرہ تک خیر محمد جالندھری نے ایک حدیث بھی پیش نہ کی اور نہ انعام حاصل کیا۔ اسی وجہ کو دیکھتے ہوئے سینکڑوں سے بھی زائد الحمد شریف پڑھنے لگ گئے۔ یہ درجے آپ کو ملیں گے انشاء اللہ۔

اور تیسرا موضوع بے نماز کے کافر ہونے پر مقرر ہوا اور آپ نے قرآن وحدیث کے وہ

دلائل بیان فرمائے کہ روح خوش ہوگئی مگر ہمارے مناظر مولوی عبدالکریم گمھلی نے ٹائم کو برباد کر کے آخری تقریر میں نڈر ہو کر کہہ دیا کہ خود رسول ﷺ نے نماز کو ترک کر دیا تھا۔ یہ سنتے ہی روح کانپ اُٹھی اور خیال پیدا ہوا کہ مذہب اسلام کا رہبر خود تو فرض کا تارک اور دوسروں کو کافر کہے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ یہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے جو یہ مولوی عبدالکریم ضد کی وجہ سے کہہ کر اپنا مدعی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

غرضیکہ بفضل خدا میں اور میرے عزیز بھائی محمد شریف و مقصود عرف سُودا اور میرا لڑکا، بیوی اور بھاوج اس حقانیت کو دیکھتے ہوئے باطل مذہب آبائی کو خیر آباد کہہ کر تقلید شخصی کے جال سے نکل کر مذہب حقہ میں (جس کا نام مذہب اہل حدیث ہے) داخل ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند قدوس آپ کی عمر اور علم میں بے حد ترقی فرمائے اور جیسی کھلی اور شاندار فتح ہابڑی کے مناظرہ میں آپ کو تینوں موضوع میں ہوئی ہے ہمیشہ ہو اور ہم جیسے نااہل حق کو پہچان کر اہل حق بلکہ اہل حدیث بنیں آمین آمین ثم آمین۔ کاش یہ مناظرہ شہر میں ہوتا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تمام سامعین اہل حدیث ہو جاتے اب تمام گاؤں والے بوجہ حق قبول کرنے کے ہم پر انگشت نمائی کرنے لگے ہیں اور ہر ممکن طریقہ سے ہماری مخالفت میں کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ خدا ہم کو ثابت قدم رکھے آمین فقط جملہ جماعت کو سلام عرض ہے۔ محمود علی خان ولد ولی الدین صاحب بقلم خود از ہابڑی ضلع کرنال ۱۹/۳/۱۹۴۵ء (صحیفہ اہل حدیث دہلی ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ)

ان مناظروں کے علاوہ امام عبدالستار محدث دہلویؒ نے ''مسئلہ امارت'' پر کئی معاصر علماء مولانا احمد دین گکھڑویؒ اور شیخ الاسلام فاتح قادیاں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (وفات ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء) سے بھی کئی مناظرے کیے۔ اسی طرح کا ایک مناظرہ ۱۳/ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ کو بھینی سدھواں ضلع امرتسر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے ساتھ ہوا تھا۔ اس زمانے میں بھینی سدھواں میں مولانا عطاء اللہ شہید فروکش تھے۔ وہ حدیث کے عالم، بلند پایۂ مفسر، منجھے ہوئے مدرس، نہایت نیک اور ذکی و فطین عالم دین تھے۔ اس علاقے میں مولانا عطاء اللہ شہیدؒ کی ذات مرجع خلائق تھی اور طبقہ علماء میں انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نیک طینت عالم دین کو تقسیم ملک کے وقت سکھوں نے شہید کر دیا تھا۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم بھینی سدھوں میں ہر سال تین روزہ

جلسے کا اہتمام فرماتے تھے اور اس جلسے میں جید اور اکابر علماء کو دعوت دی جاتی اور اس جلسے میں غزنوی علماء، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالوہاب دہلوی، مولانا عبدالستار دہلوی، مولانا عبداللہ روپڑی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا محمد جونا گڑھی اور دیگر بہت سے علمائے اہل حدیث تشریف لاتے اور قرآن وسنت کا وعظ کہتے۔ میں جس جلسے کی بات کر رہا ہوں یہ بھینی سدھواں میں چودواں سالانہ جلسہ تھا۔ مولانا عطاء اللہ شہید کے چھوٹے صاحبزادے حافظ سلیمان صاحب بی ایڈ وفات ۲۹ اگست ۲۰۰۸ء ہمارے قریبی علاقے میں رہائش پذیر تھے اور میرے نہایت مخلص بزرگ دوستوں سے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میری عمر چھوٹی تھی اور ہم جلسے کے موقع پر مسجد میں ہی تھے کہ یکا یک ہمارے سامنے نماز ظہر کے بعد مسجد میں اسٹیج لگ گئے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبدالستار دہلوی کے درمیان مناظرہ شروع ہو گیا جو کافی دیر جاری رہا۔

اس مناظرے کی روئداد بڑی دلچسپ ہے جو صحیفہ اہل حدیث دہلی میں رجب ۱۳۶۱ھ کے شمارے میں شائع ہوئی تھی لیکن میں اس میں الجھنا نہیں چاہتا وہ ایک دور تھا جو اپنی خوش گوار اور ناخوش گوار یادیں چھوڑ کر گزر گیا۔ نہ وہ اہل علم آئیں گے اور نہ وہ لوگ، یہ مادہ پرستی اور نفسا نفسی کا دور ہے۔ اخلاص وللّٰہیت کی جگہ ریا ونمود نے لے لی ہے اور علم کی جگہ جہالت نے بسیرا کر لیا ہے، آئے دن حالات خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں، اہل علم اُٹھتے جا رہے ہیں اور اب علم کی کشتی ڈھمگاتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم علمائے اہل حدیث کی مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر جنت میں انہیں بلند مقام سے نوازے اور موجودین کو اسلام کے نقش قدم پر چلائے آمین۔

تصانیف

امام عبدالستار دہلویؒ اپنے دور کے بلند پایہ محدث، مفسر قرآن اور مصنف تھے۔ انہوں نے درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔ مختلف موضوعات کے علاوہ ان کی بہت بڑی خدمت قرآن مجید کا اردو ترجمہ اور تفسیر ہے جو ان کی علمی قابلیت اور صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آئندہ سطور میں ہم امام صاحب کی تصانیف وتراجم کا تعارف پیش کریں گے۔

خدمات قرآن

اس سلسلے میں امام صاحب نے کئی علمی وتحقیقی جواہر پارے مرتب کیے۔ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی، حاشیہ بھی سپرد قلم کیا اور کئی قرآنی سورتوں کا ترجمہ وتفسیر بھی حوالہ قرطاس کی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

❁ **تفسیر ستاری سورۂ فاتحہ:** ام الکتاب سورۂ فاتحہ کی اب تک عربی، اردو، فارسی اور دیگر کئی زبانوں میں بہت سی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں۔ امام صاحب کی یہ تفسیر بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ جو ۳۸۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس تفسیر کو لکھنے کا آغاز ماہ محرم ۱۳۶۶ھ کو شروع کیا گیا تھا۔

فاتحہ الکتاب کی تفسیر میں امام صاحب نے علمی معارف بیان کرتے ہوئے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ تفسیر کے آغاز میں ۱۴ صفحات کا جامع مقدمہ ہے اس میں تفسیر قرآن کے اصول وقوائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد ۲۴ صفحات میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور ''استعاذہ'' سے متعلق مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ صفحہ ۶۶ سے سورہ فاتحہ کی تفسیر شروع ہوتی ہے، پہلے سورہ فاتحہ کے ۲۵ ناموں اور ان کے مطالب کی وضاحت کی گئی ہے اس کے بعد ۱۳۵ صفحات میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر ہے۔ اس میں بسم اللہ کے فوائد وبرکات کا تفصیلی تذکرہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ کن کن مواقع پر پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور کن مواقع پر صرف بسم اللہ کہنا چاہیے۔ امام صاحب نے بسم اللہ میں پنہاں علمی معارف بھی خوب بیان کیے ہیں۔ دیگر آیات کی تفسیر میں توحید، اتباع سنت، حدیث رسول ﷺ کا مقام، فاتحہ خلف الامام، مسئلہ مدرک

رکوع، آمین بالجہر، یوم حساب، عبادت صرف اللہ کی اور مدد بھی اسی سے طلب کی جائے، سیدھا راستہ کون سا ہے؟ پر بڑی عمدگی سے بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ ''طائفہ ضالہ'' کی اس سورۃ سے متعلق غلط تاویلات کو طشت از بام کرتے ہوئے احادیث رسول ﷺ پیش کر کے ان کا رد کیا ہے۔ اپنے مشمولات کے اعتبار سے یہ ایک علمی و تحقیقی جامع تفسیر ہے۔ جماعت اہل حدیث کے معروف عالمِ دین اور کئی دینی کتابوں کے مصنف مکتبہ نذیریہ لاہور کے مالک مولانا محمد حنیف یزدانیؒ امام خاں نوشہروی کی کتاب ''ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات'' کے ضمیمہ میں لکھتے ہیں کہ ''امام عبدالستار دہلوی نے بہت سی کتابیں لکھیں بالخصوص تفسیر سورہ فاتحہ مجھے بہت پسند ہے۔ اگر آپ اپنی زندگی میں کوئی اور کتاب نہ لکھتے تو صرف سورہ فاتحہ ہی آپ کی علمیت وصلاحیت بیان کرنے کے لئے کافی تھی۔ جب سے یہ کتاب ملی اسے خوب محبت سے پڑھا اور اپنے احباب سے محدث دہلویؒ کی خدمات کا تذکرہ کرتا رہا''۔

❁ **تفسیر ستاری:** قرآن مجید کی یہ تفسیر اردو زبان میں ہے۔ اس میں احادیث نبوی ﷺ اور اقوال صحابہ کی روشنی میں مطالب قرآن بیان کئے گئے ہیں۔ تفسیر بالحدیث کا یہ عمدہ نمونہ ہے۔ امام صاحب نے اس تفسیر میں مولانا احمد حسن دہلوی مرحوم کی تفسیر ''احسن التفاسیر'' کا اختصار بھی پیش کیا ہے۔

تفسیر ستاری قرآن مجید کے ابتدائی ٦ پاروں پر مشتمل ہے اور الگ الگ ٦ جلدوں میں طبع کی گئی ہے۔ افسوس یہ تفسیر نامکمل رہی۔ اگر امام صاحب کی زندگی وفا کرتی تو یہ تفسیر ایک شاہکار ہوتی۔

❁ **فوائد ستاریہ:** قرآن مجید کا یہ وہ حاشیہ ہے جسے امام عبدالستار صاحب نے حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمہ پر سپرد قلم کیا ہے۔ اور اختصار کے ساتھ تفسیری نکات بیان فرمائے اور عام فہم اسلوب میں قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح رقم فرمائی ہے۔ علماء وخطباء اور عام پڑھے لکھے لوگوں کے لئے یہ ایک قابل قدر علمی تحفہ ہے۔ اس قرآن مجید کو حال ہی میں مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب مدیر صحیفہ اہل حدیث کراچی نے اپنے اشاعتی ادارے (مکتبہ ایوبیہ محمدی مسجد برنس روڈ کراچی) کی طرف سے ظاہری ومعنوی حسن سے آراستہ

کر کے اعلیٰ کاغذ پر بڑا خوبصورت طبع کرادیا ہے۔

❁ **ہفت پارہ:** قرآن مجید کے ابتدائی سات پاروں کا مجموعہ ہے اسے امام صاحب مرحوم کے بیان کردہ علمی نکات کی روشنی میں مفتی عبدالقہار صاحب سلفی مرحوم نے مرتب کیا اور اس پر حواشی لکھے۔

❁ **سولہ سورہ:** اس مجموعے میں سولہ سورتیں ہیں جن پر حواشی لکھے گئے ہیں۔ان سورتوں کے نام یہ ہیں۔سورہ فاتحہ،سورہ یاسین،سورہ فتح،سورہ رحمٰن،سورہ واقعہ،سورہ دخان،سورہ سجدہ،سورہ مزمل،سورہ کہف،سورہ نازعات،سورہ ملک،سورہ کافرون،سورہ اخلاص،سورہ الفلق اور سورہ الناس۔

❁ **پنج سورہ:** یہ پانچ سورتوں کا اردو ترجمہ اور حاشیہ تھا اسے بعد میں سولہ سورہ میں شامل کردیا گیا۔

❁ **سورہ یٰسین:** پاکٹ سائز میں ہے اور اردو ترجمہ اور حاشیہ پر مشتمل ہے۔

خدمات حدیث

❁ **نصرۃ الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری:** امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (۱۹۴ھ،۲۵۶ھ) اپنے دور کے حافظ حدیث اور بہت بڑے محدث تھے۔انہوں نے جامع الصحیح (یعنی صحیح بخاری شریف) کو کامل تنقیح وتحقیق کے ساتھ جمع کیا۔یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں صحیح بخاری کو بلند مقام حاصل ہے اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''اصح الکتاب بعد کتاب اللہ''۔صحیح بخاری کی اب تک بہت سی شروحات عربی،اردو،فارسی اور دیگر زبانوں میں لکھی جاچکی ہیں۔امام عبدالستار دہلویؒ کی ''نصرۃ الباری ترجمہ وشرح بخاری'' بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کاوش ہے۔اس میں امام صاحب نے حدیث کی شرح کرتے ہوئے باب سے متعلقہ تمام مسائل کھول کر بیان کردیئے ہیں اور حدیث کے راوی پر بحث کرتے ہوئے اس کے حالات زندگی بھی دیئے ہیں۔

اس شرح میں تقلیدی مذاہب کا رد بھی کیا گیا ہے اور بدعات ورسومات کی پوری طرح تردید بھی کی گئی ہے۔ترجمہ وتشریح کی زبان نہایت سادہ اور اسلوب کلام بہت عمدہ ہے جو عام آدمی بھی

آسانی سے سمجھ سکے۔ نصرۃ الباری میں آثار صحابہ کرام ؓ اور تابعین و تبع تابعین کے اقوال بھی پیش کیے ہیں اور تمام وکمال متن انتہائی صحت وثقاہت سے پیش کیا ہے۔ امام صاحب نصرۃ الباری کے دس پاروں کی شرح لکھ پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ نو پارے الگ الگ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ نصرۃ الباری کتابی صورت میں شائع ہونے سے پہلے پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی میں قسط وار شائع ہوتی رہی ہے۔ گیارھویں سے سولویں پارے تک اس کی شرح اور ترجمہ قاری عبدالحکم کرم الجلیلیؒ (وفات ۷ ستمبر ۱۹۹۴ء) نے لکھا ہے جو صحیفہ اہل حدیث میں شائع ہوا۔ اس طرح بخاری کی یہ اردو شرح ۱۶ پاروں پر محیط ہے۔

امام عبدالستار مرحوم نے نصرۃ الباری کے شروع میں ۲۴ صفحات پر مشتمل ایک جامع مقدمہ لکھا ہے۔ اس میں حدیث کی تدوین، کتب احادیث کے طبقات، ضرورت حدیث، تحفظ حدیث، صحیح بخاری کی وجہ تالیف، امام بخاری کے حالات وواقعات، عادات وخصائل، زہد وتقویٰ، قوت حافظہ، بے مثال دینی وعلمی خدمات، علومرتبت اور رفعت شان پر بڑی عمدہ گفتگو فرمائی ہے اور حنفی علماء کی تحریروں سے بھی امام بخاری کے مقام ومرتبے کو اجاگر کیا ہے۔

امام صاحب نصرۃ الباری کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ۔۔۔ اپنے رب کے محتاج اور اُس کے در کے فقیر ابومحمد عبدالستار کی طرف سے عاشقانِ حدیث نبوی اور مشتاقان ملت مصطفوی ﷺ کو بشارت ہو کہ جماعت غرباء اہل حدیث کی جانب سے جب قرآن مجید مسنون قرأت والا اور منقول تفسیر والا زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبولِ عام وخاص ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ صحیح بخاری مترجم محشی طبع کرائی جائے، تاکہ مسلمانوں کے لئے باعث رہنمائی ہو کر ذریعہ نجات ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس جماعت حقہ کو اپنے خالص دین کی خدمت اور اشاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے آمین۔

قرآن اور حدیث چونکہ دونوں آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ لیکن کتب حدیث میں صحیح بخاری افضل واعلیٰ کتاب ہے۔ قرآن مجید کے بعد تمام دنیا کی کتابوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ اس کی سب حدیثیں صحیح وقابل عمل ہیں۔ اس کتاب مستطاب عظیم النصاب کا ترجمہ وحاشیہ ساری دنیا کے لئے ان شاء اللہ الستار مفید ثابت ہوگا۔ ہر شخص عربی داں ہو یا اردو داں یقیناً اس سے

مستفید ہوگا اور حظ وافر غنائے تام حاصل کرے گا۔ واللہ تعالیٰ الموفق۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں امام عبدالستار دہلویؒ کی روایات حدیث میں سند کو بھی پیش کردیا جائے۔ امام صاحب نصرۃ الباری کے مقدمے میں رقم طراز ہیں کہ۔۔۔

"میری سند امام بخاری تک": مجھ کو اجازت دی اس کتاب کی بلکہ ساری صحاح ستہ کے پڑھنے پڑھانے کی میرے محترم والد ماجد شیخ الشیوخ عالمِ ربانی حجۃ صمدانی ابومحمد عبدالوہابؒ الملتانی نذیل الدہلی نے ان کو شیخ علامہ سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے۔ ان کو شیخ محمد اسحاق صاحب نے۔ ان کو ان کے نانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان کو شاہ ولی اللہ صاحب نے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کو پڑھا اور اجازت لی شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے۔ انہوں نے اپنے والد شیخ ابراہیم کُردی سے، انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے۔ انہوں نے شیخ احمد عبدالقدوس شناوی سے۔ انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد رملی سے۔ انہوں نے شیخ الاسلام ابویحییٰ احمد زکریا سے، انہوں نے شیخ شہاب الدین ابن علی بن حجر کنانی عسقلانی سے جو مصنف ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری کے۔ انہوں نے شیخ زین العابدین ابراہیم بن احمد تنوخی سے، انہوں نے احمد بن ابی طالب حجار سے، انہوں نے شیخ حسین بن مبارک زبیدی سے، انہوں نے ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ ہروی، انہوں نے ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفر سے، انہوں نے ابومحمد عبداللہ بن احمد سرخسی سے، انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فربریؒ سے، انہوں نے صاحب کتاب امام بخاریؒ محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنا وعنہ سے۔

مولانا منصور الرحمٰن صاحب کی سند عالی ہے، اس میں ایک واسطہ کم ہے۔ اس سند کی رو سے مجھ عاجز اور امام بخاریؒ کے درمیان ۱۸ واسطے ہیں۔ اور امام بخاریؒ سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک ثلاثیات بخاری میں تین واسطے ہیں یہ کل ۲۱ واسطے ہوئے۔

(مقدمہ نصرۃ الباری صفحہ ۲۶۔۲۷)

❁ **فتاویٰ ستاریہ**: یہ فتاویٰ بہت سے روز مرّہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت آٹھ سو آٹھ (۸۰۸) صفحات، سات سو (۷۰۰) فتاویٰ اور چار جلدوں پر محیط ہے۔ اس فتاویٰ کو جماعت غرباء اہل حدیث کے امام ومفتی حضرت مولانا حافظ عبدالغفار سلفیؒ (وفات

۲۱ر اکتوبر ۱۹۷۷ء) نے مرتب کیا ہے۔اس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق متفرق فتاویٰ موجود ہیں۔فتاویٰ کی تقسیم مضامین کے اعتبار سے نہیں کی گئی بلکہ ہر جلد میں بلا ترتیب فتاویٰ شامل ہیں۔اکثر فتاویٰ کا تعلق عمومی نوعیت کے شخصی مسائل سے ہے۔اعتقادات اور فروعی اختلافات سے متعلق مسائل مفصل اور مدلل ہیں۔فتاویٰ ستاریہ میں امام عبدالستار دہلوی کے علاوہ ان کے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالغفار سلفی اور دیگر مفتیان کرام کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ایک عرصے سے یہ فتاویٰ نایاب ہے۔اب اسے نئی ترتیب وتہذیب اور باب بندی سے کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ مکتبہ ایوبیہ (محمدی مسجد کراچی نمبر۱) کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے اور اس کا اہتمام مولانا عبدالجبار سلفی مدیر صحیفہ اہل حدیث کراچی اور ان کے صاحبزادے برادرم عبیداللہ سلفی صاحب کر رہے ہیں۔

- حقیقۃ التوسل والوسیلہ۔اس میں مسئلہ توسل اور سماع موتی کے متعلق بحث کی گئی ہے۔
- الدر الثمین فی الجہر بالتامین۔اس میں اُونچی آواز سے آمین کہنے سے متعلق احادیث درج کی گئی ہیں۔
- حکم رب الانام فی ابطال عمل المولد والقیام۔اس میں مولود سے متعلقہ مروجہ مجالس کی تردید کی گئی ہے۔
- حکم النبی بکفر من لا یصلی۔قرآن سنت کے واضح دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ بے نماز مسلمان نہیں ہے۔
- تکمیل البرہان فی قرأت اُم القرآن۔یہ کتاب امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں ہے۔
- الدلائل الواثقہ فی جواز تسلیمۃ واحدۃ۔اس میں نمازی کے لئے ایک سلام پھیرنے کے دلائل دیے گئے ہیں۔
- خطبۂ امارت۔اس کتاب میں مسئلہ امارت کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔
- شمس الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ (عربی) مسئلہ داڑھی پر مدلل کتاب ہے۔اس کا اردو میں

ترجمہ حافظ محمد ادریس نے کیا ہے۔

- ایک اہم سوال اور اس کا جواب۔ اس میں بیت اللہ شریف میں بچھائے گئے چار مصلوں کی کلی کھولی گئی ہے۔ اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ زمانہ نبوی میں اور خیر القرون میں یہ نہیں تھے اور نہ ہی ائمہ اربعہ نے اس کا حکم دیا۔
- احقاق حق اور وابطال باطل ۔ اس رسالے میں زمانہ دہلی میں مخالفین امارت کے اعتراضات کے جواب دئے گئے ہیں۔
- القول الصحیح فی اثبات المسیحؑ ۔مسئلہ حیات مسیح پر مفصل بحث کی گئی ہے۔
- تحقیق حرف ضاد و دواد۔ اس کا تعلق قرأت و تجوید سے ہے۔
- مراسم شعبان کی تردید۔ جولوگ شعبان میں بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔
- اقامۃ الحجہ علی ان النداء الثالث یوم الجمعۃ فی المسجد بدعۃ ۔ یہ رسالہ جمعہ کی اس اذان کے متعلق ہے جسے اذانِ عثمان کہا جاتا ہے۔
- تنبیہ اہل الفرس باستواء اللہ علی العرش۔ اس کتاب میں استواء علی العرش کا مشہور مسئلہ زیر بحث لایا گیا ہے۔
- تنبیہ الغلاۃ فی حلۃ السلحفاۃ۔ دریائی جانوروں کی حلت کے بارے میں۔
- ضرب الفاس علی کرہ الصلوٰۃ المکشوف الرأس۔ ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز میں۔
- ملفوظات ستاریہ۔ امام صاحب کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو رسائل وجرائد میں شائع ہوئے۔

بے شک مولانا مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک اور بے شمار اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ شرافت ونجابت اور فضل وکمال میں بلند مرتبے پر فائز تھے۔ قدرت الٰہی نے بہت سی علمی وعملی اور قائدانہ صلاحیتوں سے بہرا ور کر رکھا تھا۔

جولائی ۱۹۳۲ء میں محدث ہند مولانا امام عبدالوہاب دہلویؒ کی وفات ہوئی۔ وہ کم وپیش ۴۰ سال جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر رہے۔ ان کی کی وفات کے بعد جماعتی افراد کا ایک

بھرپور نمائندہ اجلاس ہوا اس میں مولانا امام عبدالستارؒ کے علم وفضل اور صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں اتفاق رائے سے جماعت کا امیر بنا دیا گیا۔ اوران کی بیعت کر لی گئی۔ اس موقع پر انہوں نے جماعت کے ایک بڑے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ۔۔۔ بھائیو! والدصاحب کی وفات کے بعد جماعت نے مجھ عاجز کو جماعتی خدمات کا بارگراں اٹھانے پر مجبور کیا اور کہا کہ ہم امام صاحب آپ کے والد مرحوم سے آپ کی امارت کے متعلق منظوری لے چکے ہیں لہذا یہ بوجھ آپ کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ عاجز نے تو کلاً علی اللہ بادل نخواستہ جماعت کے اصرار کرنے پر ان کی درخواست کو تسلیم کیا اور جماعت نے عاجز کے ہاتھ پر ماتحتی کی بیعت کی۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ سب میرے عضو عناصر ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مختلف اعضاء کی تکمیل کا نام کامل انسان ہے لہذا اس جماعت کے مختلف صیغہ جات کی انجام دہی کے فرائض آپ بھی لیجئے اور سرگرم عمل رہیے تا کہ خلق خدا کی ٹھیک ٹھیک خدمات ہوسکیں۔

امام موصوف نے اپنے والد کی زندگی میں بھی دین کا بہت کام کیا اوران کے بعد منصب امارت پر فائز ہونے پر تو یوں سمجھیے وہ جماعت اور دین ہی کے ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے خداداد فہم و فراست سے جماعت کی تعمیر وترقی میں خوب کام کیا۔ لیل ونہار کی پروا کیے بغیر وہ اس مشن میں مصروف کار ہو گئے۔ اس کار خیر میں ان کے دستِ راست مولانا عبداللہ اوڈ اور مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ کے علاوہ تمام جماعتی رفقاء بھی تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد جماعت ان کی سرپرستی اور قیادت میں نہایت اچھے کام کرتی رہی۔ جماعت کے مبلغ دور دراز کے علاقوں میں جاتے لوگوں میں توحید وسنت کا وعظ کرتے، انہیں اسلامی تعلیم سے آگاہ فرماتے، بسا اوقات ان مبلغین کو توحید کا وعظ کہنے پر مصائب سے بھی گزرنا پڑتا، لوگ اپنے مزاج اور مسلک کے خلاف سننا گوارہ نہ کرتے اور الٹا ان داعیان حق کو زدوکوب کرتے۔ مولانا خود بھی اوران کے تربیت یافتہ مبلغین کلمۂ حق کہنے میں بیباک اور جری تھے۔ اکثر مزارات ومقابر اور عرسوں میں جا کر مناہی ومنکرات اور بدعات وخرافات کے خلاف وعظ کہتے، اگر کوئی پیر یا کسی مزار کا گدی نشین ان کو عرس میں شرکت کی دعوت دیتا تو اس دعوت کو قبول فرماتے اور وہاں جا کر غیر شرعی کاموں کے خلاف آواز بلند کرنا اپنا فریضہ سمجھتے۔ اسلام کے ایسے سچے داعی اب کہاں پیدا ہوں گے۔

متحدہ ہندوستان میں جماعت غرباء کے ۲۰ کے قریب مدارس تھے۔ جہاں با قاعدہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع تھا اور وہاں قرآن وحدیث سے متعلقہ علوم وفنون پڑھائے جاتے تھے۔ ہمیں تلاش وبسیار کے بعد ۱۵ مدارس کے متعلق معلوم ہو سکا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ مدرسہ دار الکتاب والسنۃ صدر بازار دہلی۔ جماعت کی یہ قدیم درسگاہ ہے، الحمدللہ اسلاف کی یہ یادگار اب بھی قائم دائم ہے اور اس میں قرآن وحدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی مقام پر مرکزی دارالامارت ہند کا صدر دفتر ہے۔

۲۔ مدرسہ تعلیم النساء دارالامارت مرکز دہلی۔ یہ لڑکیوں کی دینی تعلیم کیلئے قائم کیا گیا تھا۔

۳۔ مدرسہ تعلیم الاطفال دہلی۔ اس میں چھوٹے بچوں کو حفظ وناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۴۔ مدرسہ تعلیم القرآن۔ ننگلہ کانپور (میوات)

۵۔ مدرسہ اسلامیہ جھانڈہ میوات

۶۔ مدرسہ اہل حدیث بھوانی حصار۔ اس کے معلم ومنتظم حاجی عبدالعزیز بھوانی مرحوم تھے۔

۷۔ مدرسہ سلیمانیہ پرائمری فاضلکا فیروز پور۔ اس کا انتظام وانصرام مولانا عبداللہ اوڈ مرحوم کے پاس تھا اور وہی اس کے بانی تھے۔

۸۔ مدرسہ دارالاصلاح۔ فاضلکا ضلع فیروز پور

۹۔ مدرسہ دارالسلام جھانسہ کرنال۔ اس کے منتظم چوہدری اصغر علی اور سید شریف حسین ہاشمی تھے۔

۱۰۔ مدرسہ دارالہدیٰ اجڑانہ ضلع کرنال۔

۱۱۔ مدرسہ دارالحق۔ کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ۔

۱۲۔ مدرسہ اشاعت الحق ہری کے کلاں فیروز پور

۱۳۔ مدرسہ تقویۃ الاسلام دیپ سنگھ والا فرید کوٹ

۱۴۔ مدرسہ اسلامیہ ہڈی والا فیروز پور

۱۵۔ مدرسہ تعلیم القرآن کوہاڑیانوالی فیروز پور

ان مدارس کا جملہ انتظام جماعت کے ذمے تھا اور ہر سال مولانا عبداللہ اوڈ اور دیگر جید اساتذہ ان مدارس میں جا کر طلباء کا امتحان لیتے۔اول، دوم، سوئم اور اچھے نمبر حاصل کرنے والے طلباء کو انعام سے نوازا جاتا۔افسوس۔۔۔تقسیم ملک کے موقع پر دینی علوم کے یہ مراکز فساد کی لپیٹ میں آ کر ویران ہو گئے، اسلام کا یہ بہت بڑا نقصان تھا جو ہوا۔

تقسیم ملک سے چند ماہ پہلے جب آزادی کی تحریک عروج پر تھی، ہندؤں اور سکھوں نے اسلام دشمنی کے باعث مسلمانوں کو بعض علاقوں میں قتل کرنا شروع کر دیا تھا، ان کے گھر نذر آتش کئے جانے لگے ان کے مال واسباب کو لوٹا جانے لگا، بہو بیٹیوں کی عزت بچانا مشکل تھا، اس نازک صورت حال میں حضرت الامام مولانا عبدالستار مرحوم نے اپنے ان مظلوم بھائیوں کی مدد کی صدا بلند کی، اور بہت سے مسلمانوں نے اس موقعہ پر دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لیا اور دل کھول کر مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت کی۔

مولانا عبدالستار خالص مذہبی آدمی تھے ملکی سیاست سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ان کا اوڑھنا بچھونا قرآن وسنت تھا اور وہ اسی کو سینے سے لگائے، دل میں بسائے ہوئے تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی سیاست کی طرف رخ نہیں ہے۔البتہ مسلمانوں کے وہ ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔تحریک پاکستان اپنے جوبن پہ تھی تو انہوں نے بھی اپنے رفقاء مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی اور مولانا جان محمد اختر کی معیت میں ۱۹۴۶ء کو دہلی سے کلکتہ تک اور پورے بنگال کا ۱۹ روزہ دورہ کیا۔اس دورے میں مسلم لیگ کی حمایت اور حصول پاکستان کے نظریے کی اشاعت کے لئے خوب کام کیا۔

علاوہ ازیں مولانا عبداللہ اوڈ مرحوم نے جماعت غرباء اہل حدیث کے نمائندے کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی طرف سے بڑا کام کیا وہ اپنے علاقے میں تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے اکابر افراد میں شامل ہوئے تھے۔امام جی کے وہ رفیق اور مشیر خاص تھے جو بھی جماعتی کام ہوتا تھا اس میں ان کا مشورہ اور عمل دخل ضروری سمجھا جاتا۔

ہمارے ممدوح مولانا عبدالستار مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت کے متمنی تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی اس مملکت خداداد میں صرف اللہ کا ہی قانون نافذ ہو۔اسوقت میرے سامنے

صحیفہ اہل حدیث دہلی کا ماہ شعبان جولائی ۱۹۴۷ء کا شمارہ موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۲۵ اور ۲۶ پر حضرت امام صاحب کی طرف سے مندرجہ ذیل مضمون پیش کیا گیا ہے۔ برادران اہل حدیث! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد۔۔۔ یوں تو عرصہ سے جماعت اہل حدیث کے باہمی افتراق وانتشار کے مہلک مرض کا علاج ہوتا رہا ہے۔ جو کہ بمثل مشہور "جوں جوں علاج کیا مرض بڑھتا گیا۔ یہ انشقاق کا منحوس مرض ترقی پکڑتا گیا مگر حالات حاضرہ کے پیش نظر اگر اس وقت باہمی کشیدگیوں کا خاتمہ کرتے ہوئے یا اپنے تک محدود رکھتے ہوئے متفقہ طور پر اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کیا گیا تو یقیناً زمانہ مستقبل میں ان پر عرصہ حیات تنگ ہو جائے گا۔ چنانچہ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں سنی، شیعہ حضرات کو مدعو کیا جا رہا ہے۔ اور وہ اپنے اپنے مذہب کے قوانین مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ وقت ہے کہ اہل حدیث حضرات جو مختلف صوبوں میں خاص طور پر پنجاب و بنگال میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ فوراً بیدار ہوں۔ خواب غفلت کو دور کریں اور پاکستان دستور ساز اسمبلی میں اپنی نمائندگی کا مطالبہ کریں۔ نیز کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے مسلک کے قوانین مرتب کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ اور وقت آنے پر دستور ساز اسمبلی میں پیش کر کے منظور کرائیں۔

اسلامی حکومت میں اسلامی قوانین

خدا تعالیٰ کی عنایت سے جس شاندار کامیابی کے ساتھ پاکستانی حکومت قائم ہوئی ہے۔ امید ہے کہ اس میں اس سے زیادہ شان وشوکت کے ساتھ ملت اسلامیہ کے ان احکام وقوانین کا احیاء واجرا ہوگا جو کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے تقریباً آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا پر پیش فرمایا تھا۔ اور وہ احکام وقوانین کلام اللہ وحدیث رسول اللہ پر مشتمل تھے۔ چنانچہ اب وہ کلام اللہ اوراق قرآن مجید وحفاظِ امت کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اور حدیث رسول اللہ کتب صحاح ستہ پہلے بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداود شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف وَمَا وَافَقَ بِہَا میں قلمبند ہے۔ ان کتابوں کی صحت وثبت پر مسلمانان شرق وغرب کا اتفاق ہے۔ یہ کتابیں اسلام کے اصول تسلیم کی گئی ہیں۔ یہ کتابیں دنیا بھر کے مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ طلباء کی دستار بندی وتقسیم انعام انہیں کتابوں پر ہوتا ہے۔ لہذا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے

کہ پاکستانی حکومت میں قرآن مجید اور کتب صحاح ستہ کو مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں لازماً رکھا جائیگا۔ نیز حکومت پاکستان ارکان اسلام توحید، اتباع سنت، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کی پابندی، شراب خوری، جوئے بازی، بیاج، شادی، غمی کی رسومات قبیحہ کا انسداد۔ بدکاری، چوری خون ریزی وغیرہ کی حدود کا اجرا کر کے زمانہ نبوت کی یاد تازہ کرے گی۔ حکومت پاکستان میں مرد، عورتیں سیرت وصورت اور پوشاک اسلامی کو شعار سمجھیں گے۔ اور غیر مسلم اقوام کے لئے بھی وہی آئین مرتب کئے جائیں گے جو عہد نبوی ﷺ وخلافت راشدہ میں معمول بہا تھے۔ اور ان کے تحفظ کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ دعا ہے کہ خدا کرے حکومت پاکستان تحفظ اسلام، خدمات دین میں پیش پیش ہو۔

فقط خادم الاسلام والمسلمین

ابومحمد عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث ہند دہلی

مذکورہ بالا بیان حضرت امام صاحب مرحوم کے اخلاص اور اسلام دوستی کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ لیکن افسوس کہ پاکستان معرض وجود میں آنے کے باوجود یہاں ابھی تک اسلامی قانون کا نفاذ نہیں ہو سکا۔ باسٹھ سال سے زیادہ عرصہ اس ملک کو قائم ہوئے ہو چلا ہے، بہت سے اسلام کے دعویدار قصر صدارت پر براجمان ہوئے مگر آج تک کسی کو وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی توفیق نہ ہو سکی۔ ۱۹۴۷ء میں اس ملک کی خاطر لاکھوں جانیں قربان ہوئیں، لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے لیکن ان کی قربانیوں کی ذرا بھی قدر نہ کی گئی۔

ہمارے امام صاحب بھی قیام پاکستان کے موقع پر اپنے اہل وعیال اور عقیدت مندوں سمیت دہلی سے ہجرت کر کے روشنیوں کے شہر کراچی میں آ کر قیام پذیر ہوئے اور یہاں برنس روڈ پر مرکزی دارالامارت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دہلی میں ان کا سلسلہ دعوت وتبلیغ بڑا وسیع تھا، وہاں ان کا آبائی مدرسہ اور مسجد بھی تھی، اس کا جملہ انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ عبدالواحد سلفی مرحوم نے سنبھال لیا۔ وہ تادم زیست اپنے مدرسے دارالکتاب والسنۃ دہلی کے منتظم ومنصرم رہے۔ اللہ کے فضل سے یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے، اور اس کے ناظم مولانا حافظ عبدالماجد سلفی ہیں۔ حضرت حافظ صاحب نے کراچی آ کر نئے سرے سے کام کا آغاز کیا، مدرسہ بھی قائم کیا اور مسجد بھی تعمیر کی، جماعت غرباء اہل حدیث کو پاکستان میں نئے سرے سے منظم کیا،

جہاں جہاں بھی جس علاقے میں جماعتی افراد سکونت پذیر تھے وہاں جماعت کا نظم قائم کر کے امیر مقرر کر دیئے گئے ، اس طرح نئے عزم وولولے سے جماعت تعمیر وترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوگئی۔

اگرچہ اس وقت حالات ناساز گار تھے لیکن جماعت کے مبلغین وطن عزیز کے دور دراز علاقوں میں پہنچتے اور فریضہ تبلیغ ادا کرتے ۔ ہر سال کراچی میں عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد ہوتا (یہ سلسلہ اب بھی برابر اسی طرح قائم ہے) اور پاکستان کے چاروں صوبوں سے اہل حدیث علماء اور عوام اس میں شریک ہوتے ۔ کئی روز تک دعوت وتبلیغ کا سلسلہ چلتا ، لوگ اہل علم کے ارشاداتِ عالیہ سن کر اپنے عقائد کی اصلاح کرتے اور توحید وسنت پر عمل پیرا ہونے کا عزم کرتے ۔ غرض اس طریقے سے جماعت غرباء اہل حدیث نے امام عبدالستار کی سربراہی میں دعوت دین کو لوگوں میں پھیلایا اور معاشرے میں رائج بدعات ورسوم کی تردید کر کے توحید وسنت کی تعلیم کو اجاگر کیا۔

امام عبدالستار کے صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عبدالجبار سلفی مدیر مسئول صحیفہ اہل حدیث کراچی رقم طراز ہیں کہ تاریخ ادھوری رہے گی اگر یہ تذکرہ نہ کیا جائے کہ امام صاحب نے کراچی آکر سب سے پہلے مسجد ومدرسہ قائم کرنے کا سوچا۔ آپ کی اقامت گاہ نیو کلاتھ مارکیٹ کے قریب میں بندر روڈ پر دائیں جانب ایک بڑے خالی پلاٹ پر آپ کی نظر پڑی جو کسی کی ملکیت نہ تھا بلکہ صدیوں پرانا قبرستان تھا۔ آپ نے اس پلاٹ پر ایک عارضی مسجد بانسوں ، چٹائیوں سے چھت بنا کر قائم کی اور اللہ کے فضل سے پانچوں وقت اذان اور نماز باجماعت کا اہتمام کر دیا ، آس پاس چونکہ کپڑے کی بڑی مارکیٹیں تھیں قریب کوئی مسجد نہ تھی لہذا عوام الناس نے باقاعدہ نماز میں آنا شروع کر دیا۔

آپ نے اول مسنون اوقات میں نماز باجماعت پڑھانا شروع کی تو لوگ آکر نماز پڑھ لیتے لیکن ان اوقات میں کچھ اطمینان نہ پاتے آخر لوگوں نے آپ سے اول اوقات میں نماز پڑھنے سے متعلق سوالات کئے آپ نے انہیں دلائل حدیث سے مطمئن کیا تو اللہ کے فضل سے کافی نمازی آنے لگے اور جمعہ جماعت باقاعدہ شروع ہو گئے اس دوران مسجد میں کچھ توسیع بھی ہوئی سیمنٹ کا پکا فرش بن گیا۔ لاؤڈ سپیکر سے اذان وخطبہ ہونے لگا درس وتدریس کا سلسلہ بھی

شروع ہوگیا۔ باہر بڑی مین دیوار پر ''مسجد دارالسلام'' بھی لکھا گیا الحمدللہ یہ نظام بخوبی ترقی پذیر تھا کہ کچھ تاجر لوگ میمن برادری عقیدۃً بریلوی اہل بدعت کو یہ اہل توحید کی ترقی ناگوار گزری اور انہوں نے حکومت وقت کو مخالفت میں درخواست دے دی کہ مین جگہ بندر روڈ پر ایک نہایت عالیشان مسجد بننی چاہیے جو کہ دارالخلافہ پاکستان کے شایان شان ہو چونکہ یہ مہاجر لوگ (اہل توحید) بے سروسامان لٹے پٹے پاکستان آئے ہیں اوران کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ مرکز کراچی کے شایان شان مسجد بنا سکیں لہذا ہمیں یہ پلاٹ دیا جائے۔تاکہ ہم اس کا حل کرسکیں۔

حضرت الامام نے اس وقت کراچی میں موجود جملہ اہل حدیث حضرات کو مدعو کیا اور یہ خبر سنا کر متحدہ طور پر مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں آگے بڑھنے کے لئے فرمایا چونکہ تقسیم کا شروع وقت تھا کراچی میں چند ہی اہل ثروت، اہل حدیث حضرات آئے تھے۔جنہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور کچھ نقد رقم جمع کر کے حکومت کے مطالبہ پر بغرض تعمیر مسجد حکومت کو پیش کر دی لیکن دوسرے سرمایہ دار تاجران اہل بدعت نے اہل حدیث حضرات سے دوگنی چوگنی رقم حکومت کو دکھا دی (یاد رہے کہ ان کی نظر میں مسجد کے علاوہ اس مین جگہ پر کپڑا مارکیٹ دُکانیں وغیرہ نفع آور کاروبار بھی تعمیر کرنا مقصود تھا) حکومت نے یہ دیکھ کر پلاٹ مذکورہ سے حضرت امام صاحب و جماعتی احباب کو زبردستی بذریعہ پولیس بے دخل کر دیا اور پلاٹ میمن برادری کو دے دیا جبکہ آج اس جگہ نیومیمن مسجد اور سینکڑوں کاروباری دُکانیں بن چکی ہیں۔

اس جماعتی سانحہ میں حضرت امام صاحب کے صاحبزادہ مولانا عبدالغفار سلفی وغیرھم کو تھانہ پولیس اسٹیشن بولٹن مارکیٹ میں چند یوم قید خانہ میں بھی رکھا گیا۔اس کشمکش میں کچھ دیگر اہل حدیث بھائیوں نے بھی جماعت غرباء کی مخالفت میں مخالفین کا ساتھ دے کر ''نیکیاں'' کمائیں۔

مسجد دارالسلام کی ہر طرح اعانت ومقدمہ بازی میں پیش پیش جناب حاجی چھما صاحب، مولانا محمد یونس صاحب، مولانا عبدالجلیل خان صاحب، مولانا عبدالقہار صاحب، شیخ محمد یوسف امرتسری، جناب ولی جی امرتسری، جناب عبدالجبار صاحب سنگتراش، مولانا عبدالحکیم دہلوی صاحب، صوفی محمد یعقوب امرتسری، حاجی محمد اسحاق صاحب، بابو عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر جماعتی احباب بزرگان از جوڑیا بازار۔ لارنس روڈ و میٹھا در و کھارہ در ہمیشہ ساتھ رہے اور

بفضل اللہ ان کی اولادیں برابر شریک جماعت ہیں۔ بعدہ امام صاحب نے محلّہ عثمان آباد میں ایک قطعہ اراضی خرید کر وہاں توحید مسجد قائم کی جو اللہ کے فضل سے شاندار طرز تعمیر پر قائم دائم ہے۔ دریں اثناء احباب جماعت کی تعداد بڑھتی گئی ان کے مشورہ پر برنس روڈ گلی نمبرا میں جامع مسجد محمدی تعمیر کرائی جہاں الحمدللہ آج مرکزی دارالامارت جماعت غرباء اہل حدیث اور دینی درسگاہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام قائم ہے۔ (ع ج س)

ابتدائے شعور سے ہی حضرت امام مرحوم کے دل میں حرمین کی محبت گھر کر گئی تھی، آپ نے اپنی زندگی میں کئی حج اور عمرے کئے۔ جب بھی زیارت حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے، جماعتی احباب کثیر تعداد میں ہمراہ ہوتے۔ بعض مرتبہ صحیحین پڑھنے والے طلبہ کو بھی ساتھ لے لیتے۔ انہیں نماز فجر کے بعد اسباق پڑھاتے، مکہ اور مدینہ پہنچ کر بھی یہ سلسلہ جاری رکھتے۔ اس دور میں بحری جہاز کے ذریعہ سفر کیا جاتا تھا، دوران سفر نماز با جماعت کا اہتمام فرماتے، امامت خود فرماتے، نماز فجر کے بعد درس حدیث اور حج سے متعلقہ مسائل بیان کرتے، سفر کے دوران اگر جمعہ آجاتا تو مختصر خطبہ پڑھ کر نماز پڑھا دیتے۔ لوگوں کو اتباع سنت کی تلقین کرتے، اگر جہاز کا افسر مل جاتا تو اسے قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کرتے۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر بھی وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جتنا عرصہ وہاں قیام فرماتے روزانہ نماز فجر کے بعد مقام ابراہیم کے پاس حجاج کرام کو اردو اور عربی زبان میں مسائل حج اور توحید بیان کرتے۔ جب مدینۃ الرسول ﷺ میں حاضری ہوتی تو مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں بزم سجاتے۔ توحید اور اتباع سنت کے موضوع پر وعظ کہتے جسے سن کر لوگ خوب اثر لیتے۔ ان کا حلقۂ درس بڑا کامیاب ہوتا جسمیں دور دراز کے ممالک سے آنے والے تمام فقہی مسلک کے لوگ شرکت کرتے۔ بسا اوقات مختلف ممالک کے علماء اور لوگ آپ سے دینی مسائل دریافت کرتے، آپ بڑی خندہ روئی سے مدلل اور جامع جواب دے کر ان کو مطمئن کر دیتے۔

علمائے حجاج بھی آپ کی علمی قدر ومنزلت کے معترف تھے، اور وہ حد درجے عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کے ساتھ بھی علمی مجالس ہوتیں، مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا، اس ضمن میں بہت سے نئے مسائل سامنے آتے۔

۱۳۷۱ھ میں آپ حج کے لئے گئے، ہمراہ صحیحین پڑھنے والے ارشد تلامذہ حافظ عبدالغفار سلفی، حافظ محمد یونس، قاری عبدالحکم کرم الجلیلی اور مولانا عبدالقہار سلفی بھی ہم رکاب تھے۔ وہاں فراغت حج کے بعد مکہ ہی میں قیام تھا کہ ایک روز ۲۹/ ذوالحجۃ ۱۳۷۱ھ کو مکہ مکرمہ کے جیّد اور مشہور عالم دین علامہ شیخ محمود شویل مرحوم ان کی ملاقات کو تشریف لائے اور فرمانے لگے۔۔۔ "مجھے اہل توحید اہل حدیث سے محبت ہے، آپ کی محبت ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہے حالانکہ آپ کی رہائش تلاش کرنے میں مجھے بڑی دقت پیش آئی ہے، مدرسہ دارالحدیث مکہ کے سیکرٹری شیخ محمد عمر مجھے یہاں چھوڑ گئے ہیں"۔

شیخ نے اس طرح محبت بھرے الفاظ میں مولانا سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا اس کے جواب میں اسی طرح کے الفاظ امام صاحب نے ارشاد فرمائے۔ شیخ محمود شویل امام صاحب کی مجلس میں بیٹھے اور مستفید ہوئے۔ اگلے روز نماز عصر کے بعد پھر آئے اور حضرت الامام صاحب کو اپنی کار میں بٹھا کر جدہ لے گئے۔ وہاں عالم اسلام کی عظیم شخصیت علامہ محمد نصیف کے ہاں حاضر ہوئے۔ شیخ نصیف اہل توحید سے انتہائی محبت رکھتے تھے، بڑے تپاک اور خلوص سے ملے۔ ان کے ہاں مذاکرہ علمیہ جاری تھا، عرب کے مشہور علماء علامہ شیخ محمد بشیر الابراہیمی الجزائری، شیخ عبدالرزاق عفیفی، علامہ شیخ عبدالرحمان یمنی مصروف گفتگو تھے۔ علامہ شویل نے ان سے حضرت الامام کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔۔۔ "هذا الشيخ عبدالستار رجل عالم موحد وله جماعة كبيرة في الهند وباكستان وهٰؤلاء من الذين يخدمون الدين ويجتهدون لاعلاء كلمة التوحيد وكان ابوه الشيخ عبدالوهاب المحدث الدهلوى رحمة الله عليه من كبار اهل التوحيد واهل العلم وله تلاميذ كثيرة وكان سكن معنا فى المكة المدينة واستفدت منه كثيرا"۔

ترجمہ: شیخ عبدالستار ایک عالم اور موحد شخص ہیں۔ ہندوپاکستان میں ان کی بڑی جماعت ہے۔ یہ لوگ اللہ کے دین کے خادم ہیں اور کلمہ توحید کے بلند کرنے میں ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے والد شیخ عبدالوہاب محدث دہلوی بڑے زبردست عالم اور بڑے موحد تھے ان کے بہت شاگرد ہیں اور وہ ہمارے پاس مکہ اور مدینہ میں ٹھہرتے تھے ہم ان کے مواعظ حسنہ سے بہت

مستفید ہوئے تھے۔

تعارف کے بعد شیخ نصیف سب علماء کو کھانے کے کمرے میں لے گئے۔ جب کھانا سامنے لایا گیا تو تمام حضرات نے کرسیوں پر بیٹھ کر بغیر جوتے اتارے کھانا شروع کر دیا۔ امام صاحب فرمانے لگے حدیث میں آیا ہے کہ جوتا اتار کر کھانا چاہیے۔ جواب میں علماء کہنے لگے ہم نے تو یہ حدیث آج تک نہیں سُنی اور نہ دیکھی ہے۔ امام صاحب نے کہا آپ کو دکھا دیں گے۔ اسی شام آپ مکہ آ گئے، اگلے روز نماز فجر اور درس حدیث سے فارغ ہو کر واپس قیام گاہ پر آئے۔ مولانا یونس دہلوی سے فرمایا وہ اوپر جا کر مشکوٰۃ شریف سے حدیث نقل کر کے لائیں۔ مولانا فوراً ہی وہ حدیث نقل کر کے لے آئے اس کے الفاظ یہ تھے۔۔۔" ((عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانه اروح لاقدامکم))" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمھارے سامنے کھانا رکھا جائے تو جوتے اتار کر کھاؤ اس میں تمہارے قدموں کے لئے راحت ہے۔

حضرت امام صاحب یہ حدیث لے کر جدہ پہنچے اور شیخ نصیف کے ہاں پہنچتے ہی شیخ محمود شویل سے مخاطب ہو کر فرمایا جئتکم بحدیث النبی علیه السلام الذی وعدتکم بالامس جس حدیث کا میں نے کل آپ سے وعدہ کیا تھا وہ لے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر پرچہ شیخ کے ہاتھ میں دے دیا انہوں نے پڑھا اور فرمانے لگے صاحب مشکوٰۃ نے یہ حدیث کہاں سے لی ہے؟ امام صاحب نے فرمایا دارمی شریف سے۔ اب دارمی منگوا کر حوالہ دیکھا گیا تو فرمانے لگے کہ امام دارمیؒ نے تو اس حدیث پر باقاعدہ باب باندھا ہے۔" ((باب فی خلع النعال عند الأکل)) اور اس حدیث کو سند وار بیان کیا ہے واقعی مسئلہ بالکل درست ہے۔ جب حدیث کی تحقیق ہو گئی تو شیخ شویل فرمانے لگے۔۔۔انی عاهدت ربی ان لا اسمع حدیثا من احادیث النبی صلوٰت الله وسلامه علیه الا اقول به واعمل علیه میں نے اپنے رب سے وعدہ کر لیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی جو سچی حدیث سنوں گا انشاء اللہ ضرور اس پر عمل کروں گا"۔ نماز ظہر کے بعد جب کھانا لایا گیا تو شیخ محمود شویل سمیت تمام علماء نے جوتا اتار کر کھانا کھایا۔

حضرت امام صاحب ۱۳۸۴ھ میں حج کے لئے گئے عرب شیوخ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ دیوانہ واران سے ملنے کو آتے رہے۔ اکثر عرب علماء کے ساتھ "مذاکرہ علمیہ" ہوتا۔ ایک روز نماز جمعہ کے بعد حرم میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص چند سوال لکھ کر لایا اور اس نے امام حرم حضرت العلام شیخ ابی السمع عبدالمہیمن کی خدمت میں یہ سوال پیش کئے اور استفسار طلب کیا۔ یہ سوالات حرم میں تصویر کھینچنے اور مستورات کا بے پردہ مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے متعلق تھے۔ امام حرم نے اس پرچے کو پڑھ کر حضرت مولانا کی طرف بڑھا دیا اور ساتھ ہی اپنا قلم بھی دیا کہ وہ اس کا جواب لکھ دیں۔ امام صاحب نے اسی وقت قرآن وسنت کے مطابق مدلل اور جامع جواب لکھ کر امام حرم کو دے دیا۔ امام حرم عربی زبان میں لکھے گئے اس مدلل اور فصیح و بلیغ فتوے کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ انہوں نے یہ فتویٰ دیگر عرب علماء، علامہ ابوبکر مدرس مسجد نبوی، شیخ عمر بن محمد فلاتہ، شیخ محمد یوسف، شیخ عبدالوہاب، مولانا عبدالغفار حسن وغیرہم کی خدمت میں پیش کیا۔ ان علماء نے اس پر تائیدی عبارات رقم فرمائیں۔

ان واقعات سے حضرت امام صاحب کی علمی عظمت اور عرب علماء کے ہاں ان کا بلند مقام ومرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ عرب علماء کے ساتھ ان کے گہرے مراسم تھے اکثر میل ملاقات بھی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ سعودی امراء کے ساتھ بھی ان کے تعلقات قائم تھے۔ امراء وسلاطین کے ساتھ مراسم ہونے کے باوجود اگر کوئی خلاف شرع بات دیکھتے تو پھر وہ بڑے بڑوں کی پروانہ کرتے اور کلمہ حق کہہ دیتے۔ اپریل ۱۹۶۶ء میں سعودی فرمانروا شاہ فیصل مرحوم پاکستان تشریف لائے، ۲۰ اپریل کو جماعت غرباء اہل حدیث کی طرف سے ان کو عصرانہ دیا گیا۔ مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم نے شاہ فیصل کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ اس روح پرور منظر کو فوٹو گرافروں نے محفوظ کرنا چاہا، حضرت مولانا کی نظر جب ان پر پڑی تو انہوں نے شاہ مرحوم سے فرمایا لا تصوروا ھذا لا یجوز شاہ نے مسکرا کر امام صاحب کی طرف دیکھا اور فوٹو گرافروں سے فرمایا یقول الشیخ المحترم لا یجوز ، لا تصوروا۔۔۔ شیخ محترم فرمارہے ہیں کہ یہ تصویر کشی جائز نہیں ہے اس لئے تم فوٹو مت اتارو، یہ سنتے ہی فوٹو گرافر رک گئے۔

مولانا مرحوم دین اور اتباع سنت کے معاملے میں بڑے سخت تھے، بے نماز کا جنازہ ہرگز نہ

پڑھتے ، جو داڑھی منڈواتا اسے سختی سے ڈانٹتے ، خلاف سنت عمل کرنے والے کو پیروی سنت کی تاکید کرتے اور عوائد و بدعات سے دور رہنے کی تلقین فرماتے ۔ یاد رہے انہوں نے نیکی اور پارسائی کے ماحول میں شعور کی دہلیز پر قدم رکھا اور تقوٰی وصالحیت کی فضا میں پرورش پائی تھی ۔ وہ خالص دینی گھرانے کے فرد فرید تھے ان کے قلب وذہن میں بچپن ہی سے توحید وسنت کے نقوش ثبت کر دیئے گئے تھے ، وہ خود بھی اسلامی تعلیم پر سختی سے کار بند تھے اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر دیکھنا چاہتے تھے ، ان کی گفتگو میں نکھار ، تقریر میں تسلسل اور تحریر میں روانی تھی ۔ جس ڈھنگ سے انہوں نے اسلام کا دفاع کیا اور جس نہج سے دین کی تبلیغ کی وہ ان کی اسلام دوستی کی تابندہ مثال ہے ۔

وہ دین کی بات کرتے تھے ، کسی کی دل آزاری ان کا مقصد نہ تھا ، ان کے پیش نظر اسلام کی تبلیغ واشاعت تھی ، قرآن کا وہ مقام ہمیشہ ان کے پیش نگاہ رہا جس سے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ۔۔۔ ’’﴿ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم﴾ (الانعام ۱۵۸) ۔ یعنی جو لوگ اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کو پکارتے ہیں ، تم ان کے معبودوں کو گالیاں نہ دو ، ورنہ وہ بھی حد سے تجاوز ہو کر بے سوچے سمجھے اللہ کو بُرا بھلا کہنے لگیں گے ‘‘

مرحوم نہایت عالی ظرف ، رفیع الاخلاق ، متواضع ، مہمان نواز ، غریبوں کے ہمدرد ، مستحقین کے معاون اور مسکینوں ، یتیموں اور بیواؤں کے مددگار تھے ۔ اللہ نے ان کو بہت سی خصوصیات اور اوصاف حمیدہ سے بہرہ ور کیا تھا ، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ۔ عبوست و یبوست سے کوسوں دور تھے ، علمی اور دینی حلقوں کے بہت سے چھوٹے بڑے لوگ ان کے پاس آتے اور وہ ہر ایک سے خوش روئی ، خندہ پیشانی سے ملتے ، نہ ان سے کسی کو کوئی شکایت تھی اور نہ وہ کسی سے شاکی تھے ۔ امام صاحب رہن سہن ، کھانے پینے اور پہننے میں ہمیشہ اعتدال کے دائرے میں رہتے اور سنت رسولؐ پر عمل ہی ان کا زندگی بھر معمول رہا ۔

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب کے زیر اہتمام جامع مسجد امیر معاویہ المدد پاک کالونی میں مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب کے ہاں منعقدہ سالانہ کانفرنس کے موقع پر مناظر اسلام مولانا محمد رفیق خاں پسروری کے چھوٹے بھائی چودھری عبدالرشید خاں

سے ملاقات ہوئی اور اس موقع پر انہوں نے کئی تاریخی واقعات سنائے۔ اس میں ایک واقعہ یہ تھا کہ وہ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ دہلی میں مدرسہ دارالکتاب والسنہ دہلی میں زیرِ تعلیم تھے۔ مولانا عبدالستار دہلوی مرحوم ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ مولانا عبدالرشید راوی ہیں کہ انہی دنوں دہلی میں امام صاحب کا ایک حنفی مولوی سے مناظرہ طے پایا۔

اس حنفی عالم نے اپنی مسجد کے متولی اور نمازیوں سے کہا کہ اگر واقعی امام عبدالستار اور ان کے ساتھیوں کو نبیؐ سے محبت اور آپ کی سنت سے پیار ہے تو ہم اس سلسلے میں ان کا امتحان لیں گے۔ اس سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے منصوبے کے تحت آزمایا۔ حضرت امام عبدالستارؒ وقت مقررہ پر مناظرہ کے لئے اپنے ساتھیوں سمیت ان کی مسجد میں پہنچے۔ وہ حضرات کہنے لگے مناظرے سے پہلے کچھ تناول فرمالیں۔ لہذا دسترخوان لگا دیا گیا۔ اب جو کھانا چُنا گیا وہ تھا۔ ابلا ہوا کدو بغیر مرچ کے، بغیر چھنے ہوئے آٹے کی باجرے کی روٹی، سرکہ اور شہد۔ امام عبدالستار مرحوم نے اپنے ساتھیوں سے کہا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ اور جب یہ حضرات کھانا کھانے لگے تو وہ حنفی حضرات ان کے آگے سے کھانا اٹھا کر دوسرا کھانا رکھنے لگے، امام صاحب کہنے لگے ارے اللہ کے بندو یہ کیا کر رہے ہو۔ کدو نبی علیہ السلام کو بڑا پسند تھا، آپ بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ آج آپ لوگوں نے ہمیں اس سنت پر بھی عمل کرنے کا موقع دے دیا۔ یہ دیکھ کر حنفی مولوی اور اس کے مقتدی اہل حدیث ہو گئے اور کہنے لگے یہ لوگ صحیح معنوں میں سنت کے عاشق اور نبی علیہ السلام سے محبت کرنے والے ہیں۔

دور حاضر کے عظیم خاکہ نویس، ذہبیٔ دوراں مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی کتاب ''کاروانِ سلف'' میں ان کا سراپا کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔۔۔''پورا قد، سرخی مائل گندمی رنگ، گول بھرا ہوا چہرہ، تیکھی ابھری ہوئی ناک، موٹی موٹی آنکھیں، کھلی پیشانی، کالی داڑھی، (بڑھاپے میں مہندی سے رنگی ہوئی) خطیبانہ لہجہ، لباس میں سادگی، سیاہ عمامہ، ٹخنوں سے اوپر تہبند یا شلوار، اتباع سنت اور پابندی احکام شریعت کا ہر مقام اور ہر معاملے اور ہر کام میں اہتمام''۔

حضرت امام مرحوم کے حالات وواقعات بیان کرتے کرتے ہم بہت دور نکل آئے ہیں، چند باتیں اوران کے متعلق سُن لیجیے۔

بعض حضرات کی کرم فرمائیاں

۱۹۴۰ء کے پس وپیش جماعت غرباء اہل حدیث، اس کے بانی مولانا امام عبدالوہاب دہلوی اور امام عبدالستار دہلوی سے متعلق دہلی کے بعض حضرات نے ایک نہایت اشتعال انگیز اشتہار شائع کیا تھا اوراس میں ان ذی مرتبت علمائے کرام کے خلاف بہتان باندھے گئے تھے۔ اس اشتہار کی اشاعت پر اہل حدیث حلقوں میں بڑے افسوس کا اظہار کیا گیا اور جماعت اہل حدیث کے مقتدر علماء جماعت غرباء اہل حدیث اوراس کے بانی مولانا امام عبدالوہاب دہلویؒ اوران کے صاحبزادے امام عبدالستار دہلویؒ کے عقیدہ وعمل اوران کی جماعتی خدمات پران کی تائید میں فتوے دیئے اور جن لوگوں نے افتراء باندھے تھے ان کی مذمت کی۔ ذیل میں ہم جماعت غرباء اہل حدیث اوراس کے بانی کی تائید میں علماء کرام کے فتاوی نقل کرتے ہیں یہ فتاوی صحیفہ اہل حدیث دہلی کی جلد ۲۶ اور ۲۷ کی مختلف اشاعتوں میں چھپے تھے۔ لیکن اس سے پہلے اس دور میں صحیفہ اہل حدیث دہلی کے مدیر ابوخلیل مولانا عبدالجلیل خاں پنجابی جھنگوی کا نوٹ اور سوال ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی جی لکھتے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے ہمارے بعض مہربان بھائیوں نے کچھ ایسے بُرے الزام، سڑے ہوئے بہتان گھڑے اور جماعت غرباء اہل حدیث اوراس کے مقتدر ہادی زادھم اللہ عزوشرفا کے سرتھوپ دیئے پھران کی بناپر جماعت وہادی جماعت کا بعض علماء کرام سے کافر، مشرک، خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ حاصل کیا۔ اور زر کثیر صرف کرکے چھپوایا اور ملک میں تقسیم کیا جس کے باعث پبلک میں بدامنی، سوءظنی کی وبا پھیل گئی، جماعت اہل حدیث میں پھوٹ پڑ گئی، توحید وسنت، قرآن وحدیث کی اشاعت ٹھنڈی ہوگئی، شرک وبدعت اور تعلیم باطل ترقی پکڑ گئی آہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا حالی نے اپنی مسدس میں ایسے ہی علماء کا خاکہ کھینچا ہے---

بڑے جس سے نفرت وہ تحریر لکھنی
جگر جس سے شق ہو وہ تقریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

نیز شیخ الاسلام حافظ ابن القیمؒ نے اپنے نونیہ میں ایسے مُلّاں مولویوں کے متعلق کیا ہی عمدہ کہا ہے کہ ما عندهم علم سوى التكفير والتبديع والتضليل والبهتان واذا تيقن انه المغلوب عند تقابل الفرسان فى الميدان قالوا اشتكوه الى القضاة والسلطان الخ۔ یعنی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں سوائے اسکے کہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والوں کی آئے دن تکفیر وتضلیل کرتے رہتے ہیں ۔ افترا بازی وبہتان بندی میں سرگرم ہیں دلائل وبراہین سے خالی ہونے کی وجہ سے اپنے مغلوب ہونے کا پورا تیقن ہے آخر حق والوں پر الزام واتہام رکھ کر حکومت وقت کو بدظن کرنا چاہتے ہیں (ان کو محلوں مسجدوں سے نکالتے ہیں) ہو بہو یہی نوبت جماعت غرباء اہل حدیث کے ساتھ یار لوگوں نے کر دکھائی تو جماعت نے ان کے خود ساختہ الزام (جو اس پر عائد کیے گئے تھے) سے جب اپنی برأت ظاہر کی ۔ تقریروں، تحریروں، اشتہاروں، رسالوں کے ذریعہ تردید کی ۔ علماء کرام سے آمنے سامنے تبادلہ خیال ہوا ۔ بحمد اللہ! حقیقت سے باطل کا پردہ چاک ہوا ۔ جماعت غرباء اہل حدیث اوراس کے رہبر کا ٹھوس عقیدہ، صحیح عمل اور پرخلوص دینی خدمت کا ظہور رہا ۔ تو انصاف پسند حق گو علماء حضرات نے اعتراف کیا ۔ نہ صرف اعتراف کیا بلکہ لکھ دیا کہ جماعت غرباء اہل حدیث اوراس کے رہبر خالص اہل حدیث کامل مسلمان اور سلف الصالحین کے طریقہ پر ہیں، دنیا میں صحابہ کا نمونہ نظر آتے ہیں توحید وسنت کے علمبردار اور اسلام کے سچے مُبلغ ہیں اوران کو کافر کہنے والا خود کافر اور بے ایمان ہے ۔ چنانچہ ذیل میں ان علماء کرام کے متفقہ فتاوے اور بے لاگ بیان معہٗ سوال درج کئے جاتے ہیں ۔ ناظرین کرام غور اور نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں لَعَلَّ اللہ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ (مدیر)

سوال بابت اسلام جماعت غرباء اہل حدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں

کہ بعض خود ساختہ عقائد کی بنا پر بعض مولوی صاحبان نے (بموجب سوالات کے) جماعت غرباء اہل حدیث کو خارج از اسلام مشرک کافر لکھا تھا ان خود ساختہ عقائد فاسدہ سے جماعت موصوف نے اشتہار اعلان عام برائے رفع اتہام مطبوعہ ۵۵ھ اور رسالہ و+ احقاق حق وابطال باطل +مورخہ ۱۴ر جمادی الثانی ۵۷ھ میں اپنی برأت ظاہر کردی ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے۔جب کہ جماعت ممدوحہ نے ان خودساختہ الزامات کی تردید کردی ہے جواس کی طرف ناحق منسوب کیے گئے تھے اور دراصل اس میں نہیں تھے۔تو ایسی صورت میں جماعت مذکورہ کے خلاف پبلک میں سوٗظنی پھیلانا جماعت منعونہ کومشرک کافر خارج از اسلام وغیرہ وغیرہ کہنا صحیح ہے؟ ایسا سمجھنے والا لکھنے والا کہاں تک حق بجانب ہے۔اشتہار اور رسالہ مذکورہ استفتاء ہذا کے ساتھ منسلک ہے۔خدائے تعالیٰ کے خوف اور قیامت پر یقین رکھتے ہوئے بلاخوف لومتہ لائم جواب باصواب دے کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔ جزاکم اللہ وبارك اللہ فیکم یا ورثۃ الانبیاء۔ مورخہ ۲ر محرم ۱۳۵۸ھ

صحیفہ اہل حدیث دہلی شوال ۱۳۶۴ھ

﴿اُولئک مبرؤن مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم﴾

جماعت غرباء اہل حدیث اور اسکے مقتدر ہادی کی مُسّمر اشان

حضرات علماء عرب وعجم کے متفقہ فتاوے اور بے لاگ بیان

مولانا مرحوم اور انکے صاحبزادہ صاحب خالص کتاب وسنت کی ترویج کے درپے ہیں ان جیسی ہستیوں کو اسلام اور جماعت اہل حدیث سے علیحدہ سمجھا جائے گا تو پھر کون سی ہستی ہوگی جسے اہل حدیث خالص قرار دیا جائے گا؟

(از حضرت مولانا المحترم ابوعبدالکبیر محمد عبدالجلیل صاحب سامرودی)

جواب ۶۵:۔ الحمدللہ علی نعمائہ وصلی اللہ علی ھادینا ورسولنا محمد والہ وعلی

جمیع انبیائہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا وبعد۔ بندہ ناچیز عبدالجلیل سامرودی علی وجہ البصیرت کہتا ہے۔ کہ ہمارے بھائیوں نے جو کچھ الزامات مولنا مرحوم نور اللہ مرقدہ اور اُن کے صاحبزادہ مولانا حافظ ابومحمد عبدالستار سلمہ ربہ الغنی الجبار پر عائد کئے ہیں وہ قطعاً ان سے بری ہیں۔ مولانا مرحوم شرک وکفر وفسق وغیرہ سے بالکل مبرا تھے۔ اور جن جن الزاموں کے وہ مورد قرار دیئے جاتے ہیں محض بہتان اور صریح البطلان ہیں۔

انصاف کیجئے کہ آپ پر وہ وہ الزام عائد کئے گئے ہیں کہ جن کو ایک معمولی سا انسان بھی تو جس میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اُنہیں نہ کہے گا چہ جائیکہ وہ ہستی کہ جس کے ہزاروں شاگرد ہندوسندھ پنجاب وبنگال ویورپ وعربستان خصوصاً نجد میں موجود ہیں۔ توحید کا دہلی میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ ان کی طرف نسبت کی جاوے۔ مثلاً (۱) قرآن پر بیٹھنے کو اُونٹ کی قربانی کا ثواب سمجھنا (۲) دھوکہ دینے کو واجب جاننا (۳) قبلہ کی طرف پیر پھیلانے کو جہاد جاننا (۴) متعہ جاری کرنا وغیرہ وغیرہ۔ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ ہمارے بھائیوں نے تو بریلویوں کو بھی مات کر دیا۔ بھلا ایک مسلم فرزند جس میں ذرا برابر بھی غیرت ایمانی ہوگی وہ ایسی باتیں کرے گا؟ لوگوں کو ایسی باتوں کی رہبری کرے گا۔ حاشا وکلا۔ یہ باتیں ببانگ دُہل پکار رہی ہیں کہ ان الزام دینے والوں کی نیت خیر نہیں۔ للّٰہیت مقصود نہیں محض دل کی گرمی نکالنا مقصود ہے۔ عوام پر کوئی تعجب نہیں۔ تعجب تو ان علماء علمدار پر ہے۔ کہ ان کی قلم نے تحریر کے وقت ذرا بھی کروٹ نہ بدلی۔ اس قدر رقاوتِ قلبی وجسارت بے مروتی سے کام لیا کہ خدا کی پناہ بخدا مرحوم کی جیسی ہستی تھی خدا کو خوب معلوم ہے۔ مگر علماء کو حسد نے خوب ہی اکسایا۔ جس قدر ہمارے علماء دہلی نے لب کشائی کی ہے وہ حسد پر ہی مبنی ہے۔

علماء کا حسد مشہور ہے۔ مالک بن دینار سے منقول ہے۔ یوخذ بقول العلماء والقراء فی کل شیء الا قول بعضهم فی بعض فانهم اشد تحاسدا من التیوس الی وقال سعید فانی وجدتهم اشد تحاسدا من التیوس بعضها علی بعض ذکره الحافظ ابو عمر ابن عبد البر فی جامع بیان العلم وفضله ۔ یعنی علماء اور قراء کی باتیں سب باتوں میں لیجئے۔ مگر ایک دوسرے کی شان میں ان کی باتیں نہ لی جائیں کیونکہ یہ نر سے بھی زیادہ حسد میں

بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں میں نے ان علماء کو نروں سے بھی زیادہ حسد میں پایا۔ خدا کی شان ہے کچھ حسد اور کچھ غضب نے تقدیم ہی سے ایسا علماء کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا کہ اچھی اچھی ہستی بھی ان سے محفوظ نہ رہی۔

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: ان السلف رضوان الله عليهم قد سبق عن بعضهم في بعض كلام كثير في حال الغضب ومنه ما حمل عليه الحسد كما قال ابن عباس ومالك بن دينار وابو حازم ومنه على جهة التاويل مما لا يلزم القول فيه ما قاله القائل فيه۔ سنیئے! امام مالکؒ جیسے متدین ہستی نے ابن اسحاق میں کیوں کلام کیا یہی وجہ تھی کہ ابن اسحاق نے امام مالک کے نسب وعلم میں کلام کیا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا: هاتوا علم مالك فانا بيطاره ۔ امام مالک کو یہ بات جب پہنچی تو آپ نے فرمایا ذالك دجال الدجاجلة ونحن اخرجناه من المدينة۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: فقد رأينا البغي والحسد قديما الا ترى الى قول الكوفيين في سعد بن ابي وقاص انه لا يعدل في الرعية ولا يغزو في السرية ولا يقسم بالسوية وسعد بدري واحد العشرة المشهود لهم بالجنة واحد الستة الذين جعل عمر بن الخطاب الشورئ فيهم۔ صحیح بخاری میں تو یہاں تک ہے کہ ((انه لا يحسن يصلي))۔ ان کی نماز میں بھی تو عیب جوئی نکتہ چینی کی تھی۔ مگر کیا ہوا ہماری ان باتوں نے صراط مستقیم وشاہ راہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والتسلیم میں ایک زبردست روڑا اٹکا دیا۔ رات دن کی اشتہار بازی رسالہ بازی آپس کی کشتیوں سے مخالفین کے لئے ایک عظیم الشان موقع ہاتھ آیا۔ اور انہوں نے یکسوئی سے اپنا کام کر لیا۔ آج وہ خم ٹھوک کر آپ کے سامنے کھڑے ہونے کو تیار ہیں۔ اور توحید والوں کی ترقی تنزلی سے بدل گئی۔ فليبك على الاسلام من كان باكيا۔ عوام کو تو اپنے اپنے دلوں کی بھڑاس نکالنی تھی مگر انہوں نے علماء کو بھی تو اس گورکھ دھندے ہی میں پھنسا رکھا تھا۔ نتیجہ اس کا یہی ہوا کہ اپنی طاقتیں آپس میں ہی صرف کر کے یہ قوم فنا ہو گئی اور ہو رہی ہے۔ مولانا عبدالوہاب مرحوم اور ان کی جماعت کا اس میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا وہ تو برابر کلمۃ اللہ کی تبلیغ ہر ممکن طریق سے کر رہی ہے۔

مگر ہمارے بھائیوں پر تعجب ہے کہ وہ شاہ راہ محمدی کے فنا کا بالکل احساس نہیں رکھتے۔ ہمارے بھائیوں کو للّٰہیت منظور نظر ہوتی تو جس وقت جماعت غرباء اہل حدیث نے اپنی برأت ظاہر کی الزام دادہ اشیاء پر حلفیہ طور پر اور اپنی صفائی ظاہر کی۔ کیوں اس کی طرف توجہ نہ کی اور ان کا پیچھا نہ چھوڑا گیا۔ شریعت ظاہر ہے۔ سرائر خدا کے حوالہ کر دیتے۔ اور متفق ہو کر شاہراہ محمدی ﷺ کی تبلیغ میں کوشاں ہوتے۔ مگر افسوس ہنوز روز اول کا ہی مضمون نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ نفس دیوبندیوں میں کس قدر نزاع واقع ہوا تھا۔ مولانا کفایت اللہ اور علماء دیوبند میں کیا کچھ نہ ہوا۔ حسب نسب پر کتابیں لکھی گئیں۔ مولوی کفایت اللہ کی ذات پر حملہ ہوا۔ اسی جنگ کا ثمرہ ہے کہ آج دنیا میں جگہ جگہ مومن انجمنیں قائم ہو چکی ہیں۔

مگر میرے محترم دوستوں ان باتوں کو کس طرح اب عوام سے روپوش کر رکھا ہے کہ غالباً اس کی جھلک تک آپ لوگوں کو نظر نہیں آتی اور آپس میں کلمہ نعمانیہ کی برابر سرگرمی سے تبلیغ میں کوشاں ہیں۔ میں تو تہ دل سے اعتقاد رکھتا ہوں کہ خداوند عالیجاہ نے اپنے دین متین کی حفاظت اپنے ذمہ ہی رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس حالت میں بھی نظر آتا ہے۔ ورنہ ہمارے دین متین سے احسانات تو اس قسم کے ہیں کہ اس کا صفحہ ہستی سے نام ونشان ہی مٹ جاوے۔ میرے محترم علماء اگر محض دین کو ہی مد نظر رکھتے اور اعلائے حق کے ہی متمنی ہوتے تو اس گورکھ دھندے میں ہرگز نہ پھنس رہتے۔ مولانا عبدالوہاب صاحب وان کی جماعت میں جو نقص دیکھا تھا اس سے بدر جہا زیادہ وہ دوسروں میں موجود ہوتے ہوئے ان کا تعاقب نہ کیا گیا۔ اس کی آخر کوئی تو راز داری ہونی ہی چاہیے۔ میرے نزدیک بحیثیت اہل حدیث ہونے کے دونوں ہی فریق سے برابری کا واسطہ ہے۔ میں جس طرح آٹھ نو سو میل کے فاصلہ پر رہتا ہوں۔ اس طرح دہلی کی خانہ جنگی جماعتی نفاق وشقاق سے بھی کوسوں دور رہا۔ آج تک طرفین کی تائید وتردید پر قلم نہیں اُٹھایا۔ اور نہ ہی میرا شیوہ ہے کہ آپس میں مشاجرت قائم کروں۔ اور اپنی طاقت اپنوں ہی میں صرف کر دوں۔ میرے لئے دوسرے مخالفین کے مورچے بہت ہیں۔ جن میں میری موٹھ بھیر ہوتی رہی۔ میرے علم نے جواب تک میری رہبری کی یہی معلوم ہوا کہ دہلی دارالخلافہ میں ہر ایک عالم نے مخصوص حصوص امراء پر اپنا قبضہ جمایا ہوا ہے۔ بس اس مناصب کی تحفظ اپنے لئے کانٹ چھانٹ

رکھنے کی ایڑی سے چوٹی تک سعی کرنی لازم تصور کر رکھا ہے۔ یہی ایک وجہ ہے علماء کے آپس میں نوک جھونک کی۔ اگر ایسا نہ کریں تو یہ ان کا مورچہ دوسرا فتح کر لے گا۔ اس میں شک نہیں یہ لوگ واقعی غازی مرد ہیں۔ ان کو ایسا کرنا ہی چاہیے۔ کیونکہ یہ لوگ انہیں کے سہارے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خدا ہمارے اہل علم حضرات کی حالت پر رحم کرے اور کسی کا دست نگر نہ کرے۔ اور اللہ میاں ان سے اپنا کام لے اور خلوص انہیں نصیب کرے۔ اور سب مل کر کلمۃ اللہ کے اعلاء پر کمر باندھ لیں تو کوئی بڑی بات نہیں۔ ﴿وماذلک علی اللہ بعزیز﴾۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے طالب علم جب فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو ان کو معاش کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ ان کی کوئی آبائی اجدادی جائیدادیں تو ہوتی نہیں کہ جن کی بنا پر مستغنی ہو کر مخلوق خدا کو دین متین کی تبلیغ کرتے اور نہ ہی کوئی جماعتی نظام کہ جس کی ماتحتی میں ان کی معاش کا انتظام ہوتا اور وہ فارغ البالی سے تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہوتے۔ اور نہ ہی مدرسہ نے اُن کی صنعت وحرفت پر دستگیری کی تھی۔ لہذا امراء کی دست نگری نہ کی جائے تو اور کیا ہوگا۔ مع ہذا ہمارے طالب علم عملی جامہ سے بھی عاری ہوتے ہیں۔ کسبِ ید بھی ایک عظیم الشان پہاڑ سے بڑھ کر بلکہ اپنی کسرشان نظر آتی ہے۔ اخیر الامر مرتا کیا نہ کرتا۔ ان امور کا ارتکاب طوعاً وکرہاً کرنا ہی پڑتا ہے۔ جس نے اسلام وصراط مستقیم کا عضو عضو مضمحل کر دیا ہے۔ اسلام پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ یہی اصل وہ چیز ہے جس نے علماء کی زبان کو کھول دیا ہے۔ جو دل میں آیا کہہ دیا، لکھ دیا۔ مولانا مرحوم کو ہمارے بعض دوستوں نے رفض کی تہمت دی۔ لوگوں کو بھڑکایا۔ اللہ اللہ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ بنے مانا کہ جرح شرعاً غیبت نہیں۔ جب کہ جارح اس کا اہل ہو۔ اور وہ امر اس میں موجود ہو۔ ((والا ان من اربی الربی الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق کما رواہ احمد وابوداود من حدیث سعید بن زید)) ۔
نیز ارشاد ہے: ((الا ان دماء کم واموالکم واعراضکم حرام کحرمة یومکم ھذا. الحدیث کما فی الصحیحین وغیرھما))۔

ملاں سلیمان لاہوری مفتاح الاصول میں فرماتے ہیں: والآفة تدخل فی الجارح تارة من الھوٰی والغرض الفاسد وکلام المتقدمین سالم من ھذا غالبا وتارة من المخالفة

فی العقائد وھو موجود کثیر اقدیما وحدیثا ولا ینبغی اطلاق الجرح بذلک۔ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ مولانا مرحوم وان کے صاحبزادہ صاحب خالص کتاب وسنت کی ترویج کے درپے ہیں ۔ اور بذات خود عامل تھے اور ہیں ۔ ان جیسی ہستیوں کو اسلام اور جماعت اہل حدیث سے علیحدہ سمجھا جاوے گا اور انہیں مطعون قرار دیا جائے گا تو پھر وہ کون سی ہستی ہوگی کہ جسے اہل حدیث وخالص قرار دیا جائے گا۔ ہمارے علماء نے عوام کالھوام کو ان کے خلاف بھڑکا رکھا ہے یہ ان کی محض عنایت ہے۔ کہ جس کا نتیجہ وہ خود ہی اللہ عزوجل کی جناب میں بھگت لیں گے۔ مگر یہ حضرات علماء بریلویین سے کسی طرح بھی درجات میں کم نہیں آپ کو نظر آئیں گے۔ اگر کسی کو اس میں شبہ ہو تو موازنہ کرلیں ۔ اہل حق سے عوام کو کس کس طرح بدظن کیا اور کرایا۔ اور اپنا الو سیدھا کیا میں اپنے معاصرین علماء سے معافی کا خواستگار ہوں کہ وہ مجھے اس لکھنے میں معتوب نہ فرمائیں ۔ اس لئے کہ بندہ کسی مخلوق کا رہین منت نہیں اور نہ ہی مجھے کسی سے ذاتی منفعت کی امید۔ مجھے شاہراہ محمدی کی ابتری دیکھ کر خصوصاً اس پرفتن زمانہ میں صدمہ پر صدمہ ہے بلکہ دل پارہ پارہ ہے جس کا میں اندازہ نہیں کرسکتا اور یہی ہر فرد مسلم کا فرض بھی ہے کہ وہ اس صراط مستقیم و شاہراہ محمدی کی ہر ممکن ہمدردی کرے۔ زید و بکر و عمرو کی مخالفت کا خیال نہ کرے۔ میں بے لوث کہتا ہوں کہ مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم وان کا صاحبزادہ متع اللہ بطول حیاتہ اہل حدیث خالص اور متبع سنت اور مسلمان ہیں ۔ ان کو اسلام و جماعت اہل حدیث سے خارج کی کوئی معقول وجہ نہیں باوجود کہ وہ الزامات تراشیدہ سے اپنی برأت بھی ظاہر کر رہے ہیں ۔ خداوند کریم ہم مسلمانوں کو نیک توفیق دے اور آپس کے نفاق وشقاق وسوء الاخلاق سے مامون رکھے ۔ اور اشتہاری جنگ وجدال سے بچائے۔ اللھم لا تشمت بنا الاعداء وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

وانا الراجی رحمة ربه ابو عبد الکبیر محمد عبدالجلیل السامرودی کان اللہ له ۔

مورخہ ۶ / جمادی الاول ۶۳ھ بمطابق ۳۰ اپریل ۴۴ء

جماعت غرباء اہل حدیث مسلمان مُوَحّد متبع سنت ہے
ان پر افترا یا بہتان باندھنے والے بے ایمان ہیں

(از جناب مولانا ابوالشکور عبدالقادر صاحب حصاری خطیب جامع مسجد اہل حدیث دیپ سنگھ ضلع فیروز پور)

الجواب وھوالموفق للصواب: الحمدللہ رب العالمین اما بعد: فاقول و باللہ التوفیق

سوال: مذکور بالا کا جواب یہ ہے کہ جماعت غرباء اہل حدیث دہلی کے عقائد مندرجہ اشتہار اعلان عام برائے رفع اتہام اور رسالہ احقاق حق وابطال باطل ملاحظہ کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوا کہ جماعت غرباء اہل حدیث اسلام سے خارج نہیں ہے بلکہ مسلمان مؤحد متبع سنت ہے اور جو اتہامات مخالفین کے اشتہاروں اور اخباروں اور رسالوں میں درج ہیں ان سے جماعت مذکورہ بالا اور ان کے امام صاحب نے اپنی برأت ظاہر کردی ہے اب جو لوگ ان پر افترا یا بہتان باندھتے ہیں وہ بے ایمان ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے ﴿ انما یفتری الکذب الذین لا یومنون ﴾ یعنی افترا وہی کرتے ہیں جو مومن نہیں ہیں۔

۱۲ر محرم ۵۸ھ۔ کتبہ ابوالشکور عبدالقادر حصاری غفرلہ بقلمہ۔

جماعت غرباء اہل حدیث مسلمان ہے۔ اس کو کافر کہنا غلط ہے

(از جناب مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی ممتحن مدرسہ رحمانیہ دہلی)

جواب: بصدق سوال مندرجہ بالا یہ جماعت مسلمان ہے۔ نہ کافر ہے نہ مشرک اس جماعت کی تکفیر غلط ہے۔ حررہ عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم اہل حدیث روپڑ انبالہ۔

مورخہ ۲۶ر فروری ۳۹ء

جماعت غرباء اہل حدیث مسلمان موحد ہے کافر کہنے والا خود کافر ہے

(از جناب مولانا عبدالحکیم صاحب بُڈھی مالوی ضلع فیروز پور)

جماعت غرباء اہل حدیث مسلمان موحد ہے۔ معاذ اللہ کافر یا منافق نہیں جو اس کو کافر کہے اس کے ایمان میں خود خطرہ ہے ان کو کافر کہنے سے خود کافر ہو جاتا ہے بموجب حدیث بخاری

شریف۔عاجز عبدالحکیم بڈھی مالوی تحصیل مکتسر ضلع فیروز پور۔

جماعت غرباء اہل حدیث کو کافر کہنا ناجائز اور محض تعصب پر مبنی ہے

(از جناب مولانا حاجی عبداللہ صاحب لائلپوری خطیب جامع مسجد اہل حدیث ضلع منٹگمری)

واضح ہو کہ جماعت ہذا کو کافر و مشرک کہنا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ میں اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر علی الاعلان دعوی کرتا ہوں کہ جماعت ہذا عقیدہ توحید میں تمام اہل ہند سے فائق ہے۔ عشق سنت رسول ﷺ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ یہاں تک امام الموحدین مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم مغفور کا اس استفتا سے تعلق ہے اس کی بابت مجمل طور پر میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ یادگار سلف صالحین تھے۔ صفات باری میں علامہ ابن تیمیہ و ابن قیمؒ کی روش پر گامزن تھے۔ استنباط مسائل میں ان کا ملکہ مجتہدانہ تھا۔ بس یوں سمجھو کہ قرن ثلاثہ عشر کے ابن تیمیہ و ابن حزم تھے۔ اقران نے بوجہ تعصب وحسد ان پر چند مسائل میں اختلاف کیا جو بوجہ ہمقرن ہونے کے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ حاسدین سے ایسے تعصّبات ہو ہی جاتے ہیں اس سے صرف انبیاء کرام ہی معصوم تھے ملاحظہ ہو لسان المیز ان لابن حجر و صید الخاطر لابن جوزی وغیرہ علی سبیل التنز ل۔ اگر ان کا اختلاف درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی مجتہد کا استنباط دوسرے مجتہد پر حجت نہیں۔ دیکھو منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ۔ زمانہ کی حالت سے متاثر ہو کر مرحوم نے ایک جماعت کی تشکیل کی جس کی بڑی اہمیت وضرورت صرف یہ تھی کہ ایک صالح جماعت بطریق ((ما انا علیہ و اصحابی)) وجود میں آئے اور ہندوستان میں اسلامی خلافت قائم ہو۔ اس طریق کار میں وہ موجودہ سیاسی جماعتوں سے بالکل الگ تھے۔ وہ توحید الٰہی میں شاہ شہید کا نقشہ پیش کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس اغیار نے بوجہ تعصب مخالفت پر سارا زور لگا دیا اور صرف اسی وجہ سے علماء و اغنیاء نے ان پر فتوے وغیرہ لگائے لیکن خدا کی تائید سے وہ جماعت قائم ہوئی اور تا ہنوز اپنے کام میں مستعدی سے لگی ہوئی ہے ان کا قدیمی اور موجودہ پروگرام کتاب وسنت ہے۔

كثّر الله أمثالهم هذا ما عندي وأنا العاجز الحقير الأوّاه ابو محمد عبداللہ لائل پوری مدرس مدرسہ اسلامیہ ڈھلانہ ضلع منٹگمری۔

جماعت غرباء اہل حدیث کو کافر ومشرک قرار دینا گناہ عظیم ہوگا

(از جناب مولانا محمد عبدالغفار صاحب الخیری دہلوی)

جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسولہ ﷺ اما بعد ۔: جب کہ جماعت غرباء اہل حدیث مذکورہ سوال ان عقائد فاسدہ سے اپنی بریت کا اعلان کر چکی ہے تو مخالفین جماعت کا اصرار ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔ اس اعلان بریت کی موجودگی میں کافر ومشرک قرار دینا گناہ عظیم ہوگا۔ ان کو لازم ہے کہ توبہ کریں۔ اور فرمان رسول ﷺ سے ڈریں۔

محمد عبدالغفار الخیری عفی اللہ عنہ

جماعت غرباء اہل حدیث کو مطعون کرنے کی کوئی وجہ شرعی نہیں

(از جناب مولانا ابو مسعود صاحب قمر بنارسی)

جواب: اما بعد: جمعیت غرباء اہل حدیث دہلی اور حضرت مولانا حافظ عبدالستار صاحب پر جس قدر باتیں لگائی جاتی ہیں۔ اور ان کو خلاف قرآن وحدیث قرار دیا جاتا ہے۔ گو وہ باتیں اس وقت میرے زیر نظر نہیں ہیں۔ اور نہ مجھے ان پر غور کرنے کا اپنے مشاغل کثیرہ کی وجہ سے موقعہ ملا۔ پھر بھی جب یہ جماعت اُن باتوں اور الزاموں سے انکار کرتی اور برأت ظاہر کرتی ہے۔ تو میرے نزدیک کوئی وجہ شرعی ایسی نہیں ہے کہ ان کو مطعون کیا جائے۔ اور خارج از اسلام یا جماعت اہل حدیث سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقط عاجز ابو مسعود قمر بنارسی۔ المرقوم ۴ر فروری ۱۹۴۷ء

جواب:۔ جواب صحیح ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم صاحب) ضلع بریلی۔ ۱۲/۳/۶۶ھ

جماعت غرباء اہل حدیث کو کافر نہیں کہہ سکتے

(از جناب مولانا ابو محمد بدیع الدین صاحب شاہ سندھی)

جواب:۔ از روئے شرع اس جماعت کو ہم کافر نہیں کہہ سکتے۔ والعلم عنداللہ۔

العبد ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی الحمدی عفی اللہ۔ درگاہ شریف ضلع حیدرآباد سندھ۔

جواب:۔ الجواب الصحیح والمجیب مصیب۔ العبد (مولانا) محمد قاسم (صاحب) السندھی۔

ڈہرہ لعل حیدرآباد سندھ۔

جماعت غرباء اہل حدیث کی حقانیت کے فتوے کی تائید

(از جناب مولانا میر محمد صاحب بھامڑی ضلع گورداسپور)

جواب:۔ میں تائید کرتا ہوں کہ فتویٰ مذکور بہت صحیح ہے۔ اور فتویٰ تکفیر بالکل غلط ہے۔۔۔
الراقم خاکسار واعظ میر محمد موضع بھامڑی۔

(از جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب کرم گڑھ ضلع حصار)

جواب:۔ جوابٌ صحیحٌ۔ عبدالحق کرم گڑھ ضلع حصار۔ ۲۰ / رمضان ۱۳۶۲ھ

(از جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب خطیب جامع مسجد شیخاں امرتسر)

جواب:۔ اَصَابَ مَنْ اَصَابَ۔ عبدہ عبدالحق عفا عنہ بٹالوی فارغ التحصیل مدرسہ غزنویہ خطیب جامع مسجد شیخاں امرتسر۔

(از مولانا مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب باقی پوری)

جواب:۔ الجواب صحیح۔ بقلم خود حافظ ابراہیم باقی پوری

جماعت غرباء اہل حدیث میں کوئی وجہ کفر کی نہیں پائی جاتی، بلکہ اتباع سنت میں پیش پیش ہے اس کو کافر کہنے والے کا ایمان درست نہیں ہے

(از حضرت مولانا مولوی ابواسحاق نیک محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ غزنویہ امرتسر)

جواب:۔ جب کہ الزامات عائد کردہ کی تردید امام جماعت نے کر دی ہے۔ پھر خواہ مخواہ موردالزامات لگائے جانا ظلم صریح ہے۔ مجھے جہاں تک علم ہے کوئی وجہ کفر کی ان میں نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اتباع سنت میں پیش پیش ہیں۔ اگرچہ فروعات میں اختلاف ہو مگر ایسا کوئی اختلاف نہیں ہے جو کفر کی وجہ ہو سکے۔ باوجود اس کے ایسی جماعت کو کافر کہنا اگر تعصب سے ہے تو اس کا ایمان سلامت نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اپنے ذاتی علم کی بنا پر لکھا ہے۔ واللہ اعلم
ابواسحاق نیک محمد صدر مدرس مدرسہ غزنویہ امرتسر

جس تڑپ اور سرگرمی سے پہلے اہل حدیث توحید وسنت کی خدمت کرتے تھے اب اسکا نمونہ جماعت غرباء اہل حدیث میں پایا جاتا ہے

(از حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب امین خاندان غزنویہ امرتسر)

جواب:۔ میں خود بھی دوسروں کی سنی سنائی باتوں کے باعث خیال کرتا تھا کہ شاید ان لوگوں میں یہ چیزیں کسی حد تک پائی جاتی ہوں۔ مگر بعض مسائل مولوی عبدالستار صاحب؛ سے زبانی دریافت کیئے۔ اور بعض کے متعلق انہوں نے رسالہ کی شکل میں ان کی تردید کر دی ہے۔ اور اہل علم نے اُن کو ان الزامات میں مظلوم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مولانا نیک محمد صاحب مدرس مدرسہ غزنویہ۔ لہذا یہ فقیر بھی مولوی صاحب موصوف سے اظہار اتفاق کرتا ہے۔ کہ واقعی جس الزام سے وہ اپنی برأت ظاہر کرتے ہیں پھر وہی الزام دے کر ان کو ملزم قرار دینا ظلم ہے۔ اس میں شک نہیں جس تڑپ اور سرگرمی سے بے ریا ہو کر ہمارے پہلے اہل حدیث توحید وسنت کی خدمت کرتے تھے۔ اب وہ نمونہ اسی جماعت میں پایا جاتا ہے۔ آج وقت ایسا ہے کہ دین کا بچاؤ نرمی دکھانے میں نہیں۔ مضبوطی میں بچت ہے پس ان کی مضبوطی کو سختی سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔

هذا ما عندی و الله اعلم و انا العاجز عبدالكريم امين خاندان غزنويه بقلم خود

جماعت غرباء اہل حدیث کے تمام عقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہیں یہ جماعت سلف صالحین کا نمونہ ہے

(از جناب مولانا مولوی ابوعبداللہ عبدالغنی صاحب شاگرد رشید حضرت الفاضل الشیخ عبدالجلیل صاحب سامرودی)

جواب:۔ نحمده ونصلی علی رسوله الكريم۔ میرے علم میں جماعت غرباء اہل حدیث کے تمام عقائد قرآن حدیث کے مطابق ہیں اور یہی سلف صالحین کا نمونہ ہے۔ صحابہ کرام کے قدم بقدم چلنے والی جماعت اور موحد ہے۔ جو کم فہم اس جماعت حقہ کو کافر مشرک کہے وہ خود اس جرم کا مصداق ہے۔ بموجب حدیث شریف قائل کو اس قسم کے الفاظ سے فوراً توبہ کرنی چاہیے ورنہ عنداللہ مسؤل وماخوذ ہوگا۔ میں نے اکثر اس جماعت کے رسائل دیکھے معلوم ہوا کہ یہ جماعت صرف خدا پرستی کرانا چاہتی ہے۔ اس جماعت کو جو بُرا کہے فوراً معافی مانگے اور توبہ

کرے۔ والعلم عنداللہ

وارنا الرّاجی رحمۃ ربہ ابو عبداللہ عبدالغنی سامرودی ثم الفاضلکوی ۳۰/شوال ۶۲ھ۔

جماعت غرباء اہل حدیث ایک ایسی مستعد مسلمان جماعت ہے کہ دور حاضر میں اہل حدیثوں میں جو خامی تھی اس کو اس نے پورا کیا ہے

(از جناب مولانا مولوی ابو اسحٰق محمد عبداللہ صاحب ویرووال پنجاب)

جواب:۔ احمدل وابسمل واصلی واسلم ۔میرے ناقص خیال میں اس جماعت کے ساتھ اکثر اصحاب نے افراط وتفریط کے ساتھ کام لیا ہے۔ یہ جماعت بموجب سوال مذکورہ بالا وتحریرات جو میری نظر سے گذری ہیں ۔مسلمان ہے۔ بلکہ دور حاضر میں جو جماعت اہل حدیث میں خامی تھی اس کو پورا کیا ہے۔ اللہ ان کو اور ہم سب کو اعمال صالحہ ومرضیات کی توفیق عنایت کرے۔ (آمین)

ہذا والسلام وانا عبدہ ابو اسحٰق عبداللہ بقلم ویروالوی نزیل دہلی

جماعت غرباء اہل حدیث سے نظام جماعت کا سبق لے کر اپنی اِصلاح کرنی چاہیے چہ جائیکہ ایک مسلمان جماعت کو کافر کہہ کر اپنے ایمان کو ضائع کیا جائے

(از جناب مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف ویرووال پنجاب)

الحمدلله الذی هو الحق۔ ولا یقبل عن عباده الاالحق۔ والصلوٰة علی احمد الذی ارسله لهداية الخلق بشیرا ونذیرا۔ وبعد: عہد حاضر میں ملت اسلامیہ کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے۔ کہ خالص اسلامی مذہبی مسائل میں اختلاف کے وقت سلف کے مستحسن طرز کو بالکل متروک کیا گیا ہے۔ جس کے باعث انواع واقسام کی تباہیاں پھیل رہی ہیں۔ صورت مسؤلہ میں بھی اسی انداز کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جماعت غرباء اہل حدیث کے جو رسائل دیکھے گئے ہیں۔ اُن کی رو سے نہ صرف یہ کہ انہیں محض امارت وغیرہ اتباع شرعی امور کے باعث مورد الزام ٹھہرایا جائے۔ بلکہ نظام جماعت کی پابندی کا سبق لے کر اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ چہ جائیکہ تکفیر وتفسیق کرکے ایک مسلمان

جماعت کو منسوب کفر کر کے اپنے ایمان کو ضائع کرے۔ اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنے کی مذموم غیر شرعی بلکہ حرام روش اختیار کرے اعاذنا اللہ۔

واناعبدہ عبدالرحیم اشرف ویرووالوی۔ ۱۷/رمضان ۱۳۶۲ھ

تصدیق

(از جناب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب مدرس مدرسہ بپ ضلع حصار)

جواب:۔ جواب صحیح ہے۔ بقلم عبدالغفور مدرس مدرسہ بپ ضلع حصار ۲۰/رمضان ۱۳۶۲ھ

حاجی حافظ مولوی عبدالستار صاحب معہ جماعت غرباء اہل حدیث فی الحقیقت اہل حدیث، اہل حق، متبع حدیث ہیں

(از حضرت مولانا مولوی محمد حیات صاحب قصوری پنجاب)

الحمدلله رب العالمین والصلوٰۃ علی نبیه الکریم۔ خاکسار بذات خود مولانا ابو محمد عبدالوہاب صاحب مرحوم ومغفور سے اور مرحوم کے عقائد ومسائل سے کامل ومکمل طریق سے واقف ہے۔ بنابریں اظہار واقرار کرتا ہے کہ مولانا مرحوم ومغفور ومرحوم کے صاحبزادہ صاحب حاجی حافظ مولوی عبدالستار صاحب فی الحقیقت اہل حدیث اور متبع حدیث ہیں۔ وبس مزید برآں یہ کہ دور حاضرہ میں مولوی حافظ عبدالستار صاحب مع جماعت غرباء اہل حدیث اہل حق ہیں۔ والحقُّ اَحقُّ اَن یُتبعَ۔

خاکسار محمد حیات قصوری تجاوز الله تعالیٰ عن تقصیراتہٖ

جماعت غرباء اہل حدیث مسلمان ہے اس کو کافر یا مشرک کہنا حرام ہے

(از جناب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب روپڑی پنجاب)

جماعت مسلمان ہے۔ ان کو کافر یا مشرک کہنا از روئے حدیث حرام ہے

فقط عبدالقادر بقلم خود (روپڑی)

جماعت غرباء اہل حدیث شوق سے توحید وسنت کی تابعداری کرنے والی ہے خوف ہے کہ اسکو مشرک کہنے والا خود کافر ہو جائے

(از جناب مولانا مولوی محمد اشرف صاحب ضلع لاہور)

توحید وسنت کی شوق سے اطاعت کرنیوالے کو مشرک کہنا خوف کفر سے خالی نہیں۔

فقط محمد اشرف از سندھو بلو کی ضلع لاہور

جماعت غرباء اہل حدیث اور ان کے امام حافظ عبدالستار صاحب دنیا میں صحابہؓ کا نمونہ نظر آتے ہیں

(از جناب حاجی مولوی عبدالعزیز صاحب پیش امام جامع مسجد اہل حدیث بھوانی ضلع حصار)

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم۔ میری تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ یہ جماعت غرباء اہل حدیث اور انکے امام حافظ عبدالستار صاحب پورے پورے موحد متبع سنت ہیں۔ اور دنیا میں صحابہؓ کا نمونہ یہی لوگ نظر آتے ہیں۔ ان کی تبلیغ توحید کی وجہ سے بدعتی کافر مشرک لوگ تنگ آ کر ان کو کافر مشرک کہتے ہیں۔ اور جو لوگ اہل حدیث کہلاتے ہیں وہ محض حسد کی بنا پر ان کے خلاف فتویٰ تکفیر شائع کرتے ہیں۔ جو محض ان لوگوں کی جہالت کا نتیجہ ہے۔

فقط حاجی عبدالعزیز امام جامع مسجد بھوانی ضلع حصار

جماعت غرباء اہل حدیث کو کلام الٰہی وسنت نبوی کا متبع پایا گیا ہے اس کے حق میں شرک یا کفر کا فتویٰ دینے والے خود شرک وکفر کے فتویٰ کے مصداق ہیں

(از جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب ذیلدار موضع ڈھولیوالہ ضلع فیروز پور)

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم۔ میں بہت سالوں سے اس جماعت غرباء اہل حدیث مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم کے وقت سے لے کر اب تک عقائد و وعظ و عمل سے پورا پورا واقف ہوں۔ اور میں نے لوگوں کے کہنے کے مطابق بہت دفعہ مسائل اختلافی میں ان کی جانچ پڑتال کی ہے۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے۔ کسی قسم کی غیر شریعت بدعت وشرک کی کوئی لغزش نہیں دیکھی گئی۔ بلکہ بجائے ان باتوں کے اس جماعت کو متبع سنت وکلام الٰہی پایا گیا۔ جو لوگ اس جماعت کو مشرک یا کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے۔ صرف حسد اور خود غرضی کی وجہ سے شرک اور بدعت کا اس جماعت پر صرف ان کو بدنام کرنے کے لئے دھبہ لگاتے ہیں۔ بلکہ حسد کی وجہ سے کہنے والے خود اس فتویٰ کفر وشرک کے مصداق ہیں۔

﴿یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون﴾۔
جتنی اس جماعت کی تکفیر کی جاتی ہے۔ اتنا ہی انکے عمل کی اور سنت رسول ﷺ کے شائق ہونے کی وجہ سے ترقی ہو رہی ہے۔

العاجز عبداللہ ذیلدار ساکن موضع ڈھولیوالہ تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور بقلم خود مورخہ ۱۶/۹/۴۳

جماعت غرباء اہل حدیث کے عقائد کتاب وسنت کے موافق ہیں

(از جناب مولانا مولوی ابوالرضا محمد عباس صاحب ضلع فیروز پور پنجاب)

جواب:۔ جماعت غرباء اہل حدیث ملازمہ بصدق حق پر ہے عقائد انکے موافق کتاب وسنت ہیں

نمقہ ابوالرضا محمد عباس عفا اللہ عنہ بقلم خود لکھا نوالہ

جماعت غرباء اہل حدیث بالکل متبع سنت ہے
اس کو کافر یا مشرک کہنا بالکل تعصب پر مبنی ہے

(از جناب مولانا مولوی محمد عثمان صاحب ضلع فیروز پور پنجاب)

جواب:۔ جماعت غرباء اہل حدیث بالکل متبع سنت ہے۔ اس کو کافر، مشرک کہنا بالکل تعصب پر مبنی ہے۔

الراقم محمد عثمان عفی اللہ عنہ کہاڑیا نوالہ

جماعت غرباء اہل حدیث اپنی بساط کے مطابق قرآن وحدیث کے ہر مسئلہ کی عامل ہے

(از جناب مولانا مولوی ابواشفاق محمد اسحاق صاحب خطیب مسجد اہل حدیث کوٹ کپورہ پنجاب)

جواب:۔ واقعی یہ جماعت موحد، مسلمان، متبع سنت ہے۔ قرآن وحدیث کے ہر مسئلہ کی حتی الامکان عامل ہے۔

العبد العاجز ابواشفاق محمد اسحاق کوٹ کپوری

جماعت غرباء اہل حدیث، جماعت اہل حدیث سے خارج نہیں

(از جناب مولانا مولوی محمد باقر صاحب ضلع فیروز پور پنجاب)

جواب:۔ میری جتنی سمجھ ناقص ہے۔ اسکے مطابق میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ جماعت غرباء

جماعت اہل حدیث سے خارج ہے۔ بلکہ اہل حدیث ہے۔

بقلم خود باقر جھوک دادوطور

جماعت غرباء اہل حدیث کا عمل وعقیدہ سلف الصالحین کے طریق پر ہے اِس کو کافر مشرک کہنے والا خود کافر مشرک ہے

(از جناب مولانا مولوی عبداللہ صاحب قوم اوڈ فاضلکا پنجاب)

جواب:۔ جماعت غرباء اہل حدیث کا عمل عقیدہ شرعی نقطہ نگاہ کے پیش نظر سلف الصالحین کے طریق پر ہے۔ سلف الصالحین کے طریق پر عمل وعقیدہ رکھنے والے کو مشرک، کافر کہنے والا بموجب حدیث اکرم الاولین والاخرین خود کافر ومشرک ہے۔ ۳/ جمادی الاول ۵۹ھ

عبداللہ امیر جماعت قوم اوڈ فاضلکا

جماعت غرباء اہل حدیث متبع سنت اور موحد مسلمان ہے اِن پر فتویٰ تکفیر سراسر غلط ہے

(از جناب مولانا محی الدین صاحب ابن مولانا محمد علی صاحب لکھوی)

جواب:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ النبی الکریم اما بعد: راقم جماعت غرباء اہل حدیث کو متبع سنت اور موحد مسلمان سمجھتا ہے۔ ان پر فتویٰ تکفیر سراسر غلطی ہے۔

محی الدین بن مولانا محمد علی صاحب لکھو کے مرکز الاسلام

۲۳/ شعبان ۶۴ھ

جماعت غرباء اہل حدیث مضبوطی کے ساتھ توحید وسنت کو زندہ کرنے والی جماعت ہے

(از جناب مولانا عبدالقادر صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث ضلع فیروزپور)

جواب:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ اما بعد: بندہ کو متذکرہ بالا فتاوی سے پورا پورا اتفاق ہے اس لئے کہ میرے علم میں مضبوطی کے ساتھ توحید وسنت کو زندہ کرنے والی یہی جماعت ہے۔

حررہ العاجز عبدالقادر حکیم خطیب جامع مسجد اہل حدیث ضلع فیروزپور پنجاب

جماعت غرباء اہل حدیث از روئے شرع مسلمان اور موحد ہے اس کو کافر کہنے والے پر کفر کے لوٹ آنے کا اندیشہ ہے

(از جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب روپڑی)

جواب:۔ از روئے شرع یہ جماعت مسلمان اور موحد ہے۔ اس کی تکفیر کرنے والا خود اندیشے میں ہے کہ کہیں تکفیر اس پر نہ لوٹے۔

فقط محمد اسماعیل بقلم خود روپڑی ۳۰/جولائی ۱۹۴۲ء

جماعت غرباء اہل حدیث کی حقانیت کے فتویٰ کی تصدیق

(از جناب مولانا مولوی محمد دین صاحب ضلع منٹگمری)

جواب صحیح ہے۔ محمد دین ساکن چک نمبر۴ جی ڈی غلام رسول والا۔ ڈاکخانہ کماں ضلع منٹگمری

جماعت غرباء اہل حدیث کی صداقت کے فتویٰ کی تائید

(از جناب مولانا مولوی علی محمد صاحب صمصام)

جواب صحیح ہے۔ بقلم خود علی محمد صمصام۔

جماعت غرباء اہل حدیث متبع قرآن وحدیث ہے اس جماعت کو کافر کہنے والا غلطی پر ہے

(از جناب مولانا مولوی سید عبدالحکیم صاحب ضلع جھنگ)

میرے نزدیک جماعت مذکورۃ الصدر کا مکفر مخطی ہے۔ جب تک کسی شخص سے کوئی ایسا قول یا فعل صادر نہ ہو۔۔ اس کو کافر کہنا روا نہیں۔ جہاں تک ہو سکے ہر ایسے شخص کے قول وفعل کو جو کہ متبع قرآن وحدیث ہو۔ نیک نیت اور عمدہ معنوں پر عمل کرے۔ اور بلا تحقیق تکفیر وتذلیل سے باز رہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

راقم عبدالحکیم شاہ از موضع بدھوانہ ضلع جھنگ

اولاد واحفاد

مولانا عبدالستار صاحب نے مختلف اوقات میں تین شادیاں کیں۔ ماشاء اللہ تینوں بیویوں سے اولاد نرینہ اور زرینہ ہوئی، ۵ بیٹے اور نو بیٹیاں۔ اللہ کے فضل وکرم سے تمام بیٹے اور بیٹیاں دینی علوم سے بہرہ ور ہوئے اور انہوں نے نیک نامی سے دین کی خدمت کی۔ آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- **مولانا حافظ عبدالغفار سلفی:** قرآن کے حافظ اور بہترین قاری، شعلہ بیاں مقرر اور جید عالم دین تھے۔ والد کی وفات کے بعد جماعت غرباء اہل حدیث کے امام مقرر ہوئے۔ انہوں نے ۲۱/اکتوبر ۱۹۷۷ء کی شب کراچی میں وفات پائی۔
- **مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی:** جماعت غرباء اہل حدیث کے چوتھے امام ہیں۔ علم وعمل کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی تصویر ہیں۔ ان کی قیادت میں جماعت نے نہایت اعلیٰ اور اچھے کام کئے ہیں۔
- **مولانا حافظ عبدالجبار سلفی:** دینی ودینوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ صحیفہ اہل حدیث کے مدیر مسؤل اور جامعہ ستاریہ اسلامیہ کے نائب ناظم ہیں۔ میرے انتہائی شفیق بزرگ دوست ہیں، اپنے اخلاق واطوار سے بزرگوں کی یادگار ہیں۔
- **حافظ محمد سلفی:** ۱۵/اکتوبر ۱۹۴۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ لائق وفائق عالم دین ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے سند یافتہ ہیں۔ جامعہ ستاریہ کے مدیر ہیں، ان کی زیر نگرانی جامعہ ستاریہ تعلیم وتعلم کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھے ہوئے ہے۔
- **حافظ محمد انس مدنی:** کراچی میں پیدا ہوئے، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ التحصیل ہیں عرصہ تک فجیرہ عرب امارات میں دعوت تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ اب جامعہ ستاریہ کراچی میں تدریسی خدمات پر معمور ہیں۔

مولانا عبدالستارؒ نے بھرپور زندگی گزاری وہ تمام عمر دعوت دین میں سرگرم عمل رہے۔ حیات مستعار کے آخری دنوں میں وہ بیماری کے باعث ہوا بدلی کی خاطر کچھ دنوں کے لئے سکھر اپنے ارادت مندوں کے ہاں چلے گئے تھے وہاں پہنچ کر قرآن کی تفسیر ستاری اور بخاری شریف کا

حاشیہ نصرت الباری لکھتے رہے۔ جب طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو ان کو واپس کراچی لایا گیا۔ لیکن آپ جانبر نہ ہو سکے، آخر وہ وقت آ گیا جب کوئی تدبیر گارگر ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۹/ اگست ۱۹۶۶ء کو نماز عصر کے وقت ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ہزاروں افراد شریک نماز جنازہ ہوئے۔ اس موقع پر عقیدت منداپنے محبوب امام کے فراق میں غم زدہ وافسردہ تھے، ہر آنکھ اشکبار اور دل غمگین تھا۔ نماز جنازہ آپ کے رفیق خاص، دینی امور میں دست وبازو مولانا شیخ الحدیث عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی نے پڑھائی۔ اس کے بعد میت یوسف پورہ کے قبرستان لے جائی گئی اور وہاں اس عظیم عالم دین کے جسد خاکی کو پیوند خاک بنادیا گیا۔

"اللھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه"

امام عبدالستارؒ کی وفات پر ملک کے اطراف واکناف سے بہت سے اہل قلم اور عقیدت مندوں نے افسوس وغم کا اظہار کیا اور بذریعہ خطوط مولانا کے صاحبزادوں اور بھائیوں سے اظہار افسوس وغم کیا۔ اب ذیل میں تعزیتی خطوط نقل کیے جاتے ہیں۔ پہلے قاری عبدالحکم کرم الجلیلی مرحوم کا صحیفہ اہل حدیث میں لکھا گیا اداریہ ملاحظہ فرمائیں۔ قاری جی نہایت رنج والم کی کیفیت میں راقم طراز ہیں کہ۔۔۔

جماعت غرباء اہل حدیث کے محبوب امام کا آخری سفر اور سفر آخرت

معزز قارئین! السلام علیکم ورحمة الله وبركاته وبعد:۔

قلم چل نہیں رہا۔ ہاتھ پر لرزہ ہے۔ دماغ کام نہیں کر رہا۔ آنکھوں میں اشکوں کے دبیز بادل اندھیرا کئے ہوئے ہیں، غم واندوہ کے نشتروں نے دل کو چھلنی چھلنی کر دیا ہے۔ اُس کو یقین ہی نہیں آرہا کہ ہم اپنے روحانی باپ کے سائے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ نہ صرف مولانا حافظ عبدالغفار صاحب سلفی۔ مولانا عبدالرحمٰن سلفی۔ مولانا عبدالجبار صاحب سلفی اور ان کی ہمشیرگان۔ مولانا حافظ محمد سلفی اور ان کی ہمشیرگان۔ حافظ محمد انس سلفی اور ان کی ہمشیرگان کے سروں پر سے مشفق باپ کا سایہ اُٹھ چکا ہے اور وہ یتیم ہو چکے ہیں بلکہ جماعت غرباء اہل حدیث بھی یتیم ہو چکی ہے۔ جماعت کا ہر فرد مرد، عورت بوڑھا، جوان اور بچہ یتیم ہو چکا ہے۔

ان سب کا وہ محبوب امام جس نے متواتر ۳۵ سال بغیر کسی حرص وطمع کے ان سب کی ایک شفیق ورحیم باپ کی طرح روحانی تربیت کی آج ایک ایسے طول طویل سفر پر جاچکا ہے جہاں سے وہ اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔

کتاب وسنت کا وہ درخشندہ آفتاب جس نے اپنی ضوفشانیوں سے ایک جہان کو منور کر رکھا تھا آج غروب ہو چکا ہے۔

گلستانِ علم وعمل کا وہ مہکتا ہوا پھول کہ جس کی بھینی بھینی اور روح افزا خوشبو لوگوں کے قلوب واذہان کو تازگی بخش رہی تھی آج مُرجھا چکا ہے۔

علومِ آسمانی کا وہ یکتائے زمانہ معلم کہ جس کے سامنے ہزاروں شاگردوں نے زانوئے تلمّذ طے کئے تھے آج ان سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر ابدی نیند سو چکا ہے۔

قرآن وحدیث کا حافظ، ماہر اور مفسّر کہ جس کی پوری زندگی انہی ہر دو کی خدمات اور شرح و تفسیر کرنے میں گزری وہ آج حضرت عزرائیل علیہ السلام کے مژدۂ جانفزا ﴿یا ایتھا النفس المطمئنة. ارجعی الیٰ ربک راضیةً مرضیةً﴾۔ کو شرفِ قبولیت بخش کر ﴿ فادخلی فی عبادی. وادخلی جنتی﴾۔ خالق کائنات کی مہمانی قبول کر چکا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

۲۷/ربیع ثانی ۸۶ھ مطابق ۱۶/اگست ۶۶ء منگل کی صبح کو والد محترم حضرت مولانا الحاج عبدالجلیل خاں صاحب مدّظلہ حسبِ عادت مستمرہ برنس گارڈن سے چہل قدمی کر کے واپس تشریف لائے تو محمدی مسجد کے سامنے حضرت الامام صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ تحیۂ مسنونہ کے بعد حضرت الامام صاحبؒ نے والد محترم سے فرمایا۔ یہ حاجی عبداللہ صاحب (جو کہ اُس وقت امام صاحب کے ہمراہ تھے) مجھے سکھر لیجانے پر مُصر ہیں۔ میں نے سوچا ہے کہ دین متین کے ساتھ ساتھ تبدیلی آب وہوا بھی ہو جائے گی اس لئے آج دوپہر کو عوامی ایکسپریس سے میں انکے ہمراہ جارہا ہوں۔ آپ میری غیر موجودگی میں جمعہ، جماعت کا دھیان رکھیں۔ اول تو جمعہ آپ خود پڑھائیں ورنہ حافظ عبدالغفار سے پڑھوائیں۔ چونکہ ماہِ قمری قریب الاختتام ہے اس لئے میں مرکزی عمال کی تنخواہیں آپ کو بھیج دوں گا مہینہ شروع ہونے پر ان میں تقسیم فرمادیں۔

اسی تاریخ کو میں دفتر صحیفہ اہل حدیث میں بیٹھا ہوا اپنے مفوّضہ کام کی انجام دہی میں

مصروف تھا کہ تقریباً دس بجے صبح حافظ عبدالجبار صاحب مینجر صحیفہ اہل حدیث حضرت الامام صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک پیغام لے کر پہنچے اور فرمانے لگے۔ حضرت الامام صاحبؒ آج دوپہر کو سکھر تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ نے اپنی رفاقت کے لئے آپ کو منتخب فرمایا ہے۔ اس لئے جانے کی تیاری کر لیجئے۔ میں نے جواباً عرض کیا۔ چونکہ میرا کام ادھورا پڑا ہوا ہے اور وقت تنگ ہے اس لئے میری جانب سے حضرت صاحب کی خدمت میں معذرت پیش کر دیجئے۔

چونکہ حضرت الامام صاحبؒ کے اس آخری تبلیغی سفر میں آپ کے برادر خورد مولانا حافظ عبدالقہار صاحب رفیق تھے اس لئے ہم آپ کے ایک مضمون سے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

مولانا موصوف فرماتے ہیں:۔

سکھر سے حاجی عبداللہ صاحب تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت الامام صاحبؒ کو وہاں برائے تبلیغ وتبدیلی آب وہوا لے جانے پر مُصر تھے۔ چونکہ حضرت صاحبؒ مرکزی مصروفیات کی وجہ سے فوری تشریف نہیں لے جا سکتے تھے اس لئے آپ نے ان سے ۲۷ ربیع الثانی منگل والے دن تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا۔

مولانا حافظ عبدالقہار صاحب فرماتے ہیں:۔

میں ۲۷ ربیع الثانی منگل والے دن طلباء کو اسباق پڑھا رہا تھا کہ تقریباً گیارہ بجے صبح حضرت الامام صاحبؒ نے مجھے یاد فرمایا۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا میرے ساتھ سکھر چلو۔ چونکہ بندہ اپنے محبوب امام کا تابعدار ہے اس لئے آپ کے ارشاد پر لبیک کہی اور ساتھ ہی طلباء کے اسباق کے حرج کا تذکرہ کیا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا تم چلنے کی تیاری کرو طلباء کے اسباق کا میں انتظام کر دیتا ہوں انشاء اللہ ان کے اسباق کا نقصان نہیں ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد حاجی عبداللہ صاحب سکھر والے محترم المقام حضرت الامام صاحبؒ کو لینے کے لئے آپ کے دولت کدہ پر تشریف لائے۔ حضرت الامام صاحبؒ نے تفسیر ستاری لکھنے کے لئے چند کتابیں ہمراہ لیں اور گھر، مسجد اور جماعت کو اللہ کے سپرد کر کے روانہ ہوئے۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر مسنون دعائیں پڑھیں اور کراچی چھاؤنی پہنچے۔ اپنے محترم امام کو جماعت کے افراد، طلباء اور آپ کے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالغفار صاحب سلفی، مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب

سلفی اور مولانا عبدالجبار صاحب سلفی وغیرہ الوداع کرنے کے لئے کراچی چھاؤنی تشریف لائے۔ گاڑی کے روانہ ہونے سے پہلے حضرت الامام صاحب نے اپنے صاحبزادے حافظ عبدالرحمٰن صاحب سے فرمایا۔ میری غیر موجودگی میں حضرت مولانا عبدالجلیل خاں صاحب قائم مقام امام ہوں گے۔ تم سب ان کے ماتحتی میں کام کرنا۔ اگر وہ محمدی مسجد میں جمعہ پڑھائیں تو فبہا ورنہ وہ مولوی عبدالغفار سے جمعہ پڑھوائیں۔

عوامی ایکسپریس اپنے مقررہ ٹائم پر روانہ ہوئی۔ حضرت الامام صاحبؒ نے سواری کی خود بھی دعائیں پڑھیں اور اپنے شریک سفر دیگر مسافروں کو بھی پڑھائیں۔ اپنی عادت مستمرہ کے مطابق راستہ بھر جملہ مسافروں کو اسلام کی تبلیغ اور نماز روزہ وغیرہ کی پابندی کی تلقین فرماتے رہے۔ دورانِ سفر ہر نماز کے وقت اذان کہلوا کر باجماعت نماز پڑھائی۔ رات کو تقریباً دس بجے سکھر پہنچے۔ وہاں کی جماعت اپنے محبوب امام سے ملاقات کر کے باغ باغ ہوئی۔ بعدہ نماز عشاء پڑھی، کھانا تناول فرمایا اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔

حضرت الامام صاحب سحری کے وقت اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق اُٹھے۔ اپنے مالکِ حقیقی سے سرگوشیاں کیں اور پھر نمازِ صبح سے فارغ ہو کر مولانا حافظ عبدالقہار صاحب کو درسِ کلام اللہ دینے کا حکم فرمایا۔ مولانا موصوف نے حسبِ ارشاد درسِ کلام پاک دیا۔ احباب سکھر دن بھر ملاقات کے لئے آتے رہے اور مسلکے مسائل دریافت کرتے رہے۔

دوسرے روز حضرت الامام صاحبؒ صبح سے شام تک تفسیر ستاری جو کہ صحیفہ اہل حدیث میں قسط وار شائع ہو رہی ہے کا مسودہ تیار کرتے رہے۔

تیسرا روز جمعہ کا تھا۔ حضرت الامام صاحبؒ کا خطبہ جمعہ سننے کے لئے لوگ دُور دُور سے جوق در جوق آئے۔ بحمد اللہ آپ نے خطبۂ جمعہ میں قرآن وحدیث کی بارش سے سامعین کو سیراب کر دیا۔

چوتھے روز ہفتہ کے دن سے حضرت الامام صاحب کی طبیعت ناساز ہونی شروع ہوگئی۔ جملہ وہ امراض جن سے خدائے حکیم نے چند روز قبل شفایاب فرمایا تھا، عود کر آئے۔

پانچویں اور چھٹے روز بھی سابقہ بیماریوں کا اثر رہا۔

ساتویں روز منگل کی شام سے بخار ہو گیا اور پھر ساتھ ہی ساتھ رات کو ڈبل نمونیہ نے آ دبوچا۔ رات کے گیارہ بجے تک عبدالحفیظ صاحب جودھپوری مؤذن آپ کی خدمت میں لگے رہے۔ جب تکلیف نے شدّت اختیار کی تو آپ نے مولانا حافظ عبدالقہار صاحب کو نیند سے بیدار کرایا۔ وہ فوراً اُٹھے اور نمک کی مالش کی مگر تقدیر الٰہی سے کچھ بھی افاقہ نہ ہوا۔ تقریباً رات کے سوا بجے حاجی عبداللہ صاحب کو ان کے گھر سے بلوایا گیا۔ آپ نے فوراً چائے تیار کروا کے پلائی۔ تیل کی مالش اور کی گئی مگر خدا کی قدرت پسلی کے درد میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ پوری رات جاگتے ہوئے گزری۔ حضرت الامام صاحبؒ نے سب کو دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ تم لوگوں کو میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دے۔ (آمین)

آٹھویں روز حضرت الامام صاحب کو سکھر کے مشہور ڈاکٹر محمد عمر صاحب کو دکھایا گیا۔ آپ نے انجکشن لگایا اور پینے کے لئے دوا دی۔ دن میں کچھ افاقہ رہا مگر رات قدرے تکلیف سے گزری۔

نویں روز بحمد اللہ مزید افاقہ ہو گیا۔

دسواں دن جمعہ کا تھا۔ حضرت الامام صاحب نے صبح سویرے اپنے دستِ مبارک سے اپنی حجامت کی اور مولانا عبدالقہار صاحب سے سر اور داڑھی میں مہندی لگوائی۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد غسل کیا اور پھر حاجی عبداللہ صاحب سے فرمایا۔ چونکہ میری طبیعت صاف نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ نقاہت بھی ہے اس لئے آج کا جمعہ مولوی عبدالقہار پڑھا دیں گے۔ حاجی صاحب موصوف کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عرض کی آپ کب کب سکھر تشریف لاتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ہماری خوشی اسی میں ہے کہ آپ ہی جمعہ پڑھائیں اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھا سکتے تو بیٹھ کر ہی پڑھا دیجئے۔ حضرت الامام صاحبؒ نے ناسازی طبیعت، نقاہت اور کمزوری کے باوجود جماعت کی اس تمنا، چاہت اور خوشی کو پورا کرنا منظور فرما لیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آمین

ساڑھے بارہ بجے خطبہ جمعہ شروع ہوا مگر کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت الامام صاحبؒ کا یہ آخری خطبہ جمعہ ہے اس کے بعد جماعت غرباء اہل حدیث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کے مواعظِ

حسنہ سے محروم ہو جائیگی۔اناللہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا عبدالقہار صاحب فرماتے ہیں۔حضرت الامام صاحبؒ نے سب سے پہلے خطبۂ مسنون پڑھا۔خدائے عزوجل کی مکرّر سہ کرّر تعریفیں بیان کیں اور پھر ارشاد فرمایا۔

میرے بھائیوں! اللہ اور رسول کے مطیع اور فرماں بردار بن جاؤ،قرآن وحدیث کے ہر ہر مسئلہ کی ہاں ہاں کرو اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔اسی میں کامیابی ہے،اسی میں نجات ہے، اور یہی جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔بعض لوگ قرآن وحدیث کے مطابق زندگی نہیں گزارتے، بے راہ روی اختیار کر لیتے ہیں،اور بے عملی کو اپنا شعار بنا کر علی الاعلان کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں مولوی صاحب دعا کرو کہ اللہ عمل کی توفیق دے۔تو میرے بھائیوں! صرف اس کہہ دینے سے نجات نہ ہوگی تاوقت یہ کہ انسان کوشش نہ کرے۔ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور اپنے داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا۔تم لوگ پڑے سوتے رہتے ہو،تہجد کی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ بیٹی اور داماد نے کہا۔ہمارے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں (اگر وہ توفیق دے گا تو پڑھ لیں گے) بس ان کا یہ جواب دینا تھا کہ نبی علیہ السلام نے بطور افسوس اپنی ران مبارک پر ہاتھ مارتے ہوئے اس آیت کی تلاوت شروع کر دی۔﴿وکان الانسان اکثر شیء جدلا﴾۔یعنی انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

حضرت الامام صاحبؒ نے بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔دیکھو بھائیو! نبی علیہ السلام نے یہ آیت جو کہ کفار کے حق میں نازل ہوئی تھی اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم پر پڑھی۔معلوم ہوا جس میں جس قسم کی خامی ہو گرچہ وہ مسلم ہی ہو اُس خامی اور غلطی کی وجہ سے وہ موردِ الزام ہے۔

پھر حضرت الامام صاحبؒ نے خطبۂ ثانی شروع کرتے وقت فرمایا: میں بوجہ عذر اور بیماری کے بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دے رہا ہوں ورنہ اس اصل سنت طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر دیا جائے۔جس طرح تندرست آدمی کو حکم ہے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور اگر وہ بیمار ہو جائے، کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو شریعت نے اُسے رخصت دی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔میں نے جمعہ سے قبل احباب جماعت سے کہا تھا کہ چونکہ میری طبیعت علیل ہے اس لئے مولوی عبدالقہار صاحب جمعہ پڑھائیں گے۔مگر جماعت کے اصرار اور اشتیاق پر میں نے منظور کر لیا۔یہ بھی اللہ کا

مجھ پر بڑا انعام، اکرام اور احسان ہے کہ وہ مولا ایسی بیماری کی حالت میں بھی مجھ سے اپنے دین کی خدمت لے رہا ہے میں اپنے آقا کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد حضرت الامام صاحب نوّر اللہ مرقدہ نے صبر واستقلال اور استقامت پر بہت زوردار الفاظ میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند واقعات بیان فرما کر سامعین سے اور خصوصا جماعت سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

دیکھو بھائیو! کتنی ہی تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں مگر قرآن وحدیث کو نہ چھوڑنا، انہیں پر عمل کرنا اور جماعت حقہ جماعت غرباء اہل حدیث ہی کو چمٹے رہنا، آمین۔ رفع الیدین۔ فاتحہ خلف الامام اور مسئلہ بیعت وغیرہ کی احادیث دیکھنے، سمجھنے اور ان پر عامل ہو جانے کے بعد ان کو نہ چھوڑنا۔ یقیناً مسلکِ اہل حدیث ہی حق وسچ ہے۔ اگر نجات چاہتے ہو تو قرآن وحدیث ہی کے عامل، معتقد اور توحید وسنت کے علمبردار بنے رہنا۔ دیکھو دنیا فانی ہے چند روزہ ہے، آخرت باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔﴿ما عندكم ينفد وما عند الله باق﴾ ۔نیز فرمایا﴿كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام﴾ ۔یعنی جو چیز (جنت) اللہ کے پاس ہے اُس کے لئے بقا ہے اور جو چیز (دنیا) تمہارے پاس ہے اس کے لئے فنا ہے۔

دیکھو میرے بھائیو! عقل مند انسان وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کر کے ان کو راضی کرے۔ دنیا کے پیچھے پڑ کر عبادت الٰہی کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ جب حق مسئلہ معلوم ہو جائے تو کتنا ہی قوم، برادری اور دنیا والے مطعون کریں، خواہ کوئی وہابی کہے، خواہ کوئی غیر مقلد نام رکھے۔ بیعت کی حدیثوں پر عمل کرنے کی وجہ سے کوئی امامیہ کہہ کر بدنام کرے اور کہے کہ اتنے چودھری ہو کر، اتنے بڑے نمبردار ہو کر، اتنے بڑے سوداگر ہو کر انہوں نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے، ہماری ناک کاٹ دی ہے، رشتہ داروں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا وغیرہ وغیرہ الفاظ پر مطعون کرے تو یہ سب بدنامیوں، طعن وتشنیع جھیلے اور ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرے، سب کو جواب دے دے مگر اللہ اور رسول کو نہ جواب دے، سب کو چھوڑ دے مگر قرآن وحدیث کو نہ چھوڑے۔ اسی میں بھلائی ہے اور اسی میں نجات اُخروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں

تمھیں اپنے دین پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

حضرت الامام صاحبؒ کے اس آخری خطبہ کے الفاظ پھر پڑھیے اور خداوند تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ لگائیے کہ آپ کی زبان مبارک سے آخری وہی الفاظ نکلے جو کہ آج سے تقریباً ۳۱ سال قبل آپ کے والدِ محترم امام الموحدین حضرت مولانا الحافظ الحاج ابو محمد عبدالوہاب صاحب محدث ہندؒ نے اپنی آخری وصیت میں ارقام فرمائے تھے۔ چنانچہ حضرت الامام صاحبؒ کے والدِ محترم نے تحریر فرمایا تھا کہ:۔

میرے عزیز دوستو! جہاں تک ہو سکے تم بھی امامِ وقت کی ماتحتی میں رہ کر خدائے تعالیٰ کے دین کی اعانت اور خدمت کرتے رہنا اور کسی سے نہ دبنا۔ کوئی لعن طعن کرے یا یہ کہے کہ بغیر قریشی یا بغیر تلوار یا انگریزوں کی علم داری میں امام نہیں ہوسکتا، کچھ پروانہ کرنا بلکہ تمہارے ذمہ جو کام ہے اس کو حتی المقدور انجام دینا۔ الخ

(صحیفہ اہل حدیث دہلی مجریہ ربیع الثانی ۵۱ھ)

حضرت الامام صاحبؒ نے خطبہ کے آخر کی دعائیں پڑھ کر تقریباً ڈھائی بجے جمعہ کا خطبہ ختم کیا۔ آپ نے اپنی زندگی کے اس آخری جمعہ کو کچھ ایسے دل نشین انداز میں بیان فرمایا تھا کہ سامعین کو وقت کی طوالت بھی محسوس نہیں ہوئی، نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ سنتے رہے اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو بھی وہ طاقت وہمت عطا فرمائی تھی کہ سب عش عش کرتے رہ گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

الحمدللہ جمعہ کے بعد بھی مسائل کا تذکرہ رہا۔ بیرون سکھر سے آنے والے احباب اپنے اپنے مسائل پیش کرتے رہے اور حضرت الامام صاحبؒ ان کا تسلی بخش جواب دیتے رہے۔ اور یہ سلسلہ شام تک جاری رہا۔ تقدیر الٰہی سے رات کو بخار ہو گیا۔

گیارھواں دن بھی گزارنے کے بعد رات کو بخار ہو گیا۔

بارھویں دن عصر کی نماز کے بعد سے غفلت کی زیادتی ہو گئی اور آج ہی واپسی کا پروگرام مقرر ہو چکا تھا، خیبر میل کے ٹکٹ آ گئے تھے۔ بعد نمازِ مغرب حاجی عبدالشکور صاحب، حاجی عبداللہ صاحب اور جماعت کے دیگر احباب نے گاڑی میں ایک مکمل سیٹ ریزرو کرائی اور اس پر آپ کا

بستر ہ سیٹ کر کے لٹا دیا اور محبوب امام کو الوداع کر کے واپس تشریف لے گئے۔

مولانا حافظ عبدالقہار صاحب فرماتے ہیں:۔

حضرت الامام صاحبؒ راستہ بھر کروٹیں بدلتے رہے۔ کبھی بے ہوشی چھا جاتی اور کبھی ہوش میں آ جاتے۔ میں برابر آپ کی خدمت میں لگا رہا اور دباتا رہا۔ صبح کے وقت کچھ غفلت دور ہوئی تو آپ کو نماز پڑھوائی۔ بحمد اللہ صبح سات بجے گاڑی کراچی چھاؤنی جا کر رکی۔ ہم وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر محمدی مسجد پہنچے۔ مولوی عبدالغنی صاحب اوڈ دلّی وال اور ایک دوسرے صاحب نے آپ کو سہارا دیکر گھر پہنچایا اور آپ کے پلنگ پر بٹھا دیا۔

حضرت الامام صاحبؒ کی تشریف آوری کے متعلق سن کر آپ کے صاحبزادگان، صاحبزادیاں اور دیگر عزیز واقارب ملاقات کے لئے آئے۔ آپ نے سب سے خیر خیریت معلوم کی اور کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ لیکن اس دوران بھی آپ کی کیفیت کچھ ایسی رہی کہ کبھی تو آپ پر غفلت سی طاری ہو جاتی اور کبھی بالکل ہوش میں آ کر اپنے آقا و پالن ہار سے سرگوشیاں شروع کر دیتے۔ بار بار دُعاءِ استغفار اَستغفر الله الذی لآ الٰہ الاّ ھو الحیّ القیوم واتوب الیہ کا ورد کرتے، کبھی اپنی اور کل مسلمان مریضوں کی شفایابی اور صحت وعافیت کے لئے بارگاہِ ہدایت میں یہ دعا فرماتے۔ یا حلیم یا کریم اِشفنی واشف مرضانا مرض المسلمین۔ اور کبھی اپنے رحیم وکریم مولا سے یوں التجا کرتے یا حیّ یا قیوم برحمتك اَستغیث۔

صبر وضبط اور تحمل وبرداشت جو کہ آپ کی حیات طیبہ کا ایک مقدس شعار رہا ہے اس کی اس وقت بھی یہ حالت تھی کہ کیا مجال ہے کہ آپ کی زبان سے جزع فزع کا کوئی لفظ نکلا ہو۔ باوجود یہ کہ آپ کی ٹانگیں بے جان ہو چکی تھیں مگر پھر بھی پلنگ پر یوں ہی ٹانگیں لٹکائے بیٹھے رہے اور کسی سے یہ نہیں کہا کہ میری ٹانگیں اوپر کر دو۔ آپ کی اس غفلت وبے ہوشی کو گھر والے یہی سمجھتے رہے کہ سفر کی تکان ہو گئی ہے۔ مگر یہ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ سفرِ آخرت کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جب کہ ٹانگیں لٹکائے لٹکائے بہت دیر ہو گئی تو آپ کی اہلیہ محترمہ نے ٹانگیں پلنگ پر کر دیں اور آپ کو لٹا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حافظ عبدالجبار صاحب حضرت الامام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔آپ کی طبیعت کے متعلق دریافت کیا۔فرمایا مجھے بخار ہوگیا ہے۔انہوں نے عرض کی اگر ارشاد ہوتو حکیم محمد سعید صاحب کو یاڈاکٹر زیڈ احمد صاحب کو بلالاؤں (یہ حضرات قیام پاکستان کے بعد سے حضرت الامام صاحبؒ کے معالج خصوصی رہے ہیں) آپ نے فرمایا ان حضرات کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔معمولی بخار ہے انشاءاللہ تعالیٰ اُتر جائے گا۔

اس کے بعد حضرت الامام صاحبؒ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اپنے شفیق ومہربان باپ کے ہاتھ پاؤں دباتے رہے اور آپ سفرِ سکھر کے کوائف بیان کرتے رہے۔اس دوران بھی آپ کا ذہن پریشان پریشان سارہا۔آپ نے اپنے بچوں سے فرمایا۔مجھے اب دباؤ نہیں تھوڑی دیر پنکھا جھل دو۔آپ پر ایک طویل غشی چھا گئی۔حافظ عبدالجبار صاحب بھاگے بھاگے ڈاکٹر زیڈ احمد صاحب کے پاس گئے ان سے پوری کیفیت بیان کی۔وہ فوراً تشریف لائے دیکھا تو بحمداللہ غشی دور ہو چکی تھی۔ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کیا۔حضرت الامام صاحب نے فرمایا میں احباب جماعت کے اصرار پر سکھر گیا تھا۔میں نے وہاں خدا کی عنایت و مہربانی سے اس کے دین کی تبلیغ کی اور لوگوں کو اسلام کے احکام پہنچائے۔ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کے بعد کچھ انجکشن لکھ کر دیئے اور کچھ دوائیں تجویز فرمائیں اور فرمایا یہ انجکشن ابھی لاکر لگوادو۔

حافظ عبدالجبار صاحب ڈاکٹر صاحب کو ان کے مطب تک چھوڑنے کے لئے گئے۔راستہ میں ڈاکٹر صاحب نے ان سے پوچھا کہ امام صاحب کی کتنی عمر ہوگی؟ حافظ صاحب نے عرض کیا یہی کوئی ۶۴ سال کی ہوگی۔حافظ عبدالجبار صاحب نے دریافت کیا۔کیوں کیا بات ہے؟ کوئی زیادہ خطرہ کی تو بات نہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔نہیں خطرہ کی کوئی بات نہیں نمونیہ کا بہت زیادہ اثر ہوگیا ہے۔

حافظ عبدالجبار صاحب ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ کر بازار سے انجکشن لائے اور تقریباً ایک بجے ڈاکٹر صاحب موصوف کے کمپاؤڈر عبدالرزاق صاحب نے انجکشن لگائے۔

نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد مولانا عبدالقہار صاحب حضرت الامام صاحبؒ کے گھر پر تشریف لے گئے۔انہوں نے اور حضرت صاحب کی اہلیہ محترمہ نے آپ سے نمازِ ظہر پڑھنے

کے لئے کہا، کئی بار کہنے کے بعد آپ نے فرمایا مجھے اُٹھادو میں بیٹھ کر نماز پڑھوں گا۔ آپ نے تیمّم کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور بہت ہی طویل قیام کیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے کہا اب رکوع میں چلے جایئے۔ آپ رکوع میں چلے گئے۔ رکوع بھی لمبا کیا اور اس میں کثرت سے دعائیں پڑھتے رہے۔ حافظ عبدالقہار صاحب نے کہا۔ اب رکوع سے سر اُٹھایئے۔ آپ نے قومہ کے لئے سر اُٹھایا اور اس میں بھی بکثرت دعائیں پڑھیں۔ پھر سجدہ میں گئے اور اس میں کثرت سے دعائیں پڑھیں کہ کبھی آپ نے اتنی نہیں پڑھی تھیں۔ الغرض اسی طرح پوری نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر دہنی کروٹ پر لیٹ گئے اور آپ کو بے ہوشی نے گھیر لیا۔

حافظ عبدالجبار صاحب آپ کی اس طویل بے ہوشی کو دیکھ کر فوراً محمدی مسجد میں والدِ محترم حضرت مولانا عبدالجلیل خاں صاحب مدّظلہ جو کہ اس وقت طلبہ کو حدیث شریف کا درس دے رہے تھے، کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی وقت حضرت الامام صاحب کی طبعی کیفیت بیان کی۔ والد ماجد صاحب اُسی وقت اُٹھے اور جا کر حضرت الامام صاحب کو دم کرنا شروع کر دیا۔

میں دفتر صحیفہ اہل حدیث میں بیٹھا ہوا اپنے مفوضہ کام کی تکمیل کر رہا تھا کہ تقریباً ڈھائی بجے حافظ عبدالجبار صاحب گھبرائے ہوئے اور روتے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ بھائی! ابّا کی تو طبیعت بہت خراب ہے۔ یہ سنتے ہی میرے دل پر ایک زبردست دھچکا لگا اور میرے اوسان خطا ہو گئے۔ دیوانہ وار دوڑتا ہوا حضرت الامام صاحبؒ کے دولت کدہ پر پہنچا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ جماعت غرباء اہل حدیث کے محبوب امام کے سرہانے کھڑے ہوئے والدِ محترم قرآن پاک کی آیات اور ادعیہ ماثورہ پڑھ پڑھ کر دم کر رہے ہیں۔ پلنگ کے چاروں طرف حضرت الامام صاحب کی صاحبزادیاں، صاحبزادے، داماد، بہوئیں اور اہلیہ محترمہ اور محترم حاجی چھما صاحب رنجیدہ کھڑے ہوئے ہیں اور حضرت الامام صاحب کا سانس مبارک غیر طبعی رفتار سے چل رہا ہے۔ میں نے پہنچتے ہی حضرت الامام صاحبؒ کو سلام کہا اور طبیعت پوچھی۔ مگر کوئی جواب نہیں۔ دوبارہ سہ بارہ سلام کہا۔ پھر بھی کوئی جواب نہیں۔ چونکہ ڈاکٹر زیڈ احمد صاحب مطب بند کر کے اپنے گھر تشریف لیجا چکے تھے اس لئے حافظ عبدالجبار اور حافظ عبدالرحمٰن نے ان کے گھر پر فون کیا۔ وہ تقریباً تین بجے تشریف لے آئے۔ معائنہ کیا اور یکے بعد دیگرے تین انجکشن

لگائے۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اُس خدائے احکم الحاکمین کے نوشتہ کے سامنے کسی کی نہیں چل سکتی۔ خاموشی، خاموشی طویل خاموشی اور نہ لوٹنے والی خاموشی۔

تھوڑی دیر کے بعد سانس کی وہ غیر طبعی تیز رفتاری دھیمے دھیمے ختم ہوگئی اور لبوں میں معمولی جنبش رہ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت الامام کے صاحبزادوں، صاحبزادیوں اور عزیز واقارب نے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر، دامن پھیلا پھیلا کر، رو رو کر، گڑگڑا کر خدائے حی وقیوم سے دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ ایک بیٹی کہہ رہی ہے۔ خدایا! مجھے لے لے اور میرے ابا کو شفا دے دے۔ دوسری کہہ رہی ہے، نہیں خدایا! ہم سب اپنے باپ پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں تو ہمیں لے لے اور ہمارے ابا میاں کو ہم سے نہ چھین۔ اے پاک پروردگار تو ہم پر رحم کر۔ ہماری لغزشوں سے درگزر فرما اور ہمارے باپ کی عمر دراز کر۔ تو رحیم ہے تو کریم ہے، تو علی کل شیء قدیر ہے۔ تُو تو مُردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے، چاہے تو تنکے میں جان ڈال دے۔ تیرے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

مگر اُس خالق کائنات کا امر اٹل ہے اُس کے آگے کسی کی نہیں چل سکتی، وہ سب پر غالب ہے۔ اُس کی صفت ہے ﴿لا یُسئَل عمّا یَفعَلُ وھم یُسئلون﴾۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا وہ سب سے پوچھ سکتا ہے۔ اُس نے جس کے لئے جو وقت مقرر کر دیا ہے اُس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ الغرض وہ وقت آ ہی پہنچا جو کہ ہر ذی روح پر آنا ہے۔ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ محمدی مسجد کے مؤذن عبدالوارث صاحب نے ٹھیک چار بجے اذان دینی شروع کی۔ اور وہ اذان کے آخری کلمات اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ پورے کر ہی رہے تھے کہ جماعت غرباء اہل حدیث کے محبوب امام، مفسر القرآن والحدیث نے ایک ہلکی سی اور اتنی ہلکی جسے میں ہونٹوں کی جنبش سے تعبیر کروں تو غلط نہ ہوگا، سُکی لی اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے پورا ہوتے ہی جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ گھر میں موجود حضرات وخواتین کی زبانوں سے انا للہ وانا الیہ راجعون کی غمناک صدائیں نکلنے لگیں، آنکھوں میں آنسوؤں کے سیلاب اُمڈ پڑا، گھر میں ایک خاموش کہرام مچ گیا اور پوری کائنات میں اُداسی چھا گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عصر کی نماز سے فارغ ہوئے بحمد اللہ چار رکعتیں ادا تو کر لیں۔ اب یہ نہ پوچھئے کہ یہ چار رکعتیں مجھ سے اور ان حضرات سے جن کو اپنے محبوب امام کی وفات کا علم تھا۔ کس طرح ادا کی گئیں۔ بس اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔ آمین۔ حضرت الامام صاحب کے برادر خورد مولانا عبدالقہار صاحب اشکبار آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے اعلان کرنے کے لئے اٹھے اور گلوگیر آواز سے کہا۔

بھائیو! اسلام علیکم۔ آپ کے محبوب امام۔۔۔ اتنا کہنے کے بعد انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح الفاظ کو پورا کر لیں مگر پورا نہ کر سکے۔ ہچکی بندھ گئی اور زار و قطار رونے لگے۔ ان کے قریب حاجی محمد اسحٰق صاحب سادہ کار مافات رکعت ادا کر کے التحیات پورا کر رہے تھے انہوں نے جیسا تیسا پورا کیا اور مولوی عبدالقہار صاحب سے مخاطب ہو کر بولے۔ مولوی صاحب آپ ہوش میں تو ہیں؟ کیا فرما رہے ہیں؟ ذرا سوچ سمجھ کر بولئے۔ مولوی عبدالقہار صاحب نے فرمایا مجھے اس بات پر یقین نہیں آرہا۔ لیکن خدا کی مشیت کے سامنے کس کی چل سکتی ہے۔ حقیقتاً ہمارے محبوب امام ہم سب کو چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

والد محترم قائمقام امام صاحب نے مجھے اخبارات کے لئے اطلاعی مضمون لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ برادرم قاضی عبدالحکیم صاحب اور برخوردار حافظ عبدالاوّل سلمہٗ کو ریڈیو پاکستان بھیجا اور حافظ عبدالرحمٰن صاحب سلفی کو ٹیلیفون پر اطلاعات بہم پہنچانے کے لئے مقرر فرمایا۔ چند طلباء کو کراچی کی مساجد میں اعلان کے لئے بھیجا اور پھر بعد میں اخبارات اور اپ پ کے ذریعہ اطلاعات شائع کرانے کے لئے قاضی عبدالحکیم صاحب برخودار حافظ عبدالاوّل، حافظ عطاء الرحمٰن اور جناب محمد یوسف صاحب لائلپوری کو مقرر فرمایا۔ محترم حاجی شمس العارفین صاحب تجہیز و تکفین کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔

چونکہ کراچی کے قبرستان شہر سے کافی دور ہیں اس لئے جناب شیخ عبدالمتین صاحب بن جناب حاجی محمد اسحٰق صاحب سادہ کار بسوں کے حصول کے انتظامات میں لگ گئے۔ جماعت کی ایک ہنگامی مجلس ہوئی جس میں حضرت الامام صاحب کی نماز جنازہ اور تدفین کے متعلق گفتگو

ہوئی متفقہ طور پر طے پایا۔ چونکہ جماعت کے افراد دور دراز مقامات پر آباد ہیں اور ان کو اطلاع پہنچانے اور ان کے آنے میں کافی وقت درکار ہے۔ اس لئے منگل کی صبح کو آٹھ بجے نماز جنازہ ادا کی جائے۔

حضرت الامام کی وفات حسرت آیات کی خبر احباب جماعت تک، ریڈیو پاکستان اور ٹیلیفون کے ذریعہ تھوڑی ہی دیر میں بجلی کی طرح عظیم تر کراچی اور پورے ملک میں پھیل گئی۔ اور جماعت غرباء اہل حدیث کی مرکزی مسجد جامع محمدی میں احباب جماعت اور عقیدت مند حضرات اور خواتین کا تانتا بندھ گیا۔ جو ہے وہ غم واندوہ کی تصویر بنا ہوا ہے۔ ہر ایک کی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکل رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ رہا ہے۔ حضرت محترم علامہ محمد یوسف صاحب کلکتہ والے جناب شیخ حاجی عبدالخالق صاحب سائیکل والے، جناب شیخ حاجی عبدالمتین صاحب سائیکل والے، جناب شیخ حاجی یحییٰ صاحب ٹینٹ والے اور جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب ٹرنک والے بھی تشریف لائے۔ حضرت علامہ محمد یوسف صاحب پر حضرت الامام صاحب کے انتقال پر ملال کا اتنا گہرا اثر تھا۔ کہ آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور آواز شدّت غم سے گلوگیر ہوگئی تھی۔

آپ نے محترم المقام حضرت مولانا الحاج عبدالجلیل خان صاحب قائمقام امام جماعت غرباء اہل حدیث سے تعزیت کی اور کہا حضرت الامام کی ذات بے باک مبلّغ، نڈر، مجاہد اور ہمارے لئے فرض کفایہ تھی۔ آپ محی السنہ قامع الشرک والبدعہ تھے۔ توحید وسنت کو کھلم کھلا بیان کیا کرتے تھے اور کسی قسم کی لگی لپٹی نہیں رکھا کرتے۔ آپ بار بار افسوس کرتے اور حضرت الامام صاحب کے حق میں دعا فرماتے رہے۔

بعد نماز مغرب حضرت الامام صاحب کے جسدِ مبارک کو آپ کے دولت کدہ سے لا کر۔۔۔ محمدی مسجد میں عام زوارین کے لئے رکھ دیا گیا۔ بعد نماز عشاء غسل اور تجہیز وتکفین کا سلسلہ شروع ہوا۔ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب اجڑانوی، مولوی محمد اسحاق صاحب شاہد دہلوی، جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب اور جناب عبدالستار صاحب بن حاجی عبدالعزیز صاحب ملتانی ومولانا قاری بشیر احمد صاحب وغیرھم نے قائمقام امام حضرت مولانا الحاج عبدالجلیل خان

صاحب مدظلہ کی نگرانی میں سنت کے مطابق تغسیل تجہیز و تکفین کر کے نوشہ بنا کر مسہری میں لٹا دیا۔
ویسے تو حضرت الامام صاحب کی حیات طیبہ میں ہی آپ کے چہرہ مبارک پر نورانیت، جمال اور بردباری کے آثار نمایاں تھے۔ اس وقت ان میں اور بھی مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ کلفتوں اور امراض و آلام کی وجہ سے جو کچھ تورّم اور کبرسنّی ظاہر ہو گئی تھی۔ وہ اب بالکل ختم ہو کر نور علی نور کی شکل اختیار کر گئی تھی۔

آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی اور ہر شخص یہ چاہ رہا تھا کہ وہ ٹکٹکی باندھے برابر اپنے محبوب امام کا دیدار کرتا رہے۔
رنج والم کی وجہ سے ہر شخص کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی۔ پوری رات جاگتے ہی گزری۔ سوگواران جماعت قطار در قطار آتے رہے اور اپنے محبوب امام کا آخری دیدار کرتے رہے۔ اور یہ سلسلہ تقریباً ساری رات ہی جاری رہا۔
اللہ اللہ کر کے صبح ہوئی۔ صبح کی نماز ہی میں احباب کی کثیر تعداد موجود تھی اور نماز کے بعد سے تو اضافہ ہوتا گیا اور غیر جماعت کے احباب و خواتین کی آمد کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ سکھر۔ حیدرآباد اور قرب و جوار کے ہزارہا افراد تشریف لے آئے۔
ساڑھے سات بجے تک تو محمدی مسجد میں تل دھرنے کی بھی جگہ باقی نہیں رہی۔ ٹھیک آٹھ بجے قائمقام امام حضرت مولانا الحاج عبدالجلیل خان صاحب مدظلہ العالی اپنے عزیز برادر اور محبوب امام کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے۔ آپ نے نماز سے قبل ایک مختصر مگر بصیرت افروز مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد

میرے بھائیو! ہر قسم کی تعریفوں، خوبیوں، بزرگیوں اور بڑائیوں کے لائق اس خدائے حی و قیوم کی ذات بابرکات ہے جس کو کبھی زوال نہیں، کبھی نقصان نہیں، اور کبھی فنا نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ارشاد باری ہے:۔ ﴿کل شیء ھالک الاّ وجھہ﴾ نیز فرمایا:۔ ﴿کل من علیھا فان. ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام﴾۔ الغرض جب موت نے اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہ چھوڑا تو کسی اور کو تو کیا چھوڑے گی۔

آپ ﷺ پر بھی ایک ایسا وقت آیا: جو کہ ہر ذی روح پر آتا ہے۔ آپ ﷺ پر بخار شدت سے چڑھا ہوا تھا۔ بار بار غشی چھا جاتی تھی۔ آپ نے اپنے اوپر کئی مشکیں پانی کی چھوڑ وائیں مگر بخار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ آپ اپنی چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ کے سامنے پانی کی ایک ڈول چی پڑی ہوئی تھی۔ اس میں سے پانی لے کر اپنے چہرہ مبارک پر ملتے اور فرماتے:۔ لا الـــه الا الـلـــه ان للموت سکرات۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی کو بقا ہے، حقیقتاً موت کی بڑی سختی ہے۔ اس غشی اور بخار وغیرہ کی شدت کو دیکھ کر آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہ رہا گیا اور کہنے لگیں وَاکَرَبَ اَباہ! ہائے میرے ابّا کو کس قدر تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: میری لختِ جگر (گھبراؤ نہیں) آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک دعا کے لئے اُٹھائے اور بارگاہِ احدیت میں یوں التجا کی:۔ ((فـــی رفیـــق الاعـلـی)) اے پروردگار مجھے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کی جماعت میں بلا لے۔ اتنا کہنے کے بعد آپ کے قفسِ عنصری سے روح مبارک پرواز کر گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿انک میّت وانهم میتون﴾ صادق آیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضور اکرم ﷺ کے انتقال سے پورا مدینہ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان ہیں ہر شخص زاروقطار رو رہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو اطمینان دلا رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا اُس وقت تک انتقال نہیں ہوگا جب تک کہ آپ منافقوں اور شریروں کا پورا پورا انتظام نہ فرمالیں گے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر دیکھتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے۔ آپ نہایت رنج اور افسوس کرتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ دوران خطبہ میں قرآن مجید کی آیت ﴿انک میـت وانهم میتون﴾ اور ﴿وما مـحـمـد الا رسول قد خلت من قبـلـه الرّسل افائِن مّات اَو قُتِل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یّضـر الـلـه شیئًا وسیجز الله الشاکرین﴾ کی تلاوت کی۔ یعنی محمد (ﷺ) تو ایک رسول

ہیں۔آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید کر دیے جائیں تو پھر کیا تم الٹے پیروں لوٹ جاؤ گے (یعنی دین محمدی چھوڑ دو گے)؟۔۔یادرکھو، جو بھی الٹے پاؤں لوٹے گا تو وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔اور عنقریب اللہ شکر گزار بندوں کو جزادے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: (لوگو! بگوش ہوش سن لو) جس شخص کا معبود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے تو آج وہ دنیا سے چلے گئے ہیں۔اور جس کا معبود خدا تھا۔تو وہ زندہ ہے۔اس کو کبھی موت نہیں ہے۔

قائمقام امام صاحب مدظلہٗ نے فرمایا:۔

اسی طرح حضرت مولانا الحافظ الحاج ابومحمد عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث جو کہ میرے محبوب ساتھی اور مشفق برادر تھے، کے انتقال سے میری کمر ہمت ٹوٹ چکی ہے میرا ایک بازو کٹ گیا ہے میں یکہ وتنہا رہ گیا ہوں۔اور جماعت یتیم ہو چکی ہے۔آپ قصر ملتِ اسلامیہ کے ایک عظیم ستون تھے۔آپ کتاب وسنت کے درخشندہ آفتاب تھے۔آپ کے علمی چراغ سے ایک جہاں منور تھا۔آپ کی رحلت سے کائنات پر اندھیرا چھا گیا ہے۔یقیناً آپ کی وفات کل عالم کی موت ہے۔ہمیں اور ہر اس چیز کو جو خدائے وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لائی ہے۔ نہایت رنج وغم اور صدمہ ہے۔ بخدا زمین رو رہی ہے، آسمان رو رہا ہے، کائنات کی ہر چیز رو رہی ہے۔کیونکہ آپ خدائے عزوجل کے برگزیدہ اور مقبول بندے تھے۔موحد اور متبع سنت تھے کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ کے ماہر وعامل تھے۔خدا تعالیٰ نے آپ کو دین اسلام کی خدمت کے لئے پیدا کیا تھا۔

چنانچہ آپ نے دین اسلام کی خدمت کو نہایت احسن طریقے کے ساتھ سرانجام دیا۔دین اسلام کی باتوں کو بے دھڑک اور ڈنکے کی چوٹ بیان فرمایا ان تمام باتوں کے باوجود ہمیں چاہیے کہ ہمت نہ ہاریں بلکہ پہلے سے زیادہ تن دہی اور مستعدی سے کام کریں۔گرچہ حضرت الامام صاحبؒ اس دنیائے فانی سے تشریف لے جا چکے ہیں۔لیکن آپ جس خدائے حی وقیوم کے دین کی خدمت کرتے رہے ہیں اور جس کی نشر واشاعت میں انہوں نے اپنی حیات مستعار کے لیل و

نہار گزارے ہیں۔ وہ خدا زندہ ہے۔ اس کا دین زندہ ہے، اس کی کتاب قرآن مجید زندہ ہے۔ اس کے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت مطہرہ زندہ ہے۔ جو شخص حضرت الامام صاحبؒ کی ذات یا آپ سے کسی اُمید کی بنا پر جماعت میں داخل ہوا تھا۔ اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا معبود اس دنیا سے جا چکا ہے۔ وہ نماز روزہ ترک کر دے، کتاب وسنت کی پیروی چھوڑ دے، اور دین کی خدمت سے منہ موڑ لے۔ اور جو شخص خداوند تعالیٰ کو معبود سمجھتا ہے، کتاب وسنت کی پیروی اور دین اسلام کی خدمت محض خداوند تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کرتا تھا۔ تو اس کا معبود زندہ ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ بدستور نماز، روزہ کا پابند، کتاب وسنت کا تابع، اور دین اسلام کا خادم رہے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کتاب وسنت پر استقامت اپنے دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت لے۔ آمین

بعدہ قائمقام امام حضرت مولانا الحاج عبدالجلیل خان صاحب مدظلہٗ نے صفیں درست کرائیں اور جماعت غرباء اہل حدیث کے محبوب امام کی نماز جنازہ کے لئے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی۔ دعائے استفتاح کے بعد بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھی، سورہ والعصر کی تلاوت کر کے پھر تکبیر کہی، درود ابراہیمی پڑھنے کے بعد تیسری تکبیر کہی اور پھر ادعیہ نماز جنازہ پڑھنی شروع کیں۔ والد محترم اطال اللہ عمرہ نے چند جملے پڑھے تھے کہ شدت غم سے آواز بھرّا گئی۔ الفاظ کی ادائیگی مشکل ہوگئی۔ پیچھے عقیدت مندان کی کیا حالت تھی۔ اس کا نقشہ کھینچنے کے لئے مجھے الفاظ نہیں مل رہے۔ ہر شخص مرد، عورت، بوڑھا، جوان اور بچہ بے اختیار دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ محمدی مسجد کی درو دیوار سوگواروں کی آہوں سے لرز گئے تھے۔

بالآخر قائمقام امام صاحب نے صبر وضبط سے کام لے کر جنازہ کی دعا کو ابتدا سے پھر پڑھنا شروع کیا۔ مگر بمشکل چند جملے زائد پڑھ سکے کہ آواز گلوگیر ہوگئی۔ اور ہچکی بندھ گئی۔ الغرض پوری نماز میں یہی کیفیت رہی اور بمشکل نماز پوری کی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علامہ محمد یوسف صاحب کلکتہ والے نے حضرت الامام صاحبؒ کا آخری دیدار کیا۔ آپ کی پیشانی کو چوما اور فرمایا ''واہ رے میرے شیر'' کیا آرام کی نیند سو رہا ہے۔ اس کے بعد احباب جماعت اپنے محبوب امام کا آخری دیدار کرنے

کے لئے آگے بڑھے۔ جناب چودھری قطب الدین صاحب رئیس الناظمین اور جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب ناظم حلقہ نمبرا نے احباب کو تلقین کی کہ وہ نہایت نظم وضبط اور قطار بندی سے اپنے محبوب امام کا آخری دیدار کریں تاکہ کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

مجلس انتظامیہ میں طے یہ پایا تھا۔ چونکہ جنازہ کو کندھا دینے والوں میں بوڑھے، کمزور اور ناتواں احباب بھی ہونگے اس لئے کم از کم محمدی مسجد سے ریڈیو پاکستان تک اور قبرستان یوسف پورہ کے درے سے دو چار فرلانگ تک قبرستان تک پیادہ جنازہ لیجایا جائے۔ تاکہ ہر عام وخاص اس عظیم ہستی کے جنازہ کو کندھا دے کر ثواب حاصل کر سکے۔

چنانچہ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے صبح حضرت الامام صاحبؒ کا جنازہ محمدی مسجد سے اٹھایا گیا۔ چونکہ سفیر مملکت عربیہ سعودیہ صاحب السعادہ حضرت محمد العبداللہ المطلق المؤقر بھی نماز جنازہ میں شریک تھے اس لئے آپ بھی احباب جماعت کے ساتھ پا پیادہ چل پڑے۔ جنازہ میں شریک احباب ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اس لئے ہر فرد کو کندھا دینا دوبھر ہو گیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ جنازہ کو کندھا دوں مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ جس طرح کراچی پاکستان کا ایک عظیم شہر ہے۔ اسی طرح اس کا ٹریفک بھی ایک عظیم ٹریفک ہے۔ جنازہ جس سڑک پر سے گزرا وہاں کا ٹریفک شرکاءِ جنازہ کی وجہ سے دیر تک رکا رہا۔ یہی وجہ تھی کہ محمدی مسجد سے ریڈیو پاکستان تک جنازہ کے پہنچنے میں تقریباً ایک گھنٹہ لگا۔ حالانکہ وہ عام پیدل چلنے والے کے لئے دس منٹ کا راستہ نہیں ہے۔ ریڈیو پاکستان کے قریب جنازہ پہنچا۔ وہاں حسب پروگرام بسیں تیار تھیں ایک بس میں جنازہ رکھا گیا اور بہت سے احباب بھی اس میں بیٹھ گئے اور دیگر پانچ چھ بسیں بھی بھر گئیں۔ مگر پھر بھی اکثریت باقی رہ گئی۔

بالآخر بہت سے احباب نے اپنی کاروں میں بٹھالیا۔ اور بہت سے احباب نے کرایہ پر ٹیکسیاں اور رکشا لے لئے اور جنازہ ایک طویل جلوس کی شکل میں چل پڑا۔

قبرستان یوسف پورہ سے تقریباً تین چار فرلانگ کے فاصلہ پر بسیں اور دیگر سواریاں رک گئیں اور وہاں سے قبرستان تک جنازہ کندھوں پر لیجایا گیا۔ چونکہ بہت سے احباب نماز جنازہ میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے اس لئے انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ کی خواہش ظاہر کی تھی۔

چنانچہ مولانا عبدالغفار صاحب سلفی نے مجھے نماز جنازہ پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ اور میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی۔

میں نے جماعت کے کئی ایک بزرگوں سے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ قبرستان یوسف پورہ میں حضرت الامام صاحبؒ کی قبر کے لئے کوئی ایسی جگہ منتخب کی جائے جو کہ ایک جانب ہو۔ تا کہ آئندہ پہچاننے میں آسانی رہے۔ مگر ان حضرات نے مجھے یہ کہہ کر خاموش کر دیا۔ کہ قبرستان میں جگہ کا انتخاب اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ وہاں جو قبروں کا سلسلہ چل رہا ہے اسی حساب سے جگہ ملے گی۔ مگر قربان جایئے اس خدائے قدوس کے جو کہ علیم بذات الصدور ہے اور جو ہر پکارنے والے کی پکار کو اور جو ہر خواہش کرنے والے کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔ جس وقت حضرت الامام صاحب کی آخری آرام گاہ پر پہنچا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بحمد اللہ میری خواہش کے مطابق قبرستان کے ایک جانب جنوبی گوشہ میں بالکل دیوار کے قریب اور بڑے سے نیم کے درخت کے نیچے وسیع وطویل ترنئی کھدی ہوئی قبر ہے کہ حضرت الامام صاحبؒ کے حصہ میں آئی ہے۔ ہم جناب محترم شیخ عبدالحمید صاحب کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے جگہ کے اس انتخاب میں جماعت کی پوری پوری اعانت فرمائی۔

ٹھیک ساڑھے دس بجے جناب حافظ عبدالجبار صاحب، مولانا حافظ عبدالقہار صاحب، جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب، جناب حاجی عبدالشکور صاحب سکھر والے، جناب فیروز بھیا صاحب وغیرھم نے اپنے محبوب امام کو لحد میں تارا۔

گورکنوں نے قبر کو سلوں سے پاٹا۔ ہزاروں سوگواروں نے اپنے اپنے سینے پر صبر کی سِل رکھ کر محض اتباع شریعت کی خاطر اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے محبوب کی قبر پر مٹی کی تین تین لپیں ڈالیں۔ اور قائمقام امام حضرت مولانا الحاج عبدالجلیل خان صاحب کے ساتھ مل کر سب سے پہلے اپنے مالک حقیقی کی کبریائی، تسبیح، تحمید اور تقدیس بیان کی اور پھر اپنے محبوب امام کی مغفرت تثبیت علی سوال منکر ونکیر کے لئے دعا کی اور اپنے محبوب امام کو خدائے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے آنسوؤں بہاتے ہوئے واپس آ گئے۔

سقی اللہ ثراہ وجعل جنۃ الفردوس ماواہ۔ آمین

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله داراً خيراً من داره واهلاً خيراً من اهله وزوجا خيراً من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار۔ آمين

مفسر القرآن والحدیث
حضرت مولانا الحاج عبدالستار صاحب محدث دہلوی
کی وفات پر ملک واکناف عالم کا اظہار افسوس

جلالۃ الملک شاہ فیصل کا تار

jk 37
FFF TAIF 57 & 1800 GMT SAOOVT ETAT
ALSYAD ABDUL GHAFFAR SALAFI C/O
KARACHI NO 4494 J LAGAD SAANA JEDDAN N ABA
WAFAT SAMAH AT ALMOFTI ALAKBAR FAGEED
ALEIM WA/ ALESSLAM WA/Z- AEEM GAMAAT
AHLEH ADEEIS ALSHAKH ABDULS ATTAR WAENN
AN A EZA A NUSH ATERKUM AL AS AF/ WA- FAT
AHU NASSAL ALLAH AN YAHSSEN AZA ALS AMEEH
FEEH WA AN YATAHGAMMAD ANU BEWA- SI
RAZWANUH WA-R AHM ATUH WA AN YOUG AZEEH
AN ALEM WA/ ALESSLAAM BEM A HOW A AHLUH
FAISAL
CALL 37 ET AT NO 4494
CHO OK

ترجمہ: سماحۃ المفتی اکبر، فقید العلم والاسلام جماعت غرباء اہل حدیث کے امام الشیخ عبدالستار کی وفات کی خبر سے ہمیں بہت صدمہ پہنچا۔ موصوف کی وفات سے آپ کو جو صدمہ پہنچا ہے ہم اس میں برابر کے شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ اپنی وسیع رحمت ورضوان میں ڈھانپ لے اور انہوں نے علم اور اسلام کی جو خدمت کی ہے، اس کے شایان شان بدلہ عطا فرمائے آمین۔

فیصل

حضرت محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث کا مکتوب گرامی

محترم مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے بزرگوار مولانا عبدالستار مرحوم کے انتقال کی اطلاع اخبارات سے ملی۔ اس انتقال سے آپ پر جو علمی ذمہ داریاں عائد ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی لغزشوں کو معاف فرما دے۔ حالات روز بروز نئے سے نیا رنگ اختیار کر رہے ہیں۔ آپ ایسے نوجوانوں کا فرض ہے آپ انہیں سازگار کرنے کی کوشش کریں۔ میں خود قریباً ڈیڑھ ماہ سے صاحب فراش ہوں کچھ افاقہ ہے مکمل طبیعت صاف نہیں۔ والسلام

محمد اسماعیل گوجرانوالہ

نقصان عظیم اور صدمہ جانکاہ

محترم معاصر ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور رقمطراز ہیں کہ حضرت مولانا عبدالستار دہلوی رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اخبارات میں یہ روح فرسا خبر شائع ہوئی ہے کہ حضرت مولانا عبدالستار محدّث دہلوی امام جماعت غرباء اہل حدیث ۶۳ سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات سے پوری قوم کو خاص کر جماعت اہل حدیث کو ایسا نقصان عظیم اور صدمۂ جانکاہ پہنچا ہے جس کی بظاہر تلافی آسان نظر نہیں آتی۔ بلکہ اب تو کچھ عرصہ سے یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ جو بزرگ یہاں سے چل دیتا ہے۔ عموماً اس کی جگہ خالی ہی پڑی رہتی ہے۔ موتُ العالِم موتُ العالَم۔

امیر مرکزی جماعت اہل حدیث مغربی پاکستان

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی نے آپ کی وفات پر نہایت رنج والم کا اظہار کیا ہے۔ اور اس کو ملتِ اسلامیہ کے لئے نقصان عظیم قرار دیا ہے۔

ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل حدیث مغربی پاکستان

نے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ امام جماعت غرباء اہل حدیث حضرت مولانا عبدالستار محدّث دہلویؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر مجھ پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا ہے۔ اور ایک ایک کر کے مجھے وہ سارے صدمے بھی یاد آ گئے ہیں جو کئی سالوں سے اب تک جاری ہیں ابھی حضرت مولانا محمد حسین، حافظ اسمٰعیل، حضرۃ العلام اور چچی صاحبہ کے زخم تازہ ہی تھے کہ حضرت مولانا عبدالستار دہلویؒ کی موت کے صدمے نے بھی آ کر کاری ضرب لگائی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور آپ نے فرمایا کہ آپ کی وفات سے علمی دنیا اور بالخصوص مسلک اہل حدیث کے نام لیواؤں کو جو نقصان پہنچا ہے نہایت آزردہ اور حد درجہ نا قابل تلافی ہے۔ آپ کی دینی خدمات اور علمی کارنامے نہایت قابل قدر ہیں۔ آپ صاحب تقویٰ حامی سنت اور ماحی بدعت تھے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مرقدہ۔ آمین

مرکزی جماعت اہل حدیث مغربی پاکستان

نے اپنے ایک ہنگامی اجلاس میں علامہؒ کی وفات پر قرارداد تعزیت پاس کرتے ہوئے آپ کی وفات کو بہت بڑا المیہ قرار دیا ہے۔ آپ کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعائیں کیں اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل اور اجرِ جزیل کے لئے اللہ سے درخواست کی۔ ادارہ ہفتہ روزہ تنظیم اہل حدیث علامہؒ کے صدمہ میں آپ کے پس ماندگان کے صدمہ میں برابر کا شریک ہے۔ اور تمام مسلمانوں سے آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی استدعا کرتا ہے۔

فقط والسلام (حافظ عبدالقادر روپڑی)

مجموعہ کمالات

محترم معاصر ہفت روزہ الاعتصام لاہور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی امیر جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کا ایک بیان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث

الحاج مولانا عبدالستار صاحب کا انتقال جماعت اہل حدیث کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔

علم وفضل کا یہ نقصان بظاہر پورا ہوتا نظر نہیں آرہا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی امیر جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان نے امام جماعت غرباء اہل حدیث حضرت مولانا عبدالستار صاحب کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت میں جو علمی مسند خالی ہوتی ہے وہ بظاہر پُر ہوتی نظر نہیں آتی، آپ نے فرمایا مولانا مرحوم مجموعہ کمالات تھے آپ علم وتقویٰ کے لحاظ سے بہت بلند رتبے پر فائز تھے، آپ نے مولانا عبدالغفار صاحب سلفی کے نام ایک تعزیتی تار بھی ارسال فرمایا ہے۔

مسجد چینیا نوالی لاہور

حضرت مولانا عبدالخالق قدوسی نے دوران خطبہ آپ کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے آپ کی علمی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا بعد از نماز جمعہ مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ہم اپنے تمام قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مولانا مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا فرمائیں۔ اللھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه (آمین)

حضرت مولانا صاحب ایک ہمدرد انسان، اسلام وانسان کی خدمت کی بڑی سچی اور حقیقی تڑپ رکھنے والے تھے!

پاک وہند کے نامور حکیم جناب محترم حکیم محمد سعید صاحب مالک ہمدرد دواخانہ رقمطراز ہیں:۔

حضرت محترم مولانا عبدالجلیل خاں صاحب! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔ تازہ صحیفہ اہل حدیث مجھے کل شام ملا اور اس میں یہ اندوہناک خبر پڑھی کہ جماعت غرباء اہل حدیث کے محبوب امام مفسر القرآن والحدیث حضرت مولانا الحافظ الحاج ابو محمد عبدالستار صاحب محدّث دہلوی ۲۹/ اگست ۱۹۶۶ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے گزشتہ کئی سالوں سے حضرت کی طبی خدمت کرنے کا ہمیشہ موقع ملا ہے۔ کبھی کبھی ان سے تفصیلی باتیں بھی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو ایک ہمدرد انسان پایا۔ ان کے دل میں اسلام

وانسان کی خدمت کی بڑی سچی اور حقیقی تڑپ تھی۔ مجھ سے جب حضرت ملاقات فرماتے ایک دینی کتاب عطا فرماتے اور ایک دینی ہدایت ضرور دیتے۔ اس خلوص ومحبت اور رواداری کی صفات اس دور میں ناپید ہوتی جارہی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضرت مرحوم جیسے بلند انسانوں نے قابل تقلید روایات چھوڑی ہیں۔ حضرت مولانا صاحب کا ارتحال سانحۂ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائیں اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل۔

آپ کا شریک غم

(حکیم) محمد سعید (صاحب)

ہماری عجیب آزمائش

محترم المقام حضرت مولانا محی الدین صاحب مدیر اخبار الاعتصام لاہور اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں:۔

برادر مکرم! السلام علیکم۔ آج مولانا عبدالستار صاحب محدث دہلوی کے انتقال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا۔ چونکہ خبر اچانک معلوم ہوئی اس لئے اور بھی دھچکے کا باعث بنی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ حضرات کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت دے کہ آپ اُن کے لگائے ہوئے پودوں کی خون جگر سے آبیاری کرتے رہیں۔ ہماری عجیب آزمائش ہے کہ ہم میں اہل علم واہل تقویٰ اور بزرگ حضرات یکے بعد دیگرے اُٹھتے جارہے ہیں۔ اور تمام بوجھ نوجوان حضرات کے کندھوں پر پڑ رہا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

علم وعمل کا آخری آفتاب بھی غروب ہوگیا

امیر جماعت پسرور مولانا الحاج محمد رفیق خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

برادر عزیز جناب حافظ عبدالغفار صاحب سلفی! وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته۔

آپ کا خط کیسی دہشت وگھبراہٹ اور رنج وغم کی خبر لے کر آیا ہے؟ اس کے سینہ پر یہ الفاظ پڑھ کر کہ آج ہمارے محترم مولانا حافظ عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث محدّث

دہلوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ دل گھبرا گیا۔ ہاتھ لرزنے لگے۔ آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو جاری ہو گئے۔ سر چکرا گیا۔ اور غم و فکر رنج و مصیبت کی بہت سی وادیاں نظر آنے لگیں۔ بار بار خیال آنے لگا کہ آج علم و عمل کا یہ آخری آفتاب بھی غروب ہو گیا۔ آہ

اندھیرا ہی اندھیرا ہوا چھا گئی آندھی

مجھ جیسا نااہل جب کسی مسئلہ میں گھبرا جاتا تو استاد محترم سے فوراً معلوم کر کے اس مشکل سے بحمد اللہ نجات پاتا۔ اور کوئی بات پوچھتے کبھی نہ شرماتا۔ تو اب وہ بات کہاں؟

میرا مشفق اُستاد بے ریا عالم، نڈر، محدث، بے نظیر مقرر، بے لوث مبلغ، سلفی الذہن، خادم شریعت، مفسر اعظم، اور جملہ دشمنانِ اسلام کا دندان شکن جواب دینے والا مناظر، وارث پیغمبر۔ عالم نبیل، فاضل جلیل ابن علامہ عبدالوہاب صاحب مرحوم اپنے والد محترم سے جاملا۔

آہ! ہم نے مانا کہ وہ تو جنت الفردوس میں پہنچ کر دنیاوی مصائب و آلام کو فراموش کر چکے ہوں گے مگر ہم ایسے شفیق استاد کو کیسے فراموش کریں۔ جو نصف صدی ہماری پدرانہ رہنمائی فرماتے رہے۔ آہ ہم روتے رہیں گے۔ اور وہ اپنے مقام شہر خموشاں میں جا کر خاموش ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آہ

شہر خموشاں میں جا کر ہو گیا خاموش ہے
آخری عالم بھی اے پاکستاں تراروپوش ہے

عزیزم! میں خود کئی روز سے علیل ہوں۔ اب یہ خبر پا کر دل مجروح ہو گیا ہے۔ اس لئے مزید لکھنے سے معذور ہوں۔ اب تو یہی دعا ہے کہ پروردگار عالم ہمیں اور جملہ اولاد ولواحقین حضرت الامام کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ساری جماعت کی نگرانی فرمائے۔ آمین فقط والسلام۔

(غمزدہ آپ کا بھائی خادم جماعت محمد رفیق خاں پسروری۔ ۳ر ستمبر ۱۹۶۶ء)

نوٹ:۔ جمعۃ المبارک کے بعد موتُ العالِم موتُ العَالَم بحسب ارشاد حضرت الامام صاحب مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی

ساری کائنات پر اندھیرا چھا گیا

امیر جماعت غرباء اہل حدیث بھارت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ارقام فرماتے

ہیں:۔

محترمی قائم مقام امیر جماعت ومولانا عبدالغفار صاحب سلفی واخوانہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دل سوز سے خالی کوئی نہیں
سب ہیں فانی بجز رب باقی کوئی نہیں

آہ یہ کل کراچی سے تار کیا آیا۔ ساتھ اپنے تیر وشمشیر لایا۔ دل ہو گیا اپنا پارا پارا۔ کیا واقعی رخصت ہوئے دل کا سہارا۔ وہ دین کا چراغ وہ رونق دِلوں کی۔ ہر ایک کے دل رکھنے والے اپنے اور بیگانوں کے۔ وہ علم کا چشمہ وہ توحید کا منبع جمعہ کی زینت۔ وہ کلام اثر والے وہ دلوں میں نقشہ نبیؐ اتار دینے والے۔ وہ دین مسلک پر جان قربان کرنے والے قلم آگے کام نہیں کرتی ہاتھ وزنی ہو رہے ہیں۔ آنکھیں جاری ہیں۔ کیوں نہ ہو جبکہ آسمان وزمین رو رہے ہیں۔ ہر چند یہی الفاظ ہیں۔ خدایا جھوٹ ہو مولا جھوٹ ہو۔ مولا جھوٹ ہو۔ اللہ تعالیٰ جلد ہی خیریت کی خبر بھیج کر مطمئن فرمائے۔ اللهم اشفِ عبدك۔ الخ

جماعت کے ہر مرد وعورت کے آنسو ساون بھادوں بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنسوؤں سے رونا رحمت ہے تو واقعی وہ ہمارے لئے خداوند کریم کی رحمت ہی تھے۔

اے باری تعالیٰ یہ سب جھوٹ ہو۔ ہم سے اس رحم وکرم کے سائے کو چھین نہ لینا۔ اللہ اکبر کس قدر رعب۔ کراچی کا رعب دہلی تک معلوم ہوتا تھا۔ کہ سب کچھ ان کی جناب میں خبر پہنچ رہی ہے۔ اگر یہ بات سُن لی معلوم ہو گئی تو کیا ہو گا۔ جیسا کہ دہشت زدہ بچہ اپنے والدین سے۔

خدا کی مہربانی سے کراچی کے کسی خطہ پر جھگڑا ہو خانہ داری کا بھی۔ تو ایک نے کہا امام صاحب کے پاس فیصلہ ہو جائے گا۔ فوراً رعب چھا جاتا۔

اگر کبھی ناچاقی نے طول پکڑا تو فیصلہ آیا۔ جہاں آپ نے فیصلہ کیا اب کیا مجال کوئی چوں چرا کرے یا غلط کہے۔ سب کی دلجوئی۔ تعریف اُس خدا کی ہے جس نے ایسا پیارا اخلق بخشا اور اللہ اکبر اثر ایک ہی وعظ میں کئی کئی مسلمان ہو جاتے تھے۔ جو ایک مرتبہ جمعہ سن لیتا۔ بس چاٹ لگ جاتی۔ وہ کہیں اور جا نہیں سکتا تھا۔ (مگر منافق) جس کے دل پر خدا کی طرف سے مہر ہو۔ ابھی چند

سال کا واقعہ ہے کہ کراچی میں محمدی مسجد کے سامنے سالانہ اجلاس ہوئے۔ ناسازی طبع کی وجہ سے آپ کی یہاں تقریر نہ ہوسکی۔ مگر بعدازاں آرام باغ میں تقریر ہوئی جس کوسن کر کئی سچے پکے مسلمان ہوئے۔ وعظ کیا تھا انگوٹھی پر نگینہ جو دل پر نقش ہوتا تھا۔

الحمد لله رضيت بالله رباً و بالاسلام ديناً و بمحمد نبياً

ساری جماعت بے قرار ہے کل سے یعنی بدھ کی عشاء سے یہ وقت ہوگیا۔ ایک بج رہا ہے۔ مگر کسی کو کسی کل چین نہیں مل رہا ہے۔ سارا مدرسہ اور اُس کے در و دیوار سب غم میں ہیں۔ ساری کائنات پر اندھیرا چھا گیا ہے۔ دور بیٹھوں کے آنسو برابر جاری ہیں۔ آپ لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ خدا کے لئے سب کا حال لکھیں۔ ہر طرف یہی دعا ہے خدا کرے جھوٹ ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کا نقشہ نگاہ تلے آرہا ہے۔ کہ آہ اس وقت ہمارے صحابہ کرام اور صحابیات پر کیا گزر رہی ہوگی۔ بس خدا کو یہی منظور ہوگا۔ کیونکہ فرمان نبی ﷺ ہے۔ العلماء ورثة الانبياء۔

غمزدہ احقر عبدالواحد از دہلی

جناب مولانا الحاج صوفی محمد عبداللہ مہتمم دارالعلوم تعلیم الاسلام اوڈانوالہ کا مکتوب گرامی

عزیزم حافظ عبدالغفار صاحب سلمکم الله تعالى: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔

مجھے آپ کے والد محترم حافظ مولانا امیر ابومحمد عبدالستار صاحب کی خبر ملی۔ سن کر بہت افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اپنے مقربین میں جگہ دے۔ میں عرصہ دو سال سے بیمار ہوں۔ لہٰذا آنے سے مجبور ہوں۔ اگر کچھ تندرست ہوتا تو خود حاضر ہوکر تعزیت دیتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام اہل جماعت کو میری طرف سے السلام علیکم۔ آپ کا خدا حافظ تمام اراکین مدرسہ نے افسوس کیا ہے۔

علم وعمل رخصت ہوگیا

مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف تحریر فرماتے ہیں۔ بخدمت مولانا حافظ عبدالغفار صاحب واخوانہ۔ السلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔

ابھی ابھی حضرت امام صاحب کے پُر ملال انتقال کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا۔ برکت اُٹھ

گئی۔اور علم وعمل رخصت ہو گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو توفیق صبر سے نوازے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عنایت فرمائے آمین۔ہم سب جناب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

بخدمت شریف مولانا عبدالجلیل صاحب مدظلہ العالی بعد سلام مسنون۔مضمون واحد۔

دل فگار:۔احقر محمد عطاء اللہ حنیف (مضمون واحد) عبدالرحمٰن گوہر صاحب

جماعت یتیم نظر آتی ہے

ڈیرہ غازہ خاں سے نائب امیر جناب میاں جی نذیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔﴿کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام﴾۔کسی نے کہا ہے:۔

الموت قدحٌ کُلُّ ناسٍ شاربوها

القبر باب کل ناس داخلوها

بخدمت جناب امام جماعت مولانا عبدالجلیل صاحب وعزیز مولانا حافظ عبدالقہار صاحب وقاری عبدالغفار صاحب وحافظ عبدالرحمٰن صاحب وحافظ عبدالجبار صاحب وحافظ محمد صاحب وحافظ محمد انس صاحب وغیرہ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ومغفرته ورضوانه۔

نہیں یاں کسی کو ثبات وبقا
ہر اک شے کو ایک دن ہے آخر فنا
نہیں اس میں کچھ فرق ہے نیک وبد
کسی کو نہیں زندگانی ۔۔۔ ابد
جو آیا ہے یاں ایک دن جائے گا
وہاں جاکے اپنا کیا پائے گا
ولی اس میں ہو یا کہ ہوئے نبی
ہر اک کے موت پیچھے لگی

ثبات وبقا ذات باری کو ہے
وہی ایک ہے جو اکیلا ہے

مورخہ ۳۰-۸-۱۹۶۶ء کو اخبار امروز ملتان۔ حضرت امام جماعت غرباء اہل حدیث کی پیام موت لے کر پہنچا۔ عزیز عبدالرحمان یہ خبر پڑھ کر روتا ہوا میرے پاس پہنچا۔ اور امام صاحب مرحوم کی موت کا پیام دیا۔ یہ خبر سنتے ہی اتنا صدمہ ہوا گویا کہ ایک قسم کا سکتہ طاری ہو گیا اور یہ دعا پڑھی اناللہ وانا الیہ راجعون۔ و انّا الیٰ ربنا لمنقلبون۔ اللھم اکتبه عندك فی المحسنین واجعل کتابه فی علیین واخلفه فی اهله فی الغابرین ولا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده۔

سوائے صبر کے کوئی راستہ نہ ملا۔ تھوڑی دیر کے بعد جماعت کے لوگ انا للہ الخ۔ پڑھتے ہوئے آئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور بعض کی زبان سے یہ نکل رہا تھا کہ یا اللہ یہ خبر غلط ہو۔ میں اُن کا حال دیکھ کر یہ کہہ رہا تھا۔ یا اللہ کراچی میں گھر والوں کا اور جماعت والوں کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب گھر والوں کو اور کل جماعت والوں کو اس صدمہ کے صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔ باقی جماعت کے ہر فرد کی طرف اظہار افسوس عرض ہے۔ یہ افسوس ہمارے اور آپ صاحبان کے لئے برابر ہے۔ گویا اس وقت جماعت ہی یتیم نظر آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو کوئی مشکل نہیں۔ جس سے چاہے کام لے۔ پھر بھی جماعت کو اس صدمہ میں شریک تصور فرمائیں۔ اس وقت میری حالت چلنے پھرنے کے لئے بہت کمزور ہو گئی ہے۔ جب بھی بات کرتا ہوں فوراً دل پر اثر ہوتا ہے۔ اور آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

از قلم احقر نذیر احمد۔ ڈیرہ غازی خاں۔ بلاک ایچ (مورخہ ۳-۹-۶۶ء)

ناقابل تلافی نقصان

مولانا محمد یحییٰ صاحب خطیب جامع اہل حدیث کا مکتوب گرامی

مکرمی برادرم مولانا السلام علیکم۔ آج تنظیم میں حضرت امام صاحب کی وفات کا پڑھ کر سخت صدمہ ہوا۔ ایسے نیک لوگ دنیا سے جا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی وفات ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔ آج جمعۃ المبارک کے بعد مرحوم کا غائبانہ جنازہ میں نے مسجد اہل حدیث میں پڑھا دیا

ہے۔قبل ازیں آپ کو ایک لفافہ ارسال کیا تھا۔ جو آپ کو مل گیا ہوگا۔ کیا خبر تھی کہ حضرت صاحب کی وفات کی خبر آ جائے گی۔ میری طرف سے تمام اہل خانہ سے تعزیت کریں۔

(ابوالحسن محمد یحییٰ خطیب جامع مسجد اہل حدیث حافظ آباد۔ ضلع گجرانوالہ)

محراب ومنبرومسندافتاء کو اپنے صحیح جانشینوں کا انتظار کرنا پڑے گا

مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت گرامی قدر جناب مولانا حافظ عبدالغفار صاحب زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محترم حضرت الامام کی وفات حسرت آیات سن کر نہایت صدمہ پہنچا۔ قوم کے دل ابھی ماضی قریب میں داغ مفارقت دینے والے علماء حق کے صدمہ سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ حضرت مولانا عبدالستارؒ کی وفات کی خبر سن لی گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان ہستیوں کی خالی جگہیں کب پُر ہوں گی اس کا علم سوائے علام الغیوب رب العزت کے کسی کو نہیں۔ جہاں تک ہمارا ناقصوں کا علم کام کرتا ہے وہ یہی ہے کہ اب وہ محراب منبر ومسند افتاء کو عرصہ دراز تک اپنے جانشینوں کا انتظار کرنے پڑے گا۔ موت العالِم موت العالَم۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جہاں میں دیدہ ور پیدا

محترم آپ کو صدمہ ہے ہی۔ راقم اور شیخوپورہ کی پوری جماعت آپ کے اور دیگر برادران ومتعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ناقابل تلافی نقصان

صدر جمعیت اہل حدیث رجسٹرڈ ملتان کے صدر جناب مولانا ملک عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

محترم المقام حضرت مولانا قاری عبدالغفار صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی خیریت جانبین۔ آج اخبار امروز میں حضرت الامام کی وفات

حسرت آیات کی خبر سنی۔ از حد رنج ہوا۔ ایک ایسے عالم دین کا اس قحط الرجال کے زمانے میں چلا جانا جماعت کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے۔ جمعیت کا فوراً اجلاس طلب کیا۔ حضرت الامام کی وفات پر قرارداد تعزیت پاس ہوئی اور دعائے مغفرت کی گئی۔ مساجد میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ میں آپ کے اس غم میں برابر کا شریک ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کا غمزدہ: (مولانا) عبدالعزیز ملک (صاحب ملتانی)

از حد افسوس

جناب المکرّم مولانا صاحب سلام مسنون؟ عرض خدمت آنکہ حضرت العلام کی وفات حسرت آیات کا سن کر از حد افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ کے دربار عالیہ میں خلوص دل سے بدست دعا ہوں کہ وہ اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور سب حضرات کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میری طرف سے مولانا عبدالغفار اور دیگر تمام ہمدردوں کو افسوس کر دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ والسلام

ہمدرد شریک غم: بشیر احمد مالک مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

جمعیۃ طلباء غرباء اہل حدیث کراچی

کے سکریڑی جناب مولوی محمد سرور صاحب شفیق سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں:۔

موت العالِم موت العالَم

کسی نے سچ کہا ہے کہ ایک عالم دین کی موت گویا پوری دنیا کی موت ہے۔ ۲۹/اگست ۶۶ء کی سہ پہر کو جب یہ خبر ملی کہ مفسرِ قرآن والحدیث حضرت مولانا عبدالستار صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث و مہتمم مدرسہ دارالسلام کراچی اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے ہیں اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ہیں۔ بس یہ سننا ہی تھا کہ ہمارے قلوب کانپ گئے اور آنکھوں سے نہ رُکنے والے اشک جاری ہو گئے۔

آہ! دین کا چراغ گُل ہو گیا، شمع توحید بُجھ گئی۔ حقیقت میں حضرت الامام صاحب ایک عظیم

شخصیت کے مالک تھے۔ بلا مبالغہ آپ علومِ اسلامیہ میں کمال اور مہارت تامہ رکھتے تھے۔ خصوصاً فن حدیث میں آپ جیسا استاد ملنا ناممکن ہے۔ ہم طلباء کو اگر حدیث کے بارے میں بڑی سے بڑی الجھن بھی پیدا ہو جاتی تو اُستاد الحدیث اس کو فوراً حل کر دیتے تھے۔ اتنی خوش اسلوبی سے سمجھاتے تھے کہ ہم جملہ طلباء مطمئن ہو جایا کرتے تھے۔

آہ! آج مدرسہ دارالسلام کراچی ایک عظیم مشفق ومہربان مہتمم واستاذ سے محروم ہو گیا۔ بلکہ یوں کہیے کہ مدرسہ دارالسلام کے طلباء فن حدیث؛ وتفسیر میں یتیم ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہم طلبائے مدرسہ دارالسلام افرادِ جماعت خصوصا حضرت الامام صاحبؒ کے خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اوران کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل بخشے نیز مدرسہ دارالسلام کراچی کو مولانا مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے والا مہتمم عطا فرمائے۔ آمین

غمزدہ

محمد سرور شفیق سیالکوٹی۔ سیکرٹری جمعیت طلبہ غرباء اہل حدیث کراچی

ہم پر ایک بجلی سی گر پڑی

مردان کے مقامی نائب امیر جناب حاجی عبدالحکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

مکرمی حضرت قائمقام امام صاحب دام اقبالہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آج اخبار جنگ وحریت کراچی میں ایک انتہائی غمناک خبر پڑھی جس کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوا کہ ہم پر ایک بجلی سی گر پڑی۔ والد صاحب اور ہم سب رونے لگے۔ فوراً دوکان بند کی۔ گھر گئے۔ وہاں بھی سب رونے لگے اور گھر ماتم کدہ بن گیا۔ دل کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا تو ہم کو فوراً اطلاع ہوتی۔ لیکن پھر کراچی ٹیلیفون کیا جہاں سے اس اندوہناک خبر کی تصدیق ہوئی۔ پھر اسی رات نو بجے جماعتی احباب اکٹھے ہوئے اور غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور اپنے روحانی باپ اور مشفق پیشوا کے لئے دعائے مغفرت کی گی۔ اکثر احباب دوکان پر تعزیت کے لئے آ رہے ہیں۔ ہم سب کی دعا ہے کہ خدائے ارحم الراحمین ہمارے محبوب امام کی قبر کو نور سے بھرے

اور اپنی رحمت کی بدولت جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر کامل عطا فرمائے۔ آمین

آپ کا خادم

عبدالحکیم صابر۔ از مردان

جمعیت طلبہ جامعہ سلفیہ

جمعیت طلبہ جامعہ سلفیہ لائل پور کا ایک تعزیتی اجلاس مورخہ ۳۱ / اگست منعقد ہوا جس میں اساتذہ کرام نے بھی شرکت فرمائی۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

جامعہ سلفیہ کا یہ ہنگامی اجلاس مغربی پاکستان کے مشہور عالم دین حضرت الحاج شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ابومحمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی ؒ کراچوی امیر جماعت غرباء اہل حدیث کی وفات حسرتِ آیات کو جماعت اہل حدیث کے لئے خصوصاً اور علمائے کرام کے لئے عموماً حادثہ جان کاہ خیال کرتا ہے۔ انہوں نے جو اسلام کی خدمت کی، عالم اسلام اسے فراموش نہیں کر سکے گا۔ ان کی وفات سے جماعت غرباء اہل حدیث ایک عظیم شخصیت سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ ہم پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

نعمت غیر مترقبہ

رئیس الناظمین جماعت غرباء اہل حدیث تحریر فرماتے ہیں:۔

بخدمت گرامی قدر محترم حضرت مولانا عبدالجلیل خان صاحب قائم مقام امیر جماعت غرباء اہل حدیث السلام علیکم ورحمة الله وبركاته وبعد: حضرت الامام شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا ابومحمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی ؒ امام ثانی جماعت غرباء اہل حدیث کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر نہایت دلی رنج ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت الامام صاحب ؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

آپ کی ذات والاصفات کتاب وسنت کی ہمہ گیر اشاعت کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ مرحوم نے اپنی محبوب زندگی قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ مرحوم کی تصانیف دیکھنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ حُوران جنت نے آپ ؒ کو خوش آمدید کہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خداوند کریم جماعت کو آپ کا اچھا نعم البدل عطا فرمائے۔ میں تمام

حلقہ واری ناظمین ونائب ناظمین مرکزی جماعت کی جانب سے حضرت الامام صاحبؒ کی وفات کو ملک وملت اسلامیہ کے لئے عظیم نقصان قرار دیتا ہوں اور مرحوم کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔

فقط چوہدری قطب الدین رئیس الناظمین مرکزی جماعت غرباء اہل حدیث کراچی

رنج وغم کی خبر

جناب مولانا امام دین صاحب رحمانی خطیب جامع مسجد اہل حدیث پشاور صدر کا مکتوب گرامی

مکرمی حضرت مولانا عبدالغفار صاحب دہلوی۔السلام علیکم ورحمة الله :اخبار ''حریت'' اور اخبار ''جنگ'' میں یہ خبر میں نے بڑے رنج وغم کے ساتھ پڑھی کہ آپ کے والد حضرت مولانا حافظ عبدالستار صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث داغ مفارقت دے گئے اناللہ وانا الیہ راجعون ۔مرحوم کے ساتھ میری آخری ملاقات محلّہ ''جیاد'' مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے (آمین) اور آپ جملہ صاحبان کو صبر جمیل۔ احباب جماعت کی طرف سے اظہار افسوس وسلام ودعا۔

فقط آپ کا شریک غم امام دین خطیب جامع اہل حدیث پشاور صدر

آنکھوں تلے اندھیرا آگیا

جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب عاجز لائل پور سے تحریر فرماتے ہیں:۔

محترم المقام حافظ صاحب اکرمکم اللہ۔السلام علیکم ورحمة الله وبركاته: ''جنگ'' اخبار کی اس خبر سے کہ حضرت الامامؒ غفر الله له وفات پاگئے آنکھوں تلے اندھیرا آگیا۔قلب حزیں اس اچانک صدمے سے اس درجہ متاثر ہوا کہ تادم تحریر کسی کروٹ چین نہیں۔

ابھی چند ہی دنوں کی تو بات ہے کہ موصوف یہاں لائل پور تشریف لائے اور ہم لوگ آپ کی زیارت ونصائح سے مستفید ہوئے۔کیا خبر تھی کہ آپ کی یہ ملاقات آخری ہے۔آہ موت کے وقت کی کسی کو خبر نہیں۔﴿ لاتدری نفسٌ بأی اَرضٍ تموت﴾ ۔ انسان کی پیدائش موت ہی کے لئے ہے اور پھر موت کے بعد زندگی بھر کا انسان کا معاملہ بڑا ہی خطرناک ہے وہ اس اصل حقیقت کو فراموش کر بیٹھا ہے۔اللہ پاک سمجھ دے۔اللہ تعالیٰ حضرت الامام صاحبؒ سے راضی ہو

جائے آپ کی دینی خدمات قبول فرما کر آپ کو عبادہ الصالحین میں شریک فرمائے۔ اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام

آپ کا غمزدہ بھائی عبدالرحمٰن عاجز

از جناب مولانا عبدالقادر صاحب حصاری

مکرمی جناب اخی المحترم مولانا عبدالغفار صاحب سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ و اعطاہ صبراً جمیلاً

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته:

امابعد پس عرض آنکہ ایک جماعتی فساد کے دفعیہ کے لئے بندہ چک نمبر ۵/۱۷۱ ایل ضلع منٹگمری گیا ہوا تھا کہ مورخہ ۱۶/جمادی الاول ۸۶ھ کو ناگہاں خبر ملی کہ جناب حضرت مولانا مفسر القرآن والحدیث حافظ عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث محدث دہلوی اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے ہیں یہ سنتے ہی بندہ و دیگر افراد جماعت کی زبانوں پر دردناک آواز کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون اور آنکھوں سے آنسو طاری ہو گئے۔ حواس باختہ ہونے پر دل سے بیساختہ سرد آہیں نکل رہی تھیں اور سب حیران پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہو گیا۔ سب پر غم کی رات پڑ گئی۔ سنا جا رہا تھا کہ امام صاحب کو شفا اور آرام حاصل ہے۔ جلسہ کا اعلان ہو رہا ہے لیکن اچانک یہ خبر چھا گئی کہ سوموار کے دن آنجناب ۴ بجے بوقت عصر قفس عنصری اور فانی دنیا کو چھوڑ کر فرشتوں کے ہمراہ پرواز کر گئے۔ انا للہ۔ افسوس ہائے افسوس کہ مرض کا علاج اور دوا تو حکیم، ڈاکٹروں کے ذریعہ ہمیشہ ہوتا رہا جس سے کبھی آرام اور کچھ شفا ہوتی رہی لیکن جب موت نے حملہ کیا تو اس کی کوئی دوا نہ ہو سکی۔ سچ ہے۔

مرتے مرتے کہہ گیا لقمان سا دانا حکیم
فی الحقیقت موت کی یارو دوا کچھ نہیں

نعم ما قال اللہ تعالیٰ۔ ﴿اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة﴾۔ یعنی جہاں کہیں تم ہو گے موت تم کو پالے گی خواہ بلند اور مضبوط برجوں و قلعوں میں مقیم رہو۔ پس موت کی آمد ایسی دردناک ہے کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔

کیفیت ایسی طاری ہے موت کی تصویر میں
جو اتر سکتی نہیں آئینہ تحریر میں

اگر چہ بعض لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ خواجہ خضر زندہ ہیں لیکن حق مسلک یہ ہے کہ تمام انبیاء واولیاء اور علماء وشہدا وغیرھم موت کا شکار ہو چکے ہیں۔ آگے پہنچنے پر گو ان کو برزخی حیات طیبہ حاصل ہو چکی ہے۔ موت کو ہر وقت یاد رکھنے کا حکم ہے کہ یہ اچانک آ پہنچتی ہے اور آنے پر کسی کو نہیں چھوڑتی۔ ایک پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یاد رکھیں نت موت تائیں فکر کر لئیں اگے جان والے
کل نفس ذائقۃ الموت دیکھیں معنی کھول کر پاک قرآن والے
افلاطون لقمان ول نظر ماریں جھڑے ویدسی کل جہان والے
سفری توں کی تیری مجال کی اے ایتھے رہے ناں رب کہان والے

ہم کیا تمام جماعت غرباء بلکہ تمام اہل حدیث یہ چاہتے تھے کہ مولانا مفسر قرآن وحدیث کی حالت دینی و مذہبی حد اعتدال پر ہے ان کا اس وقت انتقال موجب ملال ہے۔ جب مرض سے طبع پر صحت کا زوال آ جاتا تھا تو جماعت میں اضمحلال پیدا ہو جاتا تھا کہ کہیں یہ باکمال شخص موت کے جنجال میں نہ آ جائے کہ اس جماعت پر وبال آ جائے گا۔ خدائے ذوالجلال اپنی رحمت کے ظلال سے ان کی زندگی صحت کے ساتھ بحال رکھے تاکہ کتاب وسنت میں اشغال رکھ کر عہد حاضرہ کے نعلال وفتنہ جدال ودجّال کو دلائل سے پائمال کرتے رہیں لیکن امر مقدر کے سامنے کسی کی کیا مجال کہ موت نے بے وقت نڈھال کر دیا انا للہ۔

بسا آرزو کہ خاک شدہ

کاش کہ آنجناب قرآن و بخاری کی تفسیر سے مسلمانوں کو سیراب کر جاتے۔

قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

آنجناب کی موت سے آپ کے اقرباء اور جملہ خاندان اور جماعت کے عقیدت مندوں کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ تو سب لوگوں پر ظاہر ہے لیکن خصوصیت سے آپ کو جو رنج والم پہنچا ہے اس کا

اندازہ عقل سے باہر ہے وہ ہمیشہ آپ پر طاری رہے گا اور آپ یہ کہیں گے۔

خارِ حسرت قبر تک دل میں کھٹکتا جائے گا
مرغِ بسمل کی طرح لاشہ پھڑکتا جائے گا

لیکن ایسے نازک حالات میں بندہ بمع جماعت آپ کے اور آپ کے خاندان اور مرکزی جماعت کے اس غم واندوہ میں شریک ہے اور صبر جمیل کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ بحکم اصبروا وصابروا ہم اسی صبر کرنے پر مامور ہیں کہ سوائے صبر اور انا للہ پڑھنے کے ہمارے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ دل میں اس حادثہ کا صدمہ بہت ہے جس کو کما حقہ بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے بیان سے زبان اور قلم کو روکا جا سکتا ہے۔

عجیب دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
اگر پنہاں کنم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اس دنیا سرائے فانی کی عجیب حالت ہے کہ اس طلسمی مقام میں خود ہی انقلاب پیدا ہو جاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دنیا کا کارخانہ طلسمی مقام ہے
ایک حال پہ نہیں اس کا قیام ہے

اب مولانا کی وفات حسرت آیات وانتقال پُر ملال سے فوراً حالات بدل گئے ہیں۔ خوشی کی جگہ غم ظاہر ہو گیا۔ کئی ایک امور داخل دفتر ہو گئے۔ کئی کام ملتوی کئے گئے۔ نیند کی بجائے بیداری لاحق ہو گئی۔ پریشانیوں اور حیرانیوں اور تفکرات میں جماعت ڈوب گئی۔ طبائع پر اضمحلال چھا گیا۔ الغرض اب وہ زمانہ بدل گیا جو مولانا مرحوم کی حیات بابرکات میں تھا۔ کسی کے دل کی حالت بندہ کیا بتا سکتا ہے لیکن میرے نزدیک جماعت پر دن کی بجائے رات طاری ہو گئی کہ توحید وسنت کا آفتاب غروب ہو گیا۔

گاہے گرمی گاہے سردی گاہے دن گاہے رات
اے ظفر! رہتا نہیں دائم زمانہ ایک سا

ایک زمانہ تھا کہ آنجناب کا کسی علاقہ میں دورہ تبلیغ ہوتا تھا تو لوگوں کو خوشی لاحق ہو جاتی تھی

کہ حضرت امام صاحب فلاں تاریخ کو آ رہے ہیں اور انتظاری میں بیقراری ہوتی تھی۔

انگلیاں وسر اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
خوشی سے دل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

جب تشریف لا کر کسی مقام پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو آنجناب کے چاروں طرف عقیدت مندوں کا ایک عظیم ہجوم ہو جاتا اور سلام اور دعائے رحمت کے بعد مسائل شرعیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور طالبین وطالبات آپ کے فیوض علمیہ سے سیراب ہونے لگتے تھے اور صبح درس قرآن سن کر نورِ علم سے منور ہو کر جاتے تھے اور یہ کہا جاتا تھا۔

کیا بھیڑ میکدہ کے در پر لگی ہوئی
پیاسو سبیل ہے برسرِ کوثر لگی ہوئی

اہل توحید آپ کی آمد سن کر چاروں طرف سے کشاں کشاں چلے آتے تھے بلکہ مخالفین بھی اس عجیب منظر کو دیکھ سن کر آ شامل ہوتے تھے۔ پھر آنجناب مرحوم جب تقریر دلپذیر فرماتے تو دلوں پر توحید کی تاثیر اور سنت کی اکسیر پیدا ہوتی جاتی تھی۔
عقیدت مند آپ کو مخاطب کر کے یہ کہتے۔

اثر لبھانے کا پیارے تیرے بیان میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے

اور مخالفین باہم مل کر یہ گفتگو کیا کرتے۔

دم پھڑک جائے سنتے ہی تقریر یہ ہے
دیکھے تو دل بہل جائے تاثیر یہ ہے

آپ کی تقریر کا انداز نہایت عجیب وغریب تھا۔ زبان اردو شیریں تھی جس میں لطافت وفصاحت تھی اور سریلی تھی جو دل کی گہرائیوں میں پہنچتی تھی۔ مخالف سے مخالف بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ جماعت میں ترقی جس قدر ہوئی ہے محض آپ کی تقریروں سے ہوئی ہے۔ مخالفین کے اعتراضات اور تنقیدات کے جوابات طنز اور طعن۔ گالیوں اور کوسنوں کے ڈونگر برسا کر نہیں دیا کرتے تھے بلکہ کتاب وسنت کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے جوابات دیا کرتے تھے۔۔۔ جس

سے مخالفین پر سکتہ طاری ہو جایا کرتا تھا اور بعض مان جایا کرتے تھے۔ آپ مناظر بھی تھے بندہ نے آپ کے دو مناظرے دیکھے ہیں۔ چنانچہ عہد ہند کا واقعہ ہے کہ قصبہ ہابڑی ضلع کرنال میں اہل حدیث واحناف کے مابین عظیم الشان بے مثال مناظرہ افسران پولیس کے زیر اہتمام منعقد ہوا جس میں علماء اہل حدیث واحناف بکثرت شامل تھے۔ علماء دیوبند میں سے دو بڑے عالم جو چوٹی کے مناظر تھے بلائے گئے تھے۔ ایک میرے استاد الفقہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری الحال مہتمم خیر المدارس ملتان تھے۔ دوسرے مولانا عبدالکریم گمتھلی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مدعو تھے۔ ان دونوں صاحبان نے دو مختلف موضوعوں پر دو دن یکے بعد دیگرے مناظرہ کیا لیکن دونوں مناظر حنفیہ کے دم توڑ کر ناکام ہو گئے اور ایسے ہارے کہ ان کی شکست سے متاثر ہو کر کئی ایک حنفی مقلدین اہل حدیث ہو گئے۔ پنجاب میں آپ کا یہ کارنامہ بہت مشہور ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ تدریس وتعلیم کتاب وسنت کا جو کام مولانا عبدالوہاب صاحب محدث دہلویؒ نے جس خوبی سے سرانجام دیا ایسا تو کوئی دیگر عالم سرانجام نہ دے سکا۔ جماعت کی ابتدائی ترقی انہی کی تعلیم سے ہوئی۔ اور جو کام تقریر وتحریر سے حضرت مولانا عبدالستار صاحب مرحوم نے کیا وہ تمام جماعت میں کوئی نہ کر سکا۔ جماعت کی انتہائی ترقی آپ ہی کی ذات کے ذریعے ہوئی ہے۔ اب ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہو کر نقصان عظیم پہنچا ہے میرے عندیہ میں اس کی تلافی ناممکن ہے۔ ان کا قائم مقام خواہ کوئی ہو ان جیسا انتظام وکام سرانجام نہیں دے سکا۔ آپ میں بڑا کمال اخلاق حسنہ کا تھا۔

ان کے مزاج میں سختی بالکل نہ تھی۔ ہمیشہ حلیمی اور بردباری سے کام لیتے رہے۔ مخالف سے مخالف ان کی شیریں گفتگو سن کر متاثر ہو جاتا تھا۔ راقم الحروف کا ان سے بعض مسائل میں اختلاف ہوا جو مخاصمت کی صورت اختیار کر گیا جس میں بندہ نے ان کی نہایت سختی سے تردید کی جو اخبار میں شائع ہوئی۔ اس وقت میرا یہی خیال تھا کہ اب ان کے ساتھ کسی صورت مصالحت نہیں ہو سکتی۔ لیکن گزشتہ سال ۱۹۶۵ء میں جب بندہ نے سفر حج اختیار کیا تو مکہ معظمہ پہنچا۔

مولانا مرحوم بندہ سے پہلے مکہ معظمہ میں تشریف لا کر مقیم ہو چکے تھے۔ وہاں آنجناب سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ دم جھاڑہ کے مسئلہ میں ان کا رجوعی اشتہار کراچی میں ہی ایک دوست نے

دے کر میرے خیال میں تبدیلی پیدا کر دی تھی اس لئے بعض احباب نے مصالحت کی غرض سے ملاقات کرا دی۔ مولانا مرحوم عندالملاقات نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور مکالمہ میں اس قدر حلم وتواضع اور انکساری، رفق وعطف، خوش کلامی ونرم گوئی سے کام لیا کہ مجھے اس سے متاثر ہو کر ان کے اخلاق حسنہ کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی تحریری تختی پر نادم ہونا پڑا۔ جب حجاز سے بندہ واپس ہوا تو بمع رفقاء سفر جناب شیخ حاجی محمد احمد صاحب لوہیا دام فیضہ کے مدرسہ کراچی میں مقیم ہوا۔ مولانا مرحوم کو جب علم ہوا کہ بندہ حصاری کراچی میں مقیم ہے تو آپ نے بندہ کو بمع رفقاء سفر اپنا آدمی بھیج کر اپنے پاس بلایا۔ راقم الحروف بمع رفقاء مسجد محمدی کراچی میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آنجناب نہایت خوش اخلاقی سے ملے اور مصافحہ کیا۔ آخر انجام تبادلہ خیالات کے بعد اختلافی مسائل فروعیہ کو اپنی حد میں رکھ کر تحریری مخاصمت کرتے ہوئے مصالحت ہو گئی۔ الحمدلله علیٰ ذالك۔ پھر اس کے بعد آخری ملاقات جوہر آباد ضلع سرگودھا میں ہوئی جبکہ آپ بحیثیت مریض کے اپنے علاج کی غرض سے وہاں مقیم تھے۔ بندہ لائل پور کسی کام کو گیا تو وہاں سے آپ کی علالت کی خبر پا کر عیادت کے لئے جوہر آباد پہنچا۔ مرحوم باوجود شدّت مرض سے بے بس ہونے کے اُٹھ کر نہایت محبت سے ملے اور اخلاق حسنہ سے پیش آئے جس سے ظاہر ہوا کہ گزشتہ ناراضگی کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ آنجناب نے ایک دو کتابیں ھدیہ دے کر محبت میں اضافہ کر دیا۔ جزاه الله تعالیٰ عنّی جزاءً موفوراً۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ اخلاق حسنہ کے مجسمہ تھے۔ آپ کی زندگی سے آپ کے عقیدت مندوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو اخلاقی مسائل فروعیہ میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

مزید افسوس یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے قرآن مجید کی تفسیر اور بخاری شریف کی تشریح کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا جو عوام کے لئے نہایت مفید تھا وہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے کہ اس دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ انا لله۔ اس پر مزید افسوس کا اظہار کرتا ہوں کہ مرکزی جماعت میں ارکان جماعت میں کوئی ایسا عالم شخص نظر نہیں آتا جو اس عظیم الشان کام کو سرانجام دے سکے۔ صرف ایک مولانا عبدالجلیل صاحب مدیر صحیفہ اہل حدیث مدظلہ، مرحوم کے وزیر و مشیر اعظم باقی رہ گئے ہیں جو یہ کام بخوبی کر سکتے ہیں لیکن وہ معذور ہیں ایک تو وہ ضعیف العمر ہیں۔ دوم صحیفہ کا بوجھ ان کے سر پر

ہے۔سوم علم حدیث کا درس بھی انہی پر موقوف ہوگیا ہے۔پس ان سے تالیف کا کام ہونا غیر ہے اب یہ معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی صورت قائم کرے جس سے یہ کارِ خیر نافع سرانجام پاسکے۔آمین۔

گو آپ کی زندگی میں تو بعض لوگ مخالفت رکھتے رہے لیکن فوت ہونے کے بعد سب نے افسوس کا اظہار کیا کیونکہ مرحوم نے اپنے علمی کارنامہ سے بزبان حال یہ کہہ دیا تھا۔ ؎

بعد میرے روئے گا سارا زمانہ دیکھنا
دھوم سے ہوگا میرا ماتم تمہارے سامنے

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مفسر قرآن وحدیث کو ان کی لغزشوں اور خطاؤں پر عفو درگزر کا پانی پھیر کر جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عنایت فرمائے۔آمین۔

نہ کر حساب ہمارے گناہ بے حد کا
الٰہی تجھے غفور رحیم کہتے ہیں

سلف کا اعلیٰ نمونہ

مکرمی حضرت مولانا الحافظ عبدالغفار صاحب زید مجدہٗ واخوانہٗ۔ **السلام علیکم ورحمة الله:۔**

حضرت الامیر مولانا عبدالستار صاحب مرحوم کی وفات ایک سانحہ عظیم ہے۔ایسے پر آشوب دور میں آپ جیسے عالم باعمل متقی وپرہیز گار قائد کی جتنی زیادہ ضرورت تھی اسی قدر محرومی نصیب ہوئی ہے۔آپ سلف کا اعلیٰ نمونہ تھے۔آپ کی مساعی مسلک اہل حدیث کتاب وسنت کے احیاء کے لئے وقف تھیں۔آپ کی قیادت سے جماعت کو سربلندی اور باہمی محبت ومروّت سے زندگی بسر کرنے کے مواقع میسر آئے ہیں۔آپ کی جدائی نہ پُر ہونے والا واقع ہوا ہے۔

حضرت مولانا! بیشک حضرت مرحوم آپ کے پدر محترم تھے آپ اور مزید اہل خانہ اس لئے بھی سوگوار ہوں گے مگر پوری جماعت اہل حق اس لئے سوگوار ہے کہ ایک متین سرپرست سے محروم ہو چکی ہے بہرحال بندہ آپ کے اس صدمہ میں برابر کا شریک ہے۔اللہ تعالیٰ حضرۃ الامیر کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

یہ خبر سن کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ جماعت غرباء اہل حدیث نے حضرت مولانا کے بعد آپ کو اپنا سرپرست (امیر) منتخب کرلیا ہے۔ بندہ آپ کو اس ذمہ داری پر مبارک دیتا ہے نیز آپ کے لئے دعا گو ہے کہ اللہ آپ کو جماعتی ذمہ داری پورا کرنے کی استقامت بھی عطا فرمائے۔ یوں تو یہ انتخاب اس لحاظ سے بھی درست ہے کہ آپ کو جماعتی کام کرنا کوئی مشکل نہیں کیونکہ والد مرحوم کی وجہ سے جماعتی سرگرمی آپ میں ودیعت کرچکی ہے پھر آپ سیکرٹری بھی رہ چکے ہیں۔ یہ بھی دعا ہے کہ جماعت آپ کے وجود پاک سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔

(مولانا) حکیم، عبدالرحمٰن صاحب) صدر مجلس احرار اسلام مغربی پاکستان (گوجرانوالہ)

التعزية من صاحب السعادة حضرة الشيخ يوسف الفوزان - الموقر- السفيرللمملكة العربية السعودية - تهران- ايران

صاحب الفضيلة الشيخ عبدالقهار السلفى الامين العام لجماعة غرباء اہل حديث - كراشى

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد اطلعت بعد عودتى من اجازة طويلة على برقيتكم وكتابكم المؤرخ ٣/١٠/٦٦ وعلمت بمزيد الاسف وفاة المرحوم فضيلة العلامة الشيخ عبدالستار الدہلوى تغمده الله برحمته واسكنه فسيح جنته والهمنا وذلايه جميل الصبر - نرجو من الله ان يجعل البركة فى خلفه الشيخ الحاج عبد الغفار السلفى وختاما نرجو ابلاغ تعازينا لكافة افراد الجماعة

محبكم فى الله

يوسف الفوزان

ترجمہ: صاحب الفضیلۃ الشیخ عبدالقہار سلفی سیکرٹری جماعت غرباء اہل حدیث کراچی، السلام علیکم ورحمة الله وبركاته وبعد:۔ میں جب ایک طویل رخصت کے بعد اپنے سفارت خانہ میں پہنچا تو مجھے آپ کا ارسال کردہ ایک ٹیلیگرام اور مکتوب ملا۔ جس میں فضیلۃ العلامہ الشیخ عبدالستار الدہلوی کی وفات کا پڑھ کر حد سے زیادہ افسوس ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ

تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں ڈھانک لے اور اپنی وسیع جنت میں ٹھکانا عطا فرمائے۔ ہمیں اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ بارگاہ الٰہی سے امید ہے کہ وہ مرحوم کے جانشین الشیخ الحاج عبدالغفار السّلفی (کی عمر، علم اور عمل میں) برکت عطا فرمائے۔ آخر میں میں جماعت کے جملہ افراد سے اظہار تعزیت کرتا ہوں۔

آپ سے محض لوجہ اللہ محبت کرنے والا

یوسف الفوزان

التعزية من الشيخ المحترم العلامه محمد نصيف الموقر

من جدة فی ١٠/ رجب ١٣٨٦ھ الیٰ کراشی

حضرة الفاضل الاستاذ عبدالغفار السلفی بن الشیخ العلامه عبدالستار رحمه الله المحترم السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته وبعد فقد بلغنی وفات والدکم الشیخ عبدالستار رحمه الله فدعونا له بالرحمة غفرا لله لنا جمیعاً واهنئکم بتقة الجماعة بکم وانتم اهلا ومحلا للتقکم وفقکم ما بعد، لما یحب ویرضاه۔

وانی اقدم العزاء لاخواکم ولجماعة اہل حدیث فی الوالد رحمه الله اعظم الله اجرکم جمیعا۔ وسلام علی الاهل والاخوان ومن هنا یسلمون ویعزونکم۔

ترجمہ: حضرت الفاضل الاستاد عبدالغفار السّلفی بن الشیخ العلامہ عبدالستار رحمہ اللہ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته وبعد:۔

مجھے آپ کے والد شیخ عبدالستار رحمہ اللہ کی وفات کی خبر پہنچی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان پر رحم فرمائے اور ہم سب کی لغزشوں کو معاف کرے۔ میں آپ کو جماعت کا امیر بننے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ حقیقتاً آپ ہی جماعت کی امامت کے اہل تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق دے اور راضی ہو جائے۔

میں آپ کے والد کی وفات پر آپ کے بھائیوں اور جماعت اہل حدیث کے غم میں برابر کا

شریک ہوں۔ میری طرف سے آپ کے اعزہ اور بھائیوں کو سلام قبول ہو۔ یہاں کی جماعت کے دیگر حضرات بھی سلام مسنون اور اظہار تعزیت کرتے ہیں۔

والسلام علیکم

محمد نصیف

الشیخ العلامہ عبدالحق الہاشمی صاحب مدرس مسجد الحرام مکہ مکرمہ کا مکتوب گرامی

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين۔ من ابى محمد عبدالحق الهاشمى الىٰ حضرة الفاضل الجليل العالم النبيل المكرم المحترم فضلية الشيخ عبدالغفار حفظه الله تعالىٰ من الآفات الىٰ يوم القرار۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بعد التحية والاحترام ارفع لسعادتكم ان قد وصلنى الكتابان من فضيلتكم و قبلهما قد وصلنا الخبر عن وفاة والديكم المرحوم وقد كتبت انا والشيخ ابو سعيد صلينا جنازة المرحوم فى المسجد الحرام مع جماعة من السلفيين ودعونا لهٗ ان شاء الله تعالىٰ يسكنه فى الفردوس الاعلىٰ من فسيح جنانه۔

والسلام خير الختام

اخوكم المخلص

ابو محمد عبدالحق الهاشمى المدرس بالمسجد الحرام

١٢/ رجب ١٣٨٦ھ

گلشن توحید اُجڑ گیا

بخدمت جناب واجب الاحترام حافظ عبدالغفار صاحب سلفی۔ زاد مجدکم دوام ظلکم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

گذارش ہے کہ محترم استاد مشفق حضرت الامام صاحبؒ کے انتقال کی خبر نے دل کو مجروح

کر دیا۔اناللہ و انا الیہ راجعون ۔ یہ اندوہناک اور دل کو ہلا دینے والی خبر نے بے جان کر دیا اور آنکھوں سے آنسوں ساون بھادوں بن گئے دل اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ صحیفہ اہل حدیث کا شمارہ آ پہنچا اور مصداق اس شعر کے یقین ہو گیا ہے ۔

الموتُ قدْحٌ کلُّ ناسٍ شارِبوھا القبرُ بابٌ کلُّ ناسٍ داخلوھا

آپ کی وفات سے آپ کے صاحبزادگان، صاحبزادیاں ہی یتیم نہیں ہوئے بلکہ پوری جماعت یتیم ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے رب العزت تو ہی اس غریب جماعت کی سرپرستی فرما اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ آمین۔

جمعہ کی نماز کے بعد غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور مشفق استاد اور حقیقی رہبر کے لئے مغفرت کی دعائیں کی گئیں۔ ہم اور پوری جماعت حضرت الامام کے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور آپ کے پس ماندگان کو رب العالمین صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(غمزدگان محمد حنیف سلفی، محمد صالح سیالکوٹی)

عظیم شخصیت

امیر جماعت اہل حدیث یارو خیل شہر میانوالی رقمطراز ہیں:۔ بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت غرباء اہل حدیث کراچی السلام علیکم۔

بعد سلام مسنون ۔ طالب خیریت بخیریت ہے احوال آنکہ ہمیں معلوم ہوا ہے مولانا عبدالستار صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث دنیا فانی سے انتقال فرما گئے تو ہمارے قلوب کانپ اٹھے آنکھوں سے نہ رکنے والے آنسو جاری ہو گئے آہ! دین کا ایک چراغ گُل ہو گیا۔ حقیقت میں مولانا عبدالستار صاحب ایک عظیم شخصیت تھے۔ مورخہ ۹ ستمبر کو نماز جمعہ کے بعد ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ جماعت اہل حدیث یارو خیل مولانا مرحوم کے خاندان سے دلی ہمدردی کرتی ہے اور اُن کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

آپ کا غم زدہ

(مولانا) محمد شریف (صاحب)

ہوش وحواس جاتے رہے

جناب قائم مقام امام صاحب جماعت غرباء اہل حدیث۔ السلام علیکم۔

آج ۱۶/ جمادی الاول کا رسالہ صحیفہ اہل حدیث ملا۔ حسب معمول سابقہ شوق ومحبت سے کھول کر مطالعہ کیا تو دل بے قرار تھا جونہی سرورق الٹنے کے بعد نظر اندر کے صفحہ پر پڑی تو جلی حروف میں بعنوان قصر اسلام کا ایک عظیم ستون ڈھے گیا نظر آیا تو منہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا۔ ایک دو سطور پڑھنے کے بعد ہمارے ہی مقتدر امام صاحب کے واصل باللہ ہونے کی خبر پائی اور ہوش وحواس جاتے رہے، اشکوں کا سیلاب آنکھوں میں امنڈ آیا آخر سوچا کہ یہ کیا ماجرا ہے کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگیا بار بار خبر مذکور پڑھ پڑھ کر حیرت میں رہا کہ یا اللہ یہ کیسے حروف پڑھ رہا ہوں یہ حروف صحیح ہیں یا نظر دھوکہ کھا رہی ہے، میں باہوش وحواس بیٹھا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں کیونکہ امام صاحب کی کوئی خبر علالت نہیں پہنچی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ دوست آگئے جنھوں نے پریشانی وافسردگی کا سبب پوچھا تو اپنے میں بولنے کی سکت نہ پا کر رسالہ دوستوں کو دکھایا انہوں نے بھی اس خبر جانکاہ کو پڑھ کر رنج وغم کا اظہار کیا کہ ایسی ہستی کا دنیا سے چلا جانا دنیائے اسلام اور جماعت کے لئے حادثہ عظیم ہے یہ خلا تا قیامت پر ہونا مشکل ہے۔ مگر جو وقت اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے اس میں کمی بیشی کا ہونا محال ہے۔ یہ بندہ ناچیز جماعت مرکز اور خاص کر فرزندان امام صاحب اور آپ کے رنج وغم میں برابر کا شریک ہے اور جو جماعت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آن پڑی ہیں ان کو نبھانے کی اللہ رب العزت توفیق عطا فرمائے۔ اور آخر میں بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ امام صاحب کو غفر اللہ تعالیٰ لہٗ ورحمہٗ وادخلہٗ الجنۃ الفردوس آمین۔ اور پسماندگان کو اللہ تعالیٰ ثابت قدمی اور صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں اپنے دین کی خدمت کے لئے امام صاحب کا کوئی نعم البدل عنایت کردے۔ آمین۔ فقط والسلام

رحمت رب قدیر کا امیدوار

العاجز محمد صدیق ولد علی محمد مہاجر فیروز پوری

تعزیتی معروضانہ پیغام

بہ ملاحظہ خدمت محترمی ومکرمی جناب مولانا عبدالجلیل خان صاحب ومحترمی ومکرمی مولانا

حافظ عبدالغفار صاحب السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہ'

وبعد استدعاء عافیۃ الجانبین۔ نہایت مغموما نہ ومحزومانہ عریضہ ارسال خدمت ہے کہ جناب مولانا حافظ القرآن والحدیث امام الغرباء عبدالستار صاحب مرحوم ومغفور تاب اللہ اثراوجعل الفردوس مثواہ کے ناگہانی انتقال پرملال کی اخباری اطلاع سے ازحد رنج وصدمہ ہوا چنانچہ یوم جمعہ جماعت کثیرہ نے نماز جنازہ بغرض نجات اخروی ابدی ادا کی۔ بارہ گاہ ایزدی میں دعا ہے کہ آپ کے پسماندگان کو مستقل صبر وسکون عطا فرمائے اور کتاب وسنت کے مطابق اعتقادی وعملی اصلاح کی توفیق عنایت فرما کر حقیقی جائے نشینی کی تبلیغی خدمات سے سرفراز فرمائے احقاق حق و باطل کی ذمہ داری سے سبکدوش اورنجات اخروی ابدی کا حقیقی مستحق بنائے۔ (آمین ثم آمین)

آہ! جناب مولانا مرحوم ومغفور سے تحقیقی مسائل وفتاوٰی ومناظرانہ ومذاکرانہ تعلقات دہلی، بھٹنڈہ، ریاست پٹیالہ وسنام وفاضلکا وکراچی وغیرہ بہت گہرے تادم واپسیں رہے کیا مجسمۂ خلق شخصیت، وہ چہرہ بُشرہ سے متین نظر آیا کرتے تھے اور طبیعت میں حلم پیشانی پُرخندہ نظر آیا کرتی تھی۔

آہ! مولانا مرحوم ومغفور محدث عبدالوہاب صاحب کی حقیقی جائے نشینی کو بخیر وخوبی انجام دیتے رہے لہذا آپ کا فرض شرعی یہ ہے کہ کتاب وسنت کے مطابق فرض منصبی اور اعتقای وعملی احقاق وابطال باطل کے استیصال میں صرف کرتے رہیں۔

(مولانا) عبدالرحمان عفاعنہ المنان۔ بھاولنگر

جناب محترم پیر محمد القریشی کا مکتوب

الیٰ حضرۃ الفاضل جناب مولانا عبدالغفار صاحب المحترم سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہ:۔

محترم آج یوم الجمعہ کو جناب حضرۃ امام صاحب مرحومؒ کے وفات حسرت آیات کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ رب العزت اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے محترم موت ہر جان دار کے لئے برحق ہے۔ آج نہیں توکل۔ بہرصورت فنا کا ذائقہ سب کو چکھنا ہے۔ مگر بے وقت موت پر دلی صدمہ ہوتا ہے۔

نیازمند۔خادم العلام پیر محمد القریشی عفی عنہ
سیکھاٹ۔ضلع حیدرآباد سندھ

علم وعمل کے پیکر

(جماعت غرباء اہل حدیث لاہور کی قرارداد) موتُ العالِم موتُ العالَم

مورخہ ۳۰راگست کو روزنامہ کوہستان میں یہ خبر پڑھ کر پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور ان سے نہ رکنے والے آنسو جاری ہو گئے کہ حضرت الامام مفسرِ قرآن والحدیث مولانا الحاج الحافظ ابو محمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس قحط الرجال کے دور میں جبکہ چاروں طرف سے باطل کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ باطل نے اپنی طاقتوں کو اسلام کے خلاف جمع کر لیا ہے۔شرک وکفر زوروں پر ہے۔تمام بڑے بڑے عالم اٹھتے جا رہے ہیں۔ اور ان کی مسندیں خالی پڑی ہیں۔ ایسے وقت ہمارا حضرۃ الامام جیسی شخصیت سے محروم ہو جانا انتہا درجہ کی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔جس طرح مولانا ثناءاللہ صاحب کی وفات سے خاندان ثنائی یتیم ہو گیا۔جس طرح مولانا داؤد غزنوی کی وفات سے خاندان غزنوی یتیم ہو گیا۔جس طرح حافظ عبداللہ روپڑی کی وفات سے روپڑی خاندان کو ٹھیس عظیم پہنچی۔اسی طرح آج جماعت غرباء اہل حدیث کے لئے ایک عظیم سانحہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

جماعت غرباء اہل حدیث لاہور حضرۃ الامام کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتی ہے۔ اوران کے لواحقین سے پوری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔دعا ہے کہ اللہ کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

میدانِ توحید وسنت کے نامی شہسوار

(مدرسہ دارالقرآن والحدیث لائلپور کی قرارداد تعزیت)

محترم المقام جناب قاری عبدالغفار صاحب سلفی زیدہ مجدہ السلام علیکم

ورحمۃ اللہ! ۳۰ راگست ۶۶ء کو طلباء مدرسہ دارالقرآن والحدیث لائلپور کا ایک جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب خائف زید شرفہٗ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت العلام الحافظ مولانا عبدالستار صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال پر تعزیتی قرارداد پیش کی گئی۔ اور اہل اسلام کیلئے اسے ایک جان کاہ حادثہ قرار دیا گیا جس سے ایک ناقابل پُر خلا پیدا ہو گیا ہے۔ سچ ہے موتُ العالِم موتُ العالَم حضرۃ العلام حافظ عبدالستار صاحب محدث دہلویؒ ایک کبیر الشان محدث، مفسر القرآن، شرافت وصداقت کا گہوارہ اور میدان توحید وسنت کے ایک نامی شہسوار تھے۔ مرحوم ومغفور واقعیت میں مولانا المحترم حافظ عبدالوہاب صاحب محدث دہلویؒ کے صحیح جانشین، اسوہ سلف کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ مداہنت اور مصلحت نوازی کے پاس بھی نہ پھٹکتے تھے۔ آہ! مرحوم اپنے مالکِ حقیقی کے دربار میں پیش ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ﴿کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام﴾ ... ہمارا ادارہ آپ کے رنج وغم میں برابر کا شریک ہے اور آپ سے تعزیت کرتا ہے۔ خداوند کریم آپکو خصوصاً اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ ووسع مدخلہ وابدلہ داراً خیراً من دارہ۔ الخ آمین ثم آمین

بطور مشورہ ایک عرض ہے کہ حضرۃ العلامؒ کی نوشتہ ''نصرۃ الباری'' اور ''تفسیر ستاری'' کو نفع عام کے لئے طبع کرایا جائے۔ نیز بطور صدقہ جاریہ دونوں کاموں کو اکمال واتمام تک پہنچانے کے لئے کسی عالم باعمل کے ذمہ لگایا جائے تاکہ یہ اشاعتی پروگرام فیض کا باعث ہو۔

والسلام خیر المتام

محمد داؤد سیف امرتسری مدرسہ دارالقرآن والحدیث لائلپور ۲ رستمبر ۶۶ء

شریعت کے اسرار ورموز کا عارف جاتا رہا

(جناب محترم حفیظ اللہ صاحب لاہور سے ارقام فرماتے ہیں)

مکرم ومعظم ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ:

آہ! کیوں کر کہیے کہ فلک علم وفضا کا آفتاب درخشندہ غروب ہو گیا۔ بزم انس وقدس کی شمع فروزاں گل ہو گئی۔ تقویٰ وطہارت کا لعل شب چراغ گم ہو گیا۔ شریعت کے اسرار ورموز کا عارف

جاتا رہا۔ تصدق اور مکارم اسلامی کے ایوان میں خاک اڑنے لگی۔ جو کل تک لاکھوں انسانوں کے لئے طبیب عیسیٰ انفس تھا۔ خود وہ موت کی آغوش میں جا سویا۔ ملت بیضا کا سہارا فرزندان توحید کی امیدوں کا مرجع۔ پیران دین محمدیؐ کی تمناؤں کا مرکز راہی ملک عدم ہوگیا۔ یعنی جماعت اہل حدیث کے مقتدر و محبوب امام مفسر القرآن والحدیث حضرت مولانا الحاج الحافظ ابومحمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی نے ۲۹ راگست کی شام کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

معاف کیجئے، میں ایک ذاتی بات کہتا ہوں لیکن اس لئے کہتا ہوں کہ اس کا کہنا ناگزیر ہے۔ میں۔ نے بڑا اکثر دل پایا ہے اور اچھے خاصے کسیلے کاٹے ہیں لیکن میں نے ضبط وتحمل کو حتی المقدور اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ مجھے یاد ہے اور یاد پر شرم بھی آتی ہے کہ میں اپنے نانا مکرم ومحترمؒ کی موت پر بھی آنسوؤں سے نہیں رویا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب ۳ رستمبر کے صحیفہ اہل حدیث کے صفحہ اول پر حضرت مولاناؒ کی وفات کی خبر نظروں سے گذری تو آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیل رواں بہہ نکلا۔ اس کی وجہ محض یہ نہ تھی کہ ایک عظیم شخصیت جو تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اہل حدیث حضرات کے لئے خصوصاً ایک سانحۂ عظیم ایک المیہ بے مثال کی کیفیت رکھتی ہے بلکہ زیادہ تر یہ تھی۔ کہ اَب وہ ہاتھ بے جان ہوگیا ہے کہ جس کی تحریر خون دل کی سرخیوں سے مستعار اور ملت کے درد وسوز کی آئینہ دار تھی۔ وہ سیلٹی بے پناہ ساکن ہوگئی کہ جب لہراتی تھی تو ملت کے مطلع تاریک پر ایک موجِ برق کی صورت دوڑ جاتی تھی۔ وہ بادل اڑتا تھا کہ جب گرجتا تھا تو برستا بھی تھا اور مسلمانوں کی کشتِ ناتواں کو سیراب کرتا تھا۔

حضرت مولاناؒ کی وفات ایک فرد، ایک شخص اور ایک انسان کی موت نہیں ہے بلکہ ایک خاص دور ایک عہد اور حیات ملی کے صحیفہ کے ایک باب کا اختتام ہے۔ آج جب کہ لادینیت، تشکیک، مادیت، الحاد اور زندقت کی بیماریاں انسان کی روح کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ انسانیت درد وکرب سے چیخ اٹھی ہے اور عقل جواب دے چکی کہ وہ ان بیماریوں کے علاج سے قاصر ہے۔ اور آج جب کہ دین کی عمارت کی بنیادیں کھوکھلی ہوگئی ہیں۔ دین کے درخت کی جڑیں سوکھ گئی ہیں۔ اور آج جبکہ نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، اکثریت دین سے برگشتہ ہو رہی ہے وہ اللہ کے وجود میں متشکک، وہ وحی وتنزیل کے منکر، ان کی نظر میں ملائکہ کا وجود واہمہ کی

خلاّقی، وہ حیات بعد الممات پر خندہ زن۔۔۔اس لادینیت پر یلغار کرنے کے لئے اللہ کی مخلوق کو سر چشمہ محمدی سے سیراب کرنے کے لئے مخلوق الٰہی پر ابر رحمت بن کر برسنے کے لئے ان سوکھے ہوئے درختوں کی جڑوں کی آبیاری کرنے کے لئے جو ہر دین کو مخلوق الٰہی کی رگ وپے میں اتارنے کے لئے، شرک وبدعت کا سیل رواں بند کرنے کے لئے حضرت مولاناؒ کی اشد ضرورت تھی۔لیکن یہ عظیم شخصیت ردائے موت سے منہ لپیٹے لحد کی کنج تاریک وسرد میں ابد کی نیند سو رہی ہے۔

مولانا مرحوم اٹھ گئے۔آج ہماری محفلیں سونی، ہمارے ہنگامے خاموش اور ہمارے لب پیوستہ ہیں۔اور اگرچہ اب بھی جینے والے جئیں گے، کہنے والے کہیں گے، سننے والے سنیں گے، لکھنے والے لکھیں گے اور پڑھنے والے پڑھیں گے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذرّہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ مادر گیتی ہر طفل کو اپنی انگلی سے لگاتی اور زندگی کا راستہ دکھاتی ہے لیکن مولاناؒ جیسی شخصیت بہت کم پیدا ہوتی ہے۔وہ مادر گیتی کی انگلی کو چھوڑ کر نہ صرف خود اپنا راستہ تلاش کرتے اور برسوں کی منزلیں ہفتوں میں طے کرتے ہیں بلکہ ہم رہان سُست گام کو بھی آگے بڑھاتے اور ایسی نئی نئی منازل کو زیر قدم لاتے ہیں جہاں تک رسائی فوز عظیم کی نوید دیتی ہے۔اللہ نے توفیق دی تو ہم ہی میں سے ایسے لوگ اٹھیں گے جو دین کی بنیادیں برابر استوار کرتے رہیں گے۔جو اپنی بساط کے مطابق سخن فن کو زبان پر لائیں گے اور حق المقدور ابلاغ کے فرائض ادا کریں گے۔لیکن وہ طنطنہ کہاں سے آئے گا۔جو مولاناؒ کی سخن سے خاص تھا۔وہ بے باکی اور بے حجابی کہاں سے پیدا ہوگی کہ جو ان کی تحریر وتقریر وتفسیر کی جان تھی۔اور وہ کمان کہاں سے میسر آئے گی جس کی زد براہ راست دلوں پر پڑتی تھی۔

ہو بہو کھینچے گا، لیکن عشق کی تصویر کون؟
اُٹھ گیا ناوک فگن، مارے گا دل پر تیر کون؟

غفر اللہ لہ رحمہ وادخلہ الجنۃ الفردوس۔آمین ثم آمین

والسلام علیکم

محمد حفیظ اللہ

کراچی کے ایک عظیم المرتبت عالمِ دین کا انتقال پرملال

حضرت محترم مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار مدیر ہفت روزہ نوائے ملّت مردان رقمطراز ہیں!

ہمیں یہ خبر سن کر دلی رنج ہوا۔ کہ جماعت غرباء اہل حدیث کے محبوب امام مفسر قرآن اور محدث حضرت مولانا الحافظ الحاج ابومحمد عبدالستار صاحب دہلویؒ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ کو اس دار فانی سے دار البقا کو رحلت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم کی نماز جنازہ میں کراچی اور اکناف کے لوگ بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ مرحوم کے بھائی اور قائم مقام امام حضرت مولانا الحاج عبدالجلیل خاں صاحب نے پڑھائی، ہم اس مصیبت عظمیٰ میں مرحوم کے تمام لواحقین کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

عرب وعجم بلکہ تمام جہاں کا صدمہ

(جناب محترم مولانا محمد صدیق صاحب اعظمی جھنگوی تحریر فرماتے ہیں)

محترم جناب برادر مکرم الحاج الحافظ صاحب وقاری صاحب وجناب استاذ المکرّم محترم مولانا عبدالجلیل صاحب زید مجدکم وتقوٰکم۔ اسلام علیکم ورحمة الله وبر کاته!

عرض حال جمعرات بعد نماز عشاء سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ ہمارے گاؤں بدھوآنہ کی چند خواتین وریام اسٹیشن سے یہ خبر حزیں سن کر آئیں کہ مفسرِ قرآن۔ امام زمان شیخ الحدیث جناب الحاج مولانا عبدالستار صاحبؒ تین روز پہلے اپنے رب تعالیٰ کے بلاوے کو قبول کرتے ہوئے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ هُوَ الْمُسْتَعَانِ﴾ ... ﴿يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَل﴾

زبان پر جاری ہوگئے۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا۔ یہی حالت گھر کے تمام افراد کی تھی بلکہ تمام گاؤں والوں کی خاص کر والد صاحب وچچا صاحب وپھوپھی صاحبہ۔ یہ سب لوگ رات بھر اسی تاسف وغم میں ڈوبے رہے دل حزیں میں تصورات آئے۔

آہ! واقعی آج پاکستان کی سرزمین علم وعمل کے لحاظ سے یتیم ہوگئی ہے اب تفسیر قرآن

وترجمہ بخاری شریف کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔ بھائی سوگوار یہ صدمہ ایک گھریا خاندان کا نہیں ہے۔ بلکہ عرب وعجم اور تمام جہاں کا ہے۔ صحیح کہا کسی کہنے والے نے موت العالِم موت العالَم۔ الارض تحیا اذا ماعاش علمیھا فاذا یمت عالم منھا یمت طرف" کا نقشہ ہے۔ آج خدا جانے کتنے میرے جیسے پیاسے چشمہ صافی بند ہونے سے رو رہے ہیں۔ اس جان کاہی صدمہ پر کیا لکھوں اور کیسے لکھوں۔ انشاء اللہ حواس ٹھیک ہونے پر مفصل لکھوں گا۔ میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔ فقط والسلام

حق کے بیباک مبلّغ اور باطل کے لئے ننگی تلوار

(حضرت محترم مولانا ابوحفص صاحب عثمانی اپنے مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں)

محترم مولانا زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مورخہ ۲۹/۸/۱۹۶۶ء سے تا ایں دم "عوامی ہسپتال ملتان چھاونی" میں ہوں۔ میرے خسر بزرگوار مولانا ابوالوصف قادر بخش صاحب دائرہ دین پناہ شدید طور پر بیمار ہو کر داخل ہسپتال ہیں اور میں ان کا تیماردار۔ جماعتی حالات وکوائف سے بے خبر۔ مورخہ ۱۶/۹/۶۶ء کو دائرہ دین پناہ اپنے اہل وعیال کی خبر گیری کے لئے پہنچا۔ تو اس دوران کی آمدہ ڈاک بھی ساتھ لایا۔ صحیفہ اہل حدیث کے صفحہ اول پر جب یہ خبر پڑھی کہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مفسر القرآن والحدیث امام جماعت غرباء اہل حدیث اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ تو دل ودماغ پر ایک بجلی سی کوند گئی۔ ہوش وہواس گم ہو گئے۔ جسم شل ہو کر رہ گیا۔ ہاتھ وقلم میں رعشہ، لکھوں تو کیا لکھوں؟ اطمینان وسکون مفقود ہے۔ پوری جماعت مغموم وملول اور محزون ومایوس ہے۔

بلاشبہ محترم مولاناؒ اس وقت کے بہت بڑے محقق، فاضل اور جیّد عالم تھے۔ توحید وسنت کے معاملہ میں مصلحت اور مداہنت تو انہیں چُھو کر بھی نہیں گئی تھی۔ وہ حق کے بیباک مبلغ اور باطل کے لئے ننگی تلوار تھے۔ مرحوم ومغفور اپنی ذات کے اعتبار سے ایک انجمن، ایک چلتا پھرتا ادارہ تھے۔ موصوف معدن علم وفضل، پیکر حیا، مامن دین وتقویٰ۔ مصدر فیوض وبرکات۔ مبلغ رشد و ہدایت، عالم باعمل اور آفتاب تحقیق تھے۔ آپ کی وفات حسرتِ آیات پر سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں:۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ویسے تو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی صحت کو روگ لگ چکا ہے۔لیکن جب وہ مورخہ ۶ رمئی ۶۶ ءکو لائلپور بمعیت برادرم مولوی عبدالقہار صاحب تشریف لائے۔تو میں بھی حصولِ شرف زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد نماز جمعہ مختصر ملاقات ہوئی۔ اور یہی مختصر ملاقات میرے لئے آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ دوران گفتگو میں چند گذشتہ یادیں بھی تازہ ہو گئیں۔لیکن ان کی شکل وصورت اور نقاہت وورم کو دیکھ کر ہی اندازہ لگایا کہ مرض تشویشناک حالت میں داخل ہوچکی ہے اور یہ چراغ بھی بجھا چاہتا ہے۔ بالآخر وہ ساعت آن پہنچی کہ جہاں انسانی طاقتیں مجبور اور بے بس ہو جاتی ہیں۔ ؎ رباعی

محفوظ نہیں ہے دام اجل سے کوئی جاندار — اس پختہ حقیقت سے مگر کس کو مفر ہے
اس راہ سے گزرنا ہے ہر شخص کو اک بار — ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ ہو ولی ہو کہ پیمبر

محترم مولانا! موصوف علم وعمل اور زہد وورع کی سچی تصویر اور جود وسخا کے پیکر تھے۔ان کی علمی خدمات تاریخ اہل حدیث کا ایک روشن باب ہے۔ان کی وفات سے میرا دل ودماغ سخت متاثر ہے۔

محترم مولانا عبدالجلیل خاں صاحب مدیر صحیفہ پر کیا بیت رہی ہوگی۔ کہ وہ ان کے بچپن کے رفیق اور علمی میدان میں ان کے معاون وہمدرد تھے۔ ؎

ویراں ہے میکدہ، خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے، کہ روٹھ گئے دن بہار کے

آپ اور آپ کے جملہ خاندان کے لئے ان کی مفارقت سخت پریشانی کا باعث ہو رہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حادثہ جان کاہ میں مولانا مرحوم کے ورثا، رفقا، تلامذہ اور جماعت اہل حدیث پاک وہند کے ہزاروں عقیدتمندوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور موصوف کو جنت الفردوس اور اعلیٰ علیّین میں ٹھکانہ دے۔

والسلام شریک غم ابوحفص عثمانی دائرہ دین پناہ ضلع مظفر گڑھ

جمعیت اہل حدیث نواب شاہ

محترم جناب مولانا عبدالجلیل صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث کراچی السلام

علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد معروض ہوں کہ گذشتہ جمعہ یعنی ۲/۹/۶۶ء کو جناب حضرت مولانا عبدالستار صاحب مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ بعد نماز جمعہ یہاں مسجد اہل حدیث نواب شاہ میں بصد عجز ونیاز پڑھی گئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت مولانا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرما دے اور پسماندگان وجملہ احباب وجماعت کو صبر کی توفیق عنایت فرما دے۔ دعا ہے کہ حضرت مولانا کی وفات سے جماعت میں جو خلا واقع ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیں۔ اور جن کاموں کو حضرت مولانا نے شروع کیا ہوا تھا انہیں پایہ تکمیل تک پہنچا دے۔ آمین۔

دعا گو

محمد بشیر نواب شاہ

پشتارہ حسنات

(حضرت مولانا الحاج ڈاکٹر عبدالغفار صاحب الخیری ارقام فرماتے ہیں)

بخدمت جناب حضرت مولانا مکرم نائب امیر زاد اللہ امجدکم جماعت غرباء اہل حدیث کراچی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت مولانا عبدالستار صاحب کی رحلت کی خبر نے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری کی کہ بیان سے باہر ہے۔ یوں تو خامیاں ہر بشر میں ہوتی ہیں لیکن پشتارہ حسنات کا اٹھ جانا یقیناً اگر اللہ تعالیٰ اپنے رحم وکرم سے نعم البدل عطا نہ فرمائے تو حد درجہ بدنصیبی کی بات ہے۔ مولوی صاحب اللہ ان پر اپنا رحم وکرم فرمائے۔ خطاؤں سے درگزر فرمائے اور رحمتیں اور انعامات سے نوازے جن خوبیوں کے آدمی تھے وہ شاید میں آپ حضرات اہل جماعت اہل حدیث سے زیادہ جانتا ہوں اور بستر مرض سے اللہ کی جناب میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امام صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے اور جماعت کو ان کے نعم البدل سے نوازے۔

میں اپنے قلب کی کیفیت کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اللہ خوب واقف ہے۔ میری طرف سے تمام جماعت کو سلام فرما دیجئے اور کہہ دیجئے کہ آپ کو یقین آئے یا نہ آئے مگر میں آپ سے زیادہ آپ کے غم میں شریک ہوں۔ والسلام وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

محمد عبدالغفار الخیری

قطر الدوحہ

(جناب شیخ مساعد امیر جماعت تحریر فرماتے ہیں)

اناللہ وانا الیہ راجعون ﴿كل نفس ذائقة الموت﴾ (اعظم الله اجركم)

منجانب امیر جماعت غرباء اہل حدیث قطر الدوحہ جناب المکرّم الحاج مولانا عبدالغفار صاحب سلفی السلام علیکم المحترم حضرت الامام مولانا عبدالستار صاحب کی وفات کی خبر جنگ اخبار میں پڑھی گئی۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور آپ جمیع کو اور ہم جمیع کو اس سانحہ عظیم سے صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ ﴿كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام﴾۔ میں یہاں پر ایک خاص بات ظاہر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں نے صحیفہ اہل حدیث کا سعودی عرب نمبر پڑھا جس میں ملک فیصل کے پاکستان دورہ پر آنے کے حالات اور مولانا امیر صاحب مرحوم کی ان کی ملاقات اور غیر شرعی امر یعنی فوٹو لینے والوں کو امام صاحب کا روکنا درج تھا۔ یہاں اب میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام صاحب مرحوم کو کلمہ حق کہنے میں بیباک اور لا يخافون لومة لائم مبلغ ومجاہد بنایا تھا ورنہ ایسے موقعہ اور ایسی مجلس میں حق بات کہنے کی کس کو جرأت ہوسکتی ہے۔ فرمایا باری تعالیٰ نے۔ ﴿الله ولي الذين آمنوا . حسبنا الله ونعم الوكيل﴾۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب العالمین امام صاحب پر اپنا رحم خاص فرما کر جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے اور ہم جمیع کو بھی شیطان لعین کی مکار چالوں سے بچائے۔ آمین۔

والسلام

شیخ مساعد امیر جماعت غرباء اہل حدیث

چٹاگانگ سے جناب نعیمی صاحب کا تار بنام مولانا عبدالغفار

امام جماعت مولانا عبدالستار کی وفات پر ہمیں دلی صدمہ پہنچا ہے۔ عالم کی موت تمام جہان کی موت ہے۔ صبر کے لئے دعا کرتے ہیں۔۔۔

نعیمی معرفت سار سنز۔ چٹاگانگ (مشرقی پاکستان)

عظیم شخصیت

(مولانا محمد شریف صاحب امیر جماعت اہل حدیث یاروخیل شہر میانوالی رقمطراز ہیں)

بخدمت جناب سکریٹری صاحب غرباء اہل حدیث کراچی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد سلام مسنون۔ طالب خیریت بخیریت ہے احوال آنکہ ہمیں معلوم ہوا ہے مولانا عبدالستار صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث دنیا فانی سے انتقال فرما گئے۔ تو ہمارے قلوب کانپ اٹھے آنکھوں سے نہ رکنے والے آنسو جاری ہو گئے۔

آہ! دین کا ایک چراغ گل ہو گیا۔ حقیقت میں مولانا عبدالستار صاحب ایک عظیم شخصیت تھے۔ مورخہ ۹ ر ستمبر کو نماز جمعہ کے بعد ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ جماعت اہل حدیث یاروخیل مولانا مرحوم کے خاندان سے دلی ہمدردی کرتی ہے اور ان کے غم میں برابر کی شریک ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

آپکا:۔ محمد شریف

عالم اسلام کو نقصان

محترمی ومکرمی جناب قائم مقام امام صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
صحیفہ اہل حدیث کے شمارہ مورخہ ۲۶/۹/۳ء سے یہ خبر پڑھ کر کہ حضرت مولانا الحاج الحافظ ابومحمد عبدالستار صاحب کا اس جہان فانی سے انتقال ہونے سے سخت صدمہ ہوا۔ یہ انتقال پر ملال نہ صرف ان کے حلقہ اثر کے لئے باعث ذہنی تکلیف ہے بلکہ عالم اسلام کو بھی بہت ہی نقصان پہنچا ہے۔ ایسے عالم اور عامل کا میسر آنا بہت مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے ان کی وفات حسرتِ آیات سے علماء حق میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا پر ہونا دور حاضر میں مشکل نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اللہ کریم عمرِ طویل عطا فرمائے تاکہ آپ بھی دین کی خدمت دیرپا کر سکیں اور جماعت غرباء اہل حدیث کی صحیح طور پر سرپرستی ہو سکے۔ آمین

میرے اہل خانہ مرحوم سے بیعت شدہ تھے انہوں نے بھی اس موقع پر تعزیت کا اظہار کیا ہے

(غلام احمد سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر کیمل پور)

تعزیتی فون

حضرت مولانا عبداللہ صاحب خطیب جامع مسجد کریمیہ اہل حدیث جھال خانوآنہ لائل پور نے بذریعہ ٹیلیفون حضرت امام صاحب نوراللہ مرقدہ کی تعزیت کی اور جماعت کی پاس کردہ ایک قرارداد لکھوائی۔ مولانا صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہمیں کراچی سے فون پر یہ اطلاع ملی ہے کہ حضرۃ الامام صاحب وفات پا گئے ہیں۔ ہمارا فوراً ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد پاس ہوئی۔

ابھی ابھی کراچی سے خبر آئی ہے کہ مفسر قرآن ومحدث دوراں حضرت مولانا حافظ الحاج ابومحمد عبدالستار صاحب کی وفات ہوگئی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی وفات سے جو جگہ خالی ہوئی ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے۔ مولانا کی وفات سے جماعت اہل حدیث کو بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ جماعت اہل حدیث جھال خانوآنہ انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے اور جماعت پسماندگان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جناب حاجی عبدالواحد صاحب۔ واحد انجینئرنگ لائل پور نے بھی فون پر تعزیت کی اور صاحبزادگان کو صبر کی تلقین فرمائی۔

کتاب وسنت کی عملی نورانی تصویر

حضرت محترم مولانا حافظ محمد شریف صاحب صدر انجمن اہل حدیث رجسٹرڈ سیالکوٹ تحریر فرماتے ہیں:۔

برادر محترم جناب مولانا عبدالغفار صاحب سلفی سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! بندہ کی طبیعت قدرے علیل تھی تاہم سیالکوٹ ایک جگہ جنازہ کے لئے گیا وہ جماعت کے نہایت بزرگ مولوی حبیب اللہ صاحب سیالکوٹی تھے۔ میں جب جنازہ پڑھ کر ایک طرف ہوا تو ایک شخص نے میرے کان میں کہا کہ آپ کو پتہ ہے کراچی آپ یقین جانیے اس خبر کہ حضرت مولانا عبدالستار دہلویؒ کراچی اللہ کو پیارے ہوگئے پر مجھے قطعاً اعتبار نہ آیا۔

بعد میں ایک جلسہ پر جانے سے معلوم ہوا کہ واقعی شیخ القرآن والحدیث کتاب وسنت کی عملی

نورانی تصویر محض اللہ کے لئے ہر کام اور ہر عمل و ہر بات نیز مسنون زندگی کے پیکر ﴿انّ صلوتی ونسکی﴾ کا پورا پورا نقشہ حضرت عائشہؓ طیبہ کے الفاظ جو حضور ﷺ کی بابت ((خلقہ القرآن)) اسی طرح سید الرسل کی تابعداری میں ہمارے امام حضرت العلام اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ایک جماعت جم غفیر سیالکوٹ کے ساتھ میں نے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔ اور سب احباب سیالکوٹ اشکبار آنکھوں سے آپ کے اور پورے خاندان کے ساتھ برابر کے شریک غم ہیں۔ خدائے قدوس انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

اللہ آپ کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ میری طرف سے تمام جماعت سے سلام مسنون عرض کریں میں اپنے دل کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

بہت سی خوبیوں کے مالک

(حیدرآباد سے ڈاکٹر ایم ایس اسحاق صاحب تحریر فرماتے ہیں)

﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ ۔عزیز القدر مکرمی جناب مولانا سلفی صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ:

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ اخبار جنگ میں پڑھی کہ آپ کے والد ماجد صاحب مولانا الحاج الحافظ عبدالستار صاحب محدث دہلوی اس دار فانی سے مورخہ ۲۹ راگست ۱۹۲۶ء کو رخصت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت العلامہ مولانا مرحوم موصوف بہت سی خوبیوں کے مالک تھے اور علم قرآن وحدیث کی تبلیغ میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ موت مولانا موصوف کی موت نہیں ہے بلکہ موت العالِم موت العالَم ہے۔ اس دور میں جہاں پر حق گوئی جرم ہے۔ آپ ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کے فرامین پر کاربند رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے اور خود بھی عمل فرماتے تھے۔ خواہ وہ رئیس ہو، تاجر ہو، مالدار ہو۔ بلکہ حاکم وقت ہی کیوں نہ ہو۔ حق بات کہہ دینا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے۔ اور علم وفضل کے اعتبار سے مرحوم عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی جگہ پُر ہونی نہایت ہی مشکل ہے۔ خداوند قدوس سے بدست دعا گو ہوں کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

آپکا مخلص :۔ ڈاکٹر ایس ایم اسحاق اصغر مینجر اسلامیہ بوائز گرلز پرائمری اسکول (رجسٹرڈ) شاہ لطیف آباد حیدر آباد

ایک جہاں کی موت

(جناب شیخ محمد یوسف صاحب ناظم انجمن اہل حدیث ہر پہ ضلع منٹگمری تحریر فرماتے ہیں)

جناب محترم قاری عبدالغفار صاحب السلام علیکم : مزاج شریف ۔ المرام آنکہ حضرت مولانا عبدالستار صاحب کی وفات کی خبر سنی سخت افسوس ہوا۔ ایسے علماء کا فوت ہونا جماعت کے واسطے سانحہ عظیم ہے۔

موت العالِم موت العالَم کے تحت یہ ایک جہان کی موت ہے ان کی دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ خصوصاً ترجمہ قرآن پر فوائد ستاریہ، بخاری شریف کا ترجمہ وتشریح لوگوں پر احسان عظیم ہے۔ اللہ کریم ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین اور آپ کو اور لواحقین مرحوم کو صبر وتحمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ نیز جماعت میں ان کا نعم البدل پیدا کرے۔ انجمن اہل حدیث ہر پہ شہر اس غم میں آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں

ہندو پاکستان کی جماعت یتیم ہوگئی

(جناب مولانا جان محمد صاحب امیر جماعت ضلع رحیم یار خاں کا تعزیت نامہ)

﴿اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون﴾۔

بخدمت جناب برادر محترم حضرۃ الحافظ قاری مولانا عبدالغفار صاحب سلفی۔ السلام علیکم ورحمة الله وبركاته۔

آج رات میں نے اخبار انجام کراچی کے آخری صفحہ پر یہ افسوس ناک اور اندوہناک خبر پڑھی کہ علم توحید وسنت ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہوگیا۔ اور علم وعرفان کا آفتاب غروب ہوگیا۔

حضرت الامام صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر میں یک دم حیران وششدر رہ گیا۔ اور گویا ایک قسم کا سر پر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ غموں کے بادل چھا گئے اور آنکھوں سے زار وقطار آنسو جاری ہو گئے۔

آہ! افسوس صد افسوس ۔ نہ صرف آپ بلکہ ہندو پاکستان کی جماعت اہل حدیث یتیم ہو

گئی۔قلم کو تعزیت نامہ لکھتے جنبش آ رہی ہے۔ دل غمزدہ ہو کر غوطے کھا رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک ہفتہ پہلے میری خواہش تھی کہ حضرت الامام صاحب اور جماعت غرباء اہل حدیث اور صحیفہ اہل حدیث اور مولانا محمد عبداللہ صاحب نیز مولانا عبدالجلیل صاحب کی سوانح حیات حضرت الامام صاحب کی زندگی میں مرتب ہو کر شائع ہو جائے تو بہت ہی موزوں اور جماعت کی ترقی واستحکام کا باعث ہوگا۔

مگر کیا پتہ تھا کہ ۲۹ راگست ۱۹۶۶ء کو داعی اجل پروانہ برائے راہداری جنت الفردوس حضرۃ ممدوح کے لئے لے کر آ رہا ہے۔ جو دل میں غم وحزن ہے بیان سے باہر ہے۔ ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کے تحت صبر فرمادیں۔اور محترمہ والدہ صاحبہ اور آنجناب کے برادران اور حضرت ممدوح کے برادران کے غم میں نہ صرف بندہ بلکہ ساری قوم برابر کے شریک ہیں۔

خداوند کریم مرحومؒ کو انبیاء، اولیاءاللہ کے قرب وجوار میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔آمین

نوٹ: میری بیوی عرصہ تین ماہ سے مرض قلب میں مبتلا ہے بایں وجہ بندہ خود تعزیت کے لئے حاضر ہونے سے سخت مجبور ہو کر معافی کا خواستگار ہے۔ ورنہ ضرور حاضر خدمت ہو کر دائمی غم میں شریک ہوتا۔ آہ!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دعا گو خادم:۔ایم جان محمد اختر اوڈ امیر جماعت غرباء اہل حدیث ضلع رحیم یار خان۔لیاقت پور۔

قصرِ ملت

(جناب محترم مولانا ضیاء حمیدی صاحب نائب صدر مدرس گوڑہ ارقام فرماتے ہیں)

بخدمت اقدس جناب عبدالجلیل صاحب۔ السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

صحیفہ میں سے یہ خبر پڑھ کر دل میں ایک غم جانکاہ پیدا ہوا کہ حضرت الامام صاحب اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔

اس دار ناپائیدار میں اجل کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے۔

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروئے زمین یک نشان نماند

مکرمی ۔سوائے سوگواری وتاسف کے کیا ہوسکتا ہے ۔اس قصر ملت کو ابھی گرنا نہیں تھا۔ ایسے چراغ جماعت کو ابھی گل نہیں ہونا تھا۔لیکن تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ کے مصداق پر خاموش ہونا پڑتا ہے۔اللہ میاں امام صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔اور آپ لوگوں کو صبر جمیل بخشے۔آمین۔ آپکا شریک غم۔ ضیاء حمیدی

دارالحدیث وحفظ القرآن (رجسٹرڈ) منڈی راجووال ضلع منٹگمری کی قرارداد تعزیت

(ابوالسلیم محمد یوسف ناظم دارالحدیث وحفظ القرآن رجسٹرڈ راجووال سے رقمطراز ہیں)

جناب محترم مولانا عبدالقہار صاحب وجملہ جماعت السلام علیکم۔

آہ!موت العالِم موت العالَم دارالحدیث رجسٹرڈ میں حضرت الامام مولانا عبدالستار صاحب مرحوم دہلویؒ کا تعزیتی اجلاس۔

آہ! حضرت الاستاذ جناب مولانا عبدالستار صاحب دہلوی کی اخبارات میں موت کی خبر پڑھ کر پاؤں کے تلے سے زمین نکل گئی۔اور تمام علماء کی موت یاد آ گئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چنانچہ ۱۹ر جمادی الاول کو دارالحدیث رجسٹرڈ راجوال میں بعد نماز عشاء حضرت الامام مولانا صاحب مرحوم کا تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا۔جو طلباء اور اساتذہ کرام کے علاوہ جماعتی احباب سے بھرپور تھا۔جس میں مولانا کی تعلیمی وتبلیغی وتدریسی خدمات کو سراہا گیا۔نیز مولانا کی مختصر سوانح حیات بیان کی گئی۔اور نماز جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا۔

اور جسے جماعت کے لئے ایک ایسا عظیم صدمہ وخلا قرار دیا گیا کہ جس کے بظاہر پُر ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔ جماعت اہل حدیث وعملہ دارالحدیث رجسٹرڈ راجووال خصوصاً بندہ ناظم دارالحدیث رجسٹرڈ آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔اور دعا گو ہیں کہ آپ کو اور پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق عنایت فرمائے۔اور شیخ التفسیر مولانا مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔آمین

متبحر عالمِ دین سے محرومی

(مجلس انتظامیہ جامعہ سلفیہ لائل پور کے صدر جناب محترم میاں فضل حق صاحب رقمطراز ہیں)

محترم مولانا عبدالغفار صاحب سلفی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ :

آپ کے والد بزرگوار مولانا صاحب کی وفات کا سن کر دلی صدمہ پہنچا جس سے عام جماعت اہل حدیث ایک متبحر عالمِ دین سے محروم ہوگئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین۔اوران کے پسماندگان کوصبر کی توفیق دے۔

خسارۂ عظمیٰ

(مدینہ یونیورسٹی سے حضرت مولانا المحترم عبدالغفار حسن صاحب کے صاحبزادے مولانا صہیب حسن تحریر فرماتے ہیں)

برادر عزیز السلفی:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ابھی کل ہی قاسم بلوچی سے جوکہ پاکستان سے آئے ہیں۔آپ کے والد بزرگوار محترم مولانا عبدالستار مغفورلہ کے انتقال کی افسوسناک خبر سنی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مجھے نہیں سوجھ رہا کہ میں کن الفاظ سے آپ کے رنج والم کی شدت کو ہلکا کرسکوں۔مولانا کی وفات ہم تمام اہل حدیثوں کے لئے ایک خسارہ عظمیٰ ہے۔اوران کی غیر موجودگی تمام جماعت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ہماری جماعت میں ایک تو علماء ویسے ہی تھوڑے ہیں۔اور جو ہیں وہ بھی ایک ایک کر کے خدا کو پیارے ہوتے جارہے ہیں۔خداان کے وارثین کواس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ آپ کواس سانحہ عظیم پر صبر واستقامت عطا کرے۔مجھے آپ کے والد بزرگوار سے صرف دو دفعہ ہی شرف باریابی حاصل ہوسکا۔ایک تو مدینہ منورہ میں اور وہی ان سے پہلی ملاقات تھی۔اور دوسرے کراچی میں خطبہ جمعہ کے موقع پر ان کا اثر انگیز خطاب سننے کا موقع ملا۔جوکہ ہمارے اسلاف کی روایات کے مطابق صراحت

استدلال اور قرآن وحدیث سے بھرپور شواہد کا بے نظیر مرقع تھا۔ خدا آپ تمام بھائیوں کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔ آخیر میں خدا سے دعا گو ہوں کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

انجمن اہل حدیث رجسٹرڈ جہلم

(کے صدر اور جامع مسجد اہل حدیث جہلم کے خطیب جناب مولانا عبدالغفور صاحب تحریر فرماتے ہیں)

مکرمی مولانا عبدالغفار صاحب سلفی دام مجدہ۔ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔

اخبار میں حضرت مولانا عبدالستار صاحب محدث ومفسر کی وفات حسرتِ آیات کی خبر سن کر جگر کباب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گو اسی بے ثباتی دنیا میں کسی بشر کو موت سے رستگاری نہیں اور بحکم:

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یہاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں سب تیار بیٹھے ہیں

مگر ایک عالم کی اور عامی کی موت برابر اور مساوی نہیں۔ حضرت مرحوم پائے کے عالم اور محدث تھے۔ ان کی رحلت سے جو خلا ہوا ہے پُر ہوتا بظاہر دکھائی نہیں دیتا۔ رب العزت حضرت مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آپ اور جملہ پسماندگان کو صبر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اسلام کی ناقابل فراموش خدمات

(جمعیة الطلبہ جامعہ سلفیہ لائلپور کی قرارداد تعزیت)

جناب محترم المقام مولانا عبدالغفار صاحب سلفی دام اقبالہ علیك السلام مع غاية الاحترام۔

بعد سلام مسنون: یہ روح فرسا خبر سن کر دل لرزہ خیز ہو گیا۔ سر پر ہموم واغمام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی وفات کا سن کر زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ آسمان پھٹ گیا۔ تارے کٹ گئے۔ اور جماعت اہل حدیث خصوصاً غرباء اہل حدیث یتیم ہو گئی۔ اس وقت دل چکنا چور ہے۔ صبر واطمینان کافور ہے۔ مولانا نے تقریر وتحریر اور تصنیف کے ذریعہ اسلام کی جو

خدمت کی ہے وہ نا قابل فراموش ہے، انہوں نے اپنے پیچھے تفسیر ستاری جیسی مایہ ناز تصنیف چھوڑی ہے ۔ لیکن افسوس کہ منزل اتمام کو نہ پہنچ سکی ۔ اس سلسلہ میں ۳۰ راگست ۱۹۶۶ء بعد نماز عشاء جامعہ سلفیہ کے اساتذہ اور طلباء کا ایک ہنگامی تعزیتی اجلاس ہوا۔

جس میں حضرت الحاج مفسر کلام اللہ شیخ الحدیث ابو محمد عبدالستار صاحب کی وفات پر اظہار افسوس کیا۔ اور درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

ا۔ یہ اجلاس شیخ الحدیث والقرآن الحاج الحافظ مولانا ابو محمد عبدالستار صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کی وفات حسرتِ آیات کو سانحہ عظیم خیال کرتا ہے اور ان کی وفات سے علمی طبقہ میں جو خلا پیدا ہوا گیا ہے اس کا پُر ہونا نہایت مشکل ہے اور جماعت اہل حدیث خصوصاً یتیم ہو کر رہ گئی۔ ان کی خدمات اسلامیہ کو عالم اسلام قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اور کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ یہ اجلاس پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

۲۔ جامعہ سلفیہ کے طلباء واساتذہ کا یہ اجلاس مصری حکومت کے ظلم وتشدد کی بھینٹ چڑھنے والے مصری شہداء اخوان المسلمین کی وفات حسرتِ آیات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتا ہے۔ اوران کی حق گوئی کی بنا پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔ اور فراعین مصریہ کے علماء کے ساتھ اس رویہ کے استعمال کی شدید مذمت کرتا ہے۔ ہم اخوان المسلمین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اوران کی مغفرت کے لئے رب العزت کے حضور دست بدعا ہیں۔

۳۔ اسی اجلاس میں حضرت الحاج الحافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر ان کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی۔ اور ہم حافظ عبدالقادر صاحب چشم وچراغ خاندان روپڑیہ کو اپنی ہمدردی کا پورا اعتماد دلاتے ہیں۔

فقط والسلام

(محمد عبدالکریم نائب ناظم جمیعۃ الطلباء جامعہ سلفیہ لائل پور)

صاحب علم وحلم اور شیخ القرآن والحدیث

(حضرت مولانا المحترم عبدالرحمٰن صاحب جھنگوی ارقام فرماتے ہیں)

بخدمت جناب عزیزی المحترم مولانا عبدالغفار صاحب واخوانہ سلمکم اللہ ربکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

خیریت طرفین مطلوب از رب العزت۔ سنا گیا ہے کہ حضرت الامام المحترم صاحب مورخہ ۶۶/۸/۲۹ءکو دار الفناء سے دار البقاء کو کوچ کر گئے۔ سچ ہے ﴿**کل نفس ذائقة الموت**﴾...﴿**کل من علیها فان**﴾.

اندوہناک خبر کو سن کر دل بڑا مجروح ہوا۔ مگر سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے کوئی چارہ نہیں۔ ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل عندہ باجل مسمی۔

موت العالِم موت العالَم اللہ تعالیٰ حضرت الامام المحترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔

حضرت الامام المحترم صاحب پُرفتن دور میں لسانی اور قلمی جہاد میں کما حقہ مصروف تھے۔ لیکن حیات مستعار نے وفا نہ کی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ جنۃ الفردوس واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار۔ آمین

عزیزان۔ آپ پر اور جماعت پر کٹھن وقت آ گیا ہے۔ صبر، ہمت اور استقلال سے کام لیں۔ اور جماعتی نظم ونسق کو چلانے کے لئے مجلس شوریٰ کے مشورہ سے کام لیں۔ افتراق انشقاق سے بچتے رہیں۔

حضرت الامام المحترم غفر اللہ لہ پر ان کی زندگی میں ہزاروں جماعتی اور غیر جماعتی سخت امتحان درپیش آئے۔ لیکن صبر واستقلال سے دینی کاموں میں لگے رہے۔ فرد واحد مخلص نے بحکم خداوہ کام سرانجام دیئے کہ مخالفین دنگ رہ گئے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت الامام المحترم صاحب جماعت اور اولاد کے لئے بہت سی دینی یادگاریں چھوڑ کر کوچ کر گئے ان کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اور جماعت کا معاون اور مددگار رہوگا۔

غرضیکہ کوچ کرنے والے میں اخلاص، استقلال، دیانتداری انتہائی درجہ میں پہنچی ہوئی تھی۔ حضرت الامامؒ جیسا صاحب علم وحلم شیخ القرآن والحدیث زمانہ حاضرہ میں ملنا مشکل امر ہے

﴿وما ذلک علی اللہ بعزیز﴾۔

میری طبیعت علیل رہتی ہے ورنہ تعزیت کے لئے کراچی حاضر خدمت ہوتا۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ صحت عاجلہ عطا فرمائے۔ اور جب مارے تو اسلام پر مارے۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ میری باری کس وقت آجائے۔ جملہ جماعت کو سلام علیکم۔ راجی رحمت پروردگار عاصی پُر معاصی عبدالرحمٰن (ازوریام۔ ضلع جھنگ)

مدینہ یونیورسٹی کے طلبہ کا اظہار افسوس

حضرۃ الاخ الکریم مولوی محمد سلفی صاحب حفظہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضرت امام جیؒ کے انتقال پر ملال کی خبر دلوں کو لرزاتی اور ہلاتی۔ آنسوؤں کے دریا بہاتی ہوئی یہاں پہنچی اور اس اچانک زلزلہ خیز خبر نے موحدین کے دلوں پر کاری ضرب لگائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آہ، آہ! امام جی بھی رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مثویٰ پر رحمتوں کی بارش کرے۔ موت العالِم موت العالَم۔ امام جی کے فراق سے دنیا کے سارے موحدین اہل حدیث متاثر ہیں۔ اب وہ ذات جماعت کہاں سے لائے گی جن کی زبان میں اثر تھا۔ لہجہ میں سوز تھا۔ اور جن کے اخلاص سے بھرپور یکتا انداز کے مواعظ سننے کے لئے دور دور سے لوگ پہنچتے اور ہر قسم کی مشقت برداشت کرتے تھے۔ ان چند سالوں میں جماعت اہل حدیث اپنے جید رہنماؤں سے محروم ہوگئی۔ واللہ المستعان والشکویٰ الیہ۔

اس صدمہ عظمیٰ میں صرف آپ اور آپ کے خاندان نہیں بلکہ جماعت کا ایک ایک فرد موحدین کا بچہ بچہ آپ کے ساتھ شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل کی توفیق دے اور سب کو متحد رکھے۔ امید ہے باقی سب عافیت سے ہوں گے۔ ادھر سب خیریت ہے۔ ایک دن پہلے شیخ بن باز صاحب طائف گئے تھے۔ دو چار روز میں آنے والے ہیں ان کے یہاں پہنچنے پر نماز جنازہ غائبانہ ادا کی جائے گی۔

آپ کے شریک غم بھائی حافظ فتح محمد، محمد ابراہیم عبدالرحمٰن خلیفہ، محمد حسن، صہیب حسن،

سہیل حسن، عبدالودود ڈھاکوی۔ ص۔ب ۱۸۵ المدینۃ المنورہ (سعودی عرب)

بقیۃ السّلف کا نادر نمونہ

(حضرت محترم مولانا محمد اسحٰق صاحب روپڑی خطیب جامع مسجد رحمانیہ رقمطراز ہیں)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ اندوہناک اور روح فرسا اطلاع خارجاً مسموع ہوئی کہ حضرت مولانا الحاج الحافظ محدث ومفسر القرآن وحدیث عبدالستار صاحب کا وصال ہوگیا ہے۔ کہنے والے راوی کی زبان پر یقین نہ آیا۔ پریشانی اور افسوس کے عالم میں محمدی مسجد پہنچا۔ مسجد میں غمگساروں کا بے پناہ اجتماع دیکھ کر دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اور مسہری پر مولانا مرحوم کو کفن میں ملبوس دیکھ کر دل نے فرط غم میں رونا شروع کر دیا۔

آنکھوں سے اشکباری شروع ہوگئی بے اختیار لرزتی ہوئی زبان سے نکلا:۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیماری اور موت کے آثار موصوف کے چہرے پر بالکل نمایاں نہیں تھے۔ بلکہ بخدا یہ معلوم ہوتا تھا کہ سو رہے ہیں۔ آرام فرما رہے ہیں۔ جیسے ابھی آنکھیں کھول کر باتیں کریں گے۔ مگر آخر یقین آ گیا کیونکہ فرمان باری تعالیٰ اٹل ہے کہ ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾، اللھم اغفرلہ وارحمہ ۔۔۔ الخ۔ بارگاہ رب العزت میں دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے جملہ اعزہ واقرباء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ۔۔۔ آہ سچ ہے موت العالِم موت العالَم۔ علماء ربانی اٹھتے جا رہے ہیں۔ ان کا خلا پُر نہیں ہوتا۔ ابھی ماضی قریب میں جماعت حقہ کے نامور اور چیدہ چیدہ علماء حقانی اس دار فانی سے ابدی دنیا یعنی اپنے اصل وطن جا پہنچے۔ مثلاً میرے عزیز ترین دوست قابل فخر عالم حافظ محمد اسماعیلؒ صاحب روپڑی۔ محترم فاضل الجلیل عالم مولانا محمد داؤدؒ صاحب غزنوی۔ عالم نبیل مولانا محترم محمد حسینؒ صاحب روپڑی۔ عالم شہیر عظیم محدث مولانا حافظ عبداللہؒ صاحب روپڑی۔ اور حضرت مولانا محترم عبدالمجیدؒ صاحب سوہدروی اللھم اغفرلھم وارحمھم ۔۔۔ الخ۔ اللہ پاک ان سب کی قبروں کو نور سے بھرے۔ ابھی ان حضرات کی جدائی اور صدموں سے چور دل کا

اندمال نہ ہونے پایا تھا۔ کہ میرے محترم استاد حضرت مولانا عبدالستارؒ صاحب داغ مفارقت دیگر چلے گئے۔ اللہ رحم فرمائے۔ یہ دین متین کے باغ ویران ہوتے جارہے ہیں۔ مگر احکم الحاکمین خود اس کا محافظ ہے۔ بعض حضرات نے مولانا موصوف کے تعزیت ناموں میں تحریر فرمایا ہے کہ دین متین کا ایک چراغ اور گُل ہو گیا ہے۔ اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ معاف فرمائیں۔ مجھے عرض کرنے دیں کہ مولانا مرحوم نے مشیت ایزدی کی عطا کردہ صلاحیت سے رات و دن کی مشقتوں اور محنتوں سے بہت سے چراغ روشن کئے ہیں۔ بالخصوص موصوف نے الحمدللہ علیٰ احسانہ پانچ قابل ترین اور لائق فرزند سلف صالحین کا نمونہ چھوڑے ہیں۔ ماشاءاللہ سب کے سب عالم ہیں۔ حافظ قرآن ہیں۔ مجھے امید ہے کہ بعون الوہاب یہ مل کر عالم باعمل حضرت مولانا عبدالجلیل خاں صاحب دہلوی مدظلہ العالی کی تربیت اور سرپرستی میں اس چراغ کو گُل نہیں ہونے دیں گے۔ اور اپنے اسلاف کے نام روز روشن کی طرح منور اور تابندہ رکھیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں صحیح دین کا خادم بنائے اور دین حق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا مرحوم کو میں بہت قریب سے جانتا ہوں۔ برسوں خدمت میں بسلسلہ تعلیم حاضر خدمت رہا۔ آپ کے اخلاق حمیدہ، اوصاف جلیلہ، آپ کی قناعت، آپ کی متانت اور سادگی، آپ کی بردباری، آپ کی شفقت قابل تعریف تھی۔ آپ کا شفقت سے پڑھانا سمجھانا، آیات اور احادیث میں تطبیق دینا ناقابل بیان ہے۔ حقیقت ہے میرے پاس تشکر و امتنان کے اظہار کے لئے جو میرے دل میں پنہاں ہیں الفاظ ہی نہیں ملتے جو میرے دلی جذبات کی ترجمانی کرسکیں۔

مولانا موصوف ہمہ صفت موصوف تھے۔ اور بقیۃ السلف کا ایک نادر نمونہ تھے۔ توحید وسنت کے شیدائی عالم بے باک شیریں بیان ایسے مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ کی متعدد تصانیف میں سے بالخصوص تفسیر ستاری قرآن پاک اور نصرۃ الباری شرح صحیح البخاری جو اپنی مثال آپ ہیں۔ افسوس ہے بدقسمتی سے ادھوری رہ گئیں۔ مکمل نہ ہوسکیں۔ مرحوم کی یہ گرانقدر خدمت دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

قارئین کرام کو ہمیشہ صدمہ ہی رہے گا۔ مذکورہ بالا ہر دو تفاسیر کے بارے میں میرا دل مایوس نہیں ہے۔ کیونکہ الحمدللہ مولانا مرحوم کی زندگی کی ساری منزلوں کے ساتھی استاذی الماجد المحترم

والمکرّم فاضل الجلیل مولانا عبدالجلیل خانصاحب مدظلہٗ العالی اس کمی کو پورا فرمائیں گے۔
میری مولانا محترم کی خدمت عالیہ میں التجا ہے کہ ہر دو ادھوری تفاسیر کی تکمیل فرمادیں تاکہ یہ دین متین کی بے مثال خدمت پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔اور حق کی پیاسی اور متلاشی دنیا اس نعمت عظمیٰ سے مستفید ہوسکے۔

اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت عطافرمائے اور ہمیشہ باصحت رکھے۔آمین۔

مولانا مرحوم کے لئے پھر بارگاہ کون ومکاں میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو غریق رحمت کرے۔اور جوار رحمت میں جگہ دے۔اور آپکی خطاؤں سے درگزر کرے۔آمین ثم آمین

فقط والسلام مع الاکرام

محمد اسحاق روپڑی غفرلہ الباری خطیب مسجد جامع رحمانیہ کراچی، مورخہ ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ

امام صاحبؒ ہر فن پر پورا پورا عبور رکھتے تھے

(جناب محترم حکیم عبدالمجید صاحب شھدادپور سے فرماتے ہیں)

بخدمت محترمی اخی فی الدین ومحبی فی اللہ مولانا عبدالغفار صاحب سلفی السلام علیکم۔امام صاحب کی فوتگی کی خبر اخبارات سے معلوم ہوئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہر شخص اس آیت کریمہ کو پڑھتا ہے۔مگر اللہ کریم گواہ ہے کہ جو کوفت اور غم اس واقعہ سے ہوا کسی سے نہ ہوا ہوگا۔موت العالِم موت العالَم مقولہ مشہور ہے مگر امام صاحب کی وفات سے جو کمی واقع ہوئی ہے وہ کبھی پُر نہ ہوگی۔مختلف فنون پر علماء وقت حاوی رہے ہیں۔مگر امام صاحب مرحوم ہر فن پر پورا پورا عبور رکھتے تھے۔کتاب وسنت کی پیروری خود کرنا اور دوسروں سے کرانا ان پر ختم تھا۔خوش خلقی، سخاوت اور حلیم الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ ہر شخص کے بہترین دوست اور غمگسار بھی تھے۔دعا ہے رب غفوران کی بشری لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں مقام عنایت فرمائے۔جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا۔

پسماندگان کو بہت بڑے حوصلے کی ضرورت ہے اور دور پرفتن میں اتفاق یکجہتی اور سرگرم رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ہر کام میں مولانا مرحوم کی طرح کتاب وسنت کی پیروی کا عملی نمونہ بن جانا ہوگا۔

جملہ احباب جماعت کو سلام علیکم اور ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ فقط والسلام

بہترین خدمات

(جناب محترم عبدالرشید صاحب صدیقی ملتانی ایبٹ آباد سے فرماتے ہیں)

محترمی ومکرمی حضرت مولانا حافظ عبدالغفار صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

واضح ہو۔ کہ آج اخبار روزنامہ ''حریت'' کراچی کی اشاعت مورخہ ۳۱ راگست کے صفحہ ۱۰ پر زیر عنوان ''مولانا الحافظ عبدالستار محدث دہلوی انتقال کر گئے'' یہ خبر پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث دہلوی وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم نے اپنی عمر کا بڑا حصہ توحید وسنت کی اشاعت اور کتب احادیث کے ترجمہ کرنے اور قرآن کریم کے ترجمہ کرنے اور دیگر اچھی تصانیف میں صرف کیا۔ اور جماعتی جذبہ سے بہترین خدمات سرانجام دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوفؒ کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور آپ سب پسماندگان کو اس صدمہ الیمہ کے برداشت اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اسی طرح دینی خدمات کی بیش از بیش توفیق بخشے آمین۔ بندہ کا حضرت ممدوح سے اسی طرح تعارف تھا۔ اور آپ کی شفقت خاص بندہ پر تھی۔ اس بندہ کو بے حد صدمہ ہوا ہے۔ اور یہ صدمہ انفرادی نہیں بلکہ جماعتی صدمہ ہے۔ مگر کسی کو موت سے مفر نہیں۔ اور یہ پیغام اجل ہر ایک کو قبول کرنا ہے۔ اس لئے حضرت ممدوح کو بھی دار آخرت کی طرف راہی ہونا پڑا۔ بندہ کی طرف سے آپ مولانا عبدالقہار صاحب ان کے چھوٹے بھائی۔ نیز اپنے تمام بھائیوں، بہنوں اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں کلمہ استرجاع پیش کریں اور ہمدردی کا اظہار فرمائیں۔

واضح ہو کہ بندہ اپنی کمزوری صحت کی وجہ سے تبدیلی آب وہوا کے لئے تقریباً ۲۳ یوم سے اس پہاڑی علاقہ میں آیا ہوا ہے۔ اور ایبٹ آباد ایسے مقام پر مقیم ہے کہ جہاں جماعت اہل حدیث بحیثیت مجموعی عنقا ہے۔ دو چار افراد جو چھپے ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے سے شرماتے ہیں۔ اس لئے مجبور ہوں کہ حضرت مولانا مرحوم کا جنازہ غائبانہ یہاں پڑھانے سے

محروم ہوں۔ دعائے مغفرت کر رہا ہوں اور انشاء اللہ ۲ ستمبر کو ہری پور کے مقام پر پہنچ کر اپنی جماعت سمیت جنازہ غائبانہ ادا کرونگا۔ اور جماعت کی خدمت میں حضرت ممدوح کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کرونگا۔ یہاں سے یکم ستمبر کو واپس ہو کر ۲۔۳ ستمبر تک ہری پور ۴۔۵۔۶ ستمبر تک راولپنڈی میں ٹھہر کر انشاء اللہ ۷ ستمبر کو ملتان روانہ ہوں گا مکرر عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس صدمہ عظیم میں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

نائب امیر جماعت غرباء اہل حدیث رجسٹرڈ مغربی پاکستان کا مکتوب گرامی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد: حضرات اراکین معتمدین وناظمین جماعت غرباء اہل حدیث مرکزی دارالامارت کراچی۔ السلام علیکم۔

آج مورخہ ۳۰ / جمادی الاول مطابق ۶ / ستمبر ۱۹۶۶ء بوقت شام مولوی یحیٰی آفس سیکرٹری مرکز کراچی سے اندوہناک اور غم کے سمندر میں ڈوبا ہوا آپ حضرات کا پیغام لے کر پہنچے۔ طبیعت پہلے ہی ناساز تھی۔ لیکن اس حادثہ عظیم سے بار بار روح قفس عنصری سے پرواز کرتے کرتے بچی اور کئی بار سکتہ طاری ہوا۔ ان حالات سے ایسی کمزوری واقعہ ہوگئی کہ بستر علالت پر کروٹ لینی بھی دشوار ہے۔ اگر کوئی تیمار دار ہاتھ دے کر بٹھاتا ہے۔ تب بھی سانس پھولتا ہے اور سکتے کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی بخار لاحق ہو گیا ہے۔ ان حالات میں ہوائی جہاز کا سفر بھی ناممکن ہے۔ گو اس وقت دل مشتاق بے چین ہے کہ اپنے امام صاحبؒ کے مرقد کی زیارت اپنی آنکھوں سے کر کے ٹھنڈک حاصل کروں۔

آہ مگر مجبور ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مشورہ: بفحوائے ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابكم﴾۔ الاٰیۃ۔ اللہ اور اس کا دین زندہ اور قائم ہے۔ جماعت اسی راستہ پر گامزن ہے اور آئندہ تمام ہیولانہ خیالات چھوڑ کر اسی پر مضبوط اور قائم رہے۔ لاکھوں شخصیتیں منصۂ شہود پر آئیں اور گئیں۔ لیکن وہ حی وقیوم قائم ودائم ہے۔ اور اسلام بھی زندہ ہے۔ اسلام کسی شخصیت کا نام نہیں۔ صرف تابع فرمان آسمانی کا نام ہے اس لئے جماعت اسی عمل پر مضبوط رہے اور قدم آگے بڑھائے۔ اور بیت المال کو مضبوط تر کرنے کی کوشش کرے۔ ایک

مرکزی درسگاہ کیا بلکہ اس کی شاخیں ملک میں پھیلائی جائیں۔ دلی دعا ہے کہ خدائے وحدہ لا شریک اس تمنا کو بارآور کرے آمین۔ گو تار ٹھیک پہنچا۔ تیمارداروں نے سخت علالت کی وجہ سے دو یوم بعد دیا تاہم اس علاقہ کے گاؤں میں بروز جمعہ خصوصی طور پر کاروبار چھوڑ کر اپنے اپنے گاؤں میں تمام مرد عورتوں نے مل کر سنت کے مطابق نماز جنازہ ادا کیا۔ اسی طرح شہر سرگودھا مسجد اہل حدیث بلاک نمبر ۱۹ اور دیگر مساجد میں بھی پسرم محمد سلمان نے پہنچ کر نماز جنازہ غائبانہ ادا کروائی۔ سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ دلی دعا ہے کہ اللہ مرحوم امام صاحب کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے آمین۔

فقط والسلام

محمد عبداللہ اوڈ نائب امیر جماعت مغربی پاکستان

پیر محب اللہ شاہ راشدی کا مکتوب

عزیز القدر برادرم حضرت مولانا حافظ عبدالغفار صاحب سلفی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

یہ خبر نہایت افسوس ورنج کے ساتھ سنی کہ آپ کے والد ماجد صاحب حضرت مولانا الحاج حافظ ابو محمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی اس دار فانی سے رخصت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حقیقت میں مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے مرحوم سے میرے دینی معاملہ کی وجہ سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ مرحوم نے دین اسلام کی اشاعت میں دن ورات محنت کی ہے اور علالت کے ایام میں بھی اس سلسلہ میں محنت میں کمی نہ آنے دی۔

برادرم مرحوم کی وفات دینی حلقہ میں اور خصوصاً جماعت اہل حدیث میں بہت ہی افسوس ناک خبر ہے اور اس وفات سے جو کمی دینی حلقے میں ہوگئی ہے بدست دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق فرمائے۔ اور ویسے ہی دینی اشاعت میں خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ خلا پُر ہو۔ آمین۔

آپ کے غم میں برابر کا شریک

(جناب مولانا) پیر سید محب اللہ شاہ پیر جھنڈے والے۔ ایم اے فاضل عربی

پرنسپل
شاہ احسان اللہ اورنیٹل کالج درگاہ پیر جھنڈا
وچیرمین یونین کونسل پیر جھنڈا

حضرۃ مولانا عبدالستار صاحب محدث دہلویؒ
امام جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان

(از مولوی عبدالرحیم صاحب رحمانی متعلم مدرسہ دارالسلام کراچی)

خدا کی حمد پہلے یہ جہاں پیدا کیا جس نے — ثناء اُس کی بشر کو کر دیا ذی مرتبہ جس نے
دُرود اُس پر جو لاکھوں کو مسلماں کر دیا جس نے — فدا جان اپنی اُس پر رازِ دیں سمجھا دیا جس نے

---☆☆-☆---☆☆☆---☆☆☆---

مُرجھا گئے ہیں پھول نشیمن اُجڑ گیا — جو جان عندلیب تھا گلشن اُجڑ گیا
جس پھول کی مہک سے معطر تھے کل دماغ — بادِ خزاں سے ہوگئے برباد اب وہ باغ
ہر ذرہ اشکبار ہے مکتب بھی بند ہیں — دنیا کی رونقیں ہمیں اب ناپسند ہیں
موتی ہماری زینت کا اب زیرِ خاک ہے — دامن ہمارے ہوش کا اب چاک چاک ہے
جس پر تھا ناز آج وہ عالم گزر گیا — گلشن سے رُوٹھ کر شجر باثمر گیا
حضرت سفر سے آتے ہی پھر دور ہو گئے — منظر یہ ہم بھی دیکھ کے رنجور ہو گئے
دل کے جو حوصلے تھے وہ غم سے بدل گئے — اس سانحے سے سب کے یہاں دل دہل گئے
دیکھا جنازہ اشکوں کے دریا اُبل پڑے — بے ساختہ ہر آنکھ سے آنسو نکل پڑے
اس شان کا ملے گا کہاں ہم کو راہبر — ہم غم نصیب دیکھیں گے کب زیست کی
تھا غم والم میں دل اپنا اسیر ہے — خلد بریں میں آج ہمارا امیر ہے
تھامے رہیں گے ہاتھ میں دامن قدیر کا — روشن کریں گے نام جہاں میں امیر ہے
اب آگ میں بھی دین کی خاطر جلیں گے ہم — کچھ بھی ہو راہ دین نبیؐ پر چلیں گے

رحمانی نام لے کر خدا کا نکل پڑو
ہمت اگر ہے راہِ شریعت پہ چل پڑو

حضرۃ الامام کی یاد میں

جناب حافظ محمد داؤد صاحب محمود عفی عنہ کراچی

ہو گئی ہے عاشق سنت کی دنیا سے رحیل
موت العالِم موت العالَم ہے یہ اک قول صحیح

رحمتیں ہوں ان پر حق کی وہ تھے اک عالم جلیل
فیض ان کا عام تھا اور کام تھے مثلِ خلیلؑ

عاشقانِ راہ سنت نے جو بھی قربانی دی
جان فوراً حضرت العلام نے بھی پیش کی

سید الاخوان کا گر عمل تھا مثلِ ذبیحؑ
ان کی بھی زندہ علامت غرباء اہل حدیث

اُن کی تُربت پہ ہو رحمت راضی ہو رب کریم
خاندان علم خواں کو ہو عطا صبر جمیل

زندگی تھی اُن کی ایسی جیسے ہو روشن چراغ
قرآن ان کے ہاتھ میں حدیث اُن کے پیش تھی

قول حق میں اُن کو ملکہ قولِ باطل کے خلاف
مرشدِ اہل حدیث اور رہبر اُمت نبیؐ

تابع ہادی برحق نام تھا عبدالستار
عالم اسلام میں تھے بے مثال و بے نظیر

ہو خدا کے سامنے اُن کا حشر اُن کا حساب
جنت الفردوس پائیں اور ہو فضل عظیم

وہ عالم تھے وہ عامل تھے محدث تھے مجدد تھے
زندگی تھی پاک اُن کی اور تھے روشن ضمیر

خاندانِ حضرتِ سید قطب ہے گر نثار
حضرت العلام کے بیٹے بھی ہیں سب پاکباز

دامے درمے اور سخنے خدمت اسلام کی
خلاف بدعت جنگ کی، تعلیم دی قرآن کی

محمود کی ہے یہ دعا بخشے خدا اُن کی خطا
پائیں جنت میں جگہ اور ہو عطا اجر عظیم

عاشق سنن نبی رخصت بشد

از ضیاء حمیدی صاحب کوڑہ

شُد غریقِ رحمتِ پروردگار   آں امام وحافظے عبدالستارؒ

حضرت الامام الحافظ عبدالستارؒ محدث اللہ سے جا ملے

داد مارا فرقت ورنج والم   رفت او خود جانب دارالقرار

خود دار بقا کی طرف چل دیئے لیکن ہمیں جدائی اور غم دے گئے

ماکنوں ہستیم پُرنم پرملال   گلشنِ دلہائے ماشد بے بہار

ہم اب پرنم اور پرملال ہیں ہمارے دلون کا گلشن بے بہار ہو گیا ہے

آں مبلغ قامعِ بدعاتِ بد   آں مفسر ، عالم عالی وقار

وہ مبلغ اور قامع بدعت تھے وہ مفسر اور عالم بے بدل تھے

پیشوائے ملتِ اہلِ حدیث   رفت او از خانۂ ناپائدار

وہ جماعت اہل حدیث کے امام اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے

آں امامِ تابعِ شرعِ متین   بُد برائے ملتِ خود غم گسار

وہ صاحب شرع امام اپنی جماعت کے لئے ایک غم گسار تھے

عاشقِ سنَنِ نبی رخصت بشد   آں محدث بود ہر کہ باوقار

وہ پابند سنت اس دنیا سے چل دیئے، وہ محدث اور باوقار تھے

بود درسش درجہانے دلکشا   بود عزمش درجہانے تابدار

ان کا وعظ دنیا میں دلکشا تھا اور ان کا عزم روشن تھا

آں چراغِ ذروۂ اہلِ حدیث   وائے اکنوں گل بشد ما بے قرار

وہ اہل حدیث محل کے چراغ تھے، افسوس اب وہ بجھ گئے اور ہم بے قرار ہیں

جنت الفردوس بخشد اے ضیاء   اُورا، ربّ دوجہان وسازگار

اے ضیاء خدائے دوجہاں ان کو جنت الفردوس بخشے۔ آمین

الحاج مولانا عبدالستار صاحب محدث دہلویؒ
امام جماعت غرباء اہل حدیث کی وفات حسرتِ آیات پر نوائے غم

ملت ختم الرسل کا پاسباں جاتا رہا　　گلشن دین نبیؐ کا باغباں جاتا رہا
اب کہاں جائیں کسے ڈھونڈیں کسے اپنا بنائیں　　ناز تھا جس پر وہی شیریں بیان جاتا رہا
کس طرح پہنچیں گے اب ہم منزلِ توحید تک　　عظمتِ اسلاف کا روشن نشاں جاتا رہا
منکشف اب کس سے ہوں گے نکتہ ہائے خیر وشر　　محفلِ فکر ونظر کا راز داں جاتا رہا
مسئلے جس سے ہوا کرتے تھے آساں دین کے　　آج اپنی بزم سے وہ مہرباں جاتا رہا
پُرخطر جادہ نظر سے دور منزل ہوش گُم　　اب کہاں جائیں کہ میرِ کارواں جاتا رہا
جس کے دم سے تھا فروزاں دین احمدؐ کا چراغ　　وہ ہماری زندگی کا پاسباں جاتا رہا
جس کی ہر ہر موج میں بہتے تھے موتی دین کے　　آہ! وہ ملت کا بحر بیکراں جاتا رہا
منزلِ توحید میں تنویر جس کے دم سے تھی　　وہ جہان دین احمدؐ کا نشاں جاتا رہا
صاحب علم وعمل قندیل بزمِ کائنات　　پیکرِ اخلاق جانِ بیکساں جاتا رہا

جس کے دم سے باغ دین میں پھول کھلتے تھے غریب
ہم سے وہ منہ موڑ کر سوئے جناں جاتا رہا

(جناب غریب سالکی)

جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا
اس نے اسلام کا ہار اپنے گلے سے اتار پھینکا۔

(مشکوٰۃ شریف)

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبد الواحد سلفی دهلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالواحد سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم المرتبت، جلیل القدر اور صاحبِ فضل وکمال عالمِ دین تھے۔ وہ اپنی دلآویز شخصیت، اوصاف گوناگوں، ورع وتدین، گفتار وکردار، عجز وانکسار، حسن اخلاق، فہم وفراست، سادگی، کثرتِ عبادت اور شرافت ودین داری کے باوصف طبقہ علماء اور عوام میں بے پناہ قدر ومنزلت اور عزت ووقار کے حامل تھے۔ بقول شاعر۔۔۔

مرقع سادگی کا تھا اور وارث علم وحکمت کا
حسین پیکر میں اس کے زہد وتقویٰ کی تھی رعنائی

۲۵ راپریل ۱۹۹۷ء کو یہ بزرگ عالمِ دین اپنے عزیزوں سے ملنے فیصل آباد تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد سے ایک روز پہلے مجھے حضرت الامام مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب نے فون پر بتایا کہ جماعت غرباء اہل حدیث ہند کے امیر مولانا حافظ عبدالواحد سلفی صاحب فیصل آباد پہنچ رہے ہیں۔ اگلے روز میں صبح ہی اپنے دوست صاحبزادہ محمد بلال سبحانی صاحب کو ہمراہ لے کر ان کے استقبال کو پہنچ گیا۔ اب تھوڑی دیر بعد ٹرین آئی تو ہم مولانا سے ملے۔ وہ نہایت محبت وشفقت اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ نورانی صورت، مسنون داڑھی جو مہندی سے رنگی ہوئی، چمکتی پیشانی، ذہانت کی غماز آنکھیں، کانوں کی لو تک سر کے بال، سر پر کپڑے کی ٹوپی اور اوپر سیاہ عمامہ، سفید کرتہ اور شلوار زیب تن، ٹخنوں سے اونچی شلوار، بڑھاپے کے سبب کمر جھکی ہوئی، ہاتھ میں چھڑی، پاؤں میں براؤن رنگ کی انگوٹھے والی چپل۔ دیکھنے میں ان کا سراپا بھلا معلوم ہوتا تھا۔

اسٹیشن سے ہم ان کو لے کر مرکز اہل حدیث غلام محمد آباد پہنچے۔ وہاں مولانا صاحب کے خطبہ جمعہ کا پروگرام تھا۔ مرکز اہل حدیث غلام محمد آباد میں ڈاکٹر غلام قادر صاحب اور ان کے صاحبزادے مولانا نصر اللہ عزیز صاحب نے قائم کر رکھا ہے۔ جماعت اہلحدیث کا یہ عظیم ادارہ

تعمیر کے مراحل میں ہے۔ ۲۵/ اپریل ۱۹۹۷ء کو اس ادارے کی وسیع وعریض مسجد میں مولانا عبدالواحد سلفی صاحب نے توحید اور اتباع سنت کے موضوع پر نہایت مدلل اور پُر اثر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا اور فیصل آباد کے لوگ ان کا وعظ سن کر بڑے متاثر ہوئے تھے۔

سچی بات یہ ہے جب مولانا عبدالواحد صاحب قرآنی آیات پڑھتے تو سماں باندھ دیتے۔ وہ فصیح البیان واعظ اور خطیب تھے۔ توحید اور اتباع سنت ﷺ ان کے من پسند موضوع تھے۔ جب ان عنوانات پر وعظ کہتے تو قرآن وسنت سے خوب دلائل پیش کرتے۔ ۲۵/ اپریل کو میں سارا دن ان کے ساتھ رہا اور انہیں نہایت قریب سے دیکھا، وہ سنت نبوی ﷺ کے بڑے عاشق اور پابند تھے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور گفتگو میں سنتِ نبوی ﷺ کا خاص خیال رکھتے۔ نماز خشوع وخضوع سے پڑھتے، قیام درمیانہ اور رکوع وسجود ذرا طویل کرتے۔ خطبہ جمعہ کے وقت دھاری دار چادر اوڑھتے، تمام دینی ودنیوی معاملات میں کتاب وسنت ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

مولانا محترم پر ان کے والد مولانا عبدالوہاب دہلویؒ اور ان کے بڑے بھائی امام عبدالستار دہلویؒ کی اعلیٰ تربیت کا بڑا اثر تھا۔ توحید وسنت کے جن خطوط پر ان کے عالی قدر بزرگ عمل پیرا تھے انہی خطوط پر مولانا عبدالواحد صاحب جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ توحید وسنت کے داعی اور اس کی تبلیغ میں پوری طرح سرگرم رہے۔

مولانا عبدالواحد سلفی ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۴ء کو بلدۂ علم دہلی میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول خالص دینی تھا، گھر میں ہی علم کی نہر جاری تھی۔ آپ کے والد مکرم مولانا عبدالوہاب دہلوی نے مدرسہ دار الکتاب والسنہ صدر بازار میں مسند علم آراستہ کر رکھی تھی۔ اور اس چشمہ صافی سے قرآن وسنت کے طالب سیراب ہو رہے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالواحد سلفی نے بھی ابتدائی دینی تعلیم کا آغاز اپنے مدرسے سے کیا۔ ابواب الصرف اور دیگر ابتدائی کتب اپنے والد مکرم سے پڑھیں۔ اس کے بعد حدیث اور تفسیر کی کتابیں مولانا عبدالجلیل خاں جھنگوی اور اپنے بڑے بھائی شیخ القرآن والحدیث مولانا عبدالستار محدث دہلوی سے پڑھیں۔ علاوہ ازیں آپ نے قرآن مجید بھی اپنے مدرسے میں ہی حفظ کیا۔

مولانا عبدالجلیل محدث سامرودی جماعت کے بڑے جید عالم، محدث، فقیہ، مناظر، متکلم اور مدرس تھے۔ مولانا عبدالواحد سلفی اب ان کی خدمت عالیہ میں سامرود حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر علوم حدیث کی تحصیل کی۔

دینی تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی مادر علمی مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۱۹۴۷ء میں تحریک آزادی کے سبب ہندوستان میں خون ریز فسادات شروع ہو گئے۔ ان ہنگاموں کی لپیٹ میں دہلی بھی آ گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس بلدۂ علم کے مدارس اور مسجدیں ویران ہو گئیں۔ کل تک جو شہر علم وادب کا گہوارہ تھا اب وہاں ویرانی ووحشت نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔ تقسیم ہند کے وقت دہلی کا یہ منظر انتہائی دردناک تھا۔

ان تکلیف دہ حالات میں امام عبدالستار دہلویؒ اہل جماعت کا ایک قافلہ لے کر پاکستان آ گئے اور کراچی میں اقامت پذیر ہوئے۔ امام عبدالستار صاحب دہلی سے آتے وقت اپنے چھوٹے بھائی عبدالواحد کے ذمے یہ کام لگا آئے کہ وہ اپنے کتب خانے کی تمام کتب کارٹونوں میں بھر کر ممبئی پہنچا دیں اور پھر کراچی چلے آئیں۔ ایجنٹ سے پہلے ہی بات ہو چکی تھی لہذا عبدالواحد سلفی نے مفوضہ ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھایا۔ ممبئی سے بذریعہ بحری جہاز ان کے کتب خانے کی تمام کتابیں صحیح سلامت کراچی پہنچ گئیں۔

اب مولانا عبدالواحد سلفیؒ نے کراچی کے لئے رخت سفر باندھا تو اس موقع پر دہلی میں جو چند احباب جماعت رہ گئے تھے انہوں نے مولانا سے گذارش کی کہ یہاں دہلی میں آپ کا مدرسہ اور مسجد ہے آپ کے جانے سے یہ ویران ہو جائیں گے، یہاں کتاب وسنت کی تدریس کا کام ہو رہا ہے اسے جاری رکھیں۔ لہذا احباب جماعت کے اصرار پر مولانا عبدالواحد سلفی دہلی میں ہی قیام پذیر ہو گئے۔

۱۹۴۷ء کے بعد انہوں نے ازسرِ نو دہلی میں دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس کا کام شروع کیا اور ہندوستان میں جماعت غرباء اہل حدیث کی تشکیل کی۔ مدرسہ دارالکتاب والسنہ دہلی کا تمام انتظام وانصرام ان کے ذمے تھا۔ انہوں نے تادمِ زیست اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھایا۔ ان کے خلوص، نیکی، للہیت اور محنت کا ثمر ہے کہ آج دہلی میں جماعت غرباء اہل حدیث کی

یہ قدیم درس گاہ قائم ودائم ہے اور وہاں تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کا کام اچھے طریقے سے چل رہا ہے۔

مولانا عبدالواحد سلفی ایک منجھے ہوئے تجربہ کار مدرس تھے۔ حدیث، علوم الحدیث، تفسیرِ قرآن، عربی زبان وادب اور دیگر دینی علوم وفنون پر وسیع معلومات رکھتے تھے۔ آپ اپنے مدرسہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ انہوں نے کم وبیش ساٹھ سال تدریسی فرائض سرانجام دیئے اور سینکڑوں طلبہ کو اپنے علم سے مستفید فرمایا۔

مولانا عبدالواحد سلفی جہاں بہت اچھے مدرس اور خطیب تھے وہیں آپ بڑے ذہین وحاضر جواب مناظر بھی تھے۔ ذہن اخاذ اور رسا پایا تھا۔ گفتگو کے فن سے پوری طرح واقف تھے۔ ایک بار صدر بازار دہلی کے ایک حنفی مقلد کے ساتھ مناظر بھی کیا تھا۔ جس میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ مولانا صاحب اس مناظرے میں پوری طرح کامیاب رہے۔

ایک ہندوستانی عالمِ دین مولانا مقتدیٰ عمری حفظہ اللہ نے علمائے اہل حدیث کے مناظروں کی روئداد پر دو جلدوں پر مشتمل ''تذکرۃ المناظرین'' کے نام سے ایک نہایت دلچسپ اور معلوماتی کتاب لکھی ہے۔ پاکستان میں یہ کتاب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے ادارے ''کتاب سرائے'' الحمد مارکیٹ اردو بازار غزنی سٹریٹ لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے حصہ دوئم صفحہ ۵٦۰ تا ۵٦٦ پر مولانا عبدالواحد دہلویؒ کے ایک مناظرے کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں اس مناظرے کی پوری روئیداد کو بیان کر دیا جائے۔ مولانا مقتدیٰ لکھتے ہیں کہ۔۔۔

''اللہ تعالیٰ کی مشیت دیکھئے کہ کتاب کی پہلی جلد ترتیب دے چکا تھا'' کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا جریدہ ترجمان دہلی ۱۸ر ستمبر ۱۹۹۸ء نظر نواز ہوا۔ اچانک یہ افسوسناک خبر پڑھ کر رنج وغم ہوا کہ مولانا عبدالواحد سلفی ۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ کو بمطابق ۲۷ر اگست ۱۹۹۸ء بروز جمعرات مالک حقیقی سے جا ملے؛ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا موصوف کی زندگی اور آپ کی وابستگی جماعت غرباء سے لازم ملزوم کی سی تھی۔ آپ آزادی ہند کے بعد ایۂ ناز عالم ابوالکبیر عبدالجلیل محدث سامرودی کے بعد امیر جماعت مقرر

ہوئے حالانکہ مولانا سامرودی کی امارت کے وقت سے ہی مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کی ذمہ داری مولانا نے سنبھالی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد مولانا عبدالواحد صاحب تن تنہا اپنی اہلیہ کے ہمراہ دہلی میں اپنی جماعت کے لئے رہ گئے تھے جب ان کا پورا خاندان بیرون ممالک جابسا۔ اللہ کے فضل وکرم سے مولانا موصوف نے اپنے والد موصوف مرحوم کے طرز پر مدرسہ دارالکتاب والسنۃ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور جماعت غرباء کے اتحاد واتفاق کی بنا پر بیت المال سے مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کو بھی قائم رکھا۔ آپ نے زمانے تک امامت وخطابت جیسی اہم ذمہ داری سنبھالی۔ آپ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی حسنات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس عطا فرمائے؛ آمین۔

امیر جماعت غرباء اہل حدیث کی تاریخ شیخ العرب والعجم میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ سے شروع ہوتی ہے۔ جب انہوں نے اپنے شاگرد رشید مولانا عبدالوہاب کے ذریعہ دہلی میں اہل حدیث کا جمعہ شروع کیا تھا۔ ۱۸۸۰ء میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کی تاسیس کی گئی۔ جہاں توحید کی شمع روشن ہوئی اور شرک کا قلع قمع ہوا۔ نیز اہل حدیث کی تعداد بڑھی تو عید کی نماز کھلے میدان میں عورتوں اور بچوں کے ہمراہ ادا کی گئی۔ ان میں سے اہم مسئلہ امارت کا تھا جو ہندوستان میں مردہ ہو چکا۔ مولانا عبدالوہاب نے میاں نذیر حسینؒ کی رائے پر اہل حدیث پر اسلام کی بیعت کی اور امارت کے ساتھ شرعی بیت المال قائم کیا جس سے مدرسہ دارالکتاب والسنۃ خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہا۔

مولانا عبدالوہابؒ کے انتقال کے بعد مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ امیر جماعت ہوئے اور ان کے بعد مولانا عبد الواحدؒ بنائے گئے۔ مدرسہ دار الکتاب والسنۃ کی ذمہ داری مولانا عبدالواحد صاحبؒ پہلے ہی سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کا پورا خاندان ہجرت کر گیا، مولانا موصوف نے دارالکتاب والسنۃ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور شرعی بیت المال سے مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کو چلایا۔ کام اور ذمہ داریوں کے اضافہ کے بعد مولانا نے اپنے فرزند مولانا عبدالماجد صاحب مدنی کو بھی کینیا (افریقہ) سے بلالیا اور اس طرح مولانا عبدالماجد صاحب مدنی بھی جماعت کی دعوت وتبلیغ میں ہاتھ بٹانے لگے۔

مولانا عبدالواحد صاحب سلفی کے انتقال کے بعد اسی دن جماعت غرباء اہل حدیث نے متفقہ طور پر مولانا عبدالماجد صاحب مدنی کو امیر جماعت نامزد کیا اور مولانا کے انکار کے باوجود جماعت نے یہ عظیم ذمہ داری لینے پر مجبور کیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالماجد صاحب مدنی کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا عبدالواحد صاحب سلفی کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

مناظرہ بیداسر راجستھان ۲۶، ۲۷ رنومبر ۱۹۶۹ء

اس پر آشوب دور میں بعض عاقبت نا اندیش اور حق ناشناس نتائج سے بے پرواہ بعض مسائل دین میں چیلنج اور تحدی پر اتر آتے ہیں اور مناظرہ کی دعوت دے بیٹھتے ہیں۔ گروہ بندی، تعصب اور تنگ نظری ان کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنے مسلمات کو ٹھوک بجالیں اور دوسرے فریق کے دلائل کا اپنے دلائل سے موازنہ کر کے رائے قائم کرلیں۔ خواص گمراہی میں مبتلا ہوں وہ عوام کو بھی گمراہی میں مبتلا رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دلائل ہمارے پاس بھی ہیں اور دلائل کا موازنہ کیا جاتا ہے اور نتیجہ دوسرا برآمد ہوتا ہے۔

حق کے لئے اگر دلائل ہی کو بنیاد بنایا جائے تو دلائل قادیانی بھی دیتے ہیں، بت پرستی کو ثابت کرنے کے لئے بھی دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔ جو لوگ دہریہ اور ملحد ہیں وہ بھی دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں تو نفس دلیلوں کا ہونا کسی بات کے حق ہو جانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جو مسلک ہم نے اپنایا ہے صحیح دلائل اس کی تائید کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ کہہ دینا کہ ہمارے بڑے بڑے مولوی یہ مسئلہ بتاتے چلے آئے ہیں وہ کیسے غلط ہوسکتا ہے۔ یہ سادہ لوحی کی بات ہے اور یہ کہنا کہ اختلافی مسائل قدیم زمانے سے چلے آتے ہیں یہ نہ حل ہوئے ہیں اور نہ آئندہ حل ہوں گے۔ یہ سہل انگاری ہے۔

تعجب ان لوگوں پر ہے جو کافی ذہین اور ذکی ہیں۔ گریجویٹ اور ایڈوکیٹ وہ بھی کہتے ہیں کہ دینی مسائل کو سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے۔ حالانکہ دنیوی معاملات میں وہ بال کی کھال نکالتے ہیں۔ سیاسی مسائل میں طرح طرح کی موشگافیاں بھی کرتے ہیں۔ بڑے ملکوں کی سیاست کے بارے میں فیصلہ کن رائے رکھتے ہیں۔ یقین ہے اگر یہ لوگ خالی الذہن ہوکر اور غیر

جانب دار رہ کر کسی مسئلہ کے موافق ومخالف دلائل کا موازنہ کریں تو یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں یہ چودھویں صدی ہے۔ تاریکی اور جہالت کا دور ختم ہو چکا، علوم وفنون اور مسائل دین پر بحثیں کھلی ہوئی ہیں طالب علم ان سے پوری پوری رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ تمہید ہم نے اس لئے باندھی ہے کہ راجستھان کے موضع بیداسر ضلع میں ایک اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔

قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ ہوا۔ ہم نے دلائل پیش کیے جملہ حاضرین نے جن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں تھے بالاتفاق رائے کہا کہ حق ان لوگوں کے ساتھ ہے جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

واقعہ کی نوعیت اس طرح ہے نام ونہاد بریلوی مولانا رفیع الدین صاحب بیداسر پہنچے اور دیکھا کہ اہل حدیث اور دیوبندی حضرات امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تو مولانا صاحب بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے۔ میں اس مسئلہ پر بحث ومناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں تو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھیں گے۔ بیداسر نے اس چیلنج کو منظور کر لیا اور کہا کہ ہم اپنے عالموں کو بلاتے ہیں۔ اگر وہ نہ ثابت کر سکے تو ہم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

مناظرہ کی روئیداد

اس طرح ہے کہ مولوی علی حسن صاحب لاڈنوی (اہل حدیث) نے مندرجہ ذیل جوابی مکتوب شیخ الاسلام فاضل اجل حضرت مولانا ابو الکبیر محمد جلیل صاحب مدفیوضہ کے پتہ پر سامرود بھیجا۔ عالیجناب فیض مآب حضرت عبدالجلیل صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

ایک مولوی صاحب سے فاتحہ خلف الامام کے تحت بحث ہوئی ان کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ اس مسئلہ پر مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کی اطلاع مولانا عبدالواحد صاحب دہلوی امام جماعت غرباء اہل حدیث کو دے دی گئی۔ وہ یکم رمضان کو بیداسر تشریف لائیں گے۔ آپ بھی ان کے ساتھ تشریف لائیں۔ عین کرم ہوگا آپ جیسے مایہ ناز

علامۃ الدھر کی سخت ضرورت ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالواحد صاحب سلفی امام جمعیت غرباء اہل حدیث خود سامرود گئے اور مناظرہ میں شرکت کے لئے شیخ الاسلام کو دہلی لائے۔ موصوف مکرم کے ہمراہ ان کے بڑے فرزند حضرت مولانا عبدالبر صاحب بھی تھے۔

یہ تینوں حضرات ۲۱/نومبر ۱۹۶۹ء کو بروز جمعہ پون بجے جنتا ایکسپریس سے اتر کر محمدی جامع مسجد اہل حدیث صدر بازار دہلی میں پہنچے۔ مولانا عبدالبر صاحب نے خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت شیخ الاسلام کو دیکھ کر جمعیت محمدی دہلی کے تمام افراد و حضرات کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ملاقاتیوں کا تانتا بندھ گیا۔ دیگر حضرات بھی جوق در جوق ملاقات سے مشرف ہوئے۔ یہ تینوں مذکورہ علماء ۲۳/نومبر کو ڈیڈوانہ پہنچے۔ دو روز وہاں تقریریں ہوئیں۔ پھر وہاں سے حافظ محمد حنیف صاحب ابن صالحین صاحب قریشی وغیرہ کو ساتھ لے کر لاڈنو پہنچے اور لاڈنو میں بھی تقریر ہوئی۔ پھر وہاں سے مولوی علی حسن صاحب اور محمد یٰسین صاحب اپنے ہمراہ ان تمام حضرات کو لے کر ۱۵/رمضان ۱۳۸۹ھ کو بوقت ۱۱/بجے دن بیدا سر پہنچے۔ بعد نماز عصر مولانا رفیع الدین صاحب بھی بیدا سر تشریف لے آئے پھر بعد نماز تراویح مناظرہ شروع ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام صاحبؒ کے مشورہ پر تمام حضرات نے مولانا عبدالواحد صاحب سلفی امام جمعیت محمدی غرباء اہل حدیث کو دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کی طرف سے مناظر مقرر کیا۔ مناظرہ رات کے ڈھائی بجے تک جاری رہا۔ مولانا رفیع الدین صاحب بریلوی کے ذمہ اپنے امام اعظم کے مذہب سے سند اور دلائل صحیحہ سورہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کا صریح طور پر احادیث نبویہ سے ثابت کرنے کا بار تھا اور اہل حدیث علماء کے ذمہ سورہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا صریح طور پر احادیث نبویہ سے ثبوت دینا شرائط مناظرہ میں قرار پایا تھا۔ بریلوی مناظر صاحب نے حسبِ شرائط مقررہ امام اعظم کے طریق سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اہل حدیث مناظر نے اپنے دعویٰ کو بخوبی دلائل صحیحہ سے ثابت کر کے بتا دیا اور حاضرین کو صحیح احادیث کی رو سے یہ باور کرا دیا کہ امام کے پیچھے بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ مناظر بریلوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک مختصر روایت طحاوی کے حوالے سے جس سند کے ساتھ پیش کی اس میں سورہ فاتحہ کا نام ونشان تک نہ تھا۔ پھر اسی حدیث انس رضی اللہ عنہ کو امام بیہقیؒ کی کتاب قراءۃ خلف الامام سے اسی طحاوی والی سند کے

ساتھ مناظر اہل حدیث مجمع عام میں پوری روایت پڑھ کر سنا دی جس کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں ((فليقرأ احدكم بسورة الفاتحه)) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقتدیوں سے فرمایا کہ جب امام پڑھا کرے تو تم چپ رہا کرو۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ تم کو چاہیے کہ سورۃ الفاتحہ ضرور پڑھ لیا کرو۔ مولانا رفیع الدین صاحب نے ان الفاظ کو چھپا دیا جن کو امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کے آخر میں بیان کیا تھا۔ بس مناظر اہل حدیث کا یہ کہنا تھا کہ تمام پبلک بول پڑی کہ مولانا دہلوی نے مفتی رفیع الدین صاحب کی پیش کردہ روایت سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا دعویٰ ثابت کر دیا اور مولانا بریلوی صاحب صاف وصریح دلیل سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی نہ پیش کر سکے۔

حاضرین میں ہندو حضرات بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ تھانیدار مع پولیس کے موجود تھے۔ ان سب نے یہ جان لیا کہ مولانا بریلوی اپنا مدعیٰ صاف اور صریح دلیل سے ثابت نہ کر سکے۔ وقت زیادہ ہو گیا تھا۔ رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ اہل حدیث مناظر نے بریلوی مناظر سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے کچھ سوالات کا جواب دینا باقی تھا۔ مولانا رفیع الدین صاحب نے کہا کہ باقی سوالات کا جواب میں کل تحریری طور پر پیش کروں گا۔ اس لئے مجلس برخواست کر دی گئی۔ دوسرے روز کی نشست میں مولانا رفیع الدین صاحب جواب لکھ کر دینے کی بجائے بے کار باتوں میں وقت نکال دیا اور شور برپا کرا دیا۔ پبلک نے معلوم کر لیا کہ ان کے پاس سوالوں کا جواب موجود نہیں ہے۔ سب نے بیک زبان کہہ دیا اہل حدیث مناظر اپنے دعوئے کو ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بریلوی مناظر ناکام رہے۔

بریلوی عالم صاحب صاف وصریح ایک بھی دلیل امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی دے سکے۔ ہمارے ناظرین جو اس مناظرہ میں موجود نہ تھے۔ انہیں جاننے کا اشتیاق ہوگا کہ کیا کہا اور کس کس طرح سوال و جواب ہوئے یہ ایک طویل داستان ہے۔ ذیل میں اس مناظرہ کے بارے میں ایک مضمون پیش کیا جاتا ہے جس کو اس مناظرہ کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے۔ اس مناظرہ میں قاضی شہر مولانا سید عبداللہ صاحب شہر قاضی بنفس نفیس موجود تھے۔ آپ نے مناظرہ کی کاروائی ایک مبصر کی حیثیت سے دیکھی اور سنی۔ قاضی صاحب موصوف اسم بامسمیٰ خوش مزاج اور

سنجیدہ انسان ہیں۔ موصوف نے نہایت غیر جانب داری کے ساتھ اس مناظرہ کے متعلق جو نتیجہ اور فیصلہ صادر فرمایا حسبِ ذیل ہے:

منصف کا فیصلہ

آج بتاریخ ۱۵، ۱۶، ۱۷ رمضان بمطابق ۲۶، ۲۷ نومبر ۱۹۶۹ء کو مناظرہ جناب محترم المقام مولانا عبدالواحد صاحب دہلوی اور جناب مولانا رفیع الدین صاحب ساکن ضلع چورد کے مابین مقام بیداسر ضلع چورد میں مسئلہ سورۃ فاتحہ خلف الامام پر ہوا۔

دلائل دونوں طرف سے ظہور میں آئے جس میں مولانا رفیع الدین صاحب نے لفظ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے کی کوئی دلیل بھی پیش نہیں فرمائی۔

مدمقابل جناب مولانا عبدالواحد صاحب دہلوی نے دلیل لفظ سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے مقتدی کو پڑھنے کی پیش کی، وہ قوی پائی گئی۔ عوام نے تسلی بخش دلائل سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے سبب بہترین دلائل جناب مولانا شاہ عبدالواحد صاحب کے پائے۔ جو احادیث رسول ﷺ پوری طرح عوام کے سامنے پیش کیں جس سے عوام کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں کسی طرح شکوہ شکایت نہیں رہی بلکہ ہندو بھائی بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی صاف لفظوں میں کہا کہ حقیقت میں مولانا عبدالواحد صاحبؒ نے صاف صاف دلیلیں پیش کیں تو سب کی سمجھ میں ان کے الفاظ آ گئے اور انہوں نے تسلیم کر لیا۔

نیازمند احقر الحقیر سید عبداللہ ولد سید علی صاحب

شہر قاضی قصبہ بیداسر ضلع چورد مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۶۹ء

مولانا عبدالواحد سلفی مرحوم کو تحریر و نگارش سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں انہوں نے دہلی سے ماہنامہ ''نور ہدایت'' جاری کیا۔ اس کے سرپرست شیخ الاسلام مولانا عبدالجلیل سامرودیؒ جبکہ ایڈیٹر اے آر انیس جامعی دہلوی اور نگران مولانا خود ہی تھے۔ اس رسالے میں آپ کی بہت سی تحریریں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ آپ کے بہت سے مضامین صحیفہ اہل حدیث دہلی اور پھر صحیفہ اہل حدیث کراچی میں شائع ہوئے تھے۔

ان کا انداز تحریر سنجیدہ اور عام فہم تھا وہ اپنے مؤقف کی تائید میں قرآن و حدیث سے دلائل

بڑی عمدگی سے پیش کرتے تھے۔ مولانا عبدالواحد صاحب نے کئی چھوٹے بڑے رسائل بھی تصنیف کیے ان کی تفصیل یہ ہے۔۔۔

۱۔ **رکوع کی رکعت:**۔ اس رسالے میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوا اس کی رکعت ہوگئی۔

۲۔ **آٹھ تراویح:**۔ اس رسالے میں وضاحت کی گئی ہے کہ آٹھ رکعت تراویح ہی مسنون ہیں۔

۳۔ **مسبوق کی امامت:**۔

۴۔ **دوران جماعت صف میں اکیلے نماز پڑھنا:**۔

مولانا عبدالواحد سلفی صاحبِ اولاد تھے آپ کو اللہ تعالیٰ نے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا عبدالماجد سلفی صاحب دہلی میں رہتے ہیں۔ جماعت غرباء اہل حدیث ہند کے امیر ہیں اور اپنے مدرسے میں شیخ الحدیث ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔ اچھے، نیک، متدین اور صالح عالمِ دین ہیں۔ اپنے والد کے صحیح معنوں میں علمی وارث ہیں۔ ایک صاحبزادے عبدالوارث فوت ہو چکے ہیں۔ ایک صاحبزادے محمد احمد اور ایک کا نام عبدالواجد سلفی ہے۔

مولانا عبدالواحد سلفیؒ نے ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۷ اگست ۱۹۹۸ء کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب صبح چار بجے حرکت قلب بند ہونے سے وفات پائی۔ اگلے روز نماز عصر کے بعد ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کی تدفین شیدی پورہ کے تاریخی قبرستان میں ان کے والد مولانا عبدالوہاب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے قریب کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

مولانا عبدالواحد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جماعت غرباء اہل حدیث کے عظیم عالمِ دین تھے۔ ان کی وفات پر بہت سے اہل علم نے تعزیتی مکتوبات لکھے۔ کئی اخبارات و رسائل نے ان پر مضامین شائع کیے اور بہت سے احباب جماعت نے بذریعہ فون مولانا کی وفات پر افسوس و غم کا اظہار کیا۔ مولانا مرحوم کے پوتے مولانا عبدالقادر سلفی اپنے جلیل القدر دادا کی وفات پر ''سانحہ عظیم''

مولانا عبدالواحد دہلوی کے عنوان سے لکھتے ہیں۔۔۔

عمر تقریباً اٹھاسی سال، خوبصورت خدوخال، لال ڈاڑھی چہرہ پر عزم واستقلال، ولی اللہ، مایہ ناز عالمِ دین، علم وعمل کا بہترین شاہکار، ڈنکے کی چوٹ پر بات کرنے والے، شریعت حقہ کے معاملہ میں کسی کا لحاظ اور کسی کو خاطر میں نہ لانے والے، امام المؤحدین علامۃ الدھر، حضرت مولانا ابومحمد عبدالوہاب محدث دہلویؒ کے علمی وعملی گھرانہ میں ولادت باسعادت حاصل کر کے اپنے برادر عزیز مفسر قرآن، شیریں بیان، حضرت مولانا ابومحمد عبدالستار دہلویؒ کے سایہ شفقت وعاطفت میں پرورش پا کر اپنے والد ماجد اور مایہ ناز عالم مولانا عبدالجلیل محدث سامرودیؒ سے علم قرآن وحدیث حاصل کر کے علم وعمل کا ایک نمونہ، ایک مبلغ وداعی بن کر اپنے والد محترم کے قائم کردہ محمدی جامع مسجد ومدرسہ دارالکتاب والسنہ واقع پان منڈی صدر بازار دہلی کے شیخ الحدیث وجماعت غرباء اہل حدیث (ہند) کے امیر مقرر ہو کر تقریباً پچاس سال خالص توحید وسنت کا پرچار کرنے والے براعظم ایشیا کو اپنے علم وعمل سے روشن کرنے والا چراغ مولانا ابومحمد عبدالواحد سلفی محدث دہلوی ۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۷/اگست ۱۹۹۸ء بدھ وجمعرات کی شب صبح چار بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ومغفور کو کتاب وسنت سے بے پناہ عشق تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، غرض یہ کہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ہر ہر پل قرآن وحدیث کے مطابق گزارنا ان کا مشغلہ تھا۔

مرحوم اپنے پوتے حافظ عبدالواسع سلفی کے ساتھ سفر کرنے کے لئے پاکستان کا ویزا لا چکے تھے۔ ۲۶/اگست بروز بدھ اپنی اولاد وبنات وغیرہ سے ملنے کی غرض سے ہوائی ٹکٹ بھی لے کر آ گئے کمزوری تو پہلے ہی تھی ٹکٹ لانے کے بعد تھکان کی وجہ سے کمزوری اور بڑھ گئی گھر آ کر نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنی بہو کو پوچھا جو وعظ کرنے گئی ہوئی تھیں پھر آرام کی غرض سے لیٹ گئے۔ تھکان کی وجہ سے جلد ہی نیند آ گئی۔ مغرب میں آنکھ نہ کھل سکی۔ اذان عشاء میں نیند سے بیدار ہوئے۔

چھوٹے پوتے ہاتھ پکڑ کر وضو کرانے کے لئے لے گئے۔ ادھر گھر والے گفتگو کر رہے تھے

کہ کمزوری دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔صبح ہی انشاء اللہ گلوکوز چڑھوالیں گے۔لیکن اس رب کائنات کو کچھ اور ہی منظور تھا۔وضو کرکے ہاتھ کا سہارا لے کر اللہ کے حکم سے نیچے مسجد تک گئے اور باجماعت کھڑے ہوکر مغرب وعشاء کی نماز ادا کی۔نماز سے فراغت کے بعد اوپر آئے۔تھوڑا دودھ وغیرہ لیا اور اپنے وظائف پڑھ کر سو گئے۔ان کے بڑے فرزند مولانا عبدالماجد سلفی اور پوتے عبدالقادر سلفی دونوں آپ کے اردگرد بروئے احتیاط سو گئے کہ رات کو کسی حاجت کی خاطر کہیں جانا ہوتو ہم خیال رکھیں۔لیکن اس رب العزت کی شان کے،جوجب ﴿کل نفس ذائقة الموت ﴾ جس کی گھڑی آن پہنچی اس کو پھر کسی بات کی فکر نہیں ہوتی۔محترم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔رات کو تہجد کے لئے اٹھے۔صبح جمعرات کا سورج طلوع ہونا تھا اور آپ نے روزہ بھی رکھنا تھا۔تقریباً رات دو بجے نیچے مسجد میں چلے گئے۔غالباً اس غرض سے کہ میں نے سحری کرنی ہے اذان ٹھیک وقت پر ہونی چاہیے۔اوقات نماز جانچنے کی غرض سے نیچے گئے۔اللہ تعالیٰ کی شان کہ دونوں طرف فرزند اور پوتے سورہے ہیں۔مرحوم گئے بھی اور چھوٹے زینے سے جو راستہ خالی تھا اور کسی کو پتہ تک نہ چل سکا۔آپ نیچے پہنچے اور صحن سے مسجد میں داخل ہونے والے دروازے پر غالباً چکرا گئے یا پیر پھسلا اور گر پڑے،گرنے کی وجہ سے جو تھوڑی بہت آواز ہوئی اس سے طلبا کی آنکھ کھل گئی۔طلبا فوراً دوڑتے ہوئے آئے اور جلدی سے سہارا دے کر آپ کو اُٹھایا۔ایک طالب علم نے اوپر آواز لگائی۔

اوپر سب بیدار ہو چکے تھے،فوراً بھاگتے ہوئے نیچے پہنچے اور گود میں اُٹھا کر سامنے جو بستر تھا اسی پر لٹا دیا۔ہم سب ابا میاں کا جسم دبانے لگے۔لخت جگر مولانا عبدالماجد سلفی سرہانے بیٹھے ہوئے اپنے ایک ہاتھ سے مرحوم کے ماتھے اور چہرے کو سہلاتے رہے۔آنکھوں سے برابر آنسو رواں دواں تھے۔زبان پر دعائیں جاری تھی۔مرحوم نے کہا مجھے کروٹ دلاؤ،کروٹ دلائی گئی۔پھر بھی چین نہ ملا۔پھر کہنے لگے،مجھے بٹھاؤ،آپ کو بٹھایا گیا۔بیٹھنے کے بعد نحیف آواز میں گویا ہوئے۔خدا کی شان کولہوں میں بہت زور سے لگی ہے،کولہے کو دبا دو۔آپ کو لٹا دیا گیا پھر کروٹ بدل بدل کر دبواتے رہے۔اتنے میں ایک پوتا پانی میں گلوکوز گھول کر لے آیا۔صاحبزادے چمچے سے تھوڑا تھوڑا پلانے لگے،مرحوم کے لخت جگر اپنے بیٹے عبدالقادر سلفی سے کہنے لگے کہ اسپتال

لے کر چلنا چاہئے۔کوئی سواری دیکھو۔ یہ سن کر مرحوم اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی سے انکار کرنے لگے۔انکار اس طرح ہورہا تھا گویا تشہد بھی پڑھ رہے ہوں اور انکار بھی کر رہے ہوں۔ جب بھی اسپتال کا نام سنتے تو اُنگلی سے انکار کرنے لگتے۔

اتنے میں جماعت کے عزیز فرد، جوان میاں مرحوم کے پوتے، حافظ عبدالرّب صاحب اندرلوک سے تشریف لے آئے جن کو فون کر کے گاڑی لانے کے لئے کہا تھا۔ ادھر مرحوم بے ہوش ہو چکے تھے۔ چار بج کر دس منٹ پر آپ کو ہوش آیا۔ ہوش آتے ہی لا الـه الا الـلـه پڑھنے لگے۔ آپ کو پڑھتا دیکھ کر سب لوگ بھی پڑھنے لگے۔ آپ کے فرزند نے برابر میں رکھے گلاس میں سے ایک چمچہ پلانا چاہا تو اوپر سے آواز آئی کہ زم زم پلا دیں۔ ایک پوتا زَم زم لے کر آیا۔ حافظ عبدالماجد صاحب آپ کو زم زم پلانے لگے۔ چند چمچے پینے کے بعد انکار کر دیا۔ اس کے بعد تقریباً تیس منٹ تک لا الـه الا الـلـه پڑھتے ہوئے بڑے سکون واطمینان کے ساتھ علم وعمل کا یہ نمونہ پورے برّ اعظم کو اپنے علم وعمل سے منوّر کرنے والا چراغ بقضائے الٰہی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آن کی آن میں سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی آس پاس کے احباب وخواتین کو فوراً مطلع کیا گیا۔ قریبی لوگ فوراً آ گئے اور حلقہ اندرلوک سے حافظ عبدالرّب صاحب آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی بغرض اعلان روانہ ہو گئے۔ اتنے میں مؤذن نے فجر کی اذان دی۔ نماز فجر کے بعد ممبئی اور پاکستان وغیرہ بذریعہ فون اور ہریانہ بذریعہ قاصد یہ دل سوز خبر پہنچائی گئی۔ لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔

مولانا عبدالماجد اپنے بیٹے عبدالقادر کو لے کر حافظ محمد یحيٰی پتیل والوں کے پاس قبرستان شیدی پورہ میں تدفین کی اجازت لینے چلے گئے۔ بعد مشورہ احباب وخواتین کے طے پایا کہ نماز جنازہ بعد نماز عصر ہو گی۔ تاکہ فصیل بند شہر دہلی کے باہر سے آنے والے حضرات بھی شریک نماز ہو سکیں۔ حلقہ اندرلوک کے جماعتی احباب نے غسل وتکفین کا ساز وسامان مہیا کیا۔ مرحوم کے فرزند مولانا عبدالماجد سلفی نے غسل دینے میں حافظ عبدالرّب اور مرحوم کے شاگرد مولانا دین محمد جھانڈوی و جماعتی احباب کی رہنمائی کی۔

قریب گیارہ بجے مدرسہ کے کرایہ دار جیین صاحب جس کی پلاسٹک کی دوکان مسجد کے صدر دروازہ پر ہے تشریف لائے اور مرحوم کے جنازہ کو سجدہ کرنے لگے۔ قریب ہی مرحوم کے صاحبزادے تشریف فرما تھے انہوں نے فوراً روکا تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہ ہستی ہے کہ اگر چراغ لے کر ڈھونڈنے نکلیں تو بھی ایسی ہستی نہ ملے۔ اللہ اکبر لوگوں کا اژدھام بڑھتا ہی جارہا تھا۔ بارہ بجے ممبئی کے احباب کا فون آیا جنازہ کی نماز کتنے بجے ہے؟ ہم شامل ہوسکیں گے یا نہیں۔ مرحوم کے فرزند نے جواباً عرض کیا کہ انشاء اللہ ضرور شامل ہوجائیں گے۔ جنازہ کی نماز بعد نماز عصر ہے، پونے ایک بجے یہ حضرات مع ایک خاتون کے مدرسہ میں پہنچ گئے۔ احباب میں امیر جماعت غرباء اہل حدیث صوبہ مہاراشٹر جناب عثمان غنی، خزانچی جماعت جناب محمد اسماعیل لکڑے والے، سیکریٹری جناب عبدالقیوم لکڑے والے، جناب محمد یوسف لکڑے والے، جناب عبدالرب کلیان بلڈنگ والے، جناب عبدالقیوم گوشت والے بمع اپنے فرزند تشریف لے آئے۔ ان احباب کے ساتھ آنے والی خاتون مرحوم کی پوتی اور جناب عبدالقیوم لکڑے والے کی بہو تھیں۔

لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہو چکا تھا۔ نماز عصر کے بعد تقریباً ساڑھے چار بجے مرحوم کے فرزند نائب امیر جماعت غرباء اہل حدیث (ہند) نے بڑے رقت بھرے انداز اور نہایت عاجزانہ کلمات سے نماز جنازہ پڑھائی۔ قریب تین ہزار احباب وخواتین نے نماز جنازہ مدرسہ میں ادا کی۔ لوگ باہر سڑک تک پھیلے ہوئے تھے۔ دورانِ نماز ہریانہ کے احباب بھی تشریف لے آئے۔ جنازہ کو لے کر قبرستان کی طرف چلے تو آگے آگے جنازہ اور اس کے پیچھے اولاد آدم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ حدِ نگاہ تک انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ ممبئی سے حاجی شرف الدین کے پوتے جناب محمد صاحب اور دوسرے عمری کلاں کے حافظ عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد کلیان بلڈنگ کے انتظار میں عبدالقادر سلفی مسجد میں رکے رہے۔ بعدہ انہیں لے کر روانہ ہوئے۔

اللہ اکبر! عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ مسجد سے لے کر رشید یہ ہوٹل سے بھی کافی آگے تک لوگ ہی لوگ تھے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ محمدی مسجد برنس روڈ سے لے کر جامع کلاتھ مارکیٹ تک انسانوں کا ریلا تھا جو کہ شیدی پورہ قبرستان کی طرف آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ تقریباً ہر گلی سے

لوگ نکل نکل کر ہجوم میں شامل ہو رہے تھے۔ پونے چھ بجے جنازہ قبرستان پہنچا۔ جہاں پہلے ہی ایک ہجوم موجود تھا۔ جن احباب نے نماز جنازہ ادا نہیں کی تھی انہوں نے ادا کی۔ امیر صاحب کو ان کے والد امام المؤحدین حضرت مولانا ابو محمد عبدالوہاب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ شیخ الکل میاں سید نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سپرد خاک کیا۔ تدفین کے بعد نائب امیر جماعت غرباء اہل حدیث (ہند) مولانا عبدالماجد سلفی صاحب نے دُعا کرائی۔ دُعا کے بعد جناب عبدالرّب صاحب نے اعلان کیا کہ نئے امیر کے انتخاب کے لئے مدرسہ میں ایک عام میٹنگ ہوگی۔ اور شام کے کھانے کا بھی بندوبست کیا گیا ہے، سب احباب وہاں چلیں۔ اعلان کے بعد انسانوں کا دہ سمندر قبرستان سے روانہ ہوا اور مدرسہ میں پہنچنے لگا۔

دہلی و ممبئی کے احباب جماعت کے مشورے اور اتفاق رائے سے حضرت مولانا عبدالواحدؒ کے بڑے فرزند مولانا حافظ عبدالماجد سلفی مدنی کو ہند کا امیر مقرر کیا گیا۔ اب چونکہ مولانا عبد الماجد صاحب سلفی امیر مقرر ہو گئے تھے، اس لئے اراکین مجلس شوریٰ نے آپ کو امیر جماعت غرباء اہل حدیث تسلیم کر کے بیعت کی۔ تمام جماعتی احباب وخواتین کے اصرار پر آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور لوگوں سے بیعت لی۔ اوپر سے خواتین نے اپنی اپنی چادریں لٹکا کر بیعت کی۔ عشاء کی نماز کے بعد تمام حضرات وخواتین نے کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد آرام کیا۔

اگلے دن بروز جمعہ ممبئی سے چند حضرات آئے۔ جن میں مرحوم کے پوت داماد جناب ابوبکر صاحب لکڑے والے مع اپنی والدہ کے تشریف لائے۔ بعدہ حضرت امام صاحب نے بڑا اثر انگیز خطبہ دیا اور حافظ عبدالواسع سلفی نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت الامیر حفظہ اللہ گویا ہوئے کہ حضرات مرحوم کو اللہ رب العزت نے اتنی ایمانی قوت عطاء فرمائی تھی۔ کہ اکیلے پچاس سال سے جماعت کے تمام اُمور بلا چوں وچراں بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے، لیکن مجھ میں اتنی ہمت وطاقت نہیں۔ اس لئے اگر آپ لوگ میرے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون کریں گے تو ہی میں باذن اللہ ان فرائض کو انجام دے سکوں گا۔

اس کے بعد بیعت کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا بعدہ تمام حضرات کو کھانا کھلایا گیا۔ بعد نماز مغرب شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں امیر ہند نے کہا کہ نائب امیر جناب حافظ اسلام الدین اور

خزانچی حافظ عبدالرّب حسب سابق اپنے فرائض انجام دیں گے۔ اب یہ طے کیا جاتا ہے کہ ناظم جناب حاجی محمد ایوب صاحب اون والے اور نائب ناظم جناب عبدالرحمٰن مان صاحب و معاون ناظم جناب عبدالقادر سلفی صاحب ہوں گے۔ حسب سابق اراکین شوریٰ میں جناب عثمان غنی صاحب، جناب عبدالقیوم صاحب آف ممبئی اور دہلی سے حاجی عبدالحق صاحب اور جناب عبدالرحمٰن خان صاحب کے ساتھ کل اٹھائیس اراکین منتخب ہوئے، بعدہ جن حضرات نے بیعت نہیں کی تھی ان احباب نے بھی بیعت کی۔

آخر میں رب کائنات سے دُعا ہے کہ جماعت میں اتفاق والحاق قائم رکھے، مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے لگائے ہوئے پودوں کو تناور درخت بنائے، ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری تمام تر پریشانیوں کو دور فرمائے۔ ہم سب پر زیادہ سے زیادہ اپنا فضل وکرم نازل فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واعزہ من عذا ب القبر وعذاب النار۔

علامہ سعید احمد یوسف زئی شہید (شہادت ۱۲ رستمبر ۱۹۹۹ء) جماعت غرباء اہل حدیث کے متحرک اور سرگرم عالمِ دین تھے۔ آپ شبان غرباء اہل حدیث پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور صحیفہ اہل حدیث کراچی کے ایڈیٹر رہے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر کئی کتابیں لکھیں۔ وہ مولانا عبدالواحد سلفیؒ سے متعلق اپنی یادوں کو بیان کرتے ہوئے صحیفہ اہلحدیث میں لکھتے ہیں کہ۔۔۔

وہ ۲۷ ر اگست ۱۹۹۸ء کی اُداس سی شام تھی جب ٹیلیفون کی گھنٹی پیغام اجل کی مانند بجی، میں نے ریسیور اُٹھایا تو عبدالرحمٰن حقانی سیکرٹری اطلاعات شبّان غرباء اہل حدیث اپنی ڈیوٹی پر موجود تھے، مجھے یہ اطلاع دے رہے تھے کہ امیر جماعت غرباء اہل حدیث ہند مولانا عبدالواحد سلفی انتقال فرما گئے ہیں۔

یہ اطلاع تھی کہ اعصاب کو شل کر دینے والا کوئی دھماکہ تھا جس نے ایک لمحہ کے لئے سماعت کو مفلوج کر دیا۔ زبان سے بے اختیار یہی نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اور میری نگاہوں میں مولانا کا محبت بھرا چہرہ بس گیا۔ اشک آنکھوں سے بہہ نکلے۔ ان کے سانحۂ ارتحال کی خبر سُن کر، علم کے آفتاب کے غروب ہونے کی اطلاع سُن کر، اُن کی محبتوں، شفقتوں اور عنایتوں سے محروم

ہو جانے کی خبر تھی ہی اتنی دِلدوز کہ آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی پھر بجی! فون اٹھایا تو نیو کراچی کے جماعتی ناظم بابو عبدالخالق دریافت کر رہے تھے کہ مولوی صاحب کی اطلاع ملی؟ پھر وہ بتانے لگے کہ ہمارے گھر میں تو مولوی صاحب کی وفات کی خبر سنتے ہی میّت کے گھر کی سی کیفیت ہوگئی ہے۔ میری اہلیہ مولوی صاحب کی شاگرد تھیں۔ مولوی صاحب جب بھی کراچی آتے تو ہمارے گھر ضرور آتے تھے۔ کافی دیر تک فون پر ان کے تذکرے کرتے رہے۔ جس سے میرے ذہن میں بھی وہ یادیں تازہ ہوگئیں جو ان سے وابستہ ہیں۔ اور یہ یادیں تاحیات زندہ رہیں گی کہ یہی ہمارا سرمایہ ہیں۔

میں مولانا عبدالواحد سلفی صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام میں معلّم مقرر ہوا۔ یہ تقریباً اٹھارہ برس پہلے کی بات ہے جب میں نے انہیں پہلی بار دیکھا وہ ایک سادی طبیعت کے مالک اور باوقار چہرے کے حامل تھے۔ ان کی بڑی بڑی آنکھوں میں ایک رُعب سا رہتا تھا جس کی وجہ سے میں اُن سے اس وقت تک مرعوب ہی رہا جب تک کہ ان کی قربت میسر نہیں آئی۔

مجھے ابھی بھی وہ واقعہ یاد ہے جب جماعت کے تمام اکابرین جن میں حضرت الامام مولانا عبدالرحمٰن سلفی، مولانا مفتی عبدالقہار، مولانا محمد یونس دہلوی مرحوم، مولانا سلیمان جونا گڑھی مرحوم، مولانا عبدالواحد سلفی مرحوم، پروفیسر مولانا محمد سلفی اور دیگر علماء جامعہ ستاریہ اسلامیہ کے افتتاح کے بعد ایک شام بوقت عصر جامعہ پہنچے۔ میں بھی ان اکابرین کے ہمراہ تھا۔ جامعہ میں نماز عصر ہو رہی تھی۔ جلدی جلدی وضو کر کے ہم جماعت میں شامل ہوئے تو امام صاحب رکوع میں جا چکے تھے۔ اکابرین جماعت کے ساتھ ساتھ میں بھی شامل ہوگیا۔ جب نماز مکمل ہوئی اور امام نے سلام پھیر دیا۔ میں پہلی رکعت کی ادائیگی لے لئے کھڑا ہوگیا۔ مولانا عبدالواحد میرے دائیں جانب تھے۔ میرے سلام پھیرتے ہی مولانا نے مجھے پکڑ لیا، اور غصے کے عالم میں کہا! کیا تم ان علماء سے بھی بڑے عالم ہو؟ کہ رکوع کی رکعت نہیں مانتے! میں نے عرض کیا، حضرت یہ مسئلہ ابھی تک میں نے نہیں سمجھا۔ اکابرین سے بحث کا میں قائل نہیں! جس دن بات سمجھ میں آجائے گی اُس دن سے انشاءاللہ عمل کروں گا۔ یہ سنتے ہی سارا غصّہ کافور ہوگیا، اور مجھے رکوع کی رکعت ہو

جانے کے بارے میں بڑی محبت سے سمجھانے لگے اور میں اس کا قائل ہو گیا۔

اس واقعہ کے ذریعہ ہی میرا ان سے پہلی بار تعارف بھی ہوا۔ امام صاحب نے انہیں بتایا کہ یہ سعید بن عزیز ہیں جو جامعہ ستاریہ میں شعبۂ عربی کے استاذ ہیں یہ تعارف بھی ہو گیا، بات چیت بھی ہو گئی لیکن وہ رعب جوان کا مجھ پر تھا وہ ابھی تک برقرار رہا، تاوقتیکہ میں جب بھارت میں ان کے مدرسہ دارالکتاب والسنہ، صدر بازار نہ پہنچا۔ یہ ۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ ایک عزیز دوست حافظ حقانی قادری کے بے حد اصرار پر ان کے ہمراہ سیر و تفریح کے ارادے سے بھارت گیا، ارادہ تھا کہ دہلی، آگرہ اور بنارس جائیں گے دہلی میں نہ میرا کوئی رشتہ دار تھا نہ حقانی میاں کا۔

میں نے امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میں دہلی جانا چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فوراً ایک رقعہ مولوی صاحب کے نام لکھا اور تاکید فرمائی کہ دہلی میں مولانا کے مدرسہ میں قیام کرنا۔

ہم جب دہلی پہنچے تو صبح کا وقت تھا اور رمضان کا مہینہ، مولانا نے ہمیں پہلے ناشتہ کروایا، پھر اپنا راشن کارڈ ہمیں دیا کہ پولیس ہیڈکوارٹر جا کر اپنے قیام اور اپنی آمد کی اطلاع کر دیں۔ وہاں سے جب واپس آئے تو مولانا ہمارے منتظر تھے! فرمانے لگے، یہ رمضان کا مہینہ ہے اور آپ لوگ مسافر ہیں، روزہ رکھیں یا نہ رکھیں یہ آپ کی مرضی ہے۔ لیکن سحری اور افطاری آپ ہمارے ساتھ کریں گے۔ پھر مدرسہ کے دروازے پر ایک چاٹ والا کھڑا تھا۔ وہ چاٹ لے کر آیا۔ مولانا نے وہ چاٹ ہمارے سامنے رکھ دی ہم ان کا منہ دیکھنے لگے کہ اسے کھائیں تو کیسے کھائیں؟ چمچہ تو تھا نہیں اس کی جگہ ایک اُنگلی کے برابر چوڑا سا ٹکڑا لکڑی کا رکھا تھا، مولانا سمجھ گئے کہ ہم چمچہ دیکھ رہے ہیں، فرمایا کہ یہی چمچہ ہے اسی سے کھائیں۔

میں نے وہ چمچہ اُٹھا لیا اور چاٹ میں ڈالا تا کہ چاٹ نکال کر کھاؤں لیکن ناکام رہا۔ یہ دیکھ کر مولانا کہنے لگے، لاؤ یہ چمچہ مجھے دو! تمہیں اس سے کھانا نہیں آئے گا۔ یہ فرما کر انہوں نے چاٹ بھی اٹھائی اور مجھ سے فرمایا: کہ منہ کھولو، اور میرے ہاتھ سے کھاؤ۔ پھر جس طرح کسی بچے کو اس کے والدین کھانا کھلاتے ہیں۔ اس طرح مولانا نے انتہائی محبت اور شفقت سے ساری چاٹ اپنے پیارے ہاتھوں سے کھلائی۔ (کیا محبت اور شفقت کی یہ داستان کبھی بھلائی جا سکتی ہے؟) وہ

رُعب جوان کا مجھ پر قائم تھا اس دن سے مکمل طور پر وہ ختم ہو گیا۔

دہلی میں ان کے مدرسہ میں ہم تقریباً دس دن رہے، اس دوران جمعہ کا دن آیا، مولانا نے جمعہ کا خطبہ دیا، ۔ وہ اس قدر بُردبار اور حلیم الطبع شخص تھے! کہ انہوں نے بذات خود کبھی میری یا کسی کی کوتاہی کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا۔ بلکہ انتہائی محبت بھرے انداز میں توجہ ضرور دلایا کرتے تھے۔

دستر خوان پر ہمیشہ نہ صرف مسنون طریقے پر بیٹھ کر کھاتے تھے بلکہ تمام اہل مجلس کو بھی سنت طریقے سے کھانے پینے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

دہلی میں ایک دفعہ بغیر بتائے میں شہر کے مضافاتی علاقے اوکھلا چلا گیا۔ جہاں مولانا عبدالحمید رحمانی صاحب کا مدرسہ تھا۔ انہوں نے شام کھانے پر روک لیا۔ رات کے گیارہ بجے مجھے مولانا جمیل الرحمٰن صدر تنظیم ائمہ مساجد دہلی کے ہمراہ روانہ کیا۔ مجھے ایک سائیکل رکشہ سے صدر بازار بھجوایا۔ جب میں مدرسہ پہنچا تو مولانا مدرسہ کے دروازے پر پریشان کھڑے تھے۔ یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی کہ وہ میرے تاخیر سے آنے پر اس قدر پریشان ہو جائیں گے۔ مجھے احساس ندامت وشرمندگی نے آن گھیرا۔ میں نے معذرت کی تو فرمانے لگے کہ مجھے یہ فکر تھی کہ آپ کہیں بھٹک نہ گئے ہوں۔ اسی لئے پریشان تھا۔ مجھے تو یہ توقع تھی کہ مولانا مجھے ڈانٹیں گے جس کا انہیں بہر حال حق بھی تھا لیکن اس وقت بھی مجھے ان کی شفقت ہی میسر آئی۔ اے اللہ! تو بھی اس سراپا شفقت انسان پر اپنا رحم وکرم فرما اور اپنی مہربانیوں سے انکی قبر کو منور فرما۔ مولانا نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ مجھے دہلی کی سیر کروائی۔ اجمیری گیٹ کی مسجد میں مجھے جمعہ پڑھانے کے لئے بھیجا اور وطن واپسی کے لئے مجھے نہ صرف تحفے دیئے بلکہ زادِ سفر بھی اپنی جیب سے عنایت فرمایا اور اپنے شاگردوں کو مجھے اسٹیشن تک پہنچانے کی تاکید کی۔

وہ رُعب جوان کی شخصیت کا مجھ پر رہتا تھا وہ دِلّی میں ان کے ہاتھوں سے چاٹ کھا کر بالکل ختم ہو گیا اور اس کی جگہ بے پناہ احترام اور محبت نے لے لی۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی مولانا کراچی آئے میں ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ پچھلے دو برس پہلے کی بات ہے کہ وہ کراچی تشریف لائے، میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور سلام عرض کیا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ میاں ہم تو تمہارے نزدیک مشرک اور بدعتی ہیں پھر ہمیں سلام کیوں کرتے ہو؟ میں حیران ہو کر

بولا، استغفر اللہ حضرت میں اور آپ کو مشرک و بدعتی کہوں یہ کیسے ممکن ہے؟ فرمانے لگے تم نے جو کتاب لکھی ہے تزکیۃ الایمان اس میں تم نے یہی تو لکھا ہے کہ تعویز کرنا شرک ہے لہذا ہم مشرک ہی تو ہوئے۔ مولانا بھی اور مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالقہار اور بہت سے جماعتی و غیر جماعتی علماء شرعی تعویذات کے قائل ہیں اور عوام کی ایک بڑی تعداد ان سے اس سلسلے میں استفادہ کرتی ہے۔ میں نے مولانا کو اس قدر ناراض دیکھا تو ان سے بحث نہیں کی اور خاموش ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ مولانا مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں لیکن چند روز کے بعد مرکز جماعت میں ان سے ملاقات ہوئی میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ آپ نے محبت سے جواب دیا۔ مصافحہ کیا اور خیریت بھی معلوم کی۔ اس واقعہ کے بعد کئی بار ملاقات ہوئی لیکن مولانا اپنی شفقت و محبت کا مظاہرہ بدستور فرماتے رہے۔

اسی سال جب وہ کراچی آئے تو بہت کمزور لگ رہے تھے۔ میں نے خیریت دریافت کی تو فرمانے لگے کہ اللہ کا شکر ہے۔ تھوڑی بہت تکلیف تو سب کو ہی رہتی ہے۔ مولانا ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنے والے بندے تھے۔ مولانا مفتی عبدالقہار صاحب سے جب میں تعزیت کرنے گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس کمزوری اور بڑھاپے میں بھی انہوں نے ایام بیض پیر اور جمعرات کے روزے کبھی نہیں چھوڑے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت کا شوق ان میں بہت زیادہ تھا اور یہ اللہ ہی کا ان پر فضل و انعام تھا۔ مولانا ایک بہترین واعظ اور خطیب تھے۔ آپ کے پسندیدہ موضوع رکوع کی رکعت، شرعی امارت اور مسئلہ بیعت ہوا کرتے تھے۔ کراچی میں انہیں جب بھی سنا ان ہی موضوعات پر زیادہ تر تقریر کرتے ہوئے سُنا۔ نیو کراچی میں ایک بار بابو عبدالخالق دہلوی کے مکان پر انہوں نے خطاب کیا اور فکر آخرت کے موضوع پر تقریر کی ان کا قرآن پڑھنے کا ایک مخصوص انداز تھا جو ان کی شخصیت پر اچھا بھی لگتا تھا۔

مولانا انڈیا میں اپنے مدرسہ میں فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے تھے۔ میرے سامنے ایک مرتبہ ایک شخص جو حنفی تھا طلاق کا مسئلہ لے کر آیا وہ چاہتا تھا کہ مولانا فتویٰ دے دیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین نہیں ایک ہی ہوتی ہے تا کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ مولانا نے فرمایا یہ فتویٰ اس صورت میں مل سکتا ہے کہ پہلے مسلک اہل حدیث اختیار کرو۔ مقلد بھی رہو اور صرف

بیوی حاصل کرنے کے لئے اہلحدیثوں کا فتویٰ حاصل کرلو تو میں ایسے فتویٰ نہیں دیتا۔ کاش اسی قسم کا طرزِ عمل ہمارے مفتی صاحبان بھی اپنائیں۔

آپ کے ایک صاحبزادے مولانا عبدالواجد جامعہ ستاریہ میں استاذ ہیں۔ دوسرے صاحبزادوں میں مولانا عبدالماجد افریقہ والے قابل ذکر ہیں جو کہ ان کے خلف الرشید ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ مولانا عبدالماجد دہلوی کو اپنے والد عظیم کا صحیح جانشین بنائے اور ان سے بڑھ کر دین کی خدمت کرنے کی انہیں توفیق عطا فرمائے۔ نیز مولانا مرحوم کی بشری لغزشوں سے درگزر فرماتے ہوئے ان کی آخری آرام گاہ کو منور فرمائے انہیں اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ان کے عزیز واقارب واقربا کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے بزرگوں کا سایہ ہم پر تادیر قائم فرمائے۔ اور ہمیں مولانا عبدالواحد سلفی صاحب کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ اور قوت عطا فرمائے نیز جماعت میں ان کا بہترین نعم البدل ہمیں عنایت فرمائے۔ (آمین)

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مولانا عبدالجبار سلفی مدیر مسئول صحیفہ اہلحدیث کراچی اپنے عم محترم کی وفات پر لکھتے ہیں کہ۔۔۔

الیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ

مولانا عبدالواحد دہلی میں رحلت فرما گئے

۳ / جمادی الاولیٰ ۲۷/ اگست کو امیر جماعت غرباء اہل حدیث بھارت محترم مولانا عبدالواحد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب محدث ہند بانی جماعت غرباء اہل حدیث کے فرزند، مولانا عبدالقہار صاحب ناظم اعلیٰ، جماعت غرباء اہل حدیث کے بڑے بھائی اور مولانا عبدالرحمٰن سلفی مدظلہ العالی امام جماعت غرباء اہل حدیث کے چچا محترم تھے۔

جمعرات کی شب آپ کو ۲ بجے اچانک کچھ تکلیف ہوئی۔ فوراً گھر سے مسجد و مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار تشریف لے آئے اور منبر ومحراب کے درمیان لیٹ گئے۔ چند لمحوں

بعد ہی پیشانی پر پسینہ نمودار ہوا اور رب العالمین کے حضور حاضری دے دی۔ اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان کے بموجب ایک مومن کی موت جیسے واقع ہوتی ہے بالکل اسی طرح آپ کا بھی وصال ہوا۔

مرحوم نے ۵۰ سال سے بفضل اللہ بھارت کی جماعت کو سنبھالا ہوا تھا۔ اور اپنی ہمت سے زیادہ اشاعت دین اور تنظیم جماعت میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا مرحوم عم محترم ایک مخلص عالم باللہ اور باعمل فرد تھے۔ خلاف سنت کوئی کام بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ہر مجلس اور محفل میں اعلائے کلمۃ اللہ اور اتباع سنت کی تلقین و تبلیغ ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی وفات سے جماعت میں زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا ممکن نظر نہیں آتا لیکن اللہ کے امر کے آگے ہم تمام بے بس اور مجبور ہیں جب اجل آجاتی ہے تو ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی امر اسی ذات کا غالب رہتا ہے۔

اس خبر سے آناً فاناً مرکز کراچی میں شدید یاس والم پھیل گیا۔ عم محترم مولانا عبدالقہار کا رو رو کر حال خراب تھا لیکن زبان پر صرف رضینا برضا اللہ اور الحمد للہ کے الفاظ جاری تھے۔ حضرت امام صاحب مدظلہ العالی اور قریبی رفقاء بھی رنج والم سے لبریز چچا صاحب کو صبر کی تلقین کر رہے تھے۔ جماعتی احباب تعزیت کے لئے کثیر تعداد میں آرہے تھے۔ ٹیلی فون پر دہلی سے رابطہ کی کوششیں جاری تھیں۔ بُرا ہو اس نظام کا کہ جس میں رشتہ دار ایک دوسرے کے غم و خوشی میں بھی شریک نہیں ہو سکتے و فالی اللہ المشتکی۔ دوسرے روز جامع محمدی مرکز جماعت غرباء اہل حدیث میں حضرت الامام مولانا عبدالرحمٰن سلفی نے خطبہ جمعہ حقیقت موت پر تفصیلاً ارشاد فرمایا۔ بعد نماز جمعہ امام صاحب نے محترم چچا صاحب کے لئے جنازہ غائبانہ سے دعائے مغفرت فرمائی اور حاضرین نے نہایت رقت قلب سے قبولیت کے لئے آمین آمین کہی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو اپنے جوار رحمت میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے جملہ اقارب ولواحقین کو صبر کی توفیق فرمادے۔ تمام جماعت اہل حدیث سے مرحوم عم محترم مولانا عبدالواحد صاحب کے لئے نماز غائبانہ کی درخواست ہے اللہ پاک آپ کو جزائے خیر دے۔

(شریک غم عبدالجبار سلفی خادم صحیفہ)

جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب کے جنرل سیکرٹری اور ماہنامہ صدائے ہوش لاہور کے چیف ایڈیٹر مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب ماہ ستمبر ۱۹۹۸ء کے صدائے ہوش میں لکھتے ہیں۔۔۔

ایک دیا اور بجھا

گزشتہ دنوں خطبہ جمعہ المبارک جاری تھا کہ رفیق احمد انصاری صاحب کی طرف سے یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی۔ ''امیر جماعت غرباء اہل حدیث ہند مولانا عبدالواحد صاحب دہلوی قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں'' بے ساختہ زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا۔ امام عبدالوہاب صاحب محدث دہلوی کی اولاد سے دو بزرگ باقی تھے ان میں سے ایک جماعت کو داغ مفارقت دے گئے۔ بقیۃ السلف محترم چچا عبدالقہار صاحب حفظہ اللہ باقی رہ گئے ہیں۔ اللہ کریم ان کا سایہ تادیر جماعت کے سر پر سلامت رکھے آمین۔ (۳۱ مئی ۲۰۰۶ء کی شام مفتی صاحب بھی داغ مفارقت دے گئے۔

مولانا عبدالواحد دہلوی مرحومؒ امام الہند محدث دہلوی مولانا عبدالوہاب صاحبؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ دینی تعلیم کی تکمیل دہلی میں اپنے والد محترم سے ہی کی اور سند فراغت کے بعد سے ہی درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کے کام میں مصروف ہو گئے۔ قرآن وسنت کی خدمت کا یہ سلسلہ تادمِ مرگ جاری رہا۔ آپ ایک جید عالمِ دین، مناظر، خطیب اور کئی کتب کے مصنف تھے۔ وعظ ونصیحت کا انداز اپنے برادر بزرگ حضرت الامام عبدالستار صاحب محدث دہلوی سے کافی ملتا جلتا تھا۔ گفتگو کرتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے علم وحکمت کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے۔ عمل بالسنہ میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ اس دور پرفتن میں جب عالم باعمل قسم کے علماء کا قحط ہے موصوف کا وجود مسعود ہم سب کے لئے مشعل راہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کو مقدم رکھتے اور اس پر عمل کرتے۔

مولانا عبدالواحد مرحوم نے اپنے پسماندگان میں پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے مولانا عبدالماجد حفظہ اللہ آپ کی علمی وراثت کے مالک ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ ہیں۔ ہم جملہ پسماندگان سے مرحوم کی وفات پر دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ پوری جماعت مرحوم کے پسماندگان کے رنج وغم میں شریک ہے۔ اسی طرح محترم چچا عبدالقہار

صاحب، حضرت الامام عبدالرحمٰن سلفی صاحب اور دیگر خاندان محدث ہند سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کریم سے دعا گو ہیں کہ مرحوم کی بشری خطاؤں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے آمین۔ اور اللہ کریم پاکستان و ہند کی جماعت غرباء اہل حدیث کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

مولانا مرحوم کے حالات زندگی (بقلم رمضان یوسف سلفی) اسی شمارے میں شامل اشاعت ہیں۔

''ماہنامہ السراج'' جھنڈا نگر نیپال سے شائع ہوتا ہے اس میں مولانا کی وفات پر تعزیتی شذرہ میں یوں افسوس کا اظہار کیا گیا۔

مولانا عبدالواحد سلفی کا انتقال پُر ملال

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۷ر اگست ۱۹۹۸ء بروز جمعرات امیر جماعت غرباء اہل حدیث ہند مولانا عبدالواحد صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آزادی ہند کے بعد مایۂ ناز عالمِ اسلام ابوعبدالکبیر مولانا عبدالجلیل محدث سامرودی صاحبؒ امیر جماعت مقرر ہوئے اور ان کی امارت کے وقت سے ہی مدرسہ دارالکتاب والسنہ کی ذمہ داری مولانا عبدالواحد صاحبؒ نے سنبھالی اور تن تنہا اپنی اہلیہ کے ہمراہ دہلی میں جماعت کی خدمت کرتے رہے۔ جب ان کا پورا خاندان بیرونی ممالک میں جا بسا۔ اللہ کے فضل و کرم سے مولانا موصوف نے اپنے والد محترم کے طرز پر مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور جماعت غرباء کے اتفاق و اتحاد کی بناء پر شرعی بیت المال سے مدرسہ دارالکتاب والسنہ کو قائم رکھا۔ عمر کے تقاضے کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو بانٹنے کے لئے اور مدرسہ دارالکتاب والسنہ کو خوش اسلوبی سے جاری رکھنے کی غرض سے مولانا موصوف نے اپنے فرزند مولانا عبدالماجد صاحب مدنی کو بھی کینیا (افریقہ) سے بلا لیا اور اس طرح مولانا عبدالماجد صاحب مدنی بھی جماعت غرباء کی تبلیغ و اشاعت میں ہاتھ بٹانے لگے۔

مولانا عبدالواحد صاحب سلفیؒ کے انتقال کے بعد اسی دن جماعت غرباء اہل حدیث نے

متفقہ طور پر مولانا عبدالماجد صاحب مدنی کو امیر جماعت نامزد کیا اور مولانا کے انکار کرنے کے باوجود جماعت نے انہیں یہ عظیم ذمہ داری لینے پر مجبور کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا عبدالماجد صاحب مدنی کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا عبدالواحد صاحب سلفی کو اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین (ادارہ)

ہفت روزہ الاعتصام لاہور اپنے تعزیتی بیان میں لکھتا ہے۔۔۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالواحد سلفی دہلوی کی وفات

حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی کے فرزند ارجمند اور مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ عبدالواحد سلفی گزشتہ ماہ دہلی (بھارت) میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک صاحب علم وکمال، جلیل القدر، متواضع عالم دین، ملنسار اور عارف باللہ شخصیت تھے۔ موصوف کے عزیز واقارب کراچی میں مقیم ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا عبدالماجد سلفی دہلی میں ہیں اور مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔ جبکہ ایک بیٹا حافظ عبدالواجد سلفی جامعہ ستاریہ کراچی میں مدرس ہیں۔ ان کے علاوہ چار بیٹے اور چار بیٹیاں سوگوار چھوڑ گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کل جملہ لغزشیں معاف فرما کر اپنے خاص بندوں میں شمار کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے سرفراز کرے۔ آمین۔ (ادارہ)

الاعتصام ۲/اکتوبر ۱۹۹۸ء شمارہ نمبر ۳۸ جلد نمبر ۵۰

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی دسمبر ۱۹۹۸ء کی اپنی اشاعت میں لکھتا ہے۔۔۔

جوارِ رحمت میں

إنا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا عبدالواحد سلفی (امیر جماعت غرباء اہل حدیث)

جماعت غرباء اہل حدیث ہند کے امیر مولانا عبدالواحد سلفی ۲۷/اگست ۱۹۹۸ء کو انتقال فرما گئے۔ مولانا عبدالواحد سلفی جماعت غرباء اہل حدیث کے چوتھے امیر تھے۔ جماعت کے بانی اور پہلے امیر مولانا عبدالوہاب صدریؒ شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے

شاگرد تھے۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا عبدالستار محدث دہلوی اور پھر مولانا عبدالجلیل سامرودی امیر ہوئے۔ مولانا عبدالواحد سلفی کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا عبدالماجد مدنی کو امیر منتخب کیا گیا ہے۔ مولانا عبدالواحد سلفی سنجیدہ عالم، نہایت خلیق اور ملنسار تھے اور حتی المقدور عامل کتاب وسنت تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

مولانا عبدالواحد سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات فقط ان کے خاندان کے لئے ہی صدمے اور دکھ کا باعث نہ تھی بلکہ ان کی وفات پر پاک وہند کے بہت سے اہل علم اور عوام نے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا۔ چند نامور شخصیات کے تعزیتی خطوط نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ **شیخ الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری (نیپالی)** عالمِ اسلام کی عظیم المرتبت علمی شخصیت تھے۔ وہ نامور خطیب، معروف مصنف اور جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر کے ناظم ومہتمم تھے۔ ان کی اسلامی ومسلکی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ ایمان وعمل، ایام خلافت راشدہ، حقوق ومعاملات، صیانۃ الحدیث اور نصرۃ الباری ان کی قابل قدر تصنیفات ہیں۔ انہوں نے ۳۰ر نومبر ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔

وہ اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں۔۔۔

امیر جماعت غرباء اہل حدیث مولانا عبدالواحد سلفی کے انتقال پُر ملال سے صدمہ اور رنج پہنچا اور افسوس ہوا کہ ایسی علمی اور تعلیمی شخصیت ہم سے جدا ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرمائے۔ منہیات سے درگزر فرمائے اور ان کی قبر کو پُر انوار اور پُر بہار بنائے۔

نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا

(مولانا) عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگر نیپال

۲۔ **مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی** حفظہ اللہ جماعت اہل حدیث کے عظیم مصنف، محقق، مترجم اور سوانح نگار ہیں۔ ان کی کئی علمی وادبی کتب شائع ہوچکی ہیں۔ فقہائے ہند، برصغیر

میں علم فقہ، نقوش عظمتِ رفتہ، بزم ارجمنداں، کاروان سلف، قافلہ حدیث، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، تذکرہ قاضی سلیمان منصور پوری، دبستان حدیث اور صوفی محمد عبداللہ ان کی نہایت قابلِ قدر اور لائق کتب ہیں۔ وہ اپنے مکتوب میں مولانا عبدالرحمٰن سلفی صاحب امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے نام لکھتے ہیں۔۔۔

مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمة الله وبركاته:

حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات (رقم فرمودہ عزیزی محمد رمضان سلفی) پڑھ کر نہایت مسرت ہوئی تھی لیکن اس کے معاً بعد ان کی وفات کی خبر پڑھی تو انتہائی حزن وملال کی کیفیت ذہن پر طاری ہوئی۔

حضرت مولانا علم وعمل کا پیکر خلوص اور فضل وکمال کا عظیم مجسمہ تھے۔ ان کی تدریسی، علمی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ مسلک اہل حدیث کی نشر واشاعت کے لئے انہوں نے بے حد تگ وتاز کی اور شروع سے لے کر زندگی کے آخری دم تک ان کی یہی کوشش رہی کہ اس مسلک حقہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اور اس کے حدود کو جہاں تک ممکن ہو وسعت دی جائے۔ ایسے سراپا خلوص اور پاکیزہ نفس لوگ اب کہاں سے ملیں گے۔

ان کی وفات جہاں آپ کے خاندان کے لئے بہت بڑے صدمے کا باعث ہے، وہاں پوری جماعت اہل حدیث کے لئے عظیم سانحہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ ان کے درجات بلند فرمائے، انہیں جنت الفردوس سے نوازے اور آپ حضرات کو اور آپ کے تمام اقرباء واحباب کو صبر جمیل کی توفیق سے بہرہ ور کردے۔ آمین

شریکِ غم (مولانا) محمد اسحاق بھٹی (لاہور)

۳۔ **محترم ملک عبدالرشید عراقی صاحب** ہماری جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ انہوں نے جماعت اہل حدیث کے اکابر واصاغر پر بہت کچھ لکھا ہے اور پچاس سے اوپر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اہل حدیث شخصیات ان کا موضوع ہے اور اس پر انہوں نے خوب قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں وہ اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔۔۔

مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالجبار سلفی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

حضرت مولانا عبدالواحد سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ انتقال سے دلی صدمہ ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مولانا عبدالواحد کے انتقال سے علمی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ حضرت امیر مولانا عبدالرحمٰن سلفی دام جدہ سے بھی میری طرف سے تعزیت کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا عبدالواحد سلفی رحمۃ اللہ علیہ کو علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

والسلام

عبدالرشید عراقی (سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ)

۴۔ **مولانا ارشاد الحق اثری** حفظہ اللہ جماعت اہل حدیث کے نامور عالم دین اور محقق ہیں۔ انہوں نے اپنی تصنیفات میں مسلک اہل حدیث کا دفاع بڑی عمدگی سے کیا ہے۔ توضیح الکلام، بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش، امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ اور مسند ابو یعلیٰ ان کے علمی کارنامے ہیں۔ آپ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد کے مدیر ہیں۔ وہ اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں۔۔۔

صحیفہ اہل حدیث اور دیگر جرائد سے یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ حضرت مولانا عبدالواحد سلفی اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں انبیاء کرام، شہداء عظام، صدیقین وصلحا کی رفاقت نصیب فرمائے۔ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول ومنظور فرمائے آمین۔ آپ کو بلکہ پوری جماعت کو جو اس سے سخت صدمہ ہوا اس پر صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ حضرت مرحوم ہمارے اسلاف کی نشانی تھے۔ ان کی سادہ اور معصوم سی صورت میری آنکھوں میں آج بھی محفوظ ہے۔ بلا ریب گو دڑی میں لعل کے وہ مصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ جملہ لواحقین سے بھی میری طرف سے تعزیت کا اظہار کریں شکریہ۔ والسلام

دعا گو (مولانا) ارشاد الحق اثری عفی عنہ (فیصل آباد)

ماخوذ صحیفہ اہل حدیث کراچی ۱۹۹۸ء

من اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة
ترمذی شریف
جو جنت کی تروتازگی چاہتا ہے
وہ جماعت کے ساتھ چمٹا رہے۔

شیخ القرآن مولانا حافظ عبد القہار سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالوہاب محدث دہلویؒ (بانی جماعت غرباء اہل حدیث) کے جن تین لائق صد احترام بیٹوں نے درس وتدریس، وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے میدان میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں ان میں شیخ القرآن والحدیث مولانا عبد الستار محدث دہلویؒ (وفات ۲۹/اگست ۱۹۶۶ء)، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالواحد سلفی دہلویؒ (وفات ۲۷/اگست ۱۹۹۸ء) اور شیخ التفسیر مولانا حافظ مفتی عبدالقہار سلفی دہلویؒ (وفات ۳۱/مئی ۲۰۰۶ء) کے نام نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ آئندہ سطور میں مفتی عبدالقہار سلفی سے متعلق کچھ باتیں قارئین ذی احترام کے گوش گزار کی جائیں گی۔

اس عظیم المرتبت اور یگانۂ روزگار عالمِ دین سے میرے تعلقات کا دورانیہ کم وبیش تیرہ چودہ برسوں پر محیط ہے۔ ۲/نومبر ۱۹۹۲ء کی شام کو میں پہلی بار روشنیوں کے شہر کراچی پہنچا تھا اور اسی شام کو میں محمدی مسجد برنس روڈ کراچی میں قیام پذیر ہوا۔ جماعت غرباء کے مرکز میں سات آٹھ روز قیام پذیر رہنے کے باعث ان دنوں وہاں بہت سے اکابر علماء کو قریب سے دیکھنے، ان سے ملنے اور ان ذی احترام علماء کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے مواقع میسر آئے۔

۳/نومبر ۱۹۹۲ء کی صبح اذان فجر سے کچھ پہلے میں نماز کے لئے وضو کر کے مسجد کے برآمدے میں بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ اُوپری منزل سے سیڑھیاں اُتر کر نیچے مسجد میں تشریف لائے اور میرے قریب تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئے۔ چھوٹا قد، نحیف جسم، اکہرہ بدن، کھلتا ہوا گندمی رنگ، خوبصورت سفید براق داڑھی، چمکتی ہوئی روشن چھوٹی چھوٹی آنکھیں، دراز پلکیں، تنی ہوئی بھنویں، سفید کرتہ اور شلوار زیبِ تن، سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی پر سفید عمامہ، خوبصورت چہرے پر تقویٰ وصالحیت کی پھوٹتی کرنیں، دل تھا کہ ان کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔ پھر اس عالمِ دین نے ایک حجرہ نما کمرے سے قرآن مجید نکالا اور اسے مسجد میں منبر کے قریب رکھی پتائی پر رکھ دیا۔ نماز فجر کی جماعت ہو چکی تو ان عالمِ دین نے وظائف واَوراد سے فارغ ہو کر اسی قرآن مجید کو سامنے

رکھ کر درس قرآن ارشاد فرمانا شروع کیا۔ ۱۵ یا ۲۰ منٹ کے اس درس قرآن میں انہوں نے قرآنی آیات کی عام فہم اسلوب میں تفسیر وتشریح بیان کی۔ دہلی کے ٹکسیال پر ڈھلی ہوئی اردو میں ان کا وعظ قلب وروح کو مسحور کئے ہوئے تھا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے مفتی عبدالقہار صاحب کو دیکھا اور ان کا درس قرآن سنا۔ میں جتنے روز بھی محمدی مسجد میں رہا، نماز فجر کے بعد ان کے حلقۂ درس میں بیٹھتا تھا۔ جس روز میری واپسی تھی صبح آٹھ بجے کے قریب ان سے ملاقات ہوئی میں نے مکمل نماز اور دیگر کتب ان سے خریدکیں وہ بہت خوش تھے، میں نے دعا کی درخواست کی تو باہر تک چھوڑنے آئے اور بہت سی دعائیں پڑھ کر مجھ پر پھونکیں اور مجھے رخصت کیا۔

اس کے بعد میں جب بھی کراچی گیا اور محمدی مسجد میں قیام پذیر ہو کر ان کی خدمت میں بیٹھ کر ان کے ارشاداتِ عالیہ سے مستفید ہونے کو اپنی سعادت سمجھتا۔ راقم کے وہ مہربان خاص تھے، جب بھی ملتے بڑی شفقت فرماتے، جماعتی علماء اور اپنے پوتوں اور نواسوں سے تعارف وملاقات کرواتے۔ پند ونصائح سے نوازتے، میری تحریری کاوشوں کی اچھے الفاظ میں تحسین فرماتے، مختلف مواقع پر انہوں نے اپنی تالیفات اور اپنے ادارے کی طرف سے شائع کردہ گراں قدر علمی کتب ہدیۃً دے کر میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔

وہ پرانی وضع کے نیک، خوش گفتار اور عالی کردار بزرگ تھے۔ جماعتی احباب کی خوشی وغمی میں برابر شریک ہوتے اور ان سے تعلق بنھانا جانتے تھے۔ طبیعت میں حد درجے کی سادگی تھی، سنت نبوی ﷺ سے بے پناہ شغف تھا، خود بھی عامل توحید وسنت تھے اور دوسروں کو بھی سختی سے ان کی تلقین کرتے۔ علم وادب ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ کم بولتے، کم کھاتے اور کم سوتے تھے۔ ان کا میلان شروع دن سے ہی درس وتدریس، وعظ وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور وظائف واوراد کی طرف تھا اور وہ اس کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ سیاسیات سے ان کو کوئی دلچسپی اور علاقہ نہ تھا ان کی زندگی کا محور قال اللہ تعالیٰ وقال قال رسول اللہ ﷺ کی دلنواز صدائیں بلند کرنا تھا۔ درس وتدریس سے جو وقت بچ جاتا ان لمحات میں ان کا رواں قلم کاغذ پر خوب گھومتا تھا اور وہ رات دیر تک لکھنے پڑھنے کا کام کرتے رہتے۔ آپ صحیح معنوں میں موحد، متبع سنت اور سچے مسلمان تھے۔

میرا ان سے طویل عرصے تک جماعتی ودینی تعلق رہا میں نے کبھی بھی ان کی زبان سے کسی کی غیبت نہ سنی وہ ہمیشہ دوسروں کے مقام ومرتبہ کو ملحوظ رکھتے اور نہایت خلوص، محبت اور پیار سے پیش آتے۔ ان کی نصیحت آموز باتیں آج بھی قلب وذہن کو منور کئے ہوئے ہیں۔ دوسروں کی اصلاح، خیر خواہی اور انہیں اسلامی تعلیم سے آگاہ کرنا ان کا مطمع نظر تھا۔ مجھے یاد ہے کہ کراچی میں سالانہ قرآن وحدیث کے موقع پر محمدی مسجد میں ظہرانہ تھا اور جماعت اہل حدیث کی بہت سی نامور اور قد آور شخصیات مدعو تھیں۔ ایک صاحب نے پروفیسر ساجد میر صاحب کی سیاست پر سبقتِ لسان کی تو مفتی صاحب نے ان صاحب کو سخت ڈانٹ پلائی اور ان کا نام لے کر فرمانے لگے مولانا دوسروں کی برائی کرنا بُری بات ہے مہمان کی عزت واحترام کرنا چاہیئے۔ مفتی صاحب مرحوم کی عادت تھی کہ وہ بڑی نرم خوئی اور احسن انداز میں تربیت فرماتے تھے۔

ایک بار جماعت غرباء اہل حدیث کے مرکزی دارالامارت کراچی میں میں ظہرانے میں شریک تھا اور بھی بہت سے علماء وہاں موجود تھے کہیں بے خیالی میں دسترخوان پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا، مفتی صاحب کی نظر پڑی تو مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے! ارے مولوی رمضان تم کون سا لحیم وشحیم ہو؟ ایک گھٹنا کھڑا کر کے بیٹھو یہ مسنون ہے۔ اس طرح کی نصیحتیں وہ اپنے ملنے والوں کو اکثر کیا کرتے تھے۔ ان کی زندگی ایک مثالی تھی۔ تمام عمر غیر شرعی رسوم وعوائد سے دامن بچا کر رہے اور سنت کو سینے سے لگائے رکھا۔ اب آیئے ان کے ابتدائی حالات کی طرف کہ انہوں نے دینی وعلمی میدان میں کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

مفتی عبدالقہار سلفیؒ ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۲ء دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی کے مدرسے دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے بڑے بھائی شیخ القرآن والحدیث مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلویؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی سے ترجمہ القرآن، تفسیر اور کتب احادیث کی تعلیم حاصل کی۔ دیگر دینی علوم وفنون کی کتب مولانا ظل الرحمٰن، شاہ عبدالعلیم، میاں جی نذیر احمد، حافظ عبدالغفور جیسے جید اساتذہ کرام سے پڑھیں۔ تحصیل علم کے بعد انہوں نے اپنی مادر علمی مدرسہ دارالکتاب والسنہ دہلی میں تدریس شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں صحیفہ اہل حدیث دہلی کا مینجر بھی مقرر کر

دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء تک آپ یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ دیگر جماعتی احباب واقرباء کے ہمراہ دہلی سے کراچی پاکستان آ گئے۔ یہاں آ کر انہوں نے جماعت غرباء اہل حدیث کی طرف سے قائم کردہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام محمدی مسجد برنس روڈ میں تدریس شروع کر دی۔ مفتی صاحب اپنے زمانۂ تدریس کے مختلف ادوار میں سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ زندگی کے آخری دور میں وہ جامعہ ستاریہ کراچی میں ترجمۃ القرآن اور مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے رہے۔ مفتی صاحب کا سلسلہ درس وتدریس ساٹھ سال سے کچھ اوپر ہے۔ اس عرصے میں ان سے سینکڑوں طلبا نے اکتساب علم کیا۔

ان کے معروف تلامذہ میں چند نام یہ ہیں۔

- ☆ مولانا محمد سلیمان جونا گڑھیؒ
- ☆ مولانا عبدالعزیز نورستانی
- ☆ مولانا محمد سرور شفیق
- ☆ مولانا محمد سلفی مدیر جامعہ ستاریہ
- ☆ مولانا حافظ محمد انس مدنی
- ☆ مولانا محمود احمد حسن شیخ الحدیث جامعہ ستاریہ
- ☆ مولانا منیر احمد شاکر
- ☆ مولانا محمد حنیف سلفی فیصل آباد
- ☆ مولانا محمد اسحاق شاہد
- ☆ مولانا مفتی حافظ محمد ادریس سلفی
- ☆ مولانا حافظ محمد الیاس سلفی
- ☆ مولانا حافظ محمد احمد نجیب
- ☆ مولانا معاذ احمد فاروقی
- ☆ مولانا محمد عیسیٰ پشاوری
- ☆ مولانا عبدالوکیل ثاقب
- ☆ رانا محمد شفیق خاں پسروری

مفتی عبدالقہار سلفیؒ اچھے واعظ اور خطیب بھی تھے۔ اگرچہ وہ کوئی لچھے دار مقرر نہ تھے لیکن عام فہم اسلوب میں اپنی گزارشات سامعین کے گوش گزار کرتے اور توحید، اتباع سنت اور دیگر دینی مسائل کی خوبصورت پیرائے میں وضاحت فرماتے۔ صبح نماز فجر کے بعد محمدی مسجد برنس روڈ میں باقائدگی سے درس قرآن ارشاد فرماتے۔ ان کے اس درس قرآن سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔

مفتی عبدالقہار، صاحب علم عالم دین تھے ان کا مطالعہ وسیع تھا، دینی مسائل سے پوری طرح آگاہ اور علومِ اسلامی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ فتویٰ نویسی میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔

آپ جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے شعبہ دارالافتاء کے صدر محرر تھے۔فتویٰ مسائل کی تحقیق کے بعد بادلائل تحریر فرماتے،قرآن وحدیث سے اپنے مؤقف کی دلیل دیتے اور سائل کی پوری طرح تسلی کر دیتے۔

حضرت مفتی صاحب کو تصنیف وتالیف سے بھی خاص شغف تھا،آپ جماعت کے بلند پایہ محقق، مصنف، مترجم، مفسر قرآن اور شارح احادیث رسول ﷺ تھے۔اب تک آپ کی کئی تصانیف منصّہ شہود پر آ کر اہل علم اور عوام سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں۔

قرآنی خدمات

قرآنی خدمات کے سلسلے میں آپ کی قابلِ قدر اور لائق تحسین کاوشیں ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

''قرآن مجید بدو ترجمہ بنام حدیث وتفاسیر'' کے نام سے قرآن مجید کا حاشیہ معروف ہے۔ بعض دوست احباب ''تفسیر ستاری'' بھی کہتے ہیں۔اس قرآن مجید میں دو ترجمے ہیں ایک بامحاورہ اور دوسرا لفظی۔لفظی ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی کا ہے جب کہ دوسرا ترجمہ مولانا امام عبدالستار دہلوی کا ہے۔مولانا عبدالقہار سلفی مرحوم نے اپنے بڑے بھائی امام عبدالستار دہلوی سے حاصل کردہ تفسیری نکات کو عرق ریزی اور باریک بینی سے حاشیے کی صورت میں مدون کیا ہے۔ اس حاشیے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں احکام اسلامی، توحید، اتباع سنت ، عقائد، حقوق ومعاملات اور دیگر مسائل زندگی کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا گیا ہے۔اس حاشیہ قرآن میں پوری طرح مسلکِ سلف یعنی قرآن وسنت کی ترجمانی اور عکاسی کی گئی ہے۔قرآن مجید کے شروع میں پاروں اور سورتوں پر مشتمل علیحدہ علیحدہ انڈکس بھی دیا گیا ہے۔اس سے مسائل تلاش کرنے میں قاری کو بڑی آسانی ہے۔ یہ حاشیہ قرآن اختصار کے باوجود اپنے دامن میں بڑی جامعیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔اس محشیٰ قرآن کو پڑھ کر شرک وکفر کی وادیوں میں بھٹکنے والے سینکڑوں افراد موحد، متبع سنت اور اہل حدیث بن چکے ہیں۔مفتی صاحب نے اس حاشیے میں مشکل الفاظ کی ''حل لغات'' بھی دی ہے اور اس میں عربی الفاظ کے اصل معنے اور ان کا طریقہ

استعمال کے متعلق بھی بتایا گیا ہے۔ بہر حال اس حاشیہ کو پڑھ کر عام آدمی بڑی بڑی تفسیروں کے مطالعہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید ایک ترجمہ اور تفسیر والا: اس قرآن مجید کا ایک ترجمہ ہے اور حاشیہ مختصر، یہ حدیث وتفاسیر والے قرآن کی تلخیص ہے۔ اسے ایک جلد میں خوبصورت شائع کیا گیا ہے۔

ہفت پارہ: یہ قرآن مجید کے اولین سات پاروں کا مجموعہ ہے۔ مفتی عبدالقہار مرحوم نے اپنے بڑے بھائی امام عبدالستار دہلوی سے اخذ کردہ تفسیری نکات کی روشنی میں اس کے حواشی مرتب کئے ہیں۔ بیش قیمت علمی جواہر پاروں سے آراستہ یہ عمدہ چیز ہے۔

سترہ سورہ: اس میں قرآن مجید کی سترہ سورتوں، فاتحہ، ھود، کہف، سجدہ، یٰسین، دخان، فتح، الرحمٰن، واقعہ، الملک، المزمل، النباء، النازعات، کافرون، اخلاص، فلق، اور الناس کا ترجمہ اور حواشی لکھے گئے ہیں۔ اس جواہر پارے کے مفسر امام عبدالستار محدث دہلویؒ اور حواشی مرتب کرنے والے مفتی عبدالقہار سلفیؒ ہیں۔

قرآن مجید سہ حاشیہ مترجم: یہ حاشیہ امام عبدالستار محدث دہلوی کی تفسیر ستاری پر سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ اس میں عالمانہ انداز میں قرآن مجید کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ حل لغات کے عنوان سے عربی کلمات کے اصل معانی، ان کے طریقِ استعمال اور فنی باریکیوں پر مفید معلومات درج ہیں۔ اس قرآن مجید کے آٹھ پارے علیحدہ علیحدہ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ جبکہ نواں اور دسواں زیر طبع ہے۔ مفتی عبدالقہار مرحوم کی قرآنی خدمات کا یہ مختصر سا جائزہ تھا۔ مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' کے صفحہ ۳۶۲ پر مفتی صاحب کی قرآنی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔

بات مفتی صاحب کی قرآنی خدمات کی ہو رہی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کے مرتب کردہ حواشی سے مزین ''قرآن مجید بدو ترجمہ حدیث وتفسیر'' سے مستفید ہونے والوں میں چند ایک کے واقعات بیان کردئے جائیں۔ یہ واقعات خود مفتی صاحب نے مجھے سنائے تھے۔

۞۔ مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ (وفات ٦ اگست ٢٠٠٥ء) کراچی میں سالانہ قرآن وحدیث کانفرنس میں تشریف لائے وہ جب محمدی مسجد سے جانے لگے تو میں نے ان کی خدمت میں حواشی والا یہ قرآن پیش کیا۔ مولانا شیخوپوری اس وقت کار میں بیٹھ چکے تھے۔ انہوں نے واپس جا کر اس قرآن مجید کے حواشی پڑھے تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے بڑا طویل خط لکھا اس میں اس تفسیری مساعی کی بہت تحسین کی اور ساتھ ہی انہوں نے لکھا کہ آپ نے ہر صفحے پر حدیث پورے متن کے ساتھ درج کی ہے یہ خطیبوں کے لئے بڑی مفید ہے۔ میں نے جب ان حواشی کا سرسری مطالعہ کیا تو مفت میں میری دو گھنٹے کی تقریر تیار ہوگئی۔

۞۔ مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں خوشاب سے آگے مولانا عبداللہ اوڈؒ کے گاؤں عبداللہ پور گیا وہاں کچھ جماعتی فیصلے کرنے تھے۔ میں مسجد میں صبح سے لے کر ظہر تک لوگوں کو مسائل بتاتا رہا اور فیصلے کرتا رہا۔ وہیں شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق صاحب (وفات ١٤ جنوری ٢٠٠٤ء) بھی موجود تھے انہوں نے نامعلوم کب میرے قریب سے قرآن مجید لیا اور مسجد کے کونے میں بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرتے رہے۔ جب میں فارغ ہوا تو دیکھا کہ میرے قرآن کا مولانا قدرت اللہ فوق مطالعہ کر رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے مفتی صاحب آپ نے تو یہ حواشی لکھ کر کمال کر دیا میں یہ قرآن آپ کو واپس نہیں کروں گا۔ اس کے بعد مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے کئی سال بعد میں فیصل آباد گیا اور حاجی آباد میں ایک جگہ کھڑا اپنے دوسرے ساتھی کا انتظار کر رہا تھا کہ مولانا قدرت اللہ فوق اچانک آئے اور مجھے فرط محبت سے اپنی باہوں میں بھینچتے ہوئے کہنے لگے آپ کہاں؟ پھر گویا ہوئے آپ کا قرآن مجید لے کر میں جامعہ سلفیہ آیا یہاں جس استاد نے بھی دیکھا وہ اس کا طالب ہوا لہذا پھر میں نے کراچی سے ١٥ قرآن اور منگوائے اور دوسرے اساتذہ کو دیئے تب جا کر کہیں میں اپنا قرآن محفوظ کر سکا۔

۞۔ ایک واقعہ مفتی صاحب نے یہ سنایا کہ شارجہ کی ایک کمپنی میں ایک پاکستانی آدمی ملازم ہو کر گیا اور جاتے ہوئے وہ میرے حواشی والا قرآن لے گیا۔ کمپنی میں وہ اونچے عہدے پر فائز تھا اس نے بیسیوں بندوں کو پاکستان سے بلایا اور ہر ایک سے یہ شرط طے کی کہ مفتی عبدالقہار

کے حواشی والا قرآن لے کر آئیں اور اسے پڑھیں۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ اس تفسیر والے قرآن کے مطالعہ سے عامل توحید وسنت بنے اور پھر ان لوگوں نے مجھے شارجہ بلایا اور میری بڑی عزت افزائی کی۔

۞۔ ایک اور واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں محمدی مسجد میں ترمذی شریف کا درس دے کر ابھی اپنی مسند پر بیٹھا ہی تھا کہ ایک لمبا تڑنگا آدمی میرے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں نے بہت گناہ کیے اور ہر برائی مجھ میں تھی۔ایک روز دل میں خیال آیا اور میں نے اپنے گھر میں موجود غلاف میں لپٹے ہوئے مترجم قرآن کو باوضو ہو کر پڑھنا شروع کیا۔میں جیسے جیسے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھتا گیا میرے دل کا زنگ دور ہوتا گیا۔میں نے سچے دل سے اللہ کے حضور توبہ کی ۔اب الحمد للہ نماز کا پابند موحد اور متبع سنت ہوں۔ مجھے ہدایت آپ کے حواشی والے قرآن سے ملی ہے۔میں ساہیوال سے صرف آپ کو دیکھنے اور ملنے آیا ہوں۔

خدمات حدیث

مفتی عبدالقہار سلفی مرحوم نے خدمات حدیث کے سلسلے میں بھی قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور انہوں نے کئی تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔آیئے اس کی ایک جھلک دیکھیں۔

ترغیب وترہیب اردو ترجمہ ۶ جلد: یہ کتاب علامہ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ کی بلند پایہ تصنیف ہے۔اس میں انہوں نے نیک اعمال کی طرف ترغیب دلانے اور بُرے اعمال سے ڈرانے والی احادیث کو جمع کیا ہے۔ اپنے موضوع پر یہ لائق مطالعہ کتاب ہے۔ مفتی عبدالقہار سلفی مرحوم نے حدیث کی اس اہم کتاب کا چھ جلدوں میں سلیس اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا اور اہل علم سے خراج تحسین وصول کیا۔بلاشبہ یہ بہت بڑی خدمت ہے۔

واقفیت اسلام ۳ حصے: اس کتاب میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے آسان پیرائے میں دینی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔بچوں کے لئے یہ بہت مفید کتاب ہے۔

چہل حدیث بابت قربانی: اس اہم کتاب میں قربانی کے مسائل کو احادیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

مسائل جنازہ: اس رسالے میں نماز جنازہ اور اس سے متعلقہ مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔
مسنون دعائیں: یہ رسالہ مسنون دعاؤں پر مشتمل ہے اور بہت ہی مفید۔
وسیلہ: اس کتاب میں وسیلہ پر مدلل گفتگو کی گئی ہے اور اس اہم مسئلے کو دوٹوک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔
مکمل نماز: نماز کے موضوع پر یہ بڑی جامع کتاب مولانا عبدالوہاب دہلوی کی تصنیف ہے۔ مفتی صاحب نے اس اہم کتاب میں بہت سے مفید اضافے کر کے اسے شائع کیا۔

تصنیف وتالیف کے علاوہ مفتی صاحب نے اپنے اشاعتی ادارے مکتبہ اشاعت القرآن والسنہ کی طرف سے مترجم قرآن مجید کے علاوہ سادہ قرآن مجید مسنون قرأۃ والا بھی شائع کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے صحیح ابن خذیمہ مترجم ۴ جلد۔ عمل الیوم واللیلۃ، احادیث قدسیہ اور دیگر بہت سی اہم کتابیں شائع کیں۔

وہ نیک والدین کی نہایت نیک اولاد تھے۔ انہوں نے بیسیوں عمرے اور کئی حج کیے۔ جب وہ حرمین شریفین جاتے تو وہاں بھی توحید وسنت کا وعظ کہتے۔ وظائف واوراد کے وہ انتہائی پابند تھے زبان میں حد درجے تاثیر تھی۔ روحانی اعتبار سے وہ بڑے عامل تھے۔ لوگ دور دراز سے ان کے پاس علاج کے لئے آتے وہ مریض کو مسنون دم کرتے اور اسے توحید وسنت پر عمل پیرا ہونے کی سختی سے تلقین کرتے اور نماز روزے کی پابندی کی تاکید فرماتے۔ ان کے مسنون طریقۂ دم میں اللہ نے شفا رکھی تھی۔ محمدی مسجد میں جب وہ اپنی مسند پر بیٹھتے تو مریضوں کا تانتا بندھا رہتا۔ مفتی صاحب کم کھاتے اور کم سوتے تھے، جسمانی اعتبار سے دبلے پتلے تھے اور قد چھوٹا تھا۔ سفید لباس زیب تن رکھتے، چہرے سے نورانیت دکھائی دیتی۔ فروری ۱۹۶۵ء میں وہ اپنے بھائی مولانا عبدالستار دہلویؒ کے ہمراہ حج پر گئے تو حرم میں ان کے وعظ کی اثر آفرینی اور ان کی صالحیت کو دیکھتے ہوئے مولانا عبدالحق ملتانی ثم مکی ایک ملاقات کے موقع پر فرمانے لگے! آپ ماشاء اللہ نادر الاسم اور نادر الجسم ہیں۔ کم از کم مکہ ومدینہ میں تو ہم نے اب تک عبدالقہار نام نہیں سنا۔

آج مفتی صاحب پر لکھنے بیٹھا ہوں تو بہت سی باتیں سطح ذہن پر ابھر آئی ہیں اور ان کے خلوص وللّٰہیت کے بہت سے واقعات دماغ میں گردش کرنے لگے ہیں۔ وہ نہایت صابر وشاکر

انسان تھے۔ زندگی میں انہیں کئی صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ چند سال پہلے ان کی جواں سال بیٹی فوت ہوگئی۔ پھر ۱۹۹۷ء کے دسمبر کی یکم تاریخ کو ان کا نوجوان پوتا حسن الیاس فجیرہ میں اچانک چل بسا۔ یہ ان کے لئے اور ان کے خاندان کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا۔ مجھے یاد ہے جب ان کے پوتے کی وفات کی خبر کراچی آئی تو میں اس وقت جماعت غرباء اہل حدیث کے مرکز محمدی مسجد میں حضرت شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری مرحوم کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے گلوگیر لہجے میں ہمیں یہ خبر سنائی۔ حضرت شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے مولانا شیخ صاحب کا صبر دیکھیئے، یہ ولی اللہ انسان ہے۔ واقعی!

مرقع سادگی کا تھا اور وارث علم و حکمت کا　　اس کے زہد و تقویٰ میں تھی حسن کی رعنائی

اب ہم مفتی صاحب کی زندگی کے آخری موڑ پر پہنچ گئے ہیں۔ وہ ایک عرصے سے مختلف عوارض میں مبتلا تھے۔ جسمانی اعتبار سے نحیف اور کمزور تو پہلے ہی تھے ایسے میں بیماری زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ پھر ان کی وفات سے اڑھائی ماہ پہلے ان کا منجلا بیٹا حافظ الیاس سلفی وفات پا گیا، بڑھاپے میں صدمہ بھی ان کے لئے بڑے دکھ کا باعث تھا۔ آخر ۳۱ رمئی کی شام نماز مغرب کے بعد مفتی عبدالقہار نے بھی اس دنیا کو خیر باد کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز جمعرات کی شام ۵ بجے محمدی مسجد میں حضرت الامام عبدالرحمان سلفی صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر اس نیک انسان کو کراچی کی سرزمین نے ہمیشہ کے لئے اپنی آغوش میں چھپا لیا۔

حق تعالیٰ مغفرف کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

مرحوم نے مختلف ادوار میں تین شادیاں کیں لیکن اولاد ساری کی ساری پہلی بیوی سے ہے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ۲ بیٹے ۶ بیٹیاں اور ہزاروں ارادت مند سوگوار چھوڑے۔ مرحوم کے صاحبزادوں میں مفتی محمد ادریس سلفی اور حافظ محمد الیاس سلفی مرحوم نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں بڑا نام پیدا کیا۔ جبکہ حافظ عبدالسلام سلفی جامعہ ستاریہ کراچی کے لائبریرین اور دیگر جماعتی کاموں میں حصہ لے کر خدمتِ دین کا کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔

☆ صحیفہ اہل حدیث کے مدیر مسئول مولانا عبدالجبار سلفی صاحب لکھتے ہیں۔۔۔

عمِ محترم مولانا عبدالقہار دہلوی کا انتقال

جماعت غرباء اہل حدیث کے نائب امیر و مفتی جماعت مقتدر عالم دین مولانا مفتی عبدالقہار دہلوی کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں شفیق پورہ قبرستان میں سپرد خدا کر دیا گیا وہ گزشتہ چند روز سے مقامی اسپتال کے انتہائی نگہداشت کے شعبہ میں زیر علاج تھے اور گزشتہ شب انتقال کر گئے۔ ان کی نماز جنازہ امیر جماعت غرباء اہل حدیث مولانا عبدالرحمٰن سلفی نے مرکزی جامع مسجد محمدی برنس روڈ میں انتہائی رقت آمیز ماحول میں پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مرکزی جامع مسجد اور باہر کا پورا روڈ ہزاروں نمازیوں سے پُر تھا اس روڈ سے ٹریفک مکمل بند کر دی گئی تھی۔ اسی طرح مصلّی خواتین میں لاتعداد صالحات، قانتات، حافظات خواتین رو رو کر دعائیں مانگ رہی تھیں۔ چچا محترم کی بیٹیاں غم سے نڈھال ہو کر کئی مرتبہ ہوش میں نہ رہیں بمشکل خواتین نے انہیں دلاسہ و حوصلہ دیا اور ہمت دلائی۔

انہیں ان کی دینی خدمات پر زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضرت امام صاحب مدظلہ العالی نے کہا کہ مولانا مرحوم کے انتقال سے پوری جماعت سوگوار ہے وہ جماعت کے لیے ایک گراں قدر علمی اثاثہ تھے۔ ان کا تبلیغ دین و اشاعت اسلام میں نمایاں حصہ رہا۔ آپ نے رقت آمیز لہجہ میں ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے (آمین)۔ ان کی نماز جنازہ میں اہل حدیث تنظیموں کے قائدین، علماء اہل حدیث، جماعت کے اراکین شوریٰ، اُمراء و ناظمین حلقہ جات، عزیز واقارب کے علاوہ کثیر تعداد میں معتقدین کارکنان واحباب جماعت نے شرکت کی اور مولانا مرحوم کے صاحبزادوں مفتی ادریس سلفی و حافظ عبدالسلام سلفی و دیگر لواحقین سے تعزیت کی۔

☆ صحیفہ اہل حدیث کے ایڈیٹر مولانا عبدالعظیم حسن زئی اپنے ادارتی کالم میں لکھتے ہیں۔

محترم قارئین کرام۔۔۔۔ السلام علیکم ورحمة الله وبركاته:

جب کسی شخصیت کے بارے میں کچھ لکھنا ہو تو مبالغہ آمیز صفات تصنع سے پُر جملوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔تحریر میں لفاظی کی کوشش کی جاتی ہے۔مرصع ومقفی جملے بنائے جاتے ہیں۔مگر یہ سب کچھ اس وقت کرنا پڑتا ہے جب مذکورہ شخص کی حقیقی صفات، ذاتی خوبیاں اور عمل وکردار یا صلاحیت ان سہاروں کی محتاج ہو۔اگر ایک شخص ایسا ہو کہ جسے حقیقت میں ہمہ جہت کہا جا سکتا ہے،جس کی علمیت مسلمہ ہو،جس کے اخلاق کا اعتراف مخالفین بھی کرتے ہوں جن کی خوش مزاجی کا زمانہ معترف ہو،جن کی انکساری ضرب المثل ہو۔جس کی گفتگو کا انداز قابل تقلید ہو جس کی زبان سے، ہاتھ سے، رویہ سے، عمل سے کبھی بھی کسی بھی فرد کو نقصان نہ پہنچا ہو۔جس نے ہر وقت کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچایا ہو۔جس کے ساتھ گذرے ہوئے چند لمحات بھی دل پر نقش ہو جاتے ہوں۔جس سے کی ہوئی ایک ملاقات بھی یادگار بن جاتی ہو، جو مسئلہ بتانے میں، سمجھانے میں اپنی نظیر نہ رکھتا ہو۔جس کی تقریر کی مثال نہ ملتی ہو۔جس کو کبھی بھی کسی بھی حالت میں غصے میں نہ دیکھا گیا ہو۔جس نے کبھی کسی شخص سے رعونت اور تکبر سے بات نہ کی ہو۔جو بچوں اور بڑوں، مالداروں اور غریبوں، اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ ہر وقت ہر آن خوش اخلاقی سے پیش آتا ہو۔جس سے جب بھی جہاں بھی جس کام کے بارے میں مشورہ مانگا جائے وہ المستشار موتمن کا عملی ثبوت پیش کرتے ہوں جو فراست مومن کی چلتی پھرتی مثال ہو جس کی زندگی عمل مسلسل، جہد پیہم اور صبر جمیل کا نمونہ ہو جس نے اپنی زندگی دین کی خدمت کے لیے وقف کی ہو۔تقریر وتحریر سے تادم مرگ دین اسلام کی اشاعت میں مصروف رہے ہوں۔جس نے مسئلہ طلاق پر مدلل فتوؤں کے ذریعے ہزاروں گھروں کو اجاڑنے سے بچایا ہو۔متعدد خاندانوں کو بکھرنے سے تحفظ فراہم کیا ہو۔جس نے اولاد کو مکمل دینی تربیت سے آراستہ کیا ہو۔جس نے اپنے گھر کو، لباس کو، نشست وبرخاست کو، کھانے پینے کو سونے جاگنے، چلنے پھرنے کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بنایا ہو۔

الغرض ایک مسلمان اور عالم دین میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں وہ اگر ایک شخص میں بدرجہ اتم موجود ہوں تو پھر ان کے لیے نہ تو مبالغہ آمیز جملے بنانے کی ضرورت ہوتی ہے نہ ہی الفاظ کے سہارے کی استاد محترم مولانا مفتی عبدالقہار دہلوی مرحوم مذکورہ صفات کے حامل عالمِ دین تھے۔اس لیے ان کے تعارف یا تعریف کے لیے خودساختہ جملوں کی ضرورت نہیں رہتی ان کی

زندگی جو کھلی کتاب کی طرح تھی، ان کا عمل، سیرت کردار اور خدمات ہی ان کی تعریف بھی ہیں اور تعارف بھی۔ تاریخ میں اگر کسی کے بارے میں ہم پڑھ لیں یا کسی سے سن لیں تو شاید مبالغہ آرائی کہہ سکیں مگر جس ہستی سے شرف تلمذ حاصل رہا ہو۔ قدم قدم پر جن کی رہنمائی میسر رہی ہو۔ جن کی تقریر سے برسوں حظ اٹھایا ہو جن کے اخلاق کے مظاہر سینکڑوں بار دیکھے ہوں تو ان کے بارے میں لکھتے ہوئے ایک ایک لفظ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہوگا۔

مذکورہ اعلیٰ انسانی اخلاق کی حامل شخصیت مفتی جماعت مولانا عبدالقہار دہلوی ابن محدث وقت بانی جماعت حضرت مولانا عبدالوہابؒ طویل عرصے تک مختلف بیماریوں کا پامردی اور ہمت سے مقابلہ کرتے کرتے آخر کار کاتب تقدیر کے اٹل فیصلہ کے مطابق دار فانی سے دارالبقا کی طرف ۳ر جمادی الاولیٰ ۲۷ھ، ۳۱ر مئی ۲۰۰۶ء کو روانہ ہو گئے۔

☆ اب ماہنامہ صدائے ہوش کا اداریہ ملاحظہ فرمائیں مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب رقم طراز ہیں کہ۔۔۔

ایک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی
آہ! مفتی عبدالقہار دہلوی اللہ کو پیارے ہو گئے

انا للہ و انا الیہ راجعون

یہ یکم جون کی سہانی صبح تھی۔ میں شاہدرہ سے گھر آیا تو یہ المناک خبر سننے کو ملی کہ تھوڑی دیر پہلے امیر جماعت غرباء اہل حدیث لاہور جناب شیخ محمد یحییٰ صاحب کی طرف سے ٹیلیفون آیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ محترم چچا عبدالقہار صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ولی کامل بقیۃ السلف، نمونہ سلف صالحین، فنافی السنّت رسول ﷺ، مجموعہ علم وعمل اور آفتاب رشد وہدایت ہمیں چھوڑ کر فردوس بریں کو سدھار گئے ہیں۔ اس خبر پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ابھی چند دن قبل تو ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ عبدالسلام نے ان کی خیریت کی خبر دی تھی۔ ان کی گفتگو سے اس بات کا شائبہ بھی نہ ہوا تھا کہ موصوف اگلے چند دن بعد ہمیں یوں داغ مفارقت دے جائیں گے۔

متذبذب دل اور لرزتے ہاتھوں سے مرکزی دارالامارت رابطہ کیا تو بھائی عبدالسلام

حفظہ اللہ نے اس روح فرسا خبر کی تصدیق کی اور ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ محترم چچا مفتی عبدالقہار صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔ سچ ہے۔ ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج ان کی کل ہماری باری ہے

چمنستان اسلام اور دبستان محمدی کا یہ بلبل خوشنوا، آفتاب علم وعمل پوری ایک صدی کی تاریخ تھے۔ امام اوّل وبانی جماعت غرباء اہل حدیث فضیلۃ الشیخ حضرت الامام عبدالوہاب جھنگوی ثم دہلوی محدث ہند کے عالم وفاضل اور باعمل بیٹوں میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اپنے برادرِ کبیر حضرت الامام عبدالستار صاحب دہلویؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد ایک شجر سایہ دار کی طرح پوری جماعت کو اپنے سایہ عاطفت میں لیے ہوئے تھے تو یہ عین حقیقت ہے۔ ان کے جانے سے آج جماعت غرباء اہل حدیث یتیم ہوگئی ہے۔ مرحوم کو ہر جماعتی فرد چچا جان کہہ کر ہی پکارتا تھا اور ان کی طرف سے بھی ایک شفیق والد و چچا والا پیار ہی ملتا تھا۔

محترم مولانا عبدالقہار صاحب مرحوم مفتی جماعت اور جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر تھے۔ ہر ملاقاتی کو پرخلوص دعاؤں اور نصیحتوں سے نوازتے تھے۔ ہر شخص اپنی انفرادی، خانگی وجماعتی پریشانی میں ان سے دعا کی درخواست کرتا۔ خود بھی دعا فرماتے اور سائل کو بھی نماز وروزے کی پابندی کے ساتھ دعائیں اور ذکر واذکار کی تلقین فرماتے۔ ان کی زبان ہر لمحہ ذکر واذکار اور ادعیہ مسنونہ سے تر رہتی، یہی وجہ تھی کہ ان کی دعاؤں میں اثر تھا۔ مرحوم نے ہزاروں مریضوں کو دم اور دعاؤں سے اللہ کی رحمت کے ساتھ شفایاب کیا۔ ہزاروں گھروں کو جو خانگی تنازعات کے سبب سے برباد ہو رہے تھے اُنہوں نے اپنے فتووں اور دعاؤں سے آباد کیا۔ نکاح وطلاق کے معاملات، میاں بیوی میں ناچاقی، خاندانی وراثت کے معاملات کو اس طرح بحسن وخوبی سے نمٹاتے کہ اجڑے گھر آباد ہو جاتے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں وارثوں کو ان کا حق اس طرح دلاتے کہ وہ سب راضی اور شیر وشکر ہو کر جاتے۔ دعاؤں اور دم کے لئے خواتین وحضرات کا میلہ لگا رہتا۔ دعا ودم کے ساتھ فرائض کی پابندی کی بالخصوص تلقین فرماتے اور یہ ان کے معمولات زندگی کا ایک حصہ تھا۔

فضیلۃ الشیخ محترم چچا عبدالقہار صاحب کی قرآنی خدمات ان کا ایسا صدقہ جاریہ ہے جو رہتی دنیا تک رہے گا۔ مسنون قرأۃ والا قرآن مجید، ترجمہ وتفسیر اور حاشیہ ایسا لکھا ہے اور اتنی محنت سے لکھا ہے کہ جس سے عوام الناس ایک طرف رہے علمائے کرام ودینی مدارس کے طلباء بھی برابر استفادہ کرتے ہیں۔ بقول شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری مرحوم ''اس قرآن کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ نادر علمی نقاط اور حوالہ جات کے علاوہ ہر صفحہ پر کم از کم ایک حدیث مکمل متن کے ساتھ موجود ہے۔'' مرحوم کی حیات طیبہ پر ایک پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے یہ ان کا قرض ہے۔ دیکھیں ان کی آل واحفاد اور جماعت میں سے کون اُتارتا ہے۔

مرحوم نے اپنے پیچھے صالح اور باعمل اولاد چھوڑی ہے۔ نائب مفتی جماعت شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد ادریس سلفی حفظہ اللہ، مولانا حافظ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ۔ مولانا حافظ محمد الیاس مرحومؒ، تینوں بیٹے حافظ وعالم ہیں۔ ان میں سے حافظ محمد الیاس سلفی جو کہ منجھلے بیٹے تھے۔ ابھی چند ماہ قبل ہی فوت ہوئے تھے۔ اصل میں ان کی موت کا صدمہ ہی محترم مولانا عبدالقہار مرحوم کو اگلے جہاں لے گیا۔ اسی طرح مرحوم کے پانچ پوتے حافظ قرآن ہیں اور دینی تعلیم سے آراستہ ہیں اور کچھ ہو رہے ہیں۔ اللہ کریم ان سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور دین ودنیا کی نعمتوں سے نوازے آمین۔ یہ سب بھی ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔

مرحوم کی نماز جنازہ کی کراچی میں پوری طرح تشہیر نہ ہونے کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں عوام الناس، جملہ افراد علمائے کرام نے شرکت کی۔ اہل توحید کے ایک جم غفیر کی سفارش یقیناً اللہ کے ہاں درجہ قبولیت کو پہنچی۔ اور قرآنی آیات کے مصداق ﴿یاآیتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾۔ اپنے رب کی جنتوں میں داخل ہوچکے ہوں گے۔ انشاءاللہ

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ حضرت الامام عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ وبرادران مکرم مولانا عبدالجبار سلفی، شیخ محمد سلفی، شیخ محمد انس مدنی، مفتیٔ جماعت حافظ محمد ادریس سلفی، حافظ عبدالسلام سلفی اور پوری جماعت غرباء اہل حدیث کو اس صدمہ جانکاہ کو صبر وثبات سے برداشت کرنے کی توفیق دے اور آل عبدالوہابؒ محدث ہند کو چچا عبدالقہار مرحوم کی دعاؤں سے جو نعمتیں

آسودگیاں اور دینی ودنیوی رفعتیں ملتی تھیں۔ اللہ کریم اپنی رحمت سے ہم سب کونوازتا رہے۔ اور مرحوم کی پرخلوص دعاؤں اور نیک مشوروں سے ہم جن آفات، دینی ودنیوی اور جن نقصانات سے محفوظ رہتے تھے۔ اللہ کریم اپنی رحمت سے ہمیں ان مصیبتوں، تکلیفوں، نقصانات سے محفوظ رکھے۔ اور چچا محترم عبدالقہار مرحوم کو ان کی بشری خطاؤں سے درگزر فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات ومقامات سے نوازے۔ آمین۔ یارب العالمین

محمد ادریس ہاشمی

چیف ایڈیٹر

مرکزی دارالافتاء کی رونق ماند پڑ گئی

تعزیتی خطوط بروفات عم محترم مولانا عبدالقہار صاحب بنام حضرت امام صاحب مدظلہ

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية،

وزارة الشئون الاسلامية والاوقاف،

والدعوة والارشاد

مركز الدعوة والارشاد فى الفجيرة

فضيلة الشيخ / عبد الرحمن سلفى

رئيس الجامعة الستارية الاسلامية فى كراتشى

والشيخ محمد ادريس عبد القهار والحافظ عبد السلام عبد القهار حفظهم الله۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد:

ببالغ الحزن وبقلوب مؤمنة بقضاء الله تعالىٰ أتقدّم وجميع اعضاء مركز الدعوة والارشاد لفضيلتكم واسرة الجامعة الكريمة ولجميع المسلمين بخالص العزاء وصادق المواساة فى وفاة فضيلة الشيخ

المفتي عبد القهار الدہلوی رحمہ اللہ... سائلين الله عزوجل ان يلتهمكم واهله ومحبيه الصبر والسلوان وان يتغمده بواسع رحمته ومغفرته وان يسلكنه فسيح جناته وجميع موتى المسلمين وان يخلف على المسلمين بالعلماء الربانيين والدعاة المخلصين انه سميع مجيب الدعاء. فأسال الله لكم تمام النعمة والعافية والتوفيق.

فباسمنا وجميع دعاة ومنسوبي المركز نرفع لفضيلتكم ولجميع افراد الاسرة خالص العزاء وصادق المواساة. (وانا للہ وانا الیہ راجعون)

مدير مركز الدعوة والارشاد في الفجيرة

محمد بن عبد العزيز الغيلان

۱۴۲۷/۵/۷ھ

اس کے علاوہ جن نامور شخصیات اور علماء نے تعزیتی خطوط لکھے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا صاحب!زیدت مکرمتکم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته:

اخبارات سے حضرت مفتی عبدالقہار صاحب دہلوی کی وفات کی اطلاع پا کر بے حد افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مفتی صاحب جلیل القدر عالم دین، نہایت متقی اور معروف مدرس تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بہت سی علمی خدمات سرانجام دیں۔ اس قسم کے پیکر خلوص لوگ اب کہاں پیدا ہوں گے۔ جس عہد میں انہوں نے اس دنیا میں قدم رکھا اور تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں، وہ بلند مرتبت علمائے دین کا عہد تھا۔ اب دنیا بدلی ہوئی ہے۔ پرانے اصحاب علم اٹھتے جارہے ہیں اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں۔

حضرت مفتی صاحب کی وفات پر جہاں آپ کو اور آپ کے خاندان کو صدمہ پہنچا ہے وہاں پوری جماعت کا شدید علمی نقصان ہوا ہے اور سب لوگ اس سے مغموم ومحزون ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آپ کو اور ہم سب کو صبر جمیل سے نوازے آمین۔

اس فقیر کی طرف سے از راہ کرم حضرت مرحوم کے صاحب زادگان گرامی قدر مفتی محمد ادریس سلفی، حافظ عبدالسلام سلفی اور دیگر متعلقین کو مخلصانہ سلام پہنچایئے اور اظہار افسوس کیجئے۔

شریک غم۔ محمد اسحاق بھٹی لاہور

جماعت اسلامی پاکستان

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا عبدالرحمٰن سلفی صاحب!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته:

یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ حضرت مفتی عبدالقہار صاحب قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، تمام گناہوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے، تمام نیکیوں اور حسنات کو قبول فرمائے، خالص اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں تبدیل فرمادے۔ آمین۔ حضرت مفتی صاحب کے انتقال سے جماعت میں جو خلاء پیدا ہوا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ ہی اپنے فضل خاص سے اسے پُر کرنے والا ہے۔

آپ سے زیادہ کون اس حقیقت سے واقف ہوگا کہ اس جہان کی تو ہر شے عارضی ہے، یہاں کی خوشی بھی عارضی ہے اور غم بھی عارضی ہے، یہاں کا ملاپ بھی وقتی اور عارضی ہے اور فراق بھی، جبکہ اُس دوسرے جہان کی ہر شے دائمی ہے، وہاں کا غم بھی دائمی اور خوشی بھی پائیدار ہے، پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو وہاں اپنی جنتوں میں ملادے، جس کے بعد نہ کوئی جدائی ہے اور نہ کوئی غم، انشاءاللہ!

میری طرف سے بعد سلام جماعت کے کارکنان اور سب اہل خانہ تک تعزیت کے یہ الفاظ اور میرے جذبات پہنچادیجئے گا۔ ممنون ہوں گا۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ سبحانہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہم سب سے وہ کام لے لے جس سے وہ راضی ہوجائے آمین۔

والسلام

سید منور حسن، قیم جماعت اسلامی پاکستان

مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب لاہور مرکز انصار السنۃ

حضرة الاخ الفاضل الامام عبد الرحمن جماعة غرباء اہل الحدیث

کراتشی!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته:

بلغنی ببالغ الاسی والحزن خبر وفاة المفتی عبد القہار رحمه الله

تعالیٰ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اعزیکم الاسرة واخوة الجماعة جمیعا علی الفقید ادخله الله جنت

الفردوس۔ کنت خارج البلاد وحاولت الاتصال بکم ولکن ما قدرت، انا

لله ما اخذ وله ما اعطی وکل شیء عنده باجل مسمی۔

اخوکم فی الله: ثناء الله بن عیسی خاں

مولانا امام دین جونیجو سندھ

ہمارے مہربان اور مشفق استاذ مفتی عبد القہار دہلویؒ کے انتقال کی خبر بندہ نے روز نامہ اخبار جنگ میں پڑھی۔ یہ خبر پڑھ کر سکتہ طاری ہو گیا کہ آج کتنا عظیم انسان علم وعمل کا پیکر بھی ہم کو دار الفراقت دے گیا۔ اللھم اغفرله وارحمه۔ اللھم ادخله الجنت الفردوس۔ آمین۔ ان دنوں بندہ بیماری کی وجہ سے اسپتال میں داخل تھا ورنہ میں اپنے استاد محترم کے جنازے میں ضرور حاضر ہوتا۔ میری دعا ہے اللہ رب العالمین محترم مفتی عبد القہار دہلوی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور ان کے فرزندوں حضرت مفتی حافظ محمد ادریس اور عبد السلام اور باقی رشتہ داروں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

(شریک غم۔ امام الدین جونیجو، جھڈو)

از مولانا کمیر پوری

پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کے ذریعے حضرت مولانا مفتی عبد القہار مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو

صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ ان کے فتاویٰ پندرہ روزہ صحیفہ کی جان تھے۔ پھر دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے صحت وتندرستی کے ساتھ دین کا کام لیتا رہے۔

(حسن محمود کمیر پوری، پتوکی)

علامہ محمد ابراہیم خادم

جیوٹی وی پر رات ۱۱ بجے کے بعد یہ خبر پڑھی کہ مفتی جماعت مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ عبدالقہار سلفی مولائے حقیقی سے جا ملے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رات بھر نیند نہ آسکی۔ سفر کی طوالت اگر آڑے نہ آتی تو اپنے مشفق وکریم معلّم کی نماز جنازہ میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا۔ سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ آمین۔ محمدی مسجد میں ان سے بڑی رونقیں تھیں۔ دوران تدریس ہمیں بڑی توجہ سے پڑھایا۔ متعدد بار مجھے حکم دیا کہ آج تم نے کراچی کی فلاں مسجد میں خطبہ جمعۃ المبارک دینا ہے۔ مرحوم کے بیٹے مفتی جماعت مولانا حافظ محمد ادریس سلفی میرے بخاری شریف کے کلاس فیلو ہیں تمام اولاد ہی بڑی صالح ہے۔ حافظ محمد الیاس مرحوم آپ کے بیٹے بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ حضرت الامام حافظ عبدالرحمٰن سلفی مدظلہ العالی سے فون پر رابطہ کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ مولانا حافظ عبدالجبار سلفی سے رابطہ فون میں کامیاب رہا۔ اپنے دکھ بھرے جذبات پیش کیے۔ ایک دفعہ چچا جی مرحوم میری دعوت پر کنگن پور قصبہ جامعہ ابراہیمیہ میں تشریف لائے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

(پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری آف کنگن پور)

قاری عبدالرحیم کلیم ڈیرہ غازی خاں

فضیلۃ الشیخ مفتی جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان مولانا حافظ عبدالقہار سلفیؒ کے انتقال پر جماعت کے عظیم ادارہ مرکز التوحید اہل حدیث ڈیرہ غازی خاں کے اساتذہ طلباء کا ۲ جون ۲۰۰۶ء کو بعد نماز عشاء تعزیتی اجلاس ہوا جس میں مرحوم ومغفور کی کاوشوں پر خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ آپ صرف مفتی ہی نہیں تھے بلکہ مصنف کتب کثیرہ اور جماعت کے معروف ادارہ جامعہ ستاریہ کے قابل ترین اساتذہ میں شامل تھے۔ مرحوم کے لیے خصوصی دعا کی گئی اللہ تعالیٰ ان کو جنت

الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔اللہ تعالیٰ حضرت الامام شیخ عبدالرحمٰن سلفی صاحب، حافظ محمد ادریس سلفی صاحب، شیخ محمد سلفی صاحب، حافظ عبدالسلام سلفی صاحب و دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(شریک غم: قاری عبدالرحیم کلیم مدیر مرکز التوحید ڈیرہ غازی خاں)

مولانا ابواحمد حسن عبدالستار ضلع سرگودھا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور اور پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث وصول ہوا تو ان میں حضرت مولانا شیخ الحدیث مفتی عبدالقہار صاحب کی وفات کا پڑھا تو دل کو بڑا دکھ ہوا کہ اہل علم شخصیات اس دنیا سے تشریف لے جارہی ہیں جبکہ دنیا میں ماسوائے چند اہل توحید کے اکثر کفر وشرک کی جہالت چھائی ہوئی ہے۔ پچھلے مہینوں میں مفتی صاحب مرحوم کے صاحبزادے بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تھے۔ بہر حال مرحومین کے حق میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائے اور بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔ اعلیٰ علیین اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے، آمین۔ آپ کو ان کے صاحبزادے حافظ محمد ادریس صاحب اور ان کے دیگر اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرما کر یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(مولانا) محمد یوسف نعیم

جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے مفتی مولانا عبدالقہار دہلوی کی وفات کی خبر جماعت غرباء اہل حدیث کی مرکزی درسگاہ (جامعہ ستاریہ گلشن اقبال کراچی) کے استاد مولانا عبدالقدیر کلیم حفظہ اللہ سے یکم جون ۲۰۰۶ء کو ملی۔

مولانا عبدالقہار صاحب مولانا عبدالوہابؒ کے صاحبزادے تھے۔ مجھے مولانا عبدالوہابؒ کی زندگی کا وہ کارنامہ نمایاں طور نظر آتا ہے جو انہوں نے ہندوستان میں گائے کی قربانی کے عنوان وعمل سے سرانجام دیا۔ اسی طرح مولانا مفتی عبدالقہار صاحب کا فتویٰ نویسی کا کارنامہ مجھے نمایاں طور پر نظر آیا جس میں انہوں نے ہزاروں اجڑے گھر بسا دیئے۔ اگرچہ مفتی صاحب نے تدریس، ترجمہ وتصنیف وتالیف کے بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ انہوں نے جہاں بطور

صدقہ جاریہ دینی کتب کا ذخیرہ چھوڑا، اسی طرح دینی تعلیم سے آراستہ نیک اولاد بھی چھوڑی جوان کی بلندی درجات کے لیے تاحیات دعا گو رہے گی۔

حضرت مفتی صاحب جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر جناب عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ کے سگے چچا تھے جو ۲؍جون ۲۰۰۶ء کو دوران خطبہ جمعۃ المبارک مرکزی جامع مسجد محمدی برنس روڈ میں اپنے چچا محترم کی یاد میں بار بار جذباتی اور پرنم ہوئے اور دوران خطاب ان کی آواز بار بار شدتِ غم کے باعث بھرا جاتی۔ امام صاحب نے دوران خطبہ اپنے مرحوم چچا کا بار بار دعائے مغفرت کے ساتھ ذکر کیا اور انہوں نے خاندان عبدالوہاب کی نشانی چچا میاں کو قرار دیا۔ آپ نے اپنے خطبے کا موضوع موت وفکر آخرت رکھا۔ اس بیان میں بہت سے سامعین آبدیدہ ہو گئے۔ خطبہ جمعۃ المبارک کے سامعین میں پاکستان کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے لوگ بھی تھے۔ مثلاً حیدرآباد، سکھر، لاہور، راجن پور اور اسی طرح دیگر علاقوں، سے خود کراچی میں گرمی کے درجہ حرارت کا تناسب انسانی زندگی کے لیے برداشت سے باہر ہو رہا تھا تو جو لوگ اندرون سندھ اور پنجاب سے تشریف لائے تھے ان کے لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ انہوں نے ایسے وقت میں جماعتی وابستگی کا ثبوت دیا ہے۔ جزاھم اللہ خیراً۔

حضرت مولانا عبدالقہار صاحب نے جہاں زندگی کے دیگر مسائل میں امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی وہاں مسئلہ طلاق کی صورت کو صحیح اجاگر کر کے بہت سارے اجڑتے ہوئے گھروں کو آباد کیا۔ اللھم اغفرلہ وزد فی حسناتہ۔

الشیخ عبدالعزیز النورستانی

جناب فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن سلفی امیر جماعت غرباء اہل حدیث والاخ المکرّم مفتی محمد ادریس واخوانہ حفظھم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

جناب استاذ شفیق نائب امیر جماعت غرباء اہل حدیث مولانا عبدالقہار صاحب رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی وفات حسرت آیات کی خبر یوم وفات بھائی عبدالسلام نے ٹیلی فون پر دی تھی مگر بیماری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا اور تعزیت لکھنے سے قاصر رہا۔ اب چونکہ قدرے افاقہ ہوا ہے یہ چند سطور لکھ

رہا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شیء عندہ بمقدار فلتصبروا ولتحتسبوا۔ احسن اللہ عزاکم وغفر موتاکم والھمکم الصبر۔

اللہ گواہ ہے کہ جو غم وحزن بندہ کو حاصل ہوا اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ میرے جتنے اساتذہ تھے ان میں میرے ساتھ زیادہ شفقت کرنے والے اور محبت کرنے والے یہی تھے۔فتویٰ نویسی کا جو سلیقہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت فرمایا ہے جناب مولانا صاحب مرحوم کا ہی مرہون منت ہے

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ وادخلہ الجنۃ الفردوس۔ یا قادر یا مجیب الدعوات۔

ہم نے جمعہ کی نماز کے بعد الجامعۃ الاثریۃ کی جامع مسجد میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

والسلام

عبدالعزیز النورستانی

آہ! فضیلۃ الشیخ مولانا مفتی عبدالقہار دہلویؒ

جون ۲۰۰۶ء کا شمارہ پریس میں جا رہا تھا کہ ہمیں یہ غمناک اطلاع ملی۔ جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر ومفتی فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالقہار دہلوی مختصر علالت کے بعد ۱۳ر مئی ۲۰۰۶ء کی شام کراچی میں ۷۵ سال کی عمر میں ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ اگلے روز امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان حضرت الامام مولانا عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ نے بڑے رقت آمیز انداز میں پڑھائی۔مفتی صاحب شیخ الہند مولانا عبدالوہاب دہلویؒ کے صاحبزادے اور حضرت الامام مولانا عبدالستار دہلویؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔موصوف ایک پختہ کار عالمِ دین، انتہائی خلیق وملنسار، صاف گو وحق پسند تھے۔ برسوں سے مسند افتاء تدریس پر فائز تھے۔تادمِ مرگ اپنی تقریر وتحریر سے دینِ اسلام کی نشر واشاعت میں مصروف رہے۔آپ کمال کا حافظہ رکھتے تھے۔ ہر فتویٰ اور مسئلے کو دلیل کی روشنی میں سمجھانے کا

خوب ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کی وفات سے جماعت اہل حدیث میں جو خلا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔

مفتی صاحب مرحوم سے راقم عاجز کی پہلی ملاقات ۲۹/ویں سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس خانپور ۲۰۰۵ء میں ہوئی تھی۔ اس موقع پر میں نے ان سے ایک مختصر سا انٹرویو لیا تھا۔ جس میں انہوں نے برصغیر پاک وہند کے اہل حدیث اکابرین کے متعلق بہت سی تاریخی وعلمی معلومات اور واقعات کی نشاندہی فرمائی۔ جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوتی خدمات اور اتحاد اہل حدیث کے حوالے سے بہت سی مفید باتیں سامنے آئیں۔ انہوں نے شیخ القرآن مولانا عبدالحق محدث بہاولپوریؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالرزاق فاروقیؒ کے متعلق اپنے تاثرات سے آگاہ فرمایا اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

مفتی صاحب مرحوم کی اس یادگار گفتگو کا تذکرہ اس مضمون میں کیا جائے گا جو ان کی ذات گرامی پر بطور خاص لکھا جائے گا انشاء اللہ العزیز۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم کے پسماندگان میں دو بیٹے مفتی محمد ادریس سلفی حفظہ اللہ، حافظ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ اور سینکڑوں عزیز واقارب اور شاگرد شامل ہیں۔

اراکین ادارہ تفہیم الاسلام اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع بہاولپور حضرت شیخ مرحوم کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتے ہوئے بلند درجات عطا فرمائے اور آپ کی نیکیوں کو قبول کر کے جنت الفردوس کا حق دار بنائے اور تمام متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

غمزدہ حمید اللہ خان عزیز۔ ایڈیٹر مجلّہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ

مولانا ملک عبدالرشید عراقی از سوہدرہ

بخدمت حضرت الامام مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب حفظہ اللہ **السلام علیکم!**

ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد میں یہ خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا کہ حضرت مولانا عبدالقہار سلفی دہلوی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کو دیکھا نہیں لیکن ان کے فتاویٰ صحیفہ اہل حدیث میں تقریباً ۳۰۔۳۵ سال تک

مطالعہ میں آئے۔ ان فتاویٰ سے مولانا مرحوم کے تبحر علمی اور ذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا تھا کہ آپ ایک جید عالم دین اور مفتی تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی لغزشوں کو معاف کرتے ہوئے علیین میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ اور آپ کو صبر جمیل سے نوازے۔ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب سے میری طرف سے تعزیت کردیں۔

صاحبزادہ محمد بلال سبحانی، فیصل آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: چندروز پہلے چچا محترم مولانا مفتی عبدالقہار صاحب کی وفات کا سنا بہت صدمہ ہوا۔ ان سے میرا قلبی تعلق تھا۔ زمانہ بچپن سے میں انہیں دیکھتا آیا تھا۔ والد محترم کی زندگی میں وہ گاہے بگاہے ہمارے ہاں آیا کرتے تھے اور کئی کئی دن ان کا قیام ہوتا۔ جامع مسجد کریمیہ محلّہ جھال خانوآنہ میں ان کا درس قرآن ہوتا۔ بہت سے لوگ ان سے دینی مسائل پوچھتے، وہ جتنے دن بھی قیام پذیر رہتے خوب علمی مجلسیں ہوتیں۔ افسوس کہ مولانا عبدالوہاب دہلویؒ کی یہ نشانی بھی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اس سانحہ دلفگار میں آپ سے، محترم محمد ادریس سلفی صاحب اور دیگر خاندان کے افراد سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل اور مرحوم کو فردوس میں بلند مقام سے نوازے۔ آمین۔

(شریک غم صاحبزادہ محمد بلال سبحانی بن مولانا عبداللہ شیخ الحدیث فیصل آباد)

سید علی گوہر شاہ، ھالائی سندھ

السلام علیکم! ماہنامہ صدائے ہوش لاہور ماہ جون ۲۰۰۶ء پڑھ رہا تھا تو معلوم ہوا کہ مولانا عبدالقہار صاحب مفتی جماعت غرباء اہل حدیث اور نائب امیر، جامعہ ستاریہ کے پہلے شیخ الحدیث، محمدی مسجد کے اول پیش امام کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ ۔ دلی صدمہ ہوا۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ مفتی صاحب کے انتقال پُر ملال پر حضرت الامیر مولانا عبدالرحمٰن سلفی صاحب، مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب، نائب مفتی جماعت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب اور عبدالسلام سلفی صاحب اور جملہ لواحقین سے دلی تعزیت کرتا ہوں۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا کرے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

از حکیم محمد اسحٰق برق

محترمی جناب، السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته:

میں خود کئی روز سے بیمار ہوں۔ اس دوران کسی رفیق سے یہ اندوہناک خبر سنی کہ مولانا مفتی عبدالقہار صاحب وفات پا گئے۔ بہت قابل قدر اور عظیم شخصیت تھے۔ ان کے علمی کارنامے رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور ان کی لغزشات معاف فرمائے۔ ان کی رخشندہ وتابندہ علمی زندگی کے کارناموں کو شرف قبولیت بخشے۔

بیماری کی حالت میں بمشکل یہ تاثرات لکھ سکا ہوں۔ نماز کے بعد انہیں دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو یہ غم برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(حکیم محمد اسحاق حویلیاں)

مولانا محمد حنیف سلفی از کھرڑیانوالہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته: عزیزی رمضان سلفی صاحب سے مولانا مفتی عبدالقہار سلفی صاحب کی وفات کا سنا بہت ہی صدمہ ہوا۔ مرحوم میرے استاد گرامی تھے۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۵ء تک میں نے ان سے محمدی مسجد برنس روڈ میں احادیث کی مختلف کتب پڑھی تھیں۔ وہ میرے مشفق ومہربان تھے۔ بڑے نیک متقی اور طلبہ سے خیر خواہی کرنے والے انسان تھے۔ ان کی موت کی خبر سن کر آنکھوں کے سامنے ۴۷ سال پہلے کا زمانہ آ گیا۔ اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ میرے اس مشفق ومہربان استاد کی مغفرت فرما کر اسے جنت میں اونچا مقام دے، آمین۔ میں جماعت غرباء اہل حدیث کے غم میں خود کو برابر کا شریک سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان کو صبر جمیل دے، آمین۔

آپ کا شریک غم (محمد حنیف سلفی کھرڑیانوالہ فیصل آباد)

مولانا محمد منشاء کاشف

عظیم علمی شخصیت علم وعمل کے پیکر مفتی عبدالقہار دہلویؒ کی وفات کی خبر سن کر از حد افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

مفتی محمد ادریس سلفی صاحب کو اپنے شفیق والد کی دینی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر خدمت کرنے کی توفیق دے۔ ان شاء اللہ العزیز آپ اپنے والدین کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوں گے۔
(محمد منشاء کاشف خطیب جماعت غرباء اہل حدیث فیصل آباد)

از مولانا عبدالحکیم سیف

حضرت الشیخ مولانا عبدالقہار صاحب کے انتقال پُر ملال پر ہم سب آپ احباب و بزرگان کے صدمہ میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور مغفرت فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔ یقیناً ان کا انتقال آپ سب بلکہ پوری جماعت کے لیے بے حد صدمہ کا باعث اور عظیم نقصان ہے۔ یہ احقر ۴، ۵ ماہ سے سخت علیل دعاؤں کا محتاج ہے۔ دعاؤں میں شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام دین کے خدام اور حامیوں اور ناصروں کو دین و دنیا میں خوشحالی اور ربانی رحمتوں سے ہمکنار فرمائے۔

والسلام (عبدالحکیم سیف کوٹ رادھا کشن ابن مولانا عبدالقدوس میواتیؒ)

صحیفہ ادارہ آپکی صحت وعافیت کے لئے دعا گو ہے۔ اللھم اشفہ کاملاً عاجلاً

مولانا یاسین شاد ملتان

۲۰۰۲ء کی سالانہ کانفرنس مرکزی جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان منعقدہ جامعہ ستاریہ اسلامیہ چوک محمدی مسجد برنس روڈ کراچی میں پہلی بار شرکت کا موقع بھائی محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد کی رفاقت سے میسر آیا۔ دوران کانفرنس محمدی مسجد میں تشریف فرما مولانا مفتی عبدالقہار صاحب دہلوی سے بھائی رمضان صاحب نے ملاقات وتعارف کروایا۔ اسی ملاقات میں احقر العباد نے حضرت مفتی صاحب سے اپنے معاملہ (بقایا پینشن کی ادائیگی میں محکمانہ تاخیری طریقے) کے لیے درخواست دعا کی۔ مفتی صاحب نے درج ذیل دعائیہ وظیفہ کثرت سے پڑھنے کی ہدایت کی۔ "اللھم اعنی علیہ واسخرج حقی منہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ" راقم الحروف کثرت سے پڑھتا رہا۔ بفضل اللہ تعالیٰ چند ماہ بعد معاملہ حل ہو گیا۔ اس عظیم رہنمائی پر مفتی صاحب کا احسان مند ہوں، بلکہ احسان مند رہوں گا۔ مفتی صاحب کے چھوٹے فرزند حافظ عبدالسلام سلفی نے مفتی صاحب کے حاشیہ والا مترجم قرآن مجید اور جناب مفتی مولانا محمد ادریس

سلفی صاحب نے صحیح ابن خزیمہ مترجم مکمل وترغیب وترہیب مترجم مکمل برائے "عبد الرحمٰن اسلامک لائبریری" عطیہ دیں۔ اللہ تعالی ان کی باقیات الصالحات کے اجر میں اضافہ کرے۔ انہیں فردوس بریں میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد یاسین شاد عفی عنہ ناظم جماعت غرباء اہل حدیث ملتان

مولانا عبدالعزیز راشد فیصل آباد

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته:

جماعت غرباء اہل حدیث کے مفتی، مفسرِ قرآن اور شیخ الحدیث مولانا مفتی عبدالقہار سلفی صاحب کی وفات کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ مرحوم امام عبدالوہابؒ بانی جماعت غرباء اہل حدیث کی نشانی تھے۔ وہ اپنے اوصاف وکمالات، گفتار وکردار اور علم وعمل کے اعتبار سے اسلاف کی یادگار تھے۔

ان کے فضل وکمال کا چرچہ عرصہ دراز سے میں اپنے والد بزرگوار مولانا محمد دین مجاہدؒ سے سنتا آیا تھا۔ ۱۹۷۹ء میں میں چند روز تبلیغ کے سلسلے میں کراچی قیام پذیر تھا اس دوران جماعت غرباء اہل حدیث کی طرف سے کراچی کی مساجد اہل حدیث میں میرے کئی تبلیغی پروگرام ہوئے تھے۔ اور جماعت غرباء اہل حدیث کے مرکز محمدی مسجد برنس روڈ میں مجھے جماعت غرباء اہل حدیث کے بہت سے علماء سے ملنے اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران حضرت مفتی عبدالقہار دہلویؒ مرحوم سے بھی ملاقات ہوئی اور ان کی علمی گفتگو سننے کے مواقع میسر آئے۔ معصوم سی صورت، سفید لباس، دبلا پتلا وجود، ہر معاملے میں سنت نبوی ﷺ کا اہتمام۔ آج بھی میری نظروں میں ان کا سراپا بھلا معلوم ہو رہا ہے۔ ان کی وفات جماعت اہل حدیث بالخصوص جماعت غرباء اہل حدیث کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی جماعتی خدمات اور حسنات کو قبول فرمائے اور آپ کو بلکہ پوری جماعت کو اس صدمہ پر صبر جمیل دے، آمین۔

شریک غم: عبدالعزیز راشد نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب

مولانا ابوحمزہ سعید مجتبیٰ از منکیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

صحیفہ اہل حدیث اور دیگر جرائد ومجلّات کے ذریعے حضرۃ العلام مفتی مولانا عبدالقہارؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مرحوم ایک عظیم شخصیت تھے۔ علمی حلقوں میں ان کی خوب شہرت رہی۔ اور خوش قسمت لوگوں نے ان سے علمی استفادہ کیا۔ جزاہ اللہ خیراً۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کا اٹل اصول پورا ہوا۔ ان للہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل شیء عندہ لاجل مسمّی۔

دعا ہے کہ اللہ کریم مولانا مرحوم کے درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں بلند مراتب سے نوازے۔ اور آپ سمیت جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کی طرف سے جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان سے اظہار تعزیت کرتا ہوں۔

(اخوکم فی اللہ۔ ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی۔ منکیرہ۔ ضلع بھکر)

از پروفیسر مولا بخش محمدی

روزنامہ جنگ میں یہ اندوہناک خبر پڑھی کہ حضرت مولانا مفتی عبدالقہار سلفیؒ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ مؤقر جریدہ صحیفہ اہل حدیث کا ''باب الفتاویٰ'' ان کی پہچان تھا۔ کتنی بھی مصروفیات ہوں لیکن باب الفتاویٰ میری ضرورت تھی۔ مولانا مرحوم ایک ممتاز عالمِ دین، قلمی جہاد کرنے والے بزرگ، علمی جاہ وجلال کے مالک، ایک درویش صفت ولی انسان تھے؛ وہ نہ صرف عالم بلکہ باعمل عالمِ دین تھے۔ وہ تو اسلاف کی یادگار تھے۔ ان کے سانحہ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ میرے خیال میں پُر ہونا مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی بڑی علمی باوقار شخصیت تھی جس کا عکس چند سطور میں ظاہر کرنا ناممکن ہے۔ آپ مجسمہ وقار وتمکنت پیکر حلم واحتشام تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کی دینی وفلاحی خدمات کو ان کے لیے وسیلہ نجات بنائے، آمین۔

(پروفیسر مولا بخش محمدی رحمٰن آباد تھرپارکر سندھ)

دارالحدیث راجوال

ضلع اوکاڑہ کے بانی وسرپرست مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ نے ایک تعزیتی اجلاس میں مفتی جماعت غرباء اہل حدیث اور ممتاز عالم دین مولانا عبدالقہار دہلویؒ کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا مرحوم میرے نزدیک آیۃ من آیات اللہ اور ولی من الاولیاء بلاشبہ جماعت کا عظیم سرمایہ اور ایک روشن چراغ تھے جن کی پوری زندگی قرآن وسنت کی نشر واشاعت اور معاشرہ کی اصلاح کرتے گزری۔ یقیناً جماعت ایک عالم باعمل شخصیت سے محروم ہوگئی ہے ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا پُر ہونا ناممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔ امیر جماعت سلفی صاحب ودیگر پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔

(بقلم عنایت اللہ امین مدرس دارالحدیث راجووال)

جمعیت پنجابی سوداگران دہلی (رجسٹرڈ) کراچی

مرکزی مجلس منتظمہ کے اجلاس میں مولانا عبدالقہار دہلویؒ ولد مولانا عبدالوہاب دہلوی مرحومؒ کے لیے اراکین اجلاس نے دعائے مغفرت کی اور پسماندگان سے تعزیت کا اظہار کیا۔ راقم ذاتی طور پر آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ راقم الحروف، صدر جمعیت جناب شیخ خلیل احمد نینی تال والا، نائب صدر اور دیگر اراکین مجلس منتظمہ جملہ لواحقین سے تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی لغزشوں سے صرف نظر فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مرکزی جمعیت کے تاثرات مرحوم کے دیگر اہل خانہ تک پہنچانے کی درخواست ہے۔

(محمد سعید شفیق۔ آنریری جنرل سیکرٹری)

مولانا محمد سرور شفیق پسرور امیر جماعت صوبہ پنجاب

مجھے بذریعہ ٹیلی فون قریباً شام چار بجے پیغام موصول ہوا کہ مفتی جماعت کا جنازہ پانچ بجے شام ہے میری طبیعت قبل ہی مضمحل تھی پھر اور زیادہ ہوگئی بلڈ پریشر اور بلند فشار خون کی وجہ سے دل کی دھڑکن بھی تیز ہوگئی کہ شرکت جنازہ ناممکن تھی۔ استاذی المکرّم ابتدائی کتب کے ساتھ ابن

ماجہ، مشکوٰۃ ثانی اور ترجمہ کلام پاک اور دیگر اسلامی کتب کے مہربان استاذ امام ربانی اور امام ثانی کے برادر عزیز یہ ان کی نشانی تھی جو چچا عبدالقہار کے روپ میں ہمارے ہاں موجود تھی مگر مختار کائنات کو جو منظور ہو وہی ہوتا ہے۔ گزشتہ سال سالانہ کانفرنس کے اختتام پر واپسی کے لئے وداعی ملاقات سے شرف یاب ہوا تو ہاتھ میں ہاتھ دے کر تقریباً دس پندرہ منٹ تک دعائیہ کلمات اور نصیحت ووصیت فرماتے رہے۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے قریب بیٹا ابوسفیان حافظ کھڑا اس کی آنکھیں بھی پُرنم ہو گئیں۔ راستے میں عزیز حافظ ابوسفیان سوال کرتے رہے چچا جی رو رہے تھے ابا جی آپ بھی۔ کیا کہہ رہے تھے میری آنکھیں پھر آبدیدہ ہو گئیں۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے نامعلوم میرے استاد محترم کا سفر آخرت قریب آ گیا ہے ان کے دعائیہ کلمات اور ناصحانہ کلام خبردار کر رہا ہے کہ حیات مستعار ختم ہونے کو ہے۔

یہ اطلاع جو گزشتہ سال دی گئی وہ سال بعد تکمیل کو پہنچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جماعتی احباب دیگر تمام احباب کی آنکھیں اشکبار تھیں مولانا محمد صالح صاحب، حافظ خلیق رانا، حافظ کفایت اللہ، مولوی یوسف سلفی، مولوی محمد جمیل رانا، کس کس کا نام لوں تمام جماعت گاؤں دیپو کے والے اور پسرور والے پریشان حال مغموم تھے۔

مولا کریم اپنے جوار رحمت میں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ میرے استاذ محترم شیخ الحدیث وشیخ التفسیر پر کروڑوں رحمتیں کرے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ ہمیں اور لواحقین مفتی محمد ادریس وعبدالسلام اور بچوں تمام پسماندگان کو صبر سے نوازے۔ آمین ثم آمین

(مغموم شاگرد، محمد سرور الشفیق پسرور)

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی اسلام آباد

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے برادر علامہ ڈاکٹر فضل الٰہی اپنے فرزند اور قریبی رشتہ دار کے ہمراہ تشریف لائے۔ تعزیت اور بعد مغرب قرآن مجید کی آیت ﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا﴾ کا بیان کیا اور بتایا کہ صاحب تقوی کے لئے اللہ تعالیٰ کس طرح آسانیاں پیدا فرماتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود بھی متقی اور پرہیزگار ہیں۔ کراچی جب بھی آتے ہیں۔ امیر صاحب سے ضرور ملاقات کرتے ہیں۔ امیر صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات

کر کے بہت مسرت کا اظہار کیا۔ امیر صاحب نے کہا کہ علامہ شہیدؒ جب بھی کراچی تشریف لاتے تھے ضرور ملتے تھے۔

مولانا حافظ عبدالسلام رستمی بھی اپنے رفقاء کے ہمراہ امیر صاحب سے ملاقات کے لیے مرکز تشریف لائے اور مفتی عبدالقہار رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔

مولانا محمد یٰسین راہی جام پور

حضرت العلام جناب مفتی عبدالقہار صاحب کی وفات پوری سلفی جماعت کے لیے عظیم سانحہ ہے۔ یہ ایسا خلا ہے جس کو پُر کرنا مستقبل میں مشکل نظر آتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم مفتی صاحب کی عظیم ترین دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(محمد یاسین راہی جام پور ضلع راجن پور)

پتوکی ضلع قصور

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اللھم بالعافیۃ والخیر۔ مفتی جماعت حافظ عبدالقہار دہلویؒ کی وفات کی خبر پڑھ کر از حد افسوس ہوا۔ ان کی وفات سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے ان کو پُر کرنا انتہائی مشکل ہے کیونکہ مرحوم بذات خود ایک انجمن کی حیثیت رکھتے تھے، مفتی، مناظر، مدرس، مبلغ، خطیب، مصنف، مفسر جیسے اوصاف سے متصف تھے، ان کی مستعار زندگی کے لیل ونہار سے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ جو قوم ایسی مایہ ناز ہستیوں کے لیل ونہار کو فراموش کر دیتی ہیں ان کے جذبات، حوصلے اور ولولے سرد پڑ جاتے ہیں۔ جو قوم وملت کی زندگی کے محرکات اور اس کے عروج واقبال اور نشو ونما کا سبب ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کا نام بھی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔

اسی جذبہ کے تحت میری ناقص رائے یہ ہے کہ مرحوم کی زندگی کے لیل ونہار کو تفصیلاً ''مفتی عبدالقہار نمبر'' کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ قارئین صحیفہ کے علاوہ دیگر احباب بھی ان کی دینی خدمات کو پڑھ کر دعا گو ہوں تاکہ یہ نقوش تا ابد رہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے

مشعلِ راہ کا کام دیں بالخصوص ان کے جانشین (الشیخ محمد ادریس، حافظ عبدالسلام) بھی ان جیسے اوصاف اپنانے اور ان کی مسند پر بیٹھنے کے لیے کوشاں رہیں۔ امید واثق ہے آپ میری اس ناقص رائے سے ضرور اتفاق کریں گے۔ دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ اللہ غفور ورحیم مرحوم کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کی دینی خدمات کو صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات بنائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یا الہ العالمین۔

(دعا گو غمزدہ ناچیز عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی ادارہ امر بالمعروف حسین خانوالہ پتوکی)

ضلع گجرانوالہ

بذریعہ ماہ نامہ 'صدائے ہوش لاہور' معلوم ہوا کہ ولی کامل مفسر قرآن شیخ الحدیث مفتی اسلام یکم جون ۲۰۰۶ء کو اس دار فانی سے عالم برزخ میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ جماعت ایک قدسی بزرگ سے محروم ہوگئی۔ اللہ عزوجل ان کے لئے اجر غیر ممنون جاری فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ایم حسن امیر جماعت غرباء ضلع گوجرانوالہ)

از مانسہرہ

بذریعہ صحیفہ اہل حدیث یہ جان کر محترم چچا جان اس دار فانی سے کوچ کر گئے بہت دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس سال کو عام الحزن سے ہی تعبیر کریں گے کہ ایک ہی گھر سے یکے بعد دیگرے دو عظیم ہستیاں ہم سے جدا ہو گئیں۔ بے شک چچا جان ایک نہایت شفیق اور مہربان شخصیت کے حامل تھے۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوئی ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔ آج جماعت واقعی ان کے بغیر یتیم ہوگئی ہے اور اچھے اچھے لوگ رفتہ رفتہ اٹھتے چلے جارہے ہیں۔ چچا جان کی دینی خدمات نہایت قابل تحسین ہیں جو کہ ہمیشہ اہل علم حضرات کے لیے مشعل راہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ چچا جان کی دینی خدمات کو ان کے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو چھوٹے بھائی صاحب کو، بھائی محمد، بھائی انس، بھائی محمد ادریس و بھائی عبدالسلام اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔ (فقط۔ عبدالوحید مانسہرہ)

از ہری پور ہزارہ

جیسے ہی صحیفہ اہل حدیث ملا پہلے صفحہ پر نظر پڑی دیکھا آہ مولانا عبد القہار صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ دل کو صدمہ ہوا لیکن یہ ایک حقیقت ہے جو آیا اپنا وقت مقررہ پورا کر کے چلا گیا۔ وہ خوش قسمت ہیں جو علم، عمل اور دعوت کا کام کر کے رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترم استاذ المکرّم بقیۃ السلف ایک باعمل عالمِ دین تھے۔ رب العزت سے استدعا ہے کہ وہ ان کی انسانی لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں نے محمدی مسجد میں کافی عرصہ گزارا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے باعمل لوگوں میں وقت گزارنے کا موقع دیا اور مجھے ہدایت نصیب ہوئی اسی کی توفیق سے واپس آ کر ۴۰ سال سے اب تک مسجد کی سرپرستی اور دین اسلام کی دعوت کا کام کر رہا ہوں۔ گزشتہ ۲۰۰۴ء میں چچا جان سے بیت اللہ میں ملاقات ہوئی۔ اہلیہ بھی ہمراہ تھی ان سے ملاقات کرائی۔ وہ کہہ رہے تھے آپ بڑی خوش قسمت ہیں ان کے گھر آئیں، دین اسلام سے اللہ نے نوازا اور حج وعمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ میری طرف سے حضرت الامام صاحب اور معززین جماعتی علماء کو سلام عرض ہے۔

(الفقیر الی اللہ ابومسلم محمد سلیم، ہری پور ہزارہ)

مولانا حافظ عبد الغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ

جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر ثالث

خاندان عبد الوہاب کے گل سر سبد مولانا حافظ عبد الغفار سلفیؒ اپنے عہد کے یگانہ اور عدیم المثال عالم دین تھے۔ نہایت ذکی و فطین، متین و متدین، متوکل علی اللہ انسان تھے۔ علم و فضل اور نیکی و صالحیت کے اعتبار سے اونچے مرتبے کے حامل تھے۔ علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، مذہبی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور علم و فضل کی گود میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ ان کے والد مولانا عبد الستار دہلویؒ، دادا شیخ الہند مولانا عبد الوہاب دہلویؒ اور تمام چچا سب اصحاب علم اور ارباب فضل تھے۔

خاندانی وقار و وجاہت اور علمی شان و شوکت کی بنا پر یہ گھرانہ خاص عزت و تکریم کا حامل ہے۔ اور لوگ ان کے سب افراد کو احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مولانا سلفی مرحوم اپنے اکابر بزرگوں کے علمی اور عملی طور پر وارث اور جانشین تھے۔ انکی شخصیت میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے جو ایک مسلمان عالم دین میں ہونے چاہیں۔ آپ اپنے انہی گوناگوں اوصاف کی بنا پر مرجع خلائق اور مقتدائے عالم تھے۔ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام ان کی زندگی کا بنیادی مقصد تھا۔ اس کے لیے درس و تدریس کی بزم سجائی اور وعظ و تذکیر کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

نہایت بارعب اور پُر جلال عالم تھے ان کو دیکھ کر لوگوں پر ایک خاص تاثر پیدا ہوتا اور مرعوبیت چھا جاتی۔ اتباع سنت کا نہایت شدید جذبہ رکھتے تھے۔ احکام شریعت کے سختی سے پابند تھے، قرآن و حدیث کے ہر حکم سے محبت اور ہر برائی سے نفرت تھی۔ ہر معاملے یعنی کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے، بات چیت، لوگوں سے میل ملاقات میں ہمیشہ اتباع سنت پیش نگاہ رہتی۔

اخلاقی اوصاف و محاسن میں بھی منفرد اور سلف الصالحین کا نمونہ تھے۔ بڑے خلیق، ملنسار، شگفتہ، متواضع، مہمان نواز، حلیم الطبع، منکسر مزاج، نرم خو، فراخ دل، جری، بیباک اور سیماب صفت تھے۔ آپ میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں جو خاندانِ "عبد الوہابؒ" کی امتیازی

خصوصیات سے ہیں۔ یعنی عقیدے کی پختگی، مسلک اہل حدیث سے گہرا اُنس، فکر کی بلندی، علمی گہرائی، زہد وتقوٰی، صالحیت، جذبہ حق گوئی، احیائے سنن، عمل بالحدیث، توحید وسنت کا پرچار یہ سب صفات آپ کے بزرگوں میں پائی جاتی تھیں۔ آپ ان چیزوں سے بچپن سے ہی آگاہ اور بہرہ ور ہو چکے تھے، گویا یہ سب کچھ ان کو ورثے میں ملا تھا۔ آپ اپنے انہی اوصاف اور دلآویز شخصیت کے باعث دوسروں پر گہرا اثر چھوڑتے تھے۔ جس سے ملتے اس کے دل میں اپنی محبت کا نقش بٹھا دیتے۔

مولانا سلفی مرحومؒ کی پُر وقار شخصیت کا یہ کرشمہ تھا کہ لوگ دور دراز علاقوں سے آتے اور ان کی صحبتوں سے مستفید ہوتے۔ ان اوصاف وکمال کے علاوہ حسن وجمال اور خوبصورتی میں بھی بے مثال تھے۔ تابناک نورانی چہرہ، گورا رنگ، سفید براق گھنی داڑھی، موٹی موٹی چمکتی ہوئی آنکھیں، چوڑی پیشانی، سر پر اونچی دیوار کے کپڑے کی ٹوپی، ہاتھ پاؤں سڈول، دراز قد، لحیم وشحیم بھاری بھرکم، بسطۃ علم والجسم کی حقیقی تصویر، دیکھنے میں وجاہت ووقار اور شرافت کا کامل مجسمہ۔

مولانا عبدالغفار سلفی مرحومؒ ۱۲ اور ۱۳/ شعبان ۱۳۴۶ھ (بمطابق فروری ۱۹۲۸ء) کی درمیانی رات صدر بازار دہلی میں پیدا ہوئے۔ ذرا بڑے ہوئے تو ان کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا۔ حفظِ قرآن کے لئے میں میاں جی نذیر احمد کے ہاں بیٹھے۔ شروع میں پڑھائی میں سستی سے کام لیتے تھے اور سبق یاد کرنے میں غفلت کرتے۔ میاں جی کے ایک بار ہی ہاتھ لگے اور پھر سدھر گئے۔ گھر میں ہی علم کی نہر جاری تھی۔ ان کے والد محترم امام عبدالستار دہلویؒ مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی کی مسند پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے تمام علمی منزلیں اپنے والد مکرم کی زیر نگرانی اور مولانا عبدالجلیل خاں صاحب کے سایۂ شفقت میں رہ کر طے کیں۔ حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کرنے کے بعد صرف ونحو، عربی، فارسی اور حدیث وتفسیر کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ ۲۲ سال کی عمر میں ان جملہ علوم کو پڑھ کر فارغ ہوئے اور کراچی میں ان کی دستار بندی کی گئی۔

جن اساتذہ کرام کے آگے زانوئے تلمذ طے کئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- مفسرِ قرآن وحدیث مولانا عبدالستار دہلویؒ (والد محترم)۔

- مولانا عبدالجلیل خاں صاحب۔
- مولانا ظلِ الرحمان۔
- مولانا فضل الٰہی۔
- مولانا اسماعیل ٹونکی۔
- میاں جی نذیر احمد مرحوم۔

مولانا سلفی مرحومؒ اسلامی علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے، تمام گوشوں سے آگاہ تھے۔ حافظہ تیز، ذہن اخاذ اور رسا پایا تھا، سریع الحفظ تھے۔ جو بات ایک بار حافظے کی گرفت میں آجاتی وہ نکلنے نہ پاتی۔ مطالعے کا دائرہ وسیع تھا۔ ان کی انہی خوبیوں کو دیکھ کر انہیں محمدی مسجد میں پنج وقتہ نماز کا امام اور مسجد کا نائب خطیب بنا دیا گیا۔ اور ساتھ ہی جماعت غرباء اہل حدیث کراچی کے جنرل سیکرٹری کی ذمہ داری تفویض کر دی گئی۔

اس کے علاوہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام میں پڑھانے لگے۔ بہترین مدرس تھے، طلبائے علم ان کے اندازِ تدریس سے بہت متاثر تھے۔ مطالعہ کتب میں مستغرق رہتے اور بڑی محنت وکاوش سے طلباء کو پڑھاتے۔ آپ عرصہ دراز تک صحاح ستہ کی کتب کا درس دیتے رہے۔

جن حضرات نے ان سے اخذِ علم کیا ان کے نام یہ ہیں۔

- مولانا محمد سلیمان جونا گڑھی
- مولانا محمد سرور شفیق سیالکوٹی
- مولانا حافظ محمد ادریس سلفی
- مولانا محمد حنیف سلفی کھڑیانوالہ فیصل آباد
- مولانا منیر شاکر سیالکوٹ
- مولانا محمد الیاس سلفیؒ الفجیرہ
- مولانا حافظ محمد انس مدنی کراچی
- مولانا محمود احمد حسن شیخ الحدیث
- مولانا جمال الدین حیدر آبادی
- مولانا اسحاق شاہد کراچی

مولانا سلفیؒ حافظِ قرآن اور قاری تھے، لہجہ پُرسوز، زبان میں حلاوت تھی۔ جب قرأت و تجوید سے قرآن پڑھتے تو سماں باندھ دیتے۔ ۶ اور ۷ر مارچ ۱۹۴۵ء کو موضع ہابڑی ضلع کرنال میں امام عبدالستار دہلوی مرحومؒ کا مقلدین احناف سے تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔ وہاں احناف نے فضا کو اہل حدیث کے خلاف مکدّر کر رکھا تھا۔ انہوں نے تمام اخلاقی تقاضے بالائے طاق رکھ کر

یہ کہنے سے بھی گریز نہ کیا کہ اہل حدیث علماء کو قرآن پڑھنا نہیں آتا۔ جب مناظرہ شروع ہونے کا وقت آیا تو امام عبدالستارؒ نے قاری عبدالحکم کرم الجلیلی اور قاری عبدالغفار سلفی کو تلاوت قرآن کیلئے بلایا۔ انہوں نے باری باری سورۂ رحمٰن کی تلاوت کی اور سامعین کو وجد میں ڈال دیا کردیا۔ یہ ان دونوں بزرگوں کی اُٹھتی جوانی کے ابتدائی ایام تھے۔ انکی جادو بھری سریلی آواز نے خوب اثر دکھایا۔ کلام پاک کی تلاوت سن کر لوگوں کے دل معطر ہو گئے۔ مجمع میں دور دراز کے علاقوں سے ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان کثیر تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ اب وہ ان لوگوں کو ملامت کر رہے تھے جو کہتے تھے کہ اہل حدیث علماء قرآن پڑھنا نہیں جانتے۔

مولانا سلفی مرحوم عظیم المرتبہ واعظ اور خطیب تھے۔ ان کی خطابت کا بڑا شہرہ تھا۔ دعوت و تبلیغ کیلئے پاکستان کے ہر شہر اور علاقے میں گئے اور لوگوں کو توحید وسنت کا وعظ کیا۔ توحید کے موضوع پر انتہائی مؤثر گفتگو کرتے تھے۔ مادری زبان اردو تھی، نہایت روانی سے بولتے تھے اور ہر بات کو صاف اسلوب میں بیان فرماتے تھے۔ جب دوران وعظ قرآن کی تلاوت کرتے اور احادیث پڑھتے تو سامعین مسحور ہو جاتے۔ ایک بار کراچی میں سابق وزیر اعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی کے دور میں حکومت کی جانب سے ۱۲ ربیع الاول کے موقع پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ناظم آباد پیٹرول پمپ پر ایک جلسہ ہوا۔ اس میں مختلف علمائے کرام کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس موقع پر مولانا سلفی مرحوم کو تقریر کیلئے دو منٹ ملے انہوں نے اسی کو غنیمت سمجھا اور مختصر خطبہ پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مسدس حالی سے یہ شعر پڑھنے شروع کیے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

خطیبانہ انداز، پُرسوز لہجہ، زبان کی مٹھاس، دل موہ لینے والے الفاظ! سامعین نے اور تقریر کرنے کا اصرار کیا لہذا پھر انہوں نے ۱۲ منٹ مختصر اور جامع تقریر کی۔ اس کانفرنس میں کسی مقرر کی یہ سب سے لمبی تقریر تھی۔

مولانا سلفی مرحومؒ کی عام تقریر ہو یا خطبہ جمعہ نہایت مدلل اور قرآن وسنت کے دلائل وبراہین سے مزین ہوتا تھا۔ لوگ ان کے خطبہ جمعہ کو سننے کیلئے دور دور سے آتے اور ان کے مواعظِ عالیہ سے مستفید ہوتے۔ مولانا صاحب دعوت وتبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ

دیتے۔حتیٰ کہ اگر کوئی قرآن خوانی پر بلاتا تو انکار نہ کرتے بلکہ وہاں جا کر ان کو وعظ وتلقین کرتے، مناہی ومنکرات اور بدعات سے اجتناب کی تاکید فرماتے، توحید وسنت پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے۔اپنا یہ فریضہ ادا کر کے بغیر کچھ کھائے پیئے واپس چلے آتے۔پکے اہل حدیث تھے لیکن اگر کوئی اس طرح کے پروگرام میں شرکت کی دعوت دیتا تو وہاں جا کر ان کو وعظ وتبلیغ کرنا فرض سمجھتے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ راقم کو اسحاق بھائی (ناظم مسجد قدسیہ نظامی روڈ لائنز ایریا کراچی) نے سنایا۔ ہمارے یہ دوست بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک بار محمدی مسجد برنس روڈ گئے، دیکھا تو امام عبدالغفار صاحب مسجد سے باہر آرہے تھے انہوں نے پوچھا تو کہنے لگے پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں قرآن خوانی ہے وہاں جارہا ہوں۔اسحاق صاحب نے تعجب سے کہا امام جی قرآن خوانی اور آپ؟ اس پر مولانا گویا ہوئے کہ بھائی وہاں جاؤں گا اور ان کو وعظ کروں گا۔اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کروں گا اپنا فرض ادا کر کے واپس آجاؤں گا۔چنانچہ مولانا وہاں (کانٹی نینٹل) گئے اور قرآن خوانی کے رد میں اچھا خاصہ وعظ فرمایا۔کہنے لگے قرآن تو ہوا یہ ''خوانی'' کیا ہے؟ ان کے وعظ کا خاطر خواہ فائدہ ہوا اور کئی سلیم الطبع لوگ راہِ راست پر آگئے۔بلاشبہ مولانا مرحومؒ لومۃ الائم کی پروا کیے بغیر کلمۂ حق کہنے میں بیباک تھے۔افسوس کہ عہد رفتہ کی تمام خوبیاں اپنی بساط لپیٹ کر جارہی ہیں۔اب ایسے مخلص اور حق گو لوگ کہاں ملیں گے۔

تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور وعظ وتقریر کے علاوہ تحریر وتصنیف کے میدان میں بھی مولانا سلفی مرحومؒ کی خدمات نمایاں ہیں۔آپ نے اصلاح معاشرہ کیلئے بیسیوں مضامین لکھے جو کہ صحیفہ اہل حدیث میں شائع ہوئے اور کئی کتب تصنیف کیں۔ان کا انداز تحریر بڑا دلنشین اور خوبصورت تھا اس میں معلومات کی فراوانی، عقیدے کی پختگی اور ندرت کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

انہوں نے جو کتب تصنیف کی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) خطبات حرم (اردو): یہ کتاب حرم شریف میں پڑھے جانے والے ۱۳۳ خطبات کا مجموعہ ہے۔جو کہ حرم شریف کے خطباء عظام اور مقتدر اصحاب علم نے ارشاد فرمائے۔ان کی اہمیت اور اثر آفرینی کو دیکھتے ہوئے مولانا نے ان کا اردو میں ترجمہ کیا جو کہ انکی وفات کے بعد شائع ہوا۔

(۲) آداب دعا

(۳) مناظرہ آٹھ تراویح

(۴) احکام روزہ

(۵) حقوق الوالدین

(۶) گھر پھونک تماشہ دیکھ مع فتاوی آتشبازی

(۷) مسائل زکوۃ مع زکوۃ کا فتوی مولانا عبداللہ غازی پوری

(۸) احکام شب برات

(۹) رفع الیدین

(۱۰) گلشنِ غفاری منظوم

(۱۱) حرمت زنا

(۱۲) معراج النبیؐ رجب کی رجبی

(۱۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خوبصورت خواب اور اسکی تعبیر

(۱۴) گیارہویں مع سوانح عمری شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

(۱۵) بیس آدمی جن کی نماز بارگاہِ خداوندی میں قبول نہیں ہوتی۔

(۱۶) صحیح بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری کا اردو ترجمہ شروع کیا لیکن یہ کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہی تھا کہ مولانا وفات پا گئے اور اسی طرح یہ اہم کام ادھورا ہی رہ گیا۔

مولانا سلفی مرحومؒ جماعت غرباء اہل حدیث کے دارالافتاء میں نائب مفتی اور پھر مفتی بھی رہے۔ مطالعہ کی وسعت کا دائرہ وسیع تھا، مسائل میں درک اور فہم وفراست سے بہرہ ور تھے۔ فتویٰ قرآن وحدیث کے مطابق بڑا مدلل اور جامع لکھتے تھے۔ انہوں نے ۱۲ ہزار فتاویٰ جاری کیے۔ ان کے کچھ فتوے ''فتاوی ستاریہ'' میں درج ہیں۔ اس کے علاوہ آپ عرصہ دراز تک ''صحیفہ اہل حدیث'' کے نگران بھی رہے۔ صحیفہ گزشتہ ۹۰ سال سے کتاب وسنت کا داعی اور علمبردار ہے۔ برصغیر میں اہل حدیث جماعت کا یہ سب سے قدیم اور لمبی عمر کا رسالہ ہے۔ دور دور تک اس کا ثانی اور کوئی ہم سر نظر نہیں آتا۔ اللھم زد فزد۔

ہم اپنے تحریری سفر میں اب اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے مولانا سلفیؒ کے دورِ امارت کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب جماعت غرباء اہلِ حدیث وطنِ عزیز میں پوری طرح اپنے قدم جما چکی ہے۔ رونقِ رفتہ کی بہاریں پھر سے لوٹ آئی ہیں، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور تالیف وتصانیف کا کام عروج پر ہے۔ نامساعد ملکی حالات اور ناگفتہ بہ مالی وسائل کے باوجود طلوع ہونے والی ہر صبح جماعت کیلئے کامرانی وکامیابی اور ترقی کا پیام لے کر آتی ہے۔

اس موقع پر حالات نے رُخ پلٹا اور مولانا امام عبدالستار محدث دہلوی نوراللہ مرقدہ ۲۹ راگست ۱۹۶۶ء کو اس دارفانی سے آخرت کو روانہ ہو گئے۔ جماعت کے لئے یہ سانحہ دلفگار ''قیامت صغریٰ'' سے کم نہ تھا۔ امام صاحب کے فراق سے ہر آنکھ اشکبار تھی ہر دل افسردہ اور ہر شخص غم کی تصویر بنے ہوئے تھا۔ ان حالات میں کسی ایسے شخص کو ''امیر'' منتخب کرنا ضروری تھا جو جماعتی نظم ونسق سابقہ روایات کے مطابق چلا سکے۔ کئی روز کی سوچ وبچار کے بعد جماعت کی مجلسِ شوریٰ نے اتفاقِ رائے سے مولانا عبدالغفار سلفیؒ کو جماعت کا امیر منتخب کر لیا اور انکے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔

مولانا مرحومؒ نے زمامِ امارت سنبھالنے کے بعد خداداد علمی، ادبی، فکری، دینی اور تنظیمی صلاحیتوں کو جماعت کی تعمیر وترقی میں صرف کیا۔ بلاشبہ ان کا دور امارت جماعت غرباء اہل حدیث کے لئے ایک زریں باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس دور میں جماعت کا خوب تعارف ہوا اور اسے حددرجے قدرومنزلت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔ مولانا سلفی مرحومؒ جماعت کو بہت بلند مقام پر دیکھنا چاہتے تھے، اس کے لئے انہوں نے لیل ونہار کی پروا کئے بغیر وطن عزیز کے مختلف مقامات کے طوفانی دورے کئے اور ہر اس مقام پر پہنچے جہاں جماعتی افراد کثیر یا قلیل تعداد میں تھے۔ نئے سرے سے تنظیم سازی کی اور تقریباً سو سے اوپر شاخیں قائم کر کے پورے ملک میں جماعتی نظم کا جال بچھا دیا اور پھر ان قائم کی گئی شاخوں کو مرکز کے ساتھ پوری طرح مربوط اور وابستہ رکھا۔ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں جماعت کے مبلغین کو بلادو امصار اور دور دراز کے علاقوں میں بھیجتے اور خود بھی جاتے۔ ہر سال مرکز میں سالانہ اجتماع ہوتا جس میں جماعت اہل حدیث کے جید علماء مدعو کئے جاتے۔ دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ کئی روز تک کراچی میں

جاری رہتا۔عوام علمائے کرام کے وعظ سے مستفید ہوتے اور قرآن وسنت کے پُر اثر مواعظ سے اپنے قلب وذہن کو منور کرتے۔اس موقع پر مولانا سلفی مرحومؒ سیاہ جبہ پہنتے، کپڑے کی تیار کردہ خاص ٹوپی سر پر رکھتے اور جب اسٹیج پر بچھائی گئی مسند پر جلوہ افروز ہوتے تو ایسے لگتا جیسے کوئی بادشاہ بیٹھا ہے۔

شعبہ نشر واشاعت پر بھی مولانا کی گہری نظر تھی۔چنانچہ انکے دور امارت میں شعبہ تبلیغ نے تین لاکھ کتابچے، ورقئے اور اشتہارات، اردو، عربی، فارسی، گجراتی، سندھی، انگریزی اور بنگلہ زبان میں شائع کیے۔اور تقریباً دوسو کتب شائع کیں۔اس کے علاوہ مولانا مرحومؒ نے صحیح مسلم مترجم اردو، صحیح ابن ماجہ اردو، غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ اور فضل الرحمان بہاری کی شہرہ آفاق کتاب ''حیات بعد الممات'' (سوانح عمری شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ) پر نظر ثانی کر کے اپنے مکتبہ شعیب کی طرف سے شائع کیا۔اس کے علاوہ بھی انہوں نے کئی نادر اور نایاب کتب کو اپنے اشاعتی ادارے مکتبہ شعیب کی طرف سے طبع کروایا۔

مولانا سلفیؒ! خالص دینی ذہن وفکر رکھنے والے صاحب فضل وکمال عالمِ دین تھے ان کے پیشِ نظر ہمیشہ اعلائے کلمۃ اللہ کی سربلندی اور سنت مصطفیٰ ﷺ کی اشاعت اور اس کا احیاء رہا۔ آپ نے نفاذِ اسلام کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور اس سلسلے کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔تحریک ختم نبوت میں بھی پیش پیش رہے اور اپنا فرض احسن طریقے سے ادا کیا۔ہمیشہ آمریت کے خلاف آواز اٹھائی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کی۔مولانا مرحوم خالص اہل حدیث ہونے کے باوجود بڑے وسیع النظر اور وسیع القلب تھے۔انہوں نے ملکی صورت حال کا جائزہ لیا، حالات کی نزاکت کو سمجھا اور دین کو سیاست سے علیحدہ کرنے کے فرسودہ تخیل کو لایعنی متصور کیا۔دراصل وہ اس حقیقت کو سمجھ چکے تھے کہ ۔۔۔۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

چنانچہ آپ بلا کسی ہچکچاہٹ کے سیاسی مجالس میں شرکت فرماتے رہے۔پاکستان میں جس جگہ بھی آپ کو بلایا گیا آپ گئے۔۱۹۷۰ء میں لاہور میں آٹھ جماعتی متحدہ اسلامی محاذ قائم ہوا تھا۔اس کے سربراہ جناب نواب زادہ نصر اللہ خاں صاحب تھے اور سیکرٹری مولانا محمد ادریس ہاشمی

صاحب کو بنایا گیا تھا۔ اس متحدہ اسلامی محاذ میں شامل جماعتیں یہ تھیں، جماعت اسلامی، پاکستان جمہوری پارٹی، جمعیت اہل حدیث، جمعیت احیائے ملت، جماعت غرباء اہل حدیث اور جماعت اہل حدیث، دو پارٹیوں کے نام کوشش کے باوجود معلوم نہیں ہو سکے۔

یہ اسلامی متحدہ محاذ ۱۹۷۰ء میں ہونے والے الیکشن کے موقع پر معرض وجود میں آیا تھا اس کا مقصد P-P کا مقابلہ کرنا تھا۔ ان آٹھ جماعتوں کے زیر اہتمام ۱۰/۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو موچی دروازہ میں ایک عظیم الشان سیاسی جلسہ ہوا تھا۔ اس جلسۂ عام میں جماعت غرباء اہل حدیث کی نمائندگی حضرت الامام مولانا عبدالغفار سلفی مرحومؒ نے کی تھی۔ آپ کراچی سے لاہور تشریف لائے، جلسۂ عام سے خطاب کیا اور لوگوں کو خوب محظوظ کیا۔ جب آپ اسٹیج پر تشریف لائے تو پیر اشرف صاحب آپ کے حسن و جمال اور وقار و وجاہت کو دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گئے تھے اور وہ امام صاحب سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ مولانا مرحومؒ کی دینی خدمات کے ساتھ سیاسی خدمات بھی لائق تحسین ہیں۔

مولانا سلفی مرحومؒ نامور اہل حدیث خاندان کے عظیم المرتبہ عالم دین تھے۔ دینی حلقوں میں انتہائی قدر و منزلت اور عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ رابطہ عالم اسلامی کے شعبہ پیغام مساجد کمیٹی کے معزز رکن تھے۔ آپ کو رابطہ عالم اسلامی کے وفود کے ساتھ کئی بار مکہ مکرمہ جا کر اجلاس میں شرکت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے سترہ حج اور متعدد عمرے کیے۔ مکہ مکرمہ سے انہیں خاص محبت اور اُنس تھا۔ اکثر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست تا بخشندہ خدا بخشندہ۔ اس کے علاوہ حکومت پاکستان نے انہیں صوبائی رویت ہلال کا رکن بنا کر ان کو عزت سے نوازہ اور انکی قدر و منزلت کی۔

مولانا مرحومؒ کو اپنے گیارہ سالہ دور امارت میں دنیائے اسلام کی مقتدر ہستیوں، اسلامی ممالک کے سربراہوں، علماء و فضلاء اور شیوخ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔

بیرونِ ممالک آپ جن نامور شخصیات سے ملے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

شاہ سعود بن عبدالعزیز، شاہ فیصل شہید بن عبدالعزیز مرحوم، شاہ خالد بن عبدالعزیز مرحوم، شاہ فہد بن عبدالعزیز، اردن کے شاہ حسین بن طلال، عراق کے صدر عبدالسلام عارف،

بحرین کے حاکم شیخ سلمان الخلیفہ، قطر کے امیر شیخ احمد بن علی الثانی، سعودی عرب کے مفتی اکبر شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم آل شیخ، وزیر عدل شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ، ادارت البحوث العلمیت والافتاء والدعوہ والارشاد کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز مرحوم، رابطہ عالمِ اسلامی کے علی الترتیب تینوں جنرل سیکرٹری، شیخ سرور الصبان مرحوم، شیخ صالح القراز، شیخ محمد علی الحرکان، رابطہ عالمِ اسلامی کے نمایاں رکن شیخ محمود الصواف، مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی، سوئزلینڈ میں اسلامی سینٹر کے صدر مجاہد اعظم شیخ سعید رمضان، سعودی عرب کے پاکستان میں سابق سفیر سید عبدالحمید الخطیب، سید عبدالرحمان، محمد الحمد الشبیلی، محمد العبداللہ المطلق، شیخ ریاض الخطیب کونسلر جنرل شیخ قطانی، شیخ عیسیٰ، بحرین اور متحدہ عرب امارات کے سابق سفیر برائے پاکستان شیخ عبداللہ درویش شامل ہیں۔ ان کے علاوہ نائجیریا کے سفیر الحاج ابوبکر کابوتا، عراق کے سفیر سید عبدالقادر گیلانی، کویت کے سفیر یوسف الماجد سے ملنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

علاوہ ازیں آپ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو، وزیر حج و اوقاف مولانا کوثر نیازی، کراچی کے سابق کمشنر سید اے۔ ٹی نقوی، سید دربار علی شاہ، جناب مسعود نبی نور وغیرہ سے بھی ملے۔ ان سب کو جماعت غرباء اہل حدیث سے متعارف کروایا، ان کے سامنے جماعت کے اغراض و مقاصد، قواعد و ضوابط، نصب العین اور جماعت کی دعوت پیش کی۔ ان شخصیات نے جماعت غرباء اہل حدیث کی خدمات کو سراہا اور جماعتی کارکردگی پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ مولانا سلفی مرحوم نے اخلاص وللّٰہیت اور جہد مسلسل سے اپنے والدِ مکرم مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ اور استاذ مکرم مولانا عبدالجلیل خاں صاحب مرحوم کی قائم کردہ اسلامی درسگاہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام کراچی کی خون جگر سے آبیاری کی۔ آپ اس 'مادر علمی' کی تعمیر و ترقی میں ہمیشہ سرگرمِ عمل اور ہمہ تن مصروف رہے۔

آپ کے زیر اہتمام مدرسے کے درودیوار قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی دلنواز صداؤں سے گونجتے رہے۔ زیر تعلیم طلباء کی رہائش، تعلیم اور کھانے کا آپ نے اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا۔ درسِ نظامی کے ساتھ شعبہ تجوید، حفظ قرآن اور اردو پرائمری تعلیم کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ آپ طلباء کے ساتھ انتہائی محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے بلکہ انہیں اپنی سگی اولاد سے بھی عزیز سمجھتے۔ اکثر

و بیشتر طلبہ کو اپنے گھر لے جاتے اور مختلف انواع واقسام کے کھانوں سے انکی ضیافت کرتے۔ طلبہ کی ضرورتوں کا خیال رکھتے اور ہر طرح سے ان کی دلجوئی کرتے۔ وہ دین اسلام کے ان شاہینوں اورنونہالوں کی رفتِ پرواز کے متمنی تھے۔

ان کی دلی خواہش تھی کہ اپنے ادارے کو دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے، اس سلسلے میں وہ بڑے بے چین رہتے تھے۔ آپکی کوشش تھی کہ اپنی موجودہ درس گاہ کو وسعت دے کر اسے ایک بڑی اسلامی یونیورسٹی کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے گلشن اقبال کراچی میں ۱۵ ہزار مربع گز زمین حاصل کی اور ایک عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی تعمیر کرنے کی داغ بیل ڈالی۔ آپ نے یونیورسٹی کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے بڑی جدوجہد کی اور کئی بیرونی ممالک کے سفر کئے۔ ان میں انہیں خاص کامیابی ملی۔ اسی سلسلے میں صحافتی کانفرنسیں بھی کیں اور اپنے ادارے کے مستقبل کے متعلق وطن عزیز کے لوگوں کو روشناس کروایا۔ مولانا سلفی مرحوم نے اس وسیع وعریض یونیورسٹی کا نام جامعہ ستاریہ اسلامیہ اپنے والد مکرم کے نام کی طرف منسوب کیا تھا۔ افسوس کہ مولانا اس درسگاہ کو پھلتا پھولتا اور پر بہار نہ دیکھ سکے۔

بلاشبہ مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم عظیم المرتبہ عالمِ دین کے بلند مقام ومرتبے والے فرزند تھے۔ انہوں نے اپنے والد محترم کی زندگی میں بھی دین کا بہت کام کیا، اور ان کی وفات کے بعد تو یوں سمجھئے کہ خود کو امور خیر سرانجام دینے کیلئے وقف کر دیا تھا۔ نہایت مستعد اور جفاکش عالمِ دین تھے۔ قیام پاکستان کے بعد سے لے کر وفات تک ۲۷، ۲۸ سال مسلسل درس وتدریس اور وعظ وتقریر سے دعوت دین کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور نادار لوگوں کا انتہائی خیال رکھتے تھے اور ہر طرح سے جس قدر ممکن ہوتا ان کی مدد فرماتے۔ ہر دلعزیز تھے جس محفل میں ہوتے توجہ کا مرکز بن جاتے، ان کی بذلہ سنجی، حاضر جوابی، قادر الکلامی، شگفتگی سب کو متوجہ کر لیتی۔ عوام کی زبان میں گفتگو کرنے کا بھی سلیقہ تھا اور قصر حکومت میں رہنے والوں کے بھی رمز شناس تھے غرض وہ جامع الحیثیات شخصیت کے حامل تھے۔

اتحاد امت کے بہت بڑے داعی تھے اور عالمِ اسلام میں یکجہتی کے حد درجے متمنّی۔ وہ

چاہتے تھے کہ کسی طرح تمام اسلامی ممالک طاغوتی طاقتوں کے خلاف ایک جگہ متحد ہو جائیں۔ اس سلسلے میں قومی اخبارات میں ان کے بیانات بھی شائع ہوئے اور انٹرویو بھی۔ ذیل میں ہم ان کے ایک اہم انٹرویو کو نقل کررہے ہیں۔ یہ انٹرویو اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۴ء کے انعقاد کے موقع پر اخبارات کی زینت بنا تھا۔ مولانا سلفی مرحومؒ کی طرف سے یہ باتیں ''اتحاد امت'' کیلئے ایک نسخہ کیمیا ہے۔

ڈاکٹر سبطین لکھنوی مرحومؒ لکھتے ہیں ۔۔۔

رنگ میدہ شہاب، سر پر اونچی دیوار کی کپڑے کی ایک ٹوپی، گھنی داڑھی، بزرگان دین اور سلف الصالحین کی یاد دلاتی ہوئی۔ ہاتھ پاؤں سڈول، بریلی کی بولی ٹھولی میں گویا نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے، صانع قدرت نے اس مومن کا ناک نقشہ جیسے بڑے اطمینان سے بیٹھ کر اپنے ہاتھ سے خود بنایا ہو۔ جامہ زیبی اس قیامت کی کہ سرخ وسپید رنگت اُجلے کپڑوں میں سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہے۔ آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تدبر کے موتی کوٹ کوٹ کر بھر دیئے گئے ہیں۔ محمدی مسجد کے ایک حجرہ میں۔ ایک آلتی پالتی مار کر بیٹھنے والے حضرت مولانا عبدالغفار صاحب سلفی سے جب میں نے انٹرویو طلب کیا تو اسلام کے بہت سے وہ عاشقان زار میرے ذہن میں گھوم گئے جو اپنے حسین وجمیل بنگلوں یا اونچے درجے کے ائر کنڈیشنڈ ہوٹلوں میں بیٹھ کر مساوات محمدی کی تبلیغ کرتے اور قوم کے اندر دین حق کے ولولوں کے سرد پڑ جانے کا ماتم کرتے ہیں۔ مسجد کے حجرے میں کسی عالِم دین سے ایک اخباری نمائندے کی ملاقات کتنا مشکل مرحلہ ہے۔ اس کی سنگینی کا سب سے پہلا تجربہ اخبار جہاں کراچی کے نمائندے جناب محمود شام کو اس وقت ہوا جب کہ وہ نیوٹاون کراچی کی ایک مسجد میں سابق وزیر اعلیٰ سرحد جناب مفتی محمود سے انٹرویو لینے پہنچ گئے تھے۔ اپنے اس تجربہ کی روئداد بیان کرتے ہوئے موصوف نے رقم فرمایا ''مسجد کے حجرے میں ملاقات ویسے ہے بھی خاصی مشکل۔ جوتے باہر اتارو۔ مودّب ہو کر بیٹھو۔ چائے پانی کی کوئی چیز ہو، دائیں ہاتھ سے پیو۔ مسجد کا ماحول ہی ایسا ہے کہ مسلمان خواہ کتنا ہی آزاد خیال ہو وہاں پکا مسلمان ہو جاتا ہے'' (اخبار جہاں ۶۹-۹-۲۴)

لیکن محمدی مسجد کے احاطے میں داخل ہونے والا پکا مسلمان بھی یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ

اس کے مفروضہ اسلام کی پختگی میں ابھی بہت سا کچا پن ہے۔ اس کچے پن کو دور کرنے کے لئے محمدی مسجد والوں کا اندازِ تبلیغ بھی دنیا بھر سے نرالا ہے۔ اپنی وضع قطع پر ایک بھرپور تنقیدی نظر ڈالنے کے بعد جب کوئی صاحب مسجد کے احاطہ میں داخل ہوں تو السلام علیکم کی کوئی نہ کوئی آواز چونکا دیتی ہے وعلیکم السلام جی فرمایئے! معاف کیجئے سنت نبوی ﷺ کے خلاف آپ کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے آرہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے چبھتے ہوئے اصلاحی مشورے جو ہماری انانیت کو انتہائی ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ درحقیقت ہماری گم کردہ اسلامی تہذیب کو دوبارہ اپنانے کے لئے غیرت مندانہ طمانچے ہوتے ہیں اور ہم اپنی کھوئی ہوئی تہذیب کی جستجو کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ان طمانچوں کو ہم اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں۔ خیر۔ یہ تو

مقطع میں آپڑی تھی سخن گسترانہ بات

میں نے امام صاحب کو مولانا عبدالجبار سلفی کی معرفت انٹرویو کی طرف توجہ دلائی۔ وہ طرح دے گئے۔ بالآخر سلفی صاحب نے ثالث کی حیثیت سے ہم دونوں کو اس معاہدے کے مطابق باہمی رضا مند کرلیا۔ اس معاہدہ کے نتیجے میں امام صاحب کی طرف سے جو کچھ حاصل ہوا وہ عطائے تو بہ لقائے تو کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ آپ بھی محظوظ ہوں۔

سوال نمبر۱: عالمِ اسلام میں یکجہتی پیدا کرنے کے لئے سب سے بڑا اور مؤثر اقدام آپ کے علم میں کیا ہوسکتا ہے؟

جواب: عالم اسلام میں یکجہتی پیدا کرنے کے لئے مؤثر اقدام یہ ہوسکتا ہے کہ انہیں قرآن مجید کا وہ سبق یاد دلایا جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط تھامنے کی دعوت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے۔ ﴿ واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا﴾.

سوال نمبر۲: دینی شعور کے بیدار کئے بغیر کیا عالمِ اسلام کا اتحاد ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب: بالکل نہیں، اتحاد کی اصل بنیاد جو تمام مسلمانوں کے درمیان مشترک ہے وہ صرف دین حنیف ہی ہے اس لئے دینی شعور کو بیدار کئے بغیر اگر اتحاد ہو بھی سکا تو اس کی حیثیت تار عنکبوت کی سی ہوگی۔

سوال نمبر۳: عالمِ اسلام کا اتحاد بحال کرنے کے لئے اس کانفرنس کے بعد آپ کے خیال

میں اگلا قدم کیا ہونا چاہیے؟

جواب: میری ناقص رائے میں دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ تمام اسلامی ممالک کو باہم مربوط رکھنے کے لئے ہر سال عظیم پیمانے پر ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس میں اتحاد کی بحالی سے پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ لیا جائے۔ اور تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کے لئے ایسے اقدامات کیے جائیں جس کے حالات متقاضی ہوں۔

سوال نمبر ۴: لادینی طبقے کی طرف سے زبان کی اجنبیت کو عالمِ اسلام کے اتحاد میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کا پراپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ آپ کے خیال میں یہ مفروضہ کہاں تک صحیح ہے؟ صحیح ہے تو اس کا حل کیا ہے؟

جواب: میری رائے میں لادینی طبقے کا استدلال کے بارے میں لایعنی ہے۔ زبان کی اجنبیت کے باوجود عالمِ اسلام کا اتحاد ممکن ہے۔ البتہ عام مسلمانوں کے قلوب میں ایمان کی حرارت پیدا کرنا شرط ہے۔

سوال نمبر ۵: اسلامی ملکوں کے درمیان باہمی فوجی معاہدے کا امکان آپ کی نظر میں کہاں تک ناگزیر ہے؟

جواب: میری رائے میں اسلامی ممالک کے درمیان دفاعی معاہدوں کا ہونا ازبس ضروری ہے اس کے دو فائدے ہیں۔ اولاً اس طرح ہم دفاعی امور میں بڑی طاقتوں کے محتاج اور دست نگر نہیں رہیں گے۔ ثانیاً تمام اسلامی ممالک انشاء اللہ دفاع کے اعتبار سے دنیا کی عظیم طاقت بن جائیں گے اور ان کی حیثیت بنیان مرصوص کی ہو جائیگی۔

سوال نمبر ۶: وحدت اسلامی کو تباہ برباد کرنے کے لئے عالمی استعمار کے اجیر مسئلہ قادیانی اور بہائی مشینریاں جو اکثر و بیشتر ہمارے ملکوں میں شوخ چشمیاں کرتے رہتے ہیں عالمِ اسلام کے سربراہ اس مسئلے کا علاج کس طریقہ سے کر سکتے ہیں؟

جواب: میری رائے میں چونکہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے علماء نے بہائی اور احمدی فرقے کو کافر قرار دے دیا ہے اس لئے عالمِ اسلام کے سربراہوں کو چاہیے کہ وہ اسی نقطہ کو ذہن نشین رکھیں اور ان سے سیاسی و اقتصادی معاملات میں وہی معاملہ کریں جس کا دین متقاضی ہے۔

سوال نمبر ۷: عصر حاضر میں اسلام کا نمبر ایک مسئلہ کیا ہے؟

جواب: وحدت واخوت جس کی عدم موجودگی کی وجہ سے دنیا بھر میں ہم ذلیل وخوار ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿یا ایها الذین امنوا دخلوا فی السلم کافة﴾ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا (انما المؤمنون اخوة﴾.

سوال نمبر ۸: اتحاد، اتحاد کے ان خوشنما وعدوں کے باوجود مصر اور لیبیا کا اتحاد کیوں نہ قائم رہ سکا؟

جواب: میری ناقص رائے میں ان کے معاہدے میں بعض ناپسندیدہ عناصر کی نیتیں فاسد اور مقاصد غیر دینی اور رجحانات غیر صالح ہیں اور کسی نہ کسی درجہ میں بڑی طاقتوں کا اثر بھی کارفرما ہے۔

سوال نمبر ۹: ہمارے ہاں کے دینی مدارس، عالمِ اسلام کے افراد کو متحد کرنے میں کہاں تک معاون ثابت ہوئے ہیں بطور مثال خود آپ کا اپنا مدرسہ ہے؟

جواب: یہ آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے یہ بڑی تلخ اور افسوسناک حقیقت ہے کہ ہمارے دینی مدارس نے عالمِ اسلام کو متحد کرنے کیلئے کوئی مؤثر اقدام اور اہم کردار ادا نہیں کیا جس میں میرا مدرسہ بھی شامل ہے اور مجھے اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ہے دراصل دینی مدارس کے ذرائع اور وسائل اس باب میں بہت ہی محدود ہیں۔ بلاشبہ ہمارے یہ دینی مدارس مشترکہ طور پر ایک ایسا پروگرام بنائیں جو تمام عالمِ اسلام سے روابط قائم کرنے کا سبب بنتا اور اس سے ہم اپنے سیاسی تمدنی اور دینی وسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہوسکتے تو آج ہمارا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ ہم نے اس انداز پر آج سے پہلے کبھی سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کی لیکن اب جب کہ ہمارے ملک میں سربراہ کانفرنس ہو رہی ہے ہمارے لئے ان خطوط پر چلنے کیلئے انشاء اللہ حالات مساعد ہو جائیں گے۔

سوال نمبر ۱۰: کچھ اپنی زندگی کے بارے میں پیدائش سے لیکر تعلیم، جماعتی امارت کی ذمہ داریوں تک فرمایئے؟

جواب: آپ نے مجھ حقیر اور ہیچ مدان کے بارے میں سوال کر کے بڑی ذہنی کشمکش

میں ڈال دیا ہے۔ جو کچھ نہ جانتا ہو وہ کیا بتا سکتا ہے من آنم کہ من دانم بہر حال حکم کی تعمیل میں جواب حاضر ہے۔ میری پیدائش دہلی بھارت میں ہوئی۔ تعلیم وتربیت میرے والد ماجد استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالستار سلفی نور اللہ مرقدہ وقدس ضریحہ وبرد مضجعہ کی آغوش شفقت میں ہوئی اور بحمداللہ خالص دینی اور اخلاقی ماحول میسر آیا چنانچہ میں نے صرف ونحو فارسی عربی حفظ کلام پاک، حدیث وتفسیر وغیرہ کے آٹھ سالہ نصاب کی والد ماجد اور حضرت مولانا محمد اسماعیل ٹونکی اور حضرت مولانا ظل الرحمٰن، حضرت مولانا فضل الٰہی، حضرت مولانا عبدالجلیل وغیرہ سے تکمیل کی اور فراغت کی دستار بندی ۲۲ سال کی عمر میں کراچی میں حضرت والد ماجد کی رہنمائی میں ہوئی۔ بعد ازاں میں جماعت کے مختلف امور کی خدمت کر رہا ہوں۔

ابا جان مرحوم کی وفات کے بعد امارت کا گرانقدر بوجھ میرے ناتواں دوش پر جماعت کی جانب سے ڈالا گیا۔ چنانچہ ۱۹۶۶ء سے اب تک میں جماعت کے امیر کی حیثیت سے کام کرنے کی سعادت حاصل کرتا رہا ہوں۔

امارت کے آٹھ سالہ دور میں مجھے مندرجہ ذیل مقتدر ہستیوں اور اسلامی ممالک کے سربراہوں، علماء وفضلا وشیوخ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔

سعودی عرب کے شاہ سعود مرحوم بن عبدالعزیز، موجودہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز جارڈن کے شاہ حسین بن طلال، عراق کے صدر الرئیس عبدالسلام عارف، بحرین کے حاکم شیخ سلمان الخلیفہ، قطر کے امیر شیخ احمد بن علی الثانی، سعودی عرب کے مفتی اکبر شیخ محمد بن ابراہیم، دارالافتاء کے صدر شیخ ابراہیم بن محمد آل شیخ، مدینہ یونیورسٹی کے صدر شیخ عبدالعزیز بن باز، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی، سوئزرلینڈ میں اسلامک سینٹر کے صدر بہترین مجاہد شیخ سعید رمضان، سعودی عرب کے سابق سفیر سید عبدالرحمان البسام، تیسرے سفیر محمد الحمد الشبیلی، چوتھے سفیر محمد عبداللہ المطلق، نائیجیریا کے سفیر ہز ایکسیلنسی الحاج ابوبکر گابونا، عراق کے سفیر سید عبدالقادر الگیلانی، کویت کے سفیر یوسف الماجد اور پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو، وزیر حج اور اوقاف واطلاعات اور نشریات حضرت مولانا کوثر نیازی کراچی کے کمشنر سیّد اے ٹی نقوی، سیّد دربار علی

شاہ، جناب مسعود بنی نور وغیرہ وغیرہ۔ ان سے میں نے جماعت کو متعارف کروایا اور جماعت غرباء اہل حدیث کے اغراض ومقاصد، قواعد وضوابط، نصب العین اور جماعت کی دعوت ان لوگوں کو پیش کی۔ انہوں نے جماعتی کارکردگی پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

میری جماعت علاوہ درس وتدریس کے تبلیغ وارشاد کا دینی فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔ چنانچہ جماعت کے شعبہ تبلیغ نے اب تک تقریباً تین لاکھ کی تعداد میں مختلف زبانوں اردو، عربی، فارسی، گجراتی، سندھی، انگریزی بنگلہ میں ٹریکٹ اور پمفلٹ شائع کئے نیز دارالافتاء سے تقریباً دس ہزار دینی مختلف مسائل پر فتوے جاری کئے گئے اور جماعت کے شعبہ نشرواشاعت وتالیف کی جانب سے تقریباً دوسو کتب طبع کرا کر صحیح مسلک اور سلفی تعلیمات کے ساتھ مارکیٹ میں پیش کی گئیں۔ اب جماعت کے زیر اہتمام عالم اسلام کی شہرہ آفاق کتاب صحیح بخاری شریف مشہور و معروف شرح فتح الباری کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا جارہا ہے۔

بحمد اللہ جماعت کا ایک نمایاں اور ممتاز کارنامہ یہ ہے کہ جماعت کا ترجمان پندرہ روزہ ''صحیفہ اہل حدیث'' ۵۵ سال سے بلاناغہ شائع ہورہا ہے۔ جماعت کے مزاج کا بہترین عکاس اور افکار کتاب وسنت کا مظہر ہے اور ہماری جماعت کی تنظیمی صلاحیت کا بحمد اللہ یہ ثبوت ہے کہ پورے ملک میں تقریباً جماعت کے ناظمین وارکین ومقامی امراء کی ایک سوشاخیں ہیں۔ جو کہ مرکز سے پوری طرح مربوط ہیں اور جن کے فرائض میں بیوگاں نادار اور مستحقین غرباء کی جائز امداد کے علاوہ قرآن مجید اور دیگر دینی علوم کی تدریس واشاعت بھی شامل ہے۔

مولانا سلفی مرحومؒ کے مذکورہ ارشادات آج بھی اتحاد امت کے داعیوں کو دعوت فکر دے رہے ہیں کہ وہ ان خطوط پر امت کو متحد کرسکتے ہیں۔

مولانا عبد الغفار سلفی المعروف بھائی جان نے اپنی زندگی کے آخری ایام بستر علالت پر گزارے وہ ۱۳ ماہ کا طویل عرصہ بخار میں مبتلا رہے۔ جب کبھی افاقہ ہوا تو پہلے کی طرح جوش وجذبے اور سرگرمی سے جماعتی امور کی انجام دہی میں مصروف ہو جاتے۔ بالآخر ۶ اور ۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ (۲۰ اور ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء) کی درمیانی شب اسلاف کی یہ نشانی ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے اٹھ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز ۲۱ اکتوبر کو نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے چھوٹے بھائی

مولانا عبدالرحمان سلفی حفظہ اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اس موقع پر ہزاروں افراد شریک دعا تھے۔ یوسف پورہ کے قبرستان میں جماعت غرباء کے محبوب امام اور خاندان عبدالوہاب کے ''گل سرسبد'' کی تدفین عمل میں آئی، ہزاروں عاشقان نے نمناک واشکبار آنکھوں سے انہیں سپردِ خاک کیا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔ مرحوم نے بیوہ، پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں اور ہزاروں عقیدت مند سوگوار چھوڑے۔

مولانا عبد الغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تعزیتی پیغام اور مضامین

مولانا عبدالغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اخلاق وکردار حسن اخلاق اور اوصافِ گوناگوں کے باعث ہر دلعزیز اور محبوب عوام تھے۔ ان کی وفات پر وطن عزیز میں نہایت رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ بہت سے جماعتی اور غیر جماعتی احباب نے اخبارات ورسائل میں تعزیتی بیان دیئے اور مضامین لکھے۔ اب اختصار کے ساتھ کچھ مضامین اور تعزیتی بیان درج کئے جاتے ہیں۔ مولانا قاری عبدالحکم کرم الجلیلی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں صحیفہ اہل حدیث کے مدیر تھے وہ اپنے ادارتی مضمون میں لکھتے ہیں۔۔۔

خوش نوا وخوش بیان مُقرر، زینت محراب ومنبر

عظیم منتظم وعظیم مُدّبر سے جماعت اہل حدیث محروم ہوگئی۔

امام جماعت غرباء اہل حدیث حضرت مولانا عبدالغفار صاحب سلفی اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے

انا للہ وانا الیہ راجعون

معزز قارئین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:-

ہم آپ کو انتہائی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر وحشت اثر دے رہے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب سلفی امام جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان ۶۔۷/ ذوالقعدہ ۹۷ھ مطابق ۲۰۔۲۱/ اکتوبر ۷۷ء کی درمیانی شب جمعہ تقریباً ساڑھے بارہ بجے بعمر ۴۹ سال اپنے مولائے

حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

عیدالفطر ۹۶ھ کے فرائض ادا کرنے کے بعد سے آپ علیل ہو گئے اور بخار نے آپ کو آگھیرا۔ علاج معالجہ کے بعد اس میں کبھی افاقہ ہو جاتا اور کبھی پھر بخار عود کر آتا۔ اس دوران آپ کو سیون ڈے ہسپتال کراچی میں داخل کرایا گیا اور آپ وہاں سے صحت یاب ہو کر گھر تشریف لے آئے۔ لیکن پھر عرصہ کے بعد بخار کا دوبارہ حملہ ہو گیا اور آپ کو کراچی کے جناح ہسپتال میں لے جایا گیا جہاں پاکستان کے مشہور معالج ڈاکٹر عبدالرب صاحب کے زیر علاج رہے اور بحمد اللہ آپ کی یہ شکایت جاتی رہی۔ اس کے بعد آپ نے رمضان المبارک ۹۷ھ میں اپنے مفروضہ اُمور سرانجام دینے شروع کر دیئے۔ جامع مسجد محمدی میں رمضان المبارک کے تین جمعوں کے خطبے دیئے۔ عیدالفطر کی نماز پڑھائی اور اس کا خطبہ بھی دیا۔ آپ کے یہ خطبات سن کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ گیارہ ماہ کی طویل علالت کے بعد بستر علالت سے اُٹھے ہیں۔ وہی سابقہ خوش الحانی، وہی علمی جواہرات سے مُرصّع خوش بیانی، وہی سابقہ پرعظمت و پروقار روانی اور وہی ہنس مکھ چہرہ پر آثار نورانی، خداوند تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی پر جماعت کے ہر فرد بچے، بوڑھے، جوان مرد اور عورت کے چہرے کھلکھلا اُٹھے، ہر شخص سراپا شکر بن گیا۔

لیکن تقدیر الٰہی سے یہ خوشی راس نہ آئی اور عیدالفطر ۹۷ھ کے تین چار روز بعد آپ پر بخار کا پھر حملہ ہو گیا اور آپ ایک بار پھر بستر علالت پر پڑ گئے۔ جب دس بارہ روز تک آپ کی طبعیت میں افاقہ نہ ہوا تو پھر آپ کو جناح ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا جہاں محترم ڈاکٹر عبدالرب صاحب نے آپ کے علاج میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دعا کی۔ اور پھر وہ گھڑی آن پہنچی جو قسّام ازل نے ہر متنفس کے لئے مقرر فرما دی ہے اور آپ داعئ اجل کی آواز ﴿یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾ پر لبیک کہتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ریڈیو، اخبارات اور مُطّلعین کے ذریعہ یہ حسرت ناک خبر آناً فاناً ملک کے کونے کونے تک پہنچ گئی اور کراچی، گردونواح کراچی اور بیرون کراچی سے عزّ اداروں کا تانتا بندھ گیا۔ جامع مسجد محمدی جب ان آنے والوں کو اپنے دامن میں نہ سما سکی تو اس کی گرد کی گلیوں نے انہیں اپنی گود یوں

میں لے کر ان کو خوش آمدید کہا۔ ہر چھوٹے، بڑے، مرد اور عورت کا چہرہ مجسم ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ ہر آنکھ اشک بار و نمناک تھی۔ ہر زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور ہر دل اس اندوہناک موت کی وجہ سے غم و رنج کے دریا میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔

بعد نمازِ جمعہ جس کی خطابت و امامت کے فرائض مجھ احقر کو سونپے گئے تھے۔ امام مرحوم کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن سلفی نائب امام جماعت غرباء اہل حدیث نے ہزاروں مردوں، عورتوں اور بچوں کی معیّت میں نہایت الحاح وزاری عاجزی وانکساری کے ساتھ دعائے مغفرت فرمائی اور نماز جنازہ ادا کی۔

چونکہ امام صاحب مرحوم کے عقیدت مندوں میں سے ہر ایک اپنے محبوب رہنما کو کاندھا دینا اپنے لئے باعث فخر و باعثِ اجر سمجھتا تھا اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ آپ کے جنازے کو محمدی مسجد سے فریئر مارکیٹ تک پیدل لے جایا جائے۔ مگر پھر بھی بہت سے حضرات اس سعادت سے محروم رہے۔

شمع امامت کے پروانوں کا یہ قافلہ تقریباً ساڑھے تین بجے قبرستان یوسف پورہ پہنچا۔ چونکہ بہت سے احباب نماز جنازہ میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لئے امام کے چچا محترم حضرت مولانا عبد القہار صاحب نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی اور پھر تقریباً ساڑھے چار بجے سہ پہر ہزاروں عاشقوں نے اپنی نمناک و اشکبار آنکھوں سے ایک مرتبہ پھر اپنے محبوب امام کا آخری دیدار کر کے خدا اور رسول ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اور ((بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله، منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة آخرى)) پڑھتے ہوئے لحد میں اتارا، مٹی دی اور تثبیت سوال منکر و نکیر و مغفرت کی دعائیں کیں اور رنج و افسوس بھرے دل لے کر واپس لوٹ آئے۔

((اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله داراً خيراً من داره واهلا خيراً من اهله وزوجاً خيراً من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار))۔ آمین۔

حضرت مولانا عبد الغفار سلفیؒ فروری ۱۹۲۸ء مطابق شعبان ۱۳۴۶ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حفظِ قرآن کی سعادت سے نوازا۔ از ابتدا تا انتہا اپنے والد محترم حضرت مولانا الحافظ الحاج عبد الستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور والدی ماجدی حضرت مولانا الحاج عبد الجلیل خانصاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ عاطفت میں پلے بڑھے، پڑھے اور پھر انہی کے رنگ میں رنگے گئے۔

ویسے تو آپ اپنے محترم والد مفسر القرآن والحدیث حضرت مولانا الحاج ابو محمد عبد الستار صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ کی زندگی ہی میں جامع مسجد محمدی کی امامت وخطابت اور جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے لیکن ان کی رحلت کے بعد جل جلالہ ۸۶ھ میں باقاعدہ طور پر آپ کو جماعت غرباء اہل حدیث کا امام منتخب کر لیا گیا اور آپ تقریباً ۱۱ سال ۵ ماہ ۷ یوم اپنے اس عظیم عہدہ پر برقرار رہے۔ اس دوران آپ نے جماعت کے کئی ایک عظیم منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور کئی ایک منصوبوں کی تکمیل کی آرزو دل میں لئے دنیا سے تشریف لے گئے۔

چونکہ جماعت کی عظیم درس گاہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دار السلام جامع محمدی کے ایک حصہ میں واقع ہے اور طلباء کے لئے اس کی تنگ دامنی زبان حال سے اپنا شکوہ کر رہی ہے اس لئے آپ نے جماعت کے تعاون سے ۱۵ ہزار گز کا ایک قطعۂ زمین گلشن اقبال کراچی میں کئی لاکھ روپے میں خرید فرمایا۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ یہ ایک عظیم جامعہ بن کر دنیا کے نقشے پر اُبھرے۔ خداوند تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ جماعت انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو پروان چڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی۔

آپ کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ مرحوم امام نے جماعت اہل حدیث کو متحد کرنے اور جماعت کو دنیا کے گوشے گوشے میں متعارف کرانے میں بھرپور حصہ لیا اس سلسلے میں آپ نے مرحوم شاہ عبد العزیز مرحوم شاہ سعود، مرحوم شاہ فیصل، موجودہ فرماں روا شاہ خالد حفظہ اللہ اماماں بیت اللہ الحرام اور اماماں مسجد نبوی اور دیگر کئی عرب ممالک کے اُمراء اور وزراء سے ملاقاتیں کیں اور بحمد اللہ ان کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور آپ کو عالمِ اسلام میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا

جانے لگا۔

یہی وجہ تھی کہ حکومت پاکستان نے آپ کو صوبائی رویت ہلال کمیٹی کا ممبر منتخب کیا اور حکومت سعودی کے رابطہ العالم الاسلامی نے دنیا کی عظیم کمیٹی یعنی رسالت المساجد کا رکن نامزد فرمایا۔ آپ کئی سال تک اس کے اجلاسوں میں شرکت فرماتے رہے لیکن گزشتہ سال ماہِ اپریل میں اپنی علالت کی وجہ سے اس میں شرکت کے لئے مکہ مکرمہ نہ جاسکے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام مرحوم خداوند تعالیٰ کے ارشاد ﴿ زاده بسطة فی العلم والجسم ﴾ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وجسم کی نعمتوں سے نوازا تھا مگر اس کے باوجود آپ کی زندگی سادہ اور نمونہ سلف الصالحین سے ہم آہنگ تھی۔ جماعت کے بہت سے امور بجائے دوسروں سے انجام دلوانے کے خود انجام دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ احباب وغرباء پروری میں آپ کا کردار ایک مثالی کردار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج نہ صرف ان کے بال بچے اور عزیز واقارب ان کو یاد کر کے اپنے طبعی آنسو بہا رہے ہیں بلکہ جماعت اور غیر جماعت کا ہر فرد ان پر ماتم کناں ہے۔ شکر الله سعیه وغفر ذنبه وادخله جنته۔ آمین۔

کرم الجلیلی

مولانا عبدالرحمان عاجز رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔۔۔

ستارے آسمان پر جگمگائے	ہمیں احباب رفتہ یاد آئے
یہ کہتے جاتے ہیں سب جانیوالے	نہ اس دنیا سے کوئی دل لگائے
کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے	یہ بزمِ دھر کیا ہے؟ اک سرائے

عزیزی ومحترمی حافظ عبدالجبار صاحب عافاکم الله تعالیٰ وایانا جمیعاً من شرور الدارین۔ آمین۔

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ۔ میں لاہور میں تھا کہ نوائے وقت کے سرورق پر یہ خبر نظر سے گزری۔

جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر حضرت مولانا حافظ عبدالغفار صاحب انتقال فرما گئے۔

یہ وحشت اثر خبر اچانک پڑھ کر دلِ ضعیف کو سخت دھچکا لگا۔ اور دماغ چکرا گیا۔ رات بھر کروٹیں لیتا

رہا اور صحیح طور پر نیند نہیں آئی۔ عجیب اتفاق ہے کہ دو ہفتوں کے دوران جماعت اہل حدیث کے کئی مقتدر علماء، مولانا داؤد راغب، مولانا عبد الرشید قمر، مولانا محمد شریف اشرف اوراب مولانا حافظ عبدالغفار صاحب وفات پا گئے۔ پہلا زخم مندمل نہیں ہوتا کہ اچانک کوئی اور وفات کی خبر کان میں آپڑتی ہے۔ تو نیا زخم لگ جاتا ہے، انسان کا بلکہ ہر ذی روح کا یہی انجام ہے۔

آ گیا مے خانہ ہستی میں جو   جائے گا عاجزؔ وہ پی کر جام موت

جب سے مولانا قاری عبدالغفار صاحب کی خبر پڑھی ہے۔ دل قابو میں نہیں ہے۔ وہ اُن کی محبت، مروت، تواضع۔ خوش خلقی یاد آرہی ہے جو کہ زیور علم سے آراستہ ہونے کے ساتھ وہ ان صفات سے بھی مزین تھے۔ جن کا میں نے تین سال قریب رہ کر اور وقتاً فوقتاً مسلسل ملاقاتوں میں مشاہدہ کیا ہے۔

آپ کے خاندان کی قلیل عرصہ میں یکے بعد دیگرے تین جلیل القدر صاحب علم وفضل ہستیاں داغِ جدائی دے گئیں۔ حضرت الامام حافظ عبد الستار، مولانا عبد الجلیل اوراب مولانا عبدالغفار غفر اللہ لھم۔ آہ آسمان علم وعمل کے یہ تینوں ماہِ درخشاں غروب ہو گئے۔ سالکان علم وعمل کو اس قحط الرجال کے دور میں ایسے ذوی الفضل لوگ اب کہاں ملیں گے؟

عاجزؔ کہاں ملیں گے اب ان جیسے باکمال
اک اک ادا پہ جن کی زمانہ نثار تھا

موت تو ہر ذی روح کے لئے مقدر ہے جس سے کسی صورت کسی کو بھی مفر نہیں۔ لیکن ہر موت اگرچہ وقوع میں یکساں ہے مگر انجام کے لحاظ سے برابر نہیں۔ مَوتُ العَالِم مَوتُ العَالَم۔ عالم کا مرجانا ایک دنیا کی وفات ہے۔ اور پھر غم اس بات کا ہے کہ زمانہ قربِ قیامت میں جو عالم دین دنیا سے اُٹھ جاتا ہے اس کا جانشین نہیں ملتا۔

حضرت الامام المفسر القرآن الحافظ عبدالستار تغمده الله برحمته وفات سے کچھ دن قبل فیصل آباد تشریف لائے تو جامع اہل حدیث جھال خانوآنہ میں آپ نے درس قرآن میں علمی جواہرات تقسیم کئے تو حلقۂ سامعین میں یہ عاجز بھی شریک تھا۔ اس صلائے عام میں مجھے بھی حصہ ملا الحمدللہ۔ وہ صحبت، وہ قربت، وہ نعمت اب یاد آتی ہے۔ تو۔

میں خون کے آنسو روتا ہوں — اور اشکوں سے منہ دھوتا ہوں

درویش منش صاحبِ علم وورع خاموش طبع حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کی پُر انوار صحبتیں اور محترم مولانا قاری عبدالغفار صاحب کی سراپا خلوص ومحبت قربتیں کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں۔ اللهم اغفرلهم وارحمهم وعافهم واعف عنهم۔

قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں جبکہ آپ حضرات مع اہل وعیال نیو کلاتھ مارکیٹ بندر روڈ کراچی کی بالائی منزل میں قیام پذیر تھے۔ اُن دنوں میں بھی نیو کلاتھ مارکیٹ میں کپڑے کی آڑھت کا کام کرتا تھا۔ لہذا تین نمازیں ظہر، عصر، مغرب ان حضرات کی اقتداء میں پڑھتا رہا۔ اور یوں مجھے تین سال دن بھر آپ حضرات کی صحبت وقربت سے شرف یاب ہونے کی سعادت میسر رہی۔ اس کے بعد میں نے بال بچوں سمیت مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اور وہاں کئی بار محترم حافظ عبدالغفار صاحب اور آپ کے خاندان کے دوسرے افراد سے ملاقات ہوئی اور یہ سلسلہ اب تک ہمیشہ قائم رہا اور قائم ہے۔ میرا آپ کے خاندان کے تقریباً جملہ افراد سے قریبی تعلق ہے۔ آپ کا خاندان علم وعمل کا گہوارہ ہے۔ توحید وسنت سے محبت شرک وبدعت سے نفرت اس خاندان کے ہر فرد کا طرۂ امتیاز ہے۔ خوش خلقی ومہمان نوازی میں بھی یہ لوگ ممتاز ہیں۔ اللهم زد فزد۔

عقلمند آدمی وہ ہے جو دوسرے کی موت سے عبرت حاصل کر کے اپنی فکر کر لے۔ کیونکہ آج اگر کوئی انسان اُس کے سامنے جام موت پی رہا ہے۔ تو کل اسے بھی اس کا گھونٹ بھرنا ہے۔ ﴿كل نفس ذائقة الموت﴾ ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہماری منزل آخرت ہے۔ اور آخرت کے راستہ کا دروازہ صرف ایک ہی ہے اور وہ موت ہے۔ راہِ عدم نہایت دشوار، حد درجہ کٹھن ہے۔ بڑا طویل ہے۔ اس راہ کے خطرات کا جسے احساس ویقین ہے وہ زادِ سفر کی تیاری سے غافل نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ ((مَن خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل))۔ جو شخص ڈر گیا (راہ کی سختی سے) وہ سویرے چل پڑا جو چل پڑا وہ منزل پر پہنچا۔

کمالِ فکر ودانش ہے زوالِ رغبتِ دنیا — زوالِ فکر ودانش کمالِ قربتِ دنیا
محبت کر نہ دنیا سے کہ اس کو چھوڑ جانا ہے — رولائے گا دمِ رحلت مآلِ الفتِ دنیا

سنبھل اُٹھ جاگ اے محوِ جمالِ جنت دنیا   پہنچنا ہے تجھے منزل پہ منزل دور ہے عاجز

اللہ تعالیٰ مرنے والوں کی خطائیں معاف فرمائے۔اور ہماری اصلاح فرمائے۔

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی۔ از فیصل آباد

مولانا محمد صدیق اعظمی لکھتے ہیں۔۔۔

آہ! حضرت الامام بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بندہ ۲۱/ اکتوبر کو روڈو سلطان مدرسہ فیض القرآن میں جمعہ پڑھانے کے لئے پہنچا تو یہاں کے سب علماء وطلباء نڈھال واشکبار تھے کہ آج آٹھ بجے ریڈیو پاکستان نے یہ المناک خبر سنائی کہ جماعت غرباء اہل حدیث کراچی کے امام عبدالغفار سلفی انتقال کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یقیناً برق تپاں کی طرح یہ خبر ہمارے سروں پر پھر گئی﴿ کل من علیھا فان﴾ کا محشر سامنے آ گیا۔اس آناً فاناً دل حزیں خبر کو دل ماننے پر تیار نہ تھے آہ کسے خبر تھی کہ امام صاحب ہم سے اتنی جلدی روٹھ جائیں گے۔ہاتھ لرز رہا ہے،قلم کانپ رہا ہے کس طرح آپ کو مرحوم لکھوں۔چنانچہ آج جمعہ اسی غم والم میں گزرا۔نماز جنازہ ادا کی گئی اور اس کے بعد اللہ عزوجل کے حضور پرنم ہو کر یہ دُعا کی گئی یا الٰہی اپنے اس نیک بندے کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہم جیسے لاکھوں سوگواروں کو صبر کی توفیق ارزانی فرما۔

تقریباً ضلع جھنگ کے ہر معروف مقام پر مثلاً بدھوانہ،شورکوٹ،حویلی بہادر شاہ،وریام اور کئی دوسرے مقامات پر امام جی کے لئے نماز جنازہ اور دعائے مغفرت مانگی گئی۔

احقر محمد صدیق اعظمی ضلع جھنگ

حافظ محمد الیاس صاحب مدینہ منورہ لکھتے ہیں۔۔۔

خدا کی ذات سے امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔۲۴/ اکتوبر کو تار ملا جس میں دیکھتے ہی پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اتنی بڑی آزمائش ڈالی ہے جس کو ہم برداشت کرنے کے متحمل

نہیں ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ہم سے بزرگوار مولوی جی جدا ہو گئے ہیں ابھی ان کا غم اور صدمہ ہی پورا نہیں ہوا تھا کہ حضرت الامام صاحب داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرت الامام صاحب نے جماعت کی جو خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس جماعت کی ترقی کے لئے جو خون پسینہ ایک کیا ہے بس اللہ ہی اس کا اجر عطاء فرما سکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سیدھے جنت میں گئے ہیں اور جنت کے باغات کی ہوائیں آ رہی ہوں گی۔ تار ملنے کے بعد میں مکہ آ گیا تھا تاکہ نئے آنے والے حجاج سے کچھ تفصیلی حالات معلوم ہوں۔ قاری شاہ محمد کی زبانی کچھ معلومات ہوئی ہیں۔ وہ نماز پڑھ کر آئے ہیں اور کچھ خبریں اخبارات سے معلوم ہوئیں۔

جماعت نے بالاتفاق محترم بھائی صاحب کو نیا امام منتخب کیا ہے۔ جو مناسب ہی نہیں بلکہ بے حد ضروری تھا۔ محترم بھائی صاحب اس اہم اور بھاری منصب کے اہل تھے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قیادت میں اور آپ سب بزرگوں کے تعاون سے جماعت کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور ہمارے اسلاف نے جو شمع جلائی ہے خدا ہمیشہ اس کو چلتا رکھے اور یہ جماعت قیامت تک باقی رہے۔ ہماری طرف سے تمام لواحقین کی خدمت میں تعزیت پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کا حامی و ناصر ہو۔

آخر میں خدا سے دعا ہے کہ مرحوم امام صاحب کی مغفرت فرما اور ہمارے جتنے اسلاف اس دنیا سے جا چکے ہیں سب کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

یہاں مکہ اور مدینہ میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور امام صاحب کے لئے دعا مغفرت کی۔ مکہ میں مولوی عبدالوکیل نے نماز پڑھائی۔ شاہ صاحب اور دیگر علماء بھی موجود تھے۔

آپ کے غم میں برابر کا شریک ایک ادنیٰ جماعتی
محمد الیاس سلفی

حضرت الامام الثالث مولانا عبدالغفار صاحب سلفیؒ کی وفات پر قومی اخبارات بھی شریک غم ہوئے

روزنامہ جنگ کراچی ۔ لندن ۲۴ راکتوبر ۷۷ ۱۹ء

مولانا عبدالغفار سلفیؒ

ابھی مولانا یوسف بنوری کا غم تازہ ہی تھا کہ مولانا عبدالغفار سلفی کے انتقال کی خبر سے دل کو ایک صدمہ پہنچا۔ مولانا کئی ماہ سے بیمار اور زیر علاج تھے۔ آخر ان کی یہ طویل بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ مرحوم جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر تھے۔ اور رویت ہلال کمیٹی کے بھی رکن تھے۔ انہوں نے ایک دینی جماعت کے سربراہ، عالم، مبلغ اور خطیب کی حیثیت سے ایک مثالی کردار پیش کیا۔ خصوصاً پاکستان بھر میں اپنی جماعت کے تحت دینی تعلیم کے مراکز قائم کر کے ہزاروں نوجوانوں کے لئے دینی تعلیم کی جو سہولت فراہم کی وہ اُن کی ایک بہت بڑی خدمت تھی۔ اس کے علاوہ وہ ذاتی طور پر تبلیغ واصلاح کیلئے اپنی وعظ وخطابت کی صلاحیت کو بڑے مؤثر طریقے پر کام میں لاتے رہتے تھے۔ تقریروں سے زیادہ ان کی عملی زندگی بڑی متاثر کرنے والی تھی۔

علم وفضل بعض کو غرور میں مبتلا کر دیتا ہے۔ لیکن مولانا سلفیؒ سادگی، انکساری کا نمونہ اور نہایت خوش اخلاق تھے۔ دینی وجماعتی خدمات کیلئے چھوٹے سے چھوٹا کام بڑے شوق اور سرگرمی سے انجام دیتے۔ تبلیغ اور خدمت خلق کے کاموں کیلئے ہر وقت مستعد ومتحرک رہتے۔ ان کی یہی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر ہر اس شخص کو اس جدائی سے شدید صدمہ پہنچا ہے جسے مولانا سے ملنے ان کی مجلس میں بیٹھنے یا ساتھ کام کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان کی رحلت سے علمی حلقے خصوصاً جماعت غرباء اہل حدیث اور محمدی مسجد کے محراب ومنبر جو خلا محسوس کر رہے ہیں اُسے بھرنا مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت ومغفرت سے نوازے اور آخرت میں درجات بلند عطا کرے۔

روزنامہ مشرق کراچی ۔ ۲۴ راکتوبر ۷۷ ۱۹ء

مولانا عبدالغفار سلفی کی وفات

ابھی ملت اسلامیہ مولانا یوسف بنوری کی وفات سے نڈھال تھی کہ جماعت غرباء

اہل حدیث کے امیر مولانا عبدالغفار سلفی کی رحلت کی اطلاع نے اسے مزید رنج والم میں مبتلا کر دیا۔ ان کی عمر اگر چہ اکیاون برس تھی لیکن انہیں گزشتہ کئی مہینے سے بیماریوں نے گھیر رکھا تھا۔ مولانا چھ ماہ تک جناح ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ طبعیت کچھ ٹھیک ہوئی تھی کہ بیماری نے دوبارہ حملہ کر دیا۔ اور انہیں پھر جناح ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں گزشتہ رات ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا عبدالغفار سلفیؒ ۱۹۲۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا پورا خاندان علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے۔ ان کے والد محترم قاری عبدالستار سلفی برصغیر کے مشہور عالم دین تھے انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم کا آغاز بھی دینی علوم سے کیا۔ اور اپنی پوری زندگی دین الٰہی اور سنت رسول ﷺ کی تبلیغ کے لئے وقف کر دی۔ مولانا عبدالغفار سلفی جماعت کے امیر کی حیثیت سے تبلیغ اسلام کا کام صدق دل سے کرتے رہے۔ پورے پاکستان میں جماعت غرباء اہل حدیث کی متعدد شاخیں قائم کیں۔ جہاں ہزاروں نوجوانوں کو آج بھی دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ مولانا رویت ہلال کمیٹی کے رکن بھی تھے۔ انہیں رابطہ عالمِ اسلامی کی مساجد کمیٹی کے رکن ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا ہے۔ انہوں نے فروغ دین کی خاطر عالمِ اسلام کی معروف شخصیتوں سے بھی ملاقات کی۔ اور عالمِ اسلام کی ترقی کے لئے اپنی تجاویز پیش کیں۔

وہ انتہائی سادہ طبعیت کے مالک تھے۔ دینی حلقوں میں انتہائی احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی وفات پر پورے ملک کے مسلمانوں نے انتہائی افسوس کا اظہار کیا ہے۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ لیکن مولانا بنوری اور مولانا عبدالغفار سلفی سے دینی علوم سے سلسلہ میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسے پُر کرنا بہت مشکل ہے۔

روزنامہ حریت کراچی۔ ۲۴/ اکتوبر ۷۷ء۔

مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم

پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں کو ایک ہفتے کے اندر اندر دو بڑے صدمے برداشت کرنے پڑے ہیں۔ پہلے مولانا بنوری نے رحلت فرمائی۔ اب مولانا عبدالغفار سلفی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے صرف پچاس برس عمر پائی۔ لیکن اس مختصر عرصے میں انہوں

نے دینی تعلیم کی اشاعت اور فروغ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں اور ایک ایسا مدرسہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جس میں ایک بڑا ادارہ بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم اگرچہ ایک مخصوص فقہی مکتب سے تعلق رکھتے تھے مگر وہ اس تعصب سے پاک تھے جو فقہی مسلک کو علیحدہ فرقے کا درجہ دینے سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کراچی میں خاص طور پر فرقہ وارانہ بھائی چارہ کے قیام کی کوششوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور خدمت دین کیلئے ان کی روشن کی ہوئی شمعوں کو سلامت رکھے۔ آمین۔

روزنامہ جسارت کراچی۔ ۲۴/اکتوبر ۱۹۷۷ء۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

کیسی اذیت ناک اور تکلیف دہ صورت حال ہے کہ ہمارے لئے ایک ہی ہفتے میں تیسری بار تعزیتی شذرہ لکھنے کا موقع پیدا ہو گیا۔ مولانا یوسف بنوری کی وفاتِ حسرت آیات کا زخم تازہ ہی تھا کہ حضرت مولانا عبدالغفار سلفی کے انتقال پُر ملال کی خبر آ گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عالِم کی موت عالَم کی موت بتایا جاتا ہے۔ اور ہمارے یہاں صورت یہ ہے کہ ایک ہفتے میں دو ممتاز اور اکابر علمائے دین ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔

مولانا قاری عبدالغفار سلفی حد درجہ مخلص اور نیک سیرت انسان تھے۔ وہ زندگی بھر انتہائی اخلاص لگن اور جان سوزی سے اپنے مشن میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ علالت کے زمانے میں مقدور بھر اپنے معمولات کو جاری رکھا۔ اب دنیا رفتہ رفتہ ایسے مخلص انسانوں سے خالی ہوتی جا رہی ہے اور تاریکی کے دم بدم بڑھنے کا احساس شدید سے شدید ہوتا چلا جا رہا ہے۔ خدا ہم پر اپنا فضل فرمائے اور ہمیں ان نیک [illegible]ت لوگوں کا اچھا نعم البدل عطا فرمائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ مولانا سلفی مرحوم کے درجات [illegible] فرمائے۔ ان کے فیضِ خیر کو عام کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

اخبار اہل حدیث لاہور۔ از مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری رئیس التحریر۔

مولانا عبدالغفار سلفی بھی چل بسے

جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب کو ہم نے اپنا وہ حزینہ مضمون لکھا جس میں مولانا محمد یوسف بنوری کے سانحہ ارتحال پر اپنے جذبات کا اظہار کیا جو اسی شمارہ صفحہ ۸ پر شائع ہو رہا ہے۔ ہفتہ کے دن صبح کی نماز سے فراغت کے بعد میں گھر گیا تو بچے روزنامہ ''وفاق'' پڑھ رہے تھے انہوں نے اخبار میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے صفحہ اول کی ایک خبر کا بقیہ دیکھنے کے لئے آخری صفحہ پلٹا اچانک سیاہ حاشیہ کے نیچے ایک چھوٹی سی خبر ''مولانا عبدالغفار سلفی انتقال کر گئے'' کے عنوان سے نظر آئی بظاہر یہ خبر چھوٹی سی تھی لیکن میرے لئے یہ خبر اتنی سوہانِ روح تھی کہ اخبار چھوڑ دیا اور کلماتِ رضا زبان پر جاری ہو گئے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت شروع کر دی۔ طبیعت ذرا سنبھلی تو ان یک صد کے قریب اپنے اکابر علماء، خطباء، مدرسین، مبلغین، ہمعصر، ہمعمر اور ہم نفس احباب کی تصویریں نظروں میں گھومنے لگیں جو قیام پاکستان کے بعد ہمیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں۔ سب کا علم و فضل اور سب کے ساتھ اپنے مراسم بھی سامنے تھے ان میں بلاشبہ کئی بزرگ طبعی عمر گزار کر رخصت ہوئے لیکن پیشتر ایسے بھی یاد آتے ہیں جن کی عمریں انتقال کے وقت اتنی بھی نہ تھیں جتنی یہ عاجز اس دار فانی میں گذار چکا تھا۔ دل و دماغ میں یہی خیال چھایا ہوا تھا کہ زبان پر بے ساختہ یہ مصرعہ آ گیا۔

واحسرتا یارانِ من مرا بگذاشتند

حقیقت یہ ہے کہ اس کثرت سے موت کے بعد بھی مرنے کو جی تو نہیں چاہتا لیکن دل اچاٹ ہو گیا ہے کثیر احباب کے دائمی فراق کے بعد تن کی دنیا تو آباد ہے لیکن من کی دنیا ویران ہو چکی ہے بخدا اگر وہ میرا خطاب سن سکیں تو میں ایک ایک کے حضور فریاد کروں کہ ۔

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

سچی بات یہ ہے کہ اگر مرجانے والوں کی جدائی کا گہرا صدمہ طبیعت پر غالب نہ ہو تو ہر روز تعزیتی نوٹ لکھنا کسی صورت ممکن نہ ہو۔ ہمارے یہی دوست مولانا عبدالغفار سلفی جن کا ۲۱/ اکتوبر

جمعۃ المبارک کی صبح کو کراچی میں انتقال ہوا، عمر میں مجھ سے چار پانچ سال کم لیکن علم و فضل میں منزلوں آگے تھے۔ دینی علوم تو ان کا آبائی ورثہ اور دینی تربیت اس ماحول کا نتیجہ! لیکن ہمارے ممدوح کامیاب مُبلغ، انتہائی خوش الحان قاری اور کہنہ مشق شاعر بھی تھے۔ توحید اور سنت اور متعلقہ دینی موضوعات ان کی شاعری کا خاص عنوان تھے۔ مرحوم اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جماعت غرباء اہل حدیث کے تیسرے امیر تھے اور مقام مسرت ہے کہ مسئلہ امامت کے نتیجہ میں جو دہلی اور کراچی میں سابقہ ادوار میں پائی جاتی تھی اس میں ان کے دور امارت میں کافی حد تک کمی ہوئی اس لئے مرحوم مولانا سلفی ان مخصوص نظریات سے کہیں زیادہ فکر محدثین کی اشاعت مسلک اہل حدیث کی دعوت، مسائل اہل حدیث کی تبلیغ اور فقہی تعصب کے وجود کے خلاف مجاہدانہ جذبات کے حامل تھے۔

آپ جماعت کے ممتاز اور جید عالم بہترین مدرس اور اعلیٰ قسم کے منتظم تھے۔ آپ نے حیاتِ مستعار کا بیشتر حصہ تبلیغ و اشاعت، نظم و تنظیم اور درس و تدریس میں گذرا۔ لیکن جوں جوں آپ کی صحت گرتی گئی تعلیم و تعلم میں زیادہ مصروف ہوتے گئے۔ پچھلے کئی ماہ سے آپ مختلف عوارض میں مبتلا اور ہسپتال میں زیر علاج تھے اور کراچی سے آنے والے احباب ان کے متعلق تشویش ناک اطلاعیں دے رہے تھے۔ بالآخر وقت موعود آن پہنچا اور مولانا قاری عبدالغفار سلفیؒ ۲۱ر اکتوبر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو گئے۔

''رہے نام اللہ کا''

ہمیں اس حادثہ فاجعہ میں ان کے اہل و عیال، ان کے برادران، ان کے اعزہ و اقرباء، ان کے تلامذہ، ان کے متوسلین اور ان کی پوری جماعت سے گہری ہمدردی ہے۔ ہم مولانا سلفیؒ کی رحلت کو اپنے مشفق بزرگ اور مہربان دوست کی دائمی جدائی تصور کرتے ہوئے حضرت مرحوم کے لئے رفع الدرجات اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

(شریک غم حافظ کمیر پوری) ۲۸ر اکتوبر ۷۷ء

الاسلام۔ گوجرانوالہ۔ از جناب طارق بشیر انصاری صاحب ایڈیٹر مجلّہ۔

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مولانا عبدالغفار صاحب سلفی ایک عظیم جماعتی حادثہ

۲۰/اکتوبر کو کراچی جیسے عظیم شہر میں ہماری سہانی یادیں ہمارے بھائیوں اور دوستوں کے درمیان فاران سوسائٹی کے العاراف سے وابستہ ہیں جبکہ سیر وتفریح کے لئے وہاں گئے ہوئے تھے۔ جونہی رات کے کھانے سے فارغ ہوئے تو ہم عشاء کی نماز کو سدھارے۔ اس کے بعد ہم حسبِ عادت اپنے بنگلے کی گلشن نما گلہائے رنگارنگ اور سبز گھاس سے مزین دہلیز میں محفل پذیر ہوئے۔ چلی بات علمائے بنگلہ دیش کی۔ جہاں سے ہم نے موڑ کاٹتے ہوئے علمائے پاکستان کو اپنی گفتگو کا موضوع بنایا۔ آج تک مولانا یوسف بنوری اور پروفیسر شریف اشرف کے علاوہ کئی ایک نامور علماء کے ساتھ ملاقات کرنے کی حسرتیں ہی دل میں موجزن رہی ہیں۔ کیونکہ اس سے قبل زمانے کے اتفاقات، تغیرات اور انقلابات نے ہم کو مولانا احمد دین گکھڑوی اور مولانا محمد رفیق پسروری جیسے مایہ ناز مناظر سے محروم کیا پھر صوفی محمد عبداللہ اور میاں باقر جیسے اولیاء اللہ کو موت کا پیغام سنا کر ہم سے جدا کیا۔ مولانا محمد اسماعیل ذبیح جیسے جیّد عالم اس دنیا سے بلائے گئے۔

اب کیا ہو رہا ہے کہ آئے دن قوم ان شخصیات سے محروم ہوتی جا رہی ہے کہ جنکی اس کٹھن دور میں اشد ضرورت ہے اور یہی حادثات ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اگلے دن صبح ہم نماز پڑھنے کے لئے مسجد ایک مینارہ کی جانب بڑھ رہے تھے کہ اس اثناء میں اسی مسجد سے ایک اعلان ہوا کہ مولانا عبدالغفار سلفی صاحب آج رات وفات پا گئے ہیں اور ان کی نماز جنازہ مسجد محمدی میں جمعہ کی نماز کے بعد ادا کی جائے گی۔ یہ وہ اعلان تھا کہ جس نے ہمارے چلتے قدم روک لئے۔ ہماری حسرتوں کا جنازہ نکل گیا۔ وہ حسرت جو ہم حالیہ مرحوم علماء کے بارے میں رکھتے تھے۔ ہمیں ان کی وفات کی خبر سن کر بہت زیادہ دکھ ہوا کہ ہم رات کو ان کے متعلق کیا سوچ رہے تھے اور صبح کو اُٹھ کر کیا سن رہے ہیں۔ پھر ہم نے انا للہ وانا الیہ راجعون کے

کلمات زبان سے ادا کیے۔

مولانا عبدالغفار سلفی ایک حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ ایک عقیدہ السلف انسان تھے۔ ان کا دل خدمت اسلام کے جذبے سے معمور تھا۔ آپ جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر تھے۔ اپنے والد محترم مولانا عبدالستار سلفیؒ کی وفات کے بعد ان کو امارت سونپی گئی تھی۔ آپ نے گیارہ سال تک اس ذمہ داری کو احسن طریقہ سے نبھایا۔ اپنی زندگی کے آخری ۱۳ ماہ مسلسل علیل رہے۔ علالت کے دوران ۲۰ را کتوبر کی رات کو ساڑھے بارہ بجے مالک حقیقی کی طرف سے آئے ہوئے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے اپنے احباب کو داغِ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علمائے اہل حدیث قطار اندر قطار رخصت ہو رہے ہیں

موت کی یلغار کو کون روکے؟

آہ ایک سورج اور غروب ہو گیا!!

(جناب مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی)

کس زبان اور کس دل گردے سے کہوں کہ حضرت حافظ قاری عبدالغفار صاحب سلفیؒ وفات پا گئے ہیں۔ یعنی کراچی کی تاریک فضا میں کتاب وسنت کا نور برسانے والا آفتاب غروب ہو گیا خبر ارتحال کیا آئی۔ ایک بجلی کوندی جس نے خرمنِ سکون وفرح کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور قضائے زندگی ہمّ وغم اور سوز وکرب کے بادلوں سے اٹ گئی۔ دس گیارہ ماہ سے حضرت قاری صاحبؒ کی بیماری کی خبریں آ رہی تھیں کبھی طبعیت روبہ صحت تشویشناک ہو جاتی۔ تو یہ سوہانِ روح بن جاتی۔ بس یہی کشمکشِ حیات ایک دن جان لیوا ثابت ہوئی۔ اور روح اور بدن کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ افسوس! علمائے اہل حدیث قطار اندر قطار رخصت ہو رہے ہیں۔ پر موت کی اس یلغار کو کون روکے؟ اور کراچی میں جو یہ سورج ڈوبا ہے۔ غم والم کے اس پہاڑ کو کیسے اُٹھایا جائے۔

صُبت علیّ مصائبٌ لو انّها
صُبت علی الایامِ صرنَ لَیالِیا

دودمانِ مولانا عبدالوہابؒ کے کیا کہنے ہیں۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ علماء، صلحاء، فضلا، حفاظ، قرّا شب وروز اشاعت دین میں مصروف اور مسلک اہل حدیث کے لوابردار ہیں۔

لیکن آہ! حضرت مولانا عبدالستار صاحبؒ کی وفات کا زخم غم ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ مولانا عبدالجلیل صاحبؒ کی وفات نے زخم اور گہرا کر دیا اور اب ایک اور زخم لگا ہے جس کی ٹیسیں برداشت نہیں ہو سکتی۔ اللہ اللہ! کیسے کیسے خزانے زمین نگل گئی۔ گنج ہائے گرانمایہ کھا گئی۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادیؒ، حضرت مولانا عبدالغنی شاہؒ کامونکی، حضرت مولانا اخی فی الدین جناب حافظ محمد شریف صاحب سیالکوٹیؒ، حضرت مولانا اسمٰعیل ذبیح راولپنڈیؒ، حضرت مولانا عبدالرشید صاحبؒ ننکانہ، حضرت مولانا محمد شریف اشرفؒ لائل پور، حضرت مولانا حافظ قاری عبدالغفار صاحبؒ سلفی کراچی۔ موت نے ان نابغوں کی صف ہی لپیٹ دی ہے اور یہ ایسے خلا پیدا ہو گئے ہیں کہ اُن کے پُر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور کھیپ فرداان کی گرد کو نہیں پہنچ سکتی۔ الاماشاء اللہ۔ ان مرحومین مغفورین کی جگہیں نالہ وشیون میں مبتلا ہیں اور نالے تھمتے نظر نہیں آرہے کہ بدل عنقا ہیں۔

اب سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی موت کو یاد کریں تو یہ اموات ہلکی ہو جائیں گی اور زخموں پر مرہم اثر کرنے لگے گا۔ اے اللہ! ان سب علمائے مرحومین کی خطائیں معاف کر اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور حافظ قاری مولانا عبدالغفار پر بھی رحمتوں کی برکھا برسا کو انہیں معاف کر دے اور پسماندگان کے کاری زخموں کو مندمل فرما دے اور سب کو اپنی مرضیات پر چلا۔ آمین۔

از مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

آج صبح ۲۳ر اکتوبر کا اخبار جسارت وصول ہوا جس سے اپنے بزرگ محترم حضرت مولانا عبدالغفار صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر بیحد رنج وملال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیسی ہمدرد با اخلاق، شفیق اور اخلاص والی ہستی تھی۔ ابھی ۱۸ر جولائی کو میرے والد محترم کے انتقال پر جو پرخلوص تعزیت نامہ لکھا تھا وہ ان کے دلی جذبات صدق ومحبت کا آئینہ دار تھا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ عنقریب ان کی جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑے گا۔ جب بھی مکہ معظمہ آتے سب سے پہلے مدرسہ صولتیہ میں تشریف لاتے اور بار بار آتے اور عزیزوں کی طرح بے تکلفی اور شفقت سے ملتے۔ ایک ایک بات یاد کر کے دل سوگوار ہوا جا رہا ہے۔ اور ان جیسی باغ وبہار ہستی کو مرحوم

تصور کرتے ہوئے کس قدر تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کے اعلیٰ مقامات سے نوازے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔ اور ان کے جاری کردہ فیض کو آپ حضرات کے ہاتھوں قائم رکھے۔ آمین۔ سب گھر والوں اور عزیزوں کو اور اہل مدرسہ کو سلام مسنون اور مضمون واحد۔

والسلام

آپ کا شریک غم محمد مسعود شمیم۔ ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

۱۷/ ذیقعدہ ۹۷ھ

جمعیت پنجابی سوداگران دہلی کے سالانہ اجلاس میں مولانا یوسف بنوری، مولانا سلفی کی وفات پر اظہار تعزیت!

کراچی۔ ۲۳/ اکتوبر پنجابی سوداگران دہلی (رجسٹرڈ) کراچی کے ستائیسویں سالانہ جلسۂ عام وانتخاب میں برادری کے سینکڑوں افراد نے بڑے جوش وخروش سے حصہ لیا۔ جمعیت پنجابی سوداگران دہلی (رجسٹرڈ) کراچی کا ایک قدیم اور نامور رفاہی ادارہ ہے جس نے انسانیت کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ حسب ایجنڈا اجلاسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔

شیخ محمد عثمان پیتل والے اور سابق آنریری جنرل سیکرٹری انیس الرحمٰن کھتوریہ ودیگر رفقاء بشمول مولانا یوسف بنوری اور مولانا عبدالغفار سلفی کے ارتحال پُر ملال پر اظہار رنج وغم کرتے ہوئے قرارداد ہائے تعزیت منظور کیں۔ اور مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی گئی۔

آہ! آفتاب علم وعمل غروب ہو گیا

(سیکرٹری جماعت غرباء اہل حدیث لاہور)

یہ ۲۱/ اکتوبر جمعہ کا دن تھا۔ میں عزیزوں کے کسی تنازعے کا تصفیہ کرانے کے لئے ایک اجلاس میں گیا ہوا تھا۔ ساڑھے دس بجے گھر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ شاہدرہ سے جناب محمد حنیف ہاشمی صاحب حضرت الامام الحاج عبدالغفار سلفی محدث پاکستان کے انتقال پُر ملال کی روح فرسا خبر دے گئے ہیں۔ اور انہوں نے یہ خبر ریڈیو پاکستان سے سُنی ہے۔ میں یہ خبر سُن کر سخت ذہنی عذاب میں مبتلا ہو گیا اور جلدی سے قائم مقام امیر جماعت غرباء اہل حدیث لاہور جناب

عبدالرحمٰن دہلوی کے پاس پہنچا۔ ان کو سراپا رنج والم کی تصویر بنے ہوئے پایا۔ انہوں نے گلوگیر آواز میں روتے ہوئے امام صاحب کی وفات کی خبر سنائی۔ مجھے اب تک پہلی خبر کا یقین نہ آیا تھا کہ ابھی ایک روز پہلے ہی والد محترم مولانا شریف حسین ہاشمی امیر جماعت غرباء اہل حدیث نارووال کراچی سے واپسی اور امام صاحب سے ملاقات کا حال سنا رہے تھے۔ اور انہوں نے کوئی تشویش ظاہر نہ کی تھی۔ جب جناب عبدالرحمٰن دہلوی صاحب کی زبانی تصدیق ہوئی تو پورے جسم میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی۔ اور بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایسے محسوس ہوا جیسے میرے اپنے والد محترم ہمیں چھوڑ گئے۔ میں ہی کیا ہر جماعتی فرد کا یہ عالم تھا۔ گویا پوری جماعت یتیم ہوگئی۔

اس دور کفر والحاد میں مرحوم جیسے عالم باعمل، کتاب وسنت کے ماہر اور مخلص مجاہد کی سخت ضرورت تھی مگر اجل کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے یہ مینارۂ نور بھی چھین لیا۔ ابھی حضرت الامام عبدالستار صاحب، مولانا عبداللہ اوڈ اور مولانا عبدالجلیل خانصاحب مرحوم کی وفات کے زخم تازہ تھے کہ حضرت الامام عبدالغفار صاحب مرحوم بھی جواں سالی میں ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کی وفات سے جو خلا علمی حلقوں میں واقع ہوگیا ہے اُسے مدت تک پُر نہ کیا جاسکے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا جماعت اہل حدیث کی بے عملی کی وجہ سے ناراض ہے۔ اور اس کے عذاب کا کوڑا اس صورت میں ہم پر برس رہا ہے کہ اہل علم ہم میں سے اُٹھتے جارہے ہیں۔ اس طرف جماعت اہل حدیث کے اکابرین اور ہمارے دینی مدارس کے ارباب اختیار کو توجہ کرنی چاہئے ورنہ خدشہ ہے کہ جماعت قحط الرجال کے ساتھ علمی قحط کا بھی شکار نہ ہوجائے۔ اعاذنا اللہ من ذلك۔

ابومعاویہ محمد ادریس ہاشمی

ازالشیخ فتحی محمد مکہ مکرمہ

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ کل اچانک بذریعہ ہوائی جہاز آنے والے ایک دوست نے یہ روح فرسا خبر دی کہ مولانا عبدالغفار صاحب بروز جمعرات ۲۰ ر اکتوبر کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخلہ۔ یہ خبر ملتے ہی مکہ کے تمام اخوان اہل حدیث میں غم وافسوس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہر کوئی پیکرِ غم نظر آنے لگا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہمیں مولانا محمد شریف صاحب داغِ مفارقت دے گئے۔ پھر مولانا عبدالرشید صاحب امرتسری کے غم نے ہمیں رُلایا اور آج ہمیں ایک اور چوٹ لگی جس کا درد جماعت کا ہر فرد محسوس کر رہا ہے۔ درحقیقت یہ علم کے اُٹھ جانے کا وقت آ گیا ہے۔ ہمارے علماء ایک ایک کر کے علم کے خزینے اپنے سینوں میں لئے رخصت ہو رہے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہماری جماعت میں اسلاف کے نمونہ کے علماء پیدا کرے۔ آمین۔ اور آپ تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ مرحوم کی اولاد اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں پالے پوسے، آمین۔ میری طرف سے تمام احباب کو تعزیت پہنچے۔ نیز سلام بھی عرض ہے۔

فتحی محمد۔ مدرس المسجد الحرام مکۃ المکرّمہ

جماعت اسلامی فیصل آباد

چوہدری لعل دین سلیم امیر جماعت اسلامی ضلع فیصل آباد نے مولانا یوسف بنوری اور مولانا عبدالغفار سلفی کی وفات پر دلی صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ دونوں بزرگوں نے اس طرح اسلام کی خدمت کی ہے کہ ان کی وفات کے بعد ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔ انہوں نے دونوں بزرگوں کے لئے بلندی درجات اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

نثار احمد ناظم دفتر جماعت اسلامی ضلع فیصل آباد

جناب محمد سرور غفوری سعودی عرب

مورخہ ۲۴؍اکتوبر کے روزنامہ جسارت نے آنکھوں کی بینائی، زبان کی قوت گویائی اور جسم کی حرکت کچھ دیر کے لئے ''ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا عبدالغفار صاحب سلفی رحلت فرما گئے! پڑھتے ہوئے سلب کر لی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آہ کیسے مرحوم کہوں۔ جماعت اہل حدیث میں تھا ہی باقی کیا جو موت کا فرشتہ ہم سے یہ سرمایہ بھی چھین کر لے گیا۔ تیس سال کے مختصر عرصہ میں جماعت نے کیا کیا غم برداشت نہیں کئے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ، حضرت

مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹیؒ، حضرت مولانا داؤد غزنویؒ، حضرۃ العلام حافظ عبداللہ روپڑیؒ، محدث پاک و ہند حضرت العلام مولانا عبدالوہاب دہلویؒ، مولانا عبدالستار دہلوی اوران اکابر کے بعد جماعت میں جو ہیرے جواہر تھے وہ بھی یکے بعد دیگرے ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کے تحت بارگاہ رب العالمین میں پہنچ گئے۔ مثلاً مولانا اسمٰعیل روپڑیؒ، حضرے مولانا صوفی محمد عبداللہؒ، فخر المجاہدین حضرت مولانا محمد عبداللہ اوڈ۔ مجاہد اسلام حضرت مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹیؒ، حضرت مولانا ابوبکر غزنویؒ، حضرت مولانا محمد رفیق صاحب پسروری، اور ابھی یہ ہیرے اپنا غم بھی نہ بھلائے تھے کہ موت کا فرشتہ ہم سے حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب مرحومؒ کو چند ماہ بیشتر جدا کر کے لے گیا۔ آہ ابھی ہم اناللہ وانا الیہ راجعون بھی نہ پڑھنے پائے تھے کہ حضرت العلام عبدالجلیلؒ کے بعد یہ دینی ستون بھی مرحوم ہو گیا۔

اے اللہ ہم پر رحم فرما۔ دینی رہنماؤں کو نیک طویل عمر فرماتے ہوئے ان سے دین کا صحیح کام لے اور ہمارے سب بزرگوں کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ ان کی کوتاہیوں کو معاف فرما۔ محترم مدیر صاحب صحیفہ اس سانحہ عظیم پر بندہ آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

فقط والسلام

محمد سرور غفوری الخبر۔ سعودی عرب

جناب حکیم محمد اسحٰق حویلیاں ہزارہ

محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ریڈیو اور اخبارات کی زبانی حضرت مولانا عبدالغفار صاحب کی وفات کی افسوسناک خبر سُنی۔ انتہائی صدمہ ہوا۔ ان کی علالت کا تو سُن رکھا تھا۔ لیکن یہ کیسے معلوم تھا کہ جدائی کی تلوار اتنی جلدی فیصلہ صادر کر دے گی۔

اس دور پُر آشوب میں اسلام کی نور افروز قندیلیں جس تیزی اور کثرت کے ساتھ بُجھنے لگی ہیں بذاتِ خود اس حالت پر بھی ملت اسلامیہ کیلئے سخت افسوس کا مقام ہے۔ دینی علماء کا میدان سے بکثرت اور جلدی جلدی اٹھایا جانا خود مسلمان معاشرے کے لئے انتہائی تشویشناک اور بہت بڑے خسارے کی بات ہے۔ علمائے دین، قوم کی صحت مند اور قیمتی آنکھیں ہیں اس بینائی میں اگر غیر معمولی فرق آ جائے تو قوم کی رہنمائی کون کرے گا اور کس طرح کرے گا۔ علماء کسی ایک

خاندان کا اثاثہ نہیں ہوتے بلکہ وہ پوری قوم کی قیمتی متاع ہوتے ہیں۔ جس کے کھو جانے کے بعد اگر ساری دنیا بھی قدموں پر نچھاور ہو جائے تو اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ انہیں کے ذریعہ شمع اسلام کی روشنی گم کردہ راہ قوم کو امن واطمینان کی شاہراہوں پر ڈالتی ہے۔ اور انہیں کے ذریعہ انسان زندگی کے خطرناک موڑ معلوم کر سکتا اور حیات جاوداں کا راز پا سکتا ہے۔

علمائے حق کی موت اور ان کی کمی قوم کا بہت بڑا نقصان ہے لیکن مشیت الٰہی کے سامنے کون دم مار سکتا ہے۔ تدبیر کی پاک ولیوں پر تقدیر ہمیشہ خندہ دیکھی گئی ہے اس دنیا میں اول دن سے ہی زندگی کے تعاقب میں موت لگا دی گئی ہے۔ اور کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ ﴿كل نفس ذائقة الموت﴾ قدرت کا اٹل فیصلہ ہے! اور ﴿ كل من عليها فان﴾ بھی اس کی مرضی۔

اس وقت میں آپ کے اور مولانا کے پورے سوگوار خاندان کے دردِ غم میں برابر شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی لغزشات سے درگزر فرمائے اور دینی اور علمی میدان میں ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے۔

میری دِلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کو بھی صبر وہمت کے ساتھ اس عظیم صدمہ اور ناقابل تلافی نقصان کے برداشت کرنے کی ہمت وتوفیق بخشے۔

جانے والوں کا خلا کب پورا ہو سکتا ہے۔ ہر عالمِ دین اپنی خدمات اور افادیت کے لحاظ سے حیات دنیا کی انگوٹھی کا چمکتا ہوا نگینہ ہے اور اپنے اپنے دور میں اس کی نور افشانی اور لازوال فیض لسانی بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ جس کی روشنی نسلوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق بخشے کہ ہم اس کی رضا کے حصول کے لئے دنیا سے وہ زادِراہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں جو اس مقصد کی تکمیل کیلئے لازمی ہے۔ اور جب ہمیں اپنی باری پر واپس بلائے تو ایسی حالت میں بلائے کہ ہم اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے مخلصانہ عزم وعمل میں مصروف ہوں۔ آخر ہم سب کا نصب العین اس دنیا میں نیکی کا اور بدی کا استیصال ہے! رضائے الٰہی کا اس کے بغیر اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے چھوڑے ہوئے ورثہ علم وعمل کو عوام کی رہنمائی وبہبود کے لئے مؤثر وکامیاب بنائے۔ اور گم کردہ راہوں کی ہدایت واطمینان کے لئے زیادہ دیر تک ان کی آثار خیر کو قائم رکھے۔ ہم سب کیلئے اس تلقین کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

والسلام علیکم
آپ کا شریک غم۔ حکیم محمد اسحٰق حویلیاں۔

مولانا شمس الحق صاحب ملتان

محترم بھائی مولانا عبدالرحمان صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گذارش ہے۔ حضرت مولانا عبدالغفار سلفی مرحومؒ کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ ما نقول الا ما یرضی ربنا ۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

مولانا سلفی کے انتقال پر مولانا انصاری صاحب کا اظہار تعزیت

کراچی ۲۳ اکتوبر (اسٹاف رپورٹر) اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مولانا ظفر احمد انصاری نے مولانا عبدالغفار سلفی کے انتقال پر دلی صدمہ کا اظہار کیا ہے۔ آج ایک تعزیتی بیان میں انہوں نے کہا کہ مولانا سلفی معتبر عالمِ دین اور سرگرم مبلغ تھے۔ اور انہوں نے اپنی مساعی سے جمعیت غرباء اہل حدیث کو منظم رکھا۔ مولانا انصاری نے کہا کہ مولانا عبدالغفار سلفی کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے مرحوم کی روح کے لئے ابدی سکون کی دعا کرتے ہوئے متعلقین کیلئے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

مولانا سلفی نے ہمیشہ حق کی حمایت کی۔ پروفیسر غفور، عثمان رمزا اور فاروقی کا تعزیتی پیغام

کراچی ۲۳ اکتوبر (اسٹاف رپورٹر) قومی اتحاد کے سیکریٹری جنرل پروفیسر غفور احمد اور جماعت اسلامی کراچی کے رہنما پروفیسر محمد عثمان رمزا اور محمود احمد فاروقی نے مولانا عبدالغفار سلفی امیر جماعت غرباء اہل حدیث کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا ہے۔ قومی اتحاد کے رہنماؤں نے اپنے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مرحوم نے پاکستان میں آمریت کے خلاف ہر دور میں حق کی حمایت کی ہے۔ خاص طور پر ایوب خاں کے دور میں پھر سوشلزم کے معرکہ میں شوکت اسلام کے لئے ان کی جدوجہد بھی ناقابلِ فراموش ہے۔ مرحوم مولانا باوجود اپنے علمی مرتبہ ومنصب کے ایک مجاہد کارکن کی طرح کام کرتے تھے اور سنت سے محبت میں ان کا نمایاں شمار رہا ہے۔ جماعت

کے قائدین نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ توحید وسنت کیلئے مساعی اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو قبول فرمائے اور ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرے۔ ان کو جنت میں اعلیٰ مراتب سے نوازے اور ان کے عقیدت مندوں اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سعودی قونصل جنرل اور اعلیٰ حکام نے مولانا سلفی مرحوم کے گھر جا کر تعزیت کی۔

کراچی ۲۲ر اکتوبر (پ ر) سعودی عرب کے قونصل جنرل الشیخ صالح الفطانی نے مولانا عبدالغفار سلفی کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ وہ آج شام تعزیت کے لئے دفتر جماعت محمدی مسجد تشریف لائے۔ انہوں نے دفتر میں موجود تمام جماعتی عہدے داروں اور مولانا مرحوم کے بھائی عبدالرحمان سلفی سے تعزیت کا اظہار کیا۔ انہوں نے مولانا کے انتقال کے سلسلے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجھے مولانا سے شروع ہی سے گہری عقیدت رہی ہے اور مرحوم میرے قریبی ساتھی رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جماعت غرباء اہل حدیث کی قیادت کو مضبوط کیا اور ان کی قیادت میں جماعت غرباء اہل حدیث نے بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔ جناب الفطانی بعد میں مولانا کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور وہاں مولانا کے فرزندوں سے اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کیا اور مولانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔ اس کے علاوہ سعودی عرب کے نائب قونصل جنرل جناب السید محمد حمزہ کوشک اور سعودی سفارت خانے کے ایڈمنسٹریٹیو آفیسر جناب السید احمد قاضی بھی دفتر جماعت اور مولانا کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور مولانا عبدالرحمٰن سلفی اور مولانا مرحوم کے صاحبزادوں سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔

از مولانا جان محمد اختر اوڈ

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آہ افسوس صد افسوس نور سحر غروب ہو گیا ہے اور جماعت یتیم ہو کر رہ گئی ہے۔

حضرت امام صاحب کی وفات حسرت آیات ریڈیو پر سُن کر دل غم میں ڈوب گیا اور پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ آہ افسوس صد افسوس۔ گذشتہ ماہ میری آخری ملاقات دفتر میں ہوئی تھی جبکہ بیماری کی حالت میں تو اکثر میں عیادت کرتا رہتا تھا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے ہمراہ ہسپتال

میں بھی جاتا آتا رہتا تھا۔ لیکن کب خبر تھی کہ چند دن صحت یاب ہو کر ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے جائیں گے۔ میں بیمار رہتا ہوں انشاء اللہ بہت جلد عیادت کے لئے حاضر ہوں گا۔ پسماندگان کو تسلی وتشفی ہی دے سکتا ہوں۔ تمام جماعت غرباء اہل حدیث حلقہ لیاقت پور نے نماز جنازہ غائبانہ ادا کی اور دُعائے مغفرت مانگی ہے۔ مکہ معظمہ میں بھی اوڈ برادری کو نماز جنازہ غائبانہ کیلئے لکھ دیا ہے۔

مولانا سلفی کی وفات پر مولانا تھانوی کی تعزیت

کراچی ۲۳ را کتوبر (پ ر) ممتاز عالمِ دین مولانا احتشام الحق تھانوی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ جمعیت غرباء اہل حدیث کے امیر اور ممتاز عالمِ دین مولانا عبدالغفار صاحب سلفیؒ کے انتقال سے علمی اور دینی حلقوں کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مولانا دوسرے مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ قابلِ تعریف اور روادارانہ رویہ رکھتے تھے اور ملکی وسماجی کاموں میں بھی پورا حصہ لیتے تھے۔ مولانا مرحوم کی خدمات بھی فراموش نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

مولانا سعادت قادری کی بیرون ملک سے واپسی، مولانا بنوری اور مولانا سلفی کے انتقال پر اظہار تعزیت

کراچی ۲۲ را کتوبر (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالمِ دین مولانا سید سعادت علی قادری بیرون ملک کے تبلیغی دورے کے بعد آج کراچی واپس آ گئے۔ واپسی پر انہوں نے ایک بیان میں مولانا یوسف بنوری اور مولانا عبدالغفار سلفی کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چند دن کے فرق سے دو عظیم مذہبی رہنماؤں کی وفات ایک ایسا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی بہت مشکل سے ہو سکے گی۔ یہ دونوں جید علماء رہنمائی پانے والوں کے لئے مینارۂ نور تھے۔ خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

جناب عبدالصمد صاحب انگلینڈ

کل اخبار جنگ ۲۵ را کتوبر ۷۷ء میں یہ خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا کہ حضرت امام صاحب انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کی مرضی کے آگے ہم سب مجبور ہیں۔ میں اور میرے گھر

والے سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہم نے نماز جنازہ غائبانہ ادا کر دی ہے۔ اللہ پاک آپ کو اور پوری جماعت کو صبر کی توفیق دے اور ہم سب پر اپنا رحم و کرم فرمائے۔ آمین۔

ایم عبدالصمد سورتی ابن حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا بدیع الدین شاہ مکہ مکرمہ

محترم المکرّم القدر برادرم فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن صاحب سلفی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خیریت طرفین مطلوب۔ الغرض کہ آپ کے بھائی محترم کے متعلق اچانک وفات کی خبر سن کر سخت صدمہ ہوا۔ آخر حکم الٰہی پورا ہو کر رہتا ہے۔ ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾۔ افسوس ہے کہ علماء رفتہ رفتہ اُٹھتے جاتے ہیں اور کوئی اپنا جانشین نہیں چھوڑ جاتا۔ دعا ہے کہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور جمیع پسماندگان کو صبر بخشے جملہ اہل خانہ مجھے اپنے غم میں برابر کا شریک سمجھیں اور سب کو سلام عرض کر دیں۔ ہم نے یہاں حرم پاک میں نماز جنازہ ادا کی تھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ والسلام

بدیع الدین شاہ۔ مکہ مکرمہ المملکۃ العربیہ السعودیہ

برادر محمد بشیر صاحب جودھپوری مکہ مکرمہ

محترم المقام شیخ الفاضل عبدالرحمٰن سلفی صاحب السلام علیکم ورحمة الله وبركاته!

جناب مولانا عبدالغفار سلفی امیر جماعت غرباء اہل حدیث کی وفات حسرت آیات سے میرے حلقۂ احباب میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی اچانک رحلت سے دینی اور تبلیغی حلقوں میں خلا محسوس کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ان کے دینی و اصلاحی مشن کو آپ کے ہاتھوں تکمیل تک پہنچائے۔ میری دعا ہے کہ موحدین کا قافلہ آپ کی قیادت میں اپنی مراد کو پہنچے۔ میں نے یہ اندوہ ناک خبر ''جدہ'' کے سفر میں سُنی۔ اور آج حرم میں آ کر نماز جنازہ غائبانہ ادا کیا۔ اہل خاندان اور جماعت موحدین کے تمام افراد تک میر التعزیتی پیغام پہنچا دیں۔ فقط والسلام۔

شریک غم خاکسار گزر در محمد بشیر ابن مولوی محمد سعید صاحب حیدر آباد سندھ شاگرد

مولانا عبدالوہابؒ صاحب۔حال وارد مکہ معظمہ (سفر بسلسلہ حج)

ازمولانا خالد گھرجاکھی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت مولانا عبدالغفار صاحب سلفی کے انتقال کی خبر پڑھ کر بہت صدمہ ہوا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ بزرگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔تمام جماعت کو میری طرف سے سلام عرض کر دیں اور میری طرف سے تمام جماعت کے افراد کو تعزیت فرمادیں۔اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

طلباءمدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام

گزشتہ دنوں کئی جید علماء اس دار فانی سے دار بقاء جاچکے ہیں جن میں سے پاکستان کے ممتاز عالمِ دین خطیب عصر، شیریں بیان حضرۃ العلام مولانا عبدالغفار سلفی امام جماعت غرباءاہل حدیث پاکستان ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عوام کالانعام کو صراط مستقیم دکھانے کے لئے اپنے انبیاء مبعوث فرمائے جن میں سے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔آپ کی بعثت کے بعد قصر نبوت مکمل ہوچکی ہے اور اب مادّیت اور لادینیت کے دور میں عوام کو ضلالت اور تاریکیوں سے نکالنے والے صرف علماء خیر ہیں۔ارشاد پیغمبر ہے۔((العلماء ورثة الانبیاء)) کہ حقیقی معنوں میں انبیاء کے وارث علماء دین ہیں اور اگر علمائے حق بھی یکے بعد دیگرے دنیا فانی کو خدا حافظ کہتے رہے تو عوام کا بھی خدا حافظ ہے۔مولانا عبدالغفار سلفی تقریباً ۱۳ ماہ سے مسلسل علیل تھے۔بتاریخ ۷ ذوالقعدۃ ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو یوم جمعہ کی شب کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے دار فانی سے دار بقاء رحلت فرما گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نہایت خوش اخلاق اور حسن طبع انسان تھے اور تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کے ساتھ آپ کے خوشگوار تعلقات تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی موت کی خبر سن کر تمام اہل پاکستان اور دیگر ممالک کی اہم اہم شخصیتیں رنج وملال کا اظہار کر رہے ہیں اور ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان آپ کی تعزیت کر رہے ہیں۔جبکہ زہد وتقویٰ اور عاجزی انکساری آپ کا شعار تھا۔اتنی بارعب شخصیت ہونے کے باوجود رقیق القلب اور بلند اخلاق حسنہ کے مالک تھے آپ اپنی جماعت کے لئے سائبان کی حیثیت رکھتے تھے۔لیکن اب وہ سایہ مفقود ہوچکا ہے۔آج عالم کو

منور کرنے والا چراغ گل ہو چکا ہے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام کے طلباء کے ساتھ جو آپ کے مشفقانہ تعلقات تھے میرے پاس ذخیرہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں احاطہ تحریر میں لاسکوں۔ آج مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام کراچی کے طلباء اپنے ایک رحیم اور شفیق مہتمم سے محروم ہو چکے ہیں۔ آج ہر طالب علم کا چہرہ مغموم اور محزون نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام کراچی کے طلباء پسماندگان کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں۔

عبدالرشید ارشد میواتی۔ طالب علم مدرسہ عربیہ دارالسلام کراچی۔

آہ! اُستاذی المشفق امام صاحبؒ

ہر کسی کی زندگی نہ قابل التفات ہوتی ہے نہ اس کی موت قابل توجہ۔ یہ انسانی دنیا جب سے قائم ہوئی ہے یہ ہوتا ہی رہا ہے۔ کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے۔ اس میں ندرت کی بات ہی کیا ہے ہر کسی کی آمد پر خوشی منائی جائے تو کیوں اور ہر کسی کے جانے پر غم کیا جائے تو کیوں پھر بھی بعض جانے والے ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے پیچھے بہت سوں کو خون کے آنسو رلاتے ہیں۔ ماں باپ، بھائی بہن، آل و اولاد اور خویش و اقارب کے گزر جانے پر آنسو بلا اختیار بہنا تو ایک عام فطری چیز ہے۔ البتہ دنیا میں ایسے افراد خال خال ہوا کرتے ہیں کہ جن کی رحلت پر ایک ملت آہ و بکا کرنے لگتی ہے جس کی جدائی ایک قومی حادثہ شمار کیا جاتا ہے جن کی موت ان کے خویش و اقارب کو ہی اشک بار نہیں کرتی بلکہ انسانوں کا انبوہ کثیر ان کی موت سے بلبلا اٹھتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب سلفی امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان بھی ان ہی چیدہ اور برگزیدہ افراد میں سے ہیں جن کی جدائی ایک ملی المیہ ہے جن کی ابدی رحلت نے قوم کو عظیم رنج والم میں مبتلا کر دیا ہے جن کی وفات سے ملت میں ایک ایسا خلاء ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

الحاج القاری الحافظ الاستاذ الفاضل الجلیل حضرۃ مولانا عبدالغفار صاحب سلفی مرحوم کی پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو مدتوں سے علم کا گہوارہ رہا ہے۔ آپ کے دادا محترم مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالوہابؒ اور پھر والد محترم حضرت مولانا عبدالستار دہلویؒ اپنے وقت کے بہت ہی بڑے عالم فاضل تھے۔ کتاب وسنت کے مانے ہوئے استاذ تھے۔ دور دراز سے تشنگانِ

علوم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سیراب ہوا کرتے تھے۔ میں نے اپنے روحانی استاذ کی نگرانی میں عرصہ چھ سال تربیت حاصل کی ہے اور علمی پیاس کو بجھایا ہے۔ مجھے یہ فخر ہے کہ میرا شمار اُن احباب میں ہوتا ہے کہ جن کو مولانا سلفی کا انتہائی قرب حاصل رہا ہے۔ آپ علم و عمل کے پیکر اور علوم شرعیہ وعقلیہ کے ماہر تھے۔ بیباک راہنما خطیب اور ادیب تھے۔ مولانا سلفی صاحب کا اس دنیا سے چلے جانا بلبل ہزار داستان کے قفس میں مقید ہو جانے سے کم نہیں۔ آپ اپنے ہزاروں عقیدت مندوں کو چھوڑ کر ابدی زندگی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے عالم جاوداں کو کوچ کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری التجا ہے کہ وہ مولانا سلفی صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کی لغزشوں سے درگذر فرما کر ان کے نیک اعمال کو قبول فرما دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور جماعت کے لئے اچھا بدل کرے۔ آمین۔ مَوتُ العالِم مَوتُ العالَم۔

ملا کرتے نہیں رتبے کبھی بازو کی قوت سے
یہ وہ فیضان باری ہے جو ہو جاتا ہے قسمت سے

غم زدہ:۔ مولانا محمد ابراہیم خادم خطیب ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

آہ! مولانا عبدالغفار سلفیؒ

زندگی کا گلشن اُداس ہے۔۔ چمن چمن حیات کا ہر پھول مُرجھا گیا ہے۔۔ تمنائیں خاک میں مل گئیں۔۔ بہاروں نے منہ موڑ لیا۔۔ بادِ صرصر نے قدم جما لئے۔۔ چہروں سے تبسم غائب ہو گیا۔۔ منزل توحید کا چراغ گُل ہو گیا۔۔ وہ متبسم چہرہ نظر کے سامنے نہیں رہا۔۔ ایک پیکرِ اخلاق کا دُور ہو گیا۔۔ علم کی دنیا تاریک ہو گئی۔۔ چاہنے والوں کے چہرے زرد ہو گئے۔۔ علم کا دریا خشک ہو گیا۔۔ ہر طرف آہ و بکا۔۔ ہر زبان پر نالۂ فریاد۔۔ منبر کی رونق ختم ہو چکی۔۔ تلقین کا سمندر ساکت ہو گیا۔۔ دل ہل گئے۔۔ اندھیرہ چھا گیا۔۔ ایوان توحید میں زلزلہ سا آ گیا۔۔ اب عبدالغفار سلفی کو دنیا ڈھونڈتی رہ جائے گی۔۔ علم کی تشنگی بجھائے نہ بُجھ سکے گی۔۔ اب ایسی شخصیت کہاں ملے گی۔۔ ایسا امام کہاں نصیب ہو گا۔۔ اپنے پرائے کا غم کھانے والا اب کہاں ملے گا۔۔ اے اللہ اب ایسی شخصیت کا بدل تو ہی عطا فرما۔۔ دل کا حال پوچھنے والا۔۔ مصیبت میں کام آنے

والا۔۔توحید کا چراغ ہر دل میں روشن کرنے والا۔۔ مسکرا کر گفتگو کرنے والا۔۔بیکسوں پر نگاہ کرم فرمانے والا۔۔ بیواؤں دکھیاریوں کی استعانت کرنے والا۔۔اپنے پرائے کو سینے لگانے والا۔۔ آج ہماری نگاہوں سے دور ہو گیا۔۔فردوس بریں کی زینت بن چکا۔۔ مالک یوم الدین اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے۔۔اوراہل وعیال کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔آمین۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قطعہ از صابر فریدی

ذائقہ چکھنا ہے سب کو اک نہ ایک دن موت کا حکم ہے مگر پروردگار دو جہاں
اہل خانہ کو عطا کر صبر اور مرحوم کو اپنے فضل ولطف سے دے باغِ جنت میں مکاں

انا للہ وانا الیہ راجعون

انسان کو جمے ہوئے خون (یعنی لوتھڑے) سے پیدا کیا گیا

مولانا حافظ عبد الرحمان سلفی حفظہ اللہ

امام الرابع جماعت غرباء اہل حدیث

مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان کئی پشتوں سے فضل و کمال، درس و تدریس اور تالیف و تصنیف میں ممتاز چلا آ رہا ہے۔ اس خانوادۂ بلند مرتبت نے جو خدمات بوقلموں انجام دیں ان کا دائرہ فقط برصغیر پاک و ہند تک محدود نہ رہا بلکہ عالم عرب کے شائقین علم بھی ان سے مستفید ہوے۔ اس خاندان کی شہرت علمی کا آغاز انیسویں صدی عیسوی کے آٹھویں عشرے سے ہوا جب اس دودمانِ عالی کے جدِ امجد مولانا عبدالوہابؒ نے دہلی میں مسندِ درس حدیث آراستہ کی، وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور احیائے سنن کے ساتھ ساتھ عمل بالحدیث کی طرف طرح ڈالی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کی علمی شہرت بلدۂ علم دہلی سے نکل کر متحدہ ہندستان کی سرحدوں کو چھونے لگی۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ علمی و تدریسی لحاظ سے اس خاندان نے برصغیر میں عمر دراز پائی ہے۔ یہ خاندان کئی پشتوں سے علم و تحقیق اور زہد و اتقاء کا مرکز چلا آ رہا ہے اور بے شمار علمائے عظام ان سے کسبِ فیض حاصل اور اخذِ علم کر چکے ہیں۔ اس خاندانِ عالی شان میں بہت سے اصحاب کمال اور اربابِ فضیلت پیدا ہوے اور ان کی خدمات گوناگوں کا دائرہ دور دور تک پھیلا۔ ان نیک نہاد لوگوں نے نامساعد حالات، عدم وسائل اور مصائب و آلام کی پروا کیے بغیر خلوص نیت سے دین کا کام کیا اور قرآن و حدیث کی اشاعت کی۔

ہمارے ممدوح مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان اسی خاندان کے فردِ فرید اور بلند مقام عالم دین ہیں۔ جو کہ مزاج کے نرم اور طبعیت کے دھیمے ہیں۔ ہر شخص سے پیار و محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آنا ان کا شیوہ ہے۔ اہل علم کے نہایت قدردان ہیں، کوئی بھی چھوٹا بڑا ان سے بے تکلفی سے بات کر سکتا اور بلا جھجک اپنا مدعا بیان کر سکتا ہے۔ ہر ایک کی بات سنتے، اس کے علم و ذہن کے مطابق گفتگو کرتے اور اس کے مقام مرتبے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

مسلک اہل حدیث سے حد درجے کی محبت ہے، اتباع سنت ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، عمل بالحدیث اور احیائے سنن کا جذبہ صادقہ ان کے قلب ذہن اور روح میں سمایا ہوا ہے۔ وعظ میں غیر شرعی رسوم وعوائد کی سخت مخالفت کرتے اور مسئلہ توحید کی کتاب وسنت سے نہایت عمدہ اور مؤثر انداز میں وضاحت کرتے ہیں۔

ان کی نیکی، صالحیت، ورع وعفاف، قناعت، عبادت وتدین، حسن اخلاق، انکساری، تواضع، مہمان نوازی، دینی وشرعی مسائل میں صلابت اور علم وعمل میں یگانگت کے چرچے زبان زد عام ہیں۔ وہ اپنے اوصاف وکمالات اور علم وفضل کے باعث عزت ووقار اور بلند مقام ومرتبے کے حامل ہیں۔

میں پہلی بار کراچی میں ان کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ ۲ نومبر ۱۹۹۲ء کی وہ ایک خوشگوار شام تھی جب نماز مغرب کے بعد میں نے پہلی بار مرکزی دارالامات میں قدم رکھا۔ مولانا یحییٰ جانباز مرحوم چند ساتھیوں کے ساتھ محفل جمائے بیٹھے تھے۔ بڑی اپنائیت اور محبت سے ملے اور ہماری بڑی عزت وتکریم۔ تھوڑے سے انتظار کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب مدظلہ العالی تشریف لے آئے۔

میں پہلی نظر میں ہی ان کے علم وفضل اور تقوی وتدین سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ خوبصورت پُر جلال بارعب چہرہ، چوڑی پیشانی، موٹی موٹی چمکتی ہوئی آنکھیں جن پر نظر کا چشمہ چڑھا ہوا، مہندی سے رنگی لمبی داڑھی، باریک کتری ہوئی مونچھیں، قراقلی کی ٹوپی زیب سر، سفید شلوار اور قمیص زیب تن، سفید عمامہ دونوں شانوں پر، ٹخنوں سے اونچی شلوار، دومیانہ قد، مناسب جسم، چال پُر وقار، آواز میں مٹھاس، دیکھنے میں شرافت ونجابت کا دلآویز پیکر۔

میں فرط عقیدت سے اٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ انہوں نے کمال شفقت سے محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے بڑی عزت افزائی کی۔ اتنے میں مولانا یحییٰ جانباز صاحب نے تعارف کروا دیا اور بتا دیا کہ صحیفہ اہل حدیث میں محمد رمضان جانباز سلفی کے نام سے لکھنے والے مضمون نگار یہی حضرت ہیں، اس پر اور بھی خوشی کا اظہار کیا گیا۔

خیر وعافیت کے تبادلے کے بعد میں نے امام جی کو بتا دیا کہ میں ایک ہفتہ یہاں آپ کے

ہاں قیام پذیر رہوں گا اور میرا سفری بیگ آپ اپنے دفتر میں رکھ لیں۔ اس کے بعد میں کئی روز محمدی مسجد میں قیام پذیر رہا اور جماعت کے بہت سے علمائے کرام سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ عام طور پر میں دوپہر اور رات کا کھانا ہوٹل سے کھالیتا تھا ایک روز نماز مغرب کے بعد میں مرکز کے دفتر آیا تو امام صاحب نے ایک لڑکے (عبدالرحیم جو حیدرآباد کے رہنے والے تھے ان کا والد وفات پاچکا تھا، وہ لڑکا محمدی مسجد میں مہمانوں کی خدمت پر مامور تھے اور مقامی کالج میں فسٹ ایر کا طالب علم بھی تھا) ان کو آواز دی اور میرے لیے کھانا لانے کو کہا۔ میں نے کہا امام جی میں تو ہوٹل سے کھا آیا ہوں اس پر امام جی نے نہایت افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ کھانا یہاں کھایا کروں آپ ہمارے مہمان ہیں۔ پھر میں جتنے روز بھی محمدی مسجد میں رہا امام صاحب نے بڑا خیال رکھا اور اکثر حال احوال پوچھتے کہ کراچی دیکھی کیسی لگی کسی قسم کی پریشانی تو نہیں ہے۔ ۸ نومبر کو میری واپسی تھی نماز فجر کے بعد میں نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور جماعت غرباء اہل حدیث میں شامل ہوگیا۔ امام صاحب نے بہت سی نصیحتیں کیں اور نیک دعاؤں سے رخصت کیا۔

اگست ۱۹۹۳ء کو میں دوسری بار کراچی گیا اب پہلے سے بھی بڑھ کر امام صاحب کو پُر خلوص اور مشفق پایا۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں وہ اپنے رفقاء مولانا سلیمان جونا گڑھی اور مولانا اسحاق شاھد کے ہمراہ فیصل آباد تشریف لائے۔ ہم نے فیصل آباد میں ان کے کئی تبلیغی پروگرام کروائے۔ کم و بیش آٹھ روز میں ان کے ساتھ رہا، ماموں کانجن بھی گئے اور آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس میں شرکت کی، اس کے علاوہ لاہور میں بھی مولانا ادریس ہاشمی صاحب کے ہاں سالانہ کانفرنس کے موقع پر ملاقاتیں رہی ہیں، ہر جگہ اور ہر موقعہ پر امام جی کو پُر خلوص پایا۔

کئی سال پہلے راقم ایک عارضے میں مبتلا تھا، تین برس تک اس موذی مرض نے مجھے اذیت میں مبتلا کئے رکھا، میری تمام پونجی علاج کی نذر ہوگئی۔ حضرت الامام صاحب کو جب علم ہوا تو انہوں نے خط لکھ کر حوصلہ دیا، شفایابی کی دعا کی اور آپریشن کیلئے خطیر رقم بھیجی۔ اگست ۱۹۹۵ء میں میں نے آپریشن کروایا اور صحت یاب ہوگیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے میں اس وقت سے بالکل فٹ ہوں۔ ان واقعات کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ میرے انتہائی مہربان ہیں، غمی وخوشی کے ہر

موقع پر مجھے یاد رکھتے ہیں۔

جماعتی معاملات میں بھی بعض دفعہ مشورہ لے لیتے ہیں اور بسا اوقات تو انہوں نے حد درجے اعتماد کرتے ہوئے بعض اہم کام بھی میرے ذمے لگا دیے، ۱۹۹۷ء کے نومبر میں کراچی میں منعقدہ سالانہ قرآن وحدیث کانفرنس کی قراردادیں بھی مجھ سے لکھوائیں۔

۱۹۹۸ء میں راقم نے جماعت غرباء اہل حدیث کے علمائے کرام کی سوانح عمریاں مرتب کرنے کا سلسلہ مولانا ادریس ہاشمی صاحب کی زیر نگرانی شروع کیا تو حضرت امام جی نے پوری طرح میری سرپرستی فرمانی شروع کی۔ میری حوصلہ افزائی کے لئے خوبصورت قلم دیا، گراں قدر کتب عنایت کیں اور خطوط کے ذریعے میرے لئے تحسین وتوقیر کے الفاظ لکھے اور خلوص بھری دعائیں دیں۔ بلاشبہ وہ اپنے نیک والدین کے نیک اور متورع فرزند ہیں۔ ان کی زندگی شرافت ونجابت کے حسین پیرائے میں بسر ہوئی ہے۔ آئندہ سطور میں ہم ان کی حیات جاوداں کے مختلف گوشوں کی نقاب کشائی کرنا چاہتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ وہ کس قدر رفیع المرتبہ عالم دین، مدرس، منتظم، اور صاحب صلاحیت قائد جماعت ہیں۔

مولانا عبد الرحمان سلفی صاحب کی ولادت یکم شوال ۱۳۵۲ھ (جنوری ۱۹۳۴ء) کو دہلی ہندوستان میں ہوئی۔ یوں سمجھئے کہ چاند رات کو مولانا عبد الستار محدث دہلویؒ کے گھر چاند سا بیٹا آیا، جس کی آمد نے پورے خاندان کو شاداں وفرحاں کر دیا۔

اس خوش بخت بچے نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو اپنے گھر کو خالص دینی ماحول میں لپٹا ہوا پایا۔ ان کے والد اور چچا سب حافظ قرآن اور علمائے دین تھے۔ جبکہ ان کے دادا مولانا عبد الوہاب محدث دہلویؒ کا قائم کردہ مدرسہ دار الکتاب والسنہ صدر بازار دہلی شائقین علم کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کی مسندِ شیخ الحدیث پر مفسرِ قرآن والحدیث مولانا عبد الستار دہلویؒ متمکن تھے۔

نیک والدین نے اپنے لخت جگر کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کیلئے سب سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم دلوائی اور انہیں میاں جی نذیر احمد کی شاگردی میں دیا۔ امام جی نے پہلے میاں جی نذیر احمد سے ناظرہ قرآن پڑھا اس کے بعد حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔

دیگر اسلامی علوم وفنون کے لئے اپنے والدِ گرامی مولانا عبدالستار مرحومؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی کے زیرنگرانی اور سرپرستی میں اپنے ہی مدرسے میں تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ ذہن بچپن ہی سے دینی تعلیم کی طرف راغب تھا، بزرگوں کی پدرانہ شفقت نے اسے اور بھی تیز کر دیا تھا، ذہین طباع طالب علم تھے، قوت حفظ اور فہم و ادراک کی دولت سے مالا مال تھے، جو چیز پڑھتے تھوڑی دیر بعد مستحضر ہو جاتی اور حافظے کی گرفت میں آکر محفوظ ہو جاتی۔

۱۹۴۷ء میں ان کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا کہ ملک کی تقسیم ہوگئی۔ اس موقع پر مولانا موصوف اپنے افراد خانہ کے ہمراہ دہلی سے ترک سکونت کر کے پاکستان آگئے۔ ان کے خاندان کے بیشتر افراد جو کراچی چلے گئے اور انہوں نے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ جبکہ ان کے والدین اور احباب جماعت بھی جو دہلی سے ہجرت کر کے آئے تھے کراچی میں قیام پذیر ہو گئے اور وہاں ان لوگوں نے خدمت دین کا کام شروع کر دیا۔ لیکن مولانا سلفی صاحب کچھ عرصہ لاہور اور پھر ساہیوال میں رہے اور یہاں تعلیم جاری رکھی۔ ۱۹۴۸ء کے اواخر میں کراچی چلے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ نانک واڑہ کے علاقے میں دارالعلوم میں رہ کر صرف ونحو، عربی ادب اور فقہ کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ عربی زبان وادب سیکھنے کا انہیں از حد شوق تھا اس کے لئے عربی ادب کے بلند پایہ استاذ علامہ خلیل عرب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے عربی سیکھی، اس کے علاوہ پروفیسر حسن الاعظمی سے بھی عربی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران مصری اور شامی اساتذہ کراچی آئے اور انہوں نے عربی کا کورس شروع کیا تو ان سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے نام یہ ہیں استاذ امین المصری، استاذ احمد الاحمد اور استاذ عبدالحمید ہاشمی۔

حضرت الامام صاحب نے کتب احادیث مولانا عبدالجلیل خاں صاحب اور والد گرامی مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ سے پڑھیں۔ ۱۹۶۵ء میں بڑے امام صاحب مولانا عبدالستار دہلویؒ سے صحیح بخاری پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ درسِ نظامی کے علاوہ میٹرک تک سکول کی تعلیم پڑھی۔

مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب کے لائق صد احترام اساتذہ کرام کے نام یہ ہیں۔

❁ ۔مولانا حافظ عبدالستار دہلویؒ۔امام ثانی جماعت غرباء اہل حدیث بلند پایہ مفسر قرآن اور محدث ۲۹ راگست ۱۹۶۶ءکوفوت ہوئے۔

❁ ۔مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ۔کہنہ مشق اور پختہ علم عالم دین تھے ۶ رجون ۱۹۷۶ءکو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

❁ ۔مولانا عبداللہ شیخ الحدیث فیصل آبادی۔جید عالم دین، جامع جمیع علوم، متبحر عالم دین تھے ۱۶ رجولائی ۱۹۸۳ءکو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

❁ ۔حافظ محمد عبداللہ بڈھی مالوی۔عظیم المرتبہ مدرس اور محدث تھے ۹ رمئی ۱۹۸۷ءکو اس دنیا فانی سے منہ موڑ کر جنت کی راہ لی۔

❁ ۔علامہ خلیل عرب۔عربی زبان و ادب کے ماہر استاذ لکھنو یونیورسٹی کے پروفیسر ۲۶ راگست ۱۹۶۶ءکو کراچی میں وفات پائی۔

❁ ۔ڈاکٹر عبدالواحد فیصل آبادی۔انتہائی متقی اور پرہیز گار بزرگ۔ان سے ۱۹۴۹ء میں امام جی نے انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ڈاکٹر صاحب میرے مخلص و مشفق بزرگ اور نثار کالونی فیصل آباد میں اقامت گزیں تھے۔۲۴ رجنوری ۲۰۰۴ءکی شام فوت ہوئے۔

❁ ۔ماسٹر رضوی۔ان سے سکول کی تعلیم حاصل کی۔

❁ ۔مولانا محمد ادریس۔ان سے صرف ونحو اور فقہ سے متعلق کتب پڑھیں۔

❁ ۔مولانا بدیع الزماں۔

❁ ۔مولانا زیادت گل۔

سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے آبائی مدرسے عربیہ اسلامیہ دارالسلام میں ابتدائی کلاسوں کے طلباء کو کتب پڑھانے پر مامور کردئے گئے۔علاوہ ازیں زمانہ طالب علمی سے ہی یہ فریضہ ادا کرتے چلے آرہے تھے۔جبکہ ۱۹۵۵ء سے انہیں مدرسے کی نظامت تفویض کردی گئی تھی۔

آپ بہترین منتظم ومنصرم تھے مدرسے نے آپ کی نظامت میں علم وعرفان کی بہت سی

منزلیں طے کیں۔ طلبا آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ بھی ان کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے اور انہیں قیام و طعام اور پڑھائی کی بہتر سہولتیں مہیا کرنے کی کوشش کرتے۔ ۲۲ سال تک آپ نے یہ خدمت انجام دی۔ اور اپنے برادرِ کبیر مولانا حافظ عبدالغفار سلفی مرحومؒ کے ہمراہ مل کر جماعت اور مدرسے کی تعمیر و ترقی میں امورِ خیر بجالانے میں ہمیشہ سرگرمِ عمل رہے۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء میں مولانا عبدالغفار سلفیؒ داغِ مفارقت دے گئے۔ اب جماعت کی مجلسِ شوریٰ نے کئی دن کی سوچ و بچار کے بعد جماعت کی امارت کا ''بارِگراں'' امام جی کے کندھوں پر ڈال دیا۔ آپ نے اب تک اس ذمہ داری کو حسن و خوبی سے نبھایا ہے اور جماعت غرباء اہل حدیث نے آپ کے دورِ امارت میں خدمت دین کا فریضہ ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فرگزاشت اٹھا نہیں رکھا۔ آپ کے دورِ مسعود میں جماعت کے کئی شعبے، تعلیمی، تدریسی، تصنیفی اور خدمت خلق کے میدانوں میں کام کررہے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

- ۔شعبہ تعلیمات قرآن وحدیث واسلامی علوم۔
- ۔شعبہ نشر واشاعت اسلام۔
- ۔شعبہ تنظیم وتعمیر اوراصلاح مساجد۔
- ۔شعبہ تبلیغ کتاب وسنت۔
- ۔شعبہ خدمت خلق۔ امداد یتامی، مساکین ومستحقین۔
- ۔طلبائے دین کی کفالت۔
- ۔تقسیم ماہانہ وظائف غرباء، مریض وبیوگان۔
- ۔شعبہ دارالافتاء وقضایا مسلمین۔
- ۔شعبہ جہاد۔
- ۔شعبہ تعلیم البنات۔

مولانا عبدالغفار سلفیؒ مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں گلشن اقبال کراچی کے علاقے میں جامعہ ستاریہ کے لئے ایک وسیع قطعہ زمین خریدا تھا لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی کہ وہ اس گلشن کو پُر بہار دیکھ سکتے۔ مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب نے جامعہ کی تعمیر وترقی میں خوب

حصہ لیا اور اِن کے زیرِ نگرانی اس گلشنِ توحید کی تعمیر ہوئی۔آج الحمدللہ جامعہ ستاریہ اسلامیہ کو دینی مدارس میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔اس درسگاہ سے فارغ التحصیل ہونے والے جید علمائے کرام پاکستان کے علاوہ عالم دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں دعوت کا کام کر رہے ہیں۔ جماعت کی طرف سے عورتوں کی دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے اور جامعہ ستاریہ سے متصل کلیہ فاطمۃ الزہرا ہے۔اس میں بہت سی طالبات دینی تعلیم سے بہرہ ور ہو رہی ہیں۔ جماعت کی اِن درس گاہوں میں دینی اور عصری تعلیم کا اعلیٰ انتظام ہے۔یہ ادارے اسلامی علوم کی نشر واشاعت میں سرگرمِ عمل ہیں۔حضرت امام صاحب جامعہ ستاریہ اسلامیہ، کلیہ فاطمۃ الزہرا للبنات کے رئیس اور جماعت غرباء کے امیر ہیں۔عرصہ دراز تک رکن صوبائی رویت ہلال کمیٹی اور مشیر وفاقی شرعی عدالت رہے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جامعہ ستاریہ کی تاریخ بیان کر دی جائے ملاحظہ فرمایئے۔جامعہ ستاریہ اسلامیہ جماعت غرباء کی عظیم الشان اور فقید المثال علمی، عملی، تحقیقی، تدریسی وتربیتی درسگاہ ہے۔جس میں قدیم وجدید اسلامی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ ادارہ رنگ ونسل، زبان وطبقے اور فرقہ پرستی کی بجائے فقط ''اسلامی اخوت'' کے نظریے پر قائم کیا گیا ہے۔اس ادارے کا مشن اسلام کی تعلیم کو فروغ دینا اور نوجوانوں کو اسلامی تعلیم کے زیور سے آراستہ ومزین کرنا ہے۔جامعہ ستاریہ ایک مثالی درسگاہ ہے جس میں زیرِ تعلیم طلباء کے لئے مفت قیام وطعام، علاج ومعالجہ کی سہولتوں کے علاوہ ان کو ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

مولانا عبدالغفار سلفی مرحومؒ نے ۱۹۷۵ء میں جامعہ ستاریہ کے لئے ۱۶ ہزار مربع گز کا رقبہ خرید کیا۔ابھی اسکی تعمیر کا منصوبہ تیاری کے مراحل میں تھا کہ مولانا داغ مفارقت دے گئے۔ چنانچہ پھر جامعہ ستاریہ کی تعمیر کا بیڑا مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی حفظہ اللہ نے اُٹھایا۔

جامعہ ستاریہ اسلامیہ اور مسجد امام ابن تیمیہؒ کا سنگ بنیاد سماحۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ بن السبیل حفظہ اللہ امام وخطیب مسجد حرام کعبۃ اللہ مکۃ المکرّمہ نے یکم شعبان ۱۳۹۸ھ بمطابق ۸رجولائی ۱۹۷۸ء کو اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور جامعہ کی تعمیر وترقی اور خوشحالی وبقاء کیلئے دعا فرمائی۔اس کے بعد باقاعدہ تعمیر کا آغاز ہوا۔مولانا حافظ عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ نائب مدیر جامعہ ستاریہ نے اس

مبارک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جامعہ کی تعمیر میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

۱۶ہزار مربع گز پر پھیلے ہوئے جامعہ ستاریہ کی پُرشکوہ ۲ منزلہ عمارت ۲۲ صاف ستھرے کلاس رومز پر مشتمل ہے، طلباء کے قیام کیلئے ساتھ ہی الگ ۲ منزلہ ہوسٹل ہے، اس کے علاوہ عظیم الشان، وسیع وعریض مسجد ابن تیمیہؒ ہے جس کے دامن میں ہزاروں فرزندانِ توحید سما سکتے ہیں۔ جامعہ ستاریہ میں درس وتدریس کی ابتداء ۱۹۸۴ء کے شروع میں ہوئی۔ اس وقت دارالتدریس زیرِ تعمیر تھا چنانچہ عارضی طور پر تعلیمی سلسلہ دارالاقامہ میں شروع کر دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد جب دارالتدریس کی عمارت کی تعمیر مکمل ہوگئی تو پھر یکم محرم ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء) سے حضرت الامام مولانا عبدالرحمان سلفی حفظہ اللہ (رئیس الجامعہ) کی سرپرستی اور انکے چھوٹے بھائی مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب کی زیرِ ادارت جدید عمارت میں نئے ولولے اور جوش وجذبے کے ساتھ درس وتدریس اور تعلیم کا آغاز ہوا۔ دوسال تک مولانا عبدالجبار سلفی صاحب جامعہ کے مدیر اور منتظم کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ جامعہ میں طلبہ کی خاصی چہل پہل ہوگئی تھی کیونکہ شروع ہی سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام (برنس روڈ) جامعہ ستاریہ میں ضم کر دیا گیا تھا لہٰذا اب اکیلے آدمی کو جامعہ کے انتظامی اور تعلیمی امور کی ذمہ داریاں نبھانا انتہائی مشکل تھا۔ ایسے میں اکابرین جماعت نے پروفیسر حافظ محمد سلفی صاحب کو جو کہ اس وقت کینیا کے ایک علمی وتدریسی مرکز میں ادارت کے عہدہ پر فائز تھے، دعوت دی کہ وہ اپنی خدمات جامعہ کیلئے وقف فرمائیں۔ فضیلۃ الشیخ حافظ محمد سلفی صاحب عمائدین جماعت کے اصرار اور استدعا پر تشریف لے آئے، اور ۱۹۸۶ء میں انہوں نے جامعہ کا چارج سنبھال لیا۔

حافظ محمد سلفی صاحب نے اپنی علمی لیاقت، فہم وبصیرت اور بیس سالہ وسیع تجربہ کی بناء پر تمام شعبہ جات کا از سرِ نو جائزہ لیا اور مناسب تبدیلیاں کیں۔ چند شعبہ جات تو آپ کی خاص توجہ سے معرضِ وجود میں آئے۔ ان میں رحمانیہ لائبریری، ستاریہ کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر، شعبہ نشر واشاعت کتب دینیہ بزبان سندھی، شعبہ حفظ وناظرہ کی مزید چار کلاسوں کا اجراء اور دارالتدریس کی بالائی

منزل وغیرہ۔

اب آیئے جامعہ ستاریہ کے تعلیمی شعبہ جات کی طرف۔ جامعہ ستاریہ میں درسِ نظامی کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے، درسِ نظامی کا ترمیم شدہ نصاب ۹ سال پر مشتمل ہے۔ متوسطہ ۳ سالہ نصاب، ثانویہ ۳ سالہ اور عالیہ ۳ سالہ نصاب ہے۔

اس ادارے میں قرآن وحدیث، تفسیر، فقہ، فلسفہ، علم کلام، صرف ونحو، علم منطق، عربی ادب اور اصول کے علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے کیلئے دور دراز کے علاقوں اور بلاد وامصار سے طلبائے علم آتے ہیں اور یہاں سے اکتسابِ علم کر کے اپنے دامن قرآن وحدیث کے انمول جواہر سے بھرتے ہیں۔ جامعہ کا تدریسی معیار انتہائی اعلیٰ اور بلند ہے۔

جامعہ کو عظیم المرتبہ عالم باعمل اساتذہ کی تدریسی خدمات حاصل ہیں۔ جو کہ درس وتدریس میں مہارت رکھتے ہیں، چند مشہور اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمود احمد حسن، نائب شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد ادریس سلفی، استاذ الحدیث مولانا محمد اسحاق شاہد۔ ان کے علاوہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا قاری عبدالحکم کرم الجلیلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷ ستمبر ۱۹۹۴ء اور شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد یونس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی عبدالقہار سلفی مرحوم بھی جامعہ کی مسند پر جلوہ افروز رہے ہیں۔ جامعہ ستاریہ میں شعبہ حفظ وناظرہ کیلئے پانچ کلاسوں کا اہتمام ہے جس میں کراچی کے علاوہ بیرونی طلبہ بھی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس شعبہ میں دوسو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

جامعہ ستاریہ میں دینی تعلیم کے علاوہ عصری تعلیم اردو، انگریزی کا بھی انتظام واہتمام کیا گیا ہے۔ باقاعدہ کلاسیں لگتی ہیں اور اردو کی تعلیم دی جاتی ہے، مستند اور لائق اساتذہ مقرر ہیں جو لڑکوں کو سکول کی تعلیم پڑھاتے ہیں۔ ان اساتذہ کے نام یہ ہیں، ہیڈ ماسٹر عبدالرحیم صاحب، سینئر استاد عبدالودود صاحب، جناب عبدالواحد صاحب، جناب محمد عارف الدین صاحب، جناب عبد الحمید صاحب اور عزیزم باسم سلفی صاحب۔

جامعہ ستاریہ کی لائبریری دارالتدریس کے وسیع وعریض کشادہ حال میں واقع ہے۔ جس میں مختلف موضوعات پر مشتمل کتابیں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، اس کے علاوہ ملکی حالات

سے باخبر رہنے کے لئے رسائل وجرائد اور لٹریچر بھی مہیا کیا جاتا ہے۔لائبریری سے روزانہ تقریباً دوسو افراد استفادہ کرتے ہیں۔لائبریری کے ناظم عبدالسلام سلفی صاحب ہیں۔اس لائبریری کا قیام ۱۴۰۸ھ کو عمل میں آیا، اس کا نام ''رحمانیہ لائبریری'' حضرت الامام عبدالرحمان سلفی صاحب مدظلہ العالی کے اسم گرامی سے منسوب ہے۔

نشرواشاعت کے سلسلے میں بھی جامعہ ستاریہ کی خدمات بڑی وقیع ہیں۔اس ادارے نے مولانا حافظ محمد سلفی صاحب مدیر الجامعہ کی سرپرستی میں خالص توحید وسنت پر مبنی کتابیں اردو اور سندھی زبانوں میں شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کی ہیں۔اندرونِ سندھ جہاں جہالت عام ہے اور لوگ توحید وسنت سے نابلد ہیں وہاں سندھی زبان میں کتب تقسیم کی جاتی ہیں۔اس شعبہ کے تحت شائع ہونے والی چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

- تفسیر ستاری قرآن مجید مترجم (سندھی)
- تقویۃ الایمان (سندھی)
- نورالایمان (سندھی)
- اصول ثلاثۃ (سندھی)
- مسجد کا حق (سندھی)
- طلاق (اردو)
- خذ عقیدتک من الکتاب والسنۃ (سندھی)
- کتاب التوحید (سندھی)
- فتاویٰ شمس الحق ڈیانوی (اردو)
- صلوٰۃ شیخ عبدالعزیز نورستانی (نماز کی کتاب اردو)

دعوت وتبلیغ کے میدان میں نظر دوڑائیں تو اس میں بھی جامعہ ستاریہ نمایاں دکھائی دیتا ہے۔مدیر الجامعہ کی سرپرستی میں علماء کے وفود اندرونِ سندھ تبلیغ کیلئے جاتے ہیں۔عام طور پر ان علاقوں میں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہیں لیکن اللہ کے فضل سے جماعت غرباء کے مبلغین سندھ کے بنجر اور سنگلاخ علاقوں میں جا کر لوگوں کو توحید وسنت کا وعظ کہتے ہیں اور بفضلِ اللہ تعالیٰ

اس کے بہت اچھے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔

جامعہ ستاریہ کے شعبہ جات میں ستاریہ کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر کا بھی شعبہ قائم ہے۔ یہ شعبہ دارالتد ریس کی بالائی منزل پر قائم ہے اور سندھ گورنمنٹ SBTE ٹیکنیکل بورڈ سے منظور شدہ ہے۔ جس میں حافظ محمود سلفی صاحب کی زیر نگرانی ماہر پروفیسر متعین کیے گئے ہیں جو طلبہ کو کمپیوٹر کی جدید تعلیم دیتے ہیں۔ ایک شعبہ اللغۃ العربیۃ کا بھی ہے۔ جس میں ۹ ماہ کا کورس ۳، ۳، ماہ کے تین حصوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ یہ شعبہ جدید عربی بول چال سکھانے کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی کلاس شام کو ہوتی ہے تاکہ تمام طلبہ اور عوام مستفید ہو سکیں۔

جامعہ ستاریہ میں ایک فری ڈسپنسری بھی قائم ہے۔ ڈسپنسری کیلئے ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی خدمات حاصل ہیں اور ہر جمعہ کو ماہر امراضِ جلد ڈاکٹر فیاض کریم تشریف لاتے ہیں اور مریض دیکھتے ہیں۔

جامعہ ستاریہ کا ایک شعبہ بک اسٹال کا ہے۔ اس کے تحت ہر جمعہ کو دینی کتب کا اسٹال لگایا جاتا ہے اور کتب نصف قیمت پر دی جاتی ہیں۔

جامعہ ستاریہ ایک مثالی دانش گاہ ہے جسمیں مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اب تک اس سے سینکڑوں طلباء فیض حاصل کر کے دنیائے عالم کے دور دراز علاقوں میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

جامعہ کے چند نامور فرزندان یہ ہیں۔

☆ غازی اسلام رانا محمد شفیق خاں پسروری
☆ مولانا عبدالعظیم خان ہزاروی
☆ مولانا ابراہیم بھٹی
☆ حافظ معاذ احمد فاروقی
☆ مولانا ضیاء الحق بھٹی
☆ مولانا عبدالحنان سامرودی
☆ مولانا محمود سلفی
☆ رانا محمد خلیق خاں پسروری
☆ قاری محمد ابراہیم جوناگڑھی
☆ مولانا حافظ محبوب الٰہی
☆ قاری عبداللہ حسن شاہی
☆ حافظ محمد احمد نجیب
☆ مولانا صہیب شاہد
☆ مولانا عبدالوکیل ثاقب
☆ مولانا باسم سلفی
☆ مولانا جاسم سلفی

جامعہ ستاریہ سے متصل لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کیلئے بھی ۱۲ کمروں پر مشتمل ایک ادارہ کلیۃ البنات سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا شوال ۱۴۱۶ھ (۱۹۹۶ء) سے قائم ہے۔ جہاں طالبات کو دینی وعصری تعلیم دی جاتی ہے۔ اس ادارے کے سرپرست اور رئیس مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی صاحب ہیں اور اس کے منتظم جناب عبیدالرحمان سعد سلفی ہیں۔ ان کے علاوہ مدیرہ، مشرفہ، ۶ معلمات، خادمہ اور حارس مقرر ہیں۔ کلیۃ میں طالبات کو حفظ وناظرہ قرآن مجید اور اسلامی علوم کا پانچ سالہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ طالبات کیلئے دینی کتب پر مشتمل ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ کلیۃ کی طالبات مختلف علاقوں میں حلقہ خواتین میں وعظ کہتی اور ان کو تبلیغ کرتی ہیں۔ اس طرح حلقۂ نسواں میں بھی دین کی دعوت کا کام حسن وخوبی سے کیا جارہا ہے۔ ہماری عاجزانہ دعا ہے کہ اللھم زد فزد ۔ اللہ تعالیٰ دعوت دین کے اس مرکز کو شادو آباد رکھے۔ آمین۔

مولانا سلفی صاحب بہترین واعظ اور خطیب ہیں، انداز بیاں پُرتاثیر ہے، قرآن کے حافظ ہیں۔ مادری زبان اردو ہے، انتہائی روانی سے بولتے ہیں۔ دوران تقریر قرآنی آیات اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے پڑھتے ہیں۔ اِن کی خطابت کی اَثر آفرینی کا عالم یہ ہے کہ ان کے خطبہ جمعہ کو سننے کے لئے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ میں نے کئی بار امام جی کا وعظ سنا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی ہے۔ ان کی گفتگو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین وآراستہ ہوتی ہے۔ قرأت وتجوید سے جب قرآن تلاوت کرتے ہیں تو سماں باندھ دیتے ہیں۔ ایک عرصے تک توحید مسجد عثمان آباد میں خطیب رہے۔ بی پی فیکٹری سوت والا بلڈنگ میں قرآن مجید نماز تراویح میں سناتے رہے، پھر محمدی مسجد برنس روڈ میں نماز تراویح میں اول رات اور کچھ عرصہ پچھلی رات قرآن سناتے رہے۔

وطنِ عزیز کے دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لئے آپ کو بلایا جاتا ہے اور آپ وہاں جاتے ہیں۔ کوئی وقت تھا مولانا سلیمان جوناگڑھی مرحومؒ آپ کے رفیقِ سفر ہوا کرتے تھے، وہ آپ کے مشیرِ خاص اور تبلیغی میدان میں مخلص ساتھی تھے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے آمین۔

مولانا سلفی صاحب جہاں عمدہ خطیب، مدرس اور عربی زبان وادب کے ماہر ادیب ہیں وہیں بہترین مضمون نگار بھی ہیں۔ ۱۹۷۰ء سے قبل صحیفہ اہل حدیث میں ''رفتار زمانہ'' کے نام

سے عالمِ اسلام کی خبروں پر مشتمل کالم لکھا کرتے تھے۔ جس میں خوبصورت پیرائے میں خبروں پر تبصرہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ مختلف عنوانات پر آپ کی قلمی نگارشات صحیفہ اہل حدیث کی زینت بنتی رہتی تھیں۔ اگرچہ آپ لا متنوع مصروفیات کے باعث تالیف وتصانیف کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ امام صاحب نہایت تجربہ کار لکھنے والے ہیں اور تحریر کے رموز واوقاف کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے اپنی بعض تحریریں صحیفہ اہل حدیث میں اشاعت کے لئے ان کو بھیجیں تو انہوں نے اس میں حذف واضافہ کر کے تحریر میں چاشنی پیدا کر دی۔ دسمبر ۱۹۹۶ء میں میں نے نوجوانوں سے متعلق ایک مضمون لکھ کر امام صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے ایک جگہ اس مضمون میں جملہ لکھا۔۔۔ ایسی جوانی دیکھی جو جا کر نہ آئے ایسا بڑھاپا دیکھا جو آ کر نہ جائے۔ اس جملے نے بڑا لطف دیا۔ یہ مضمون بعد میں سرمایہ ملت کے نام سے صحیفہ اہل حدیث میں شائع ہوا۔ اپریل ۱۹۹۹ء میں ماموں کانجن فیصل آباد میں منعقدہ آل پاکستان اہلحدیث کانفرنس کے لئے لکھا گیا آپ کا خطبہ صدارت پڑھ کر محسوس ہوا کہ آپ اعلیٰ تصنیفی ذوق رکھتے ہیں۔ یہ خطبہ صدارت ماہنامہ صدائے ہوش لاہور نے مئی ۱۹۹۹ء کے شمارے میں راقم کے نوٹ کے ساتھ شائع کر دیا تھا۔ راقم نے امام صاحب کے خطبات بھی آڈیو کیسٹ سے مرتب کر دیئے ہیں جو اصلاح معاشرہ کے لئے بہت عمدہ ہیں عنقریب یہ خطبات شائع ہوں گے۔

مولانا سلفی صاحب دعوت دین کے لئے مختلف بلاد وامصار میں گئے اور وہاں توحید وسنت کا پیغام لوگوں تک پہنچایا، اس کے علاوہ آپ متحدہ عرب امارات میں بھی گئے۔ سرزمین حجاز سے تو آپ کو بیحد محبت ہے۔ کئی بار سعودی عرب جا کر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ آپ کو ان اسفار میں عالمِ اسلام کی جن نامور شخصیات سے شرف ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز مرحوم سابق مفتی اعظم سعودی عرب۔
۲۔ فضیلۃ الشیخ محمد صالح العثیمین۔
۳۔ الشیخ محمد علی الحرکان سیکٹری رابطہ عالمِ اسلامی۔
۴۔ شیخ الاستاذ امین المصری۔

۵۔ شیخ علی الطنطاوی۔
۶۔ شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد۔
۷۔ شیخ عبدالعزیز بن صالح امام مسجد نبوی۔
۸۔ سموالامیر سطان بن عبدالعزیز۔
۹۔ شیخ عمر فلاتہ مدیر دارالحدیث مدینہ منورہ۔
۱۰۔ شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی۔
۱۱۔ فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل خطیب مسجد الحرام۔

مولانا سلفی صاحب نے اپنے اخلاقِ کریمہ اور اوصاف حمیدہ سے لوگوں کے دلوں پر گہرے نقش ثبت کئے ہیں، ان کی نرم خوئی، دریا دلی اور خدمت خلق کے جذبے نے لوگوں کو ان کا گرویدہ کر دیا ہے۔ شروع دن سے ہی ضرورت مندوں کے کام آتے اور ان کے لئے بہت دوڑ دھوپ کرتے تھے۔ چھوٹے بڑے کے سامنے کسرِ نفسی اور تواضع سے پیش آنا ان کی پسندیدہ عادت ہے۔ ان کے بڑے بھائی مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم سے جب کوئی پوچھتا کہ حافظ عبدالرحمان سلفی کہاں ہیں؟ تو وہ ازراہِ مزاح کہتے کسی یتیم کے کھانے کا انتظام کر رہے ہوں گے، کسی بیوہ کا سودہ سلف خرید رہے ہوں گے، کسی غریب کو اشیائے خورد ونوش دلوا رہے ہوں گے۔

بلاشبہ ہمارے ممدوح ایسے ہی ہیں۔ غریبوں کے ہمدرد، یتیموں پر مشفق، کتاب وسنت کے شیدائی، جامع علم وعمل، عفت، ایثار اور استغنا کے اوصاف حسنہ سے متصف۔ حفظِ لسان ان کا شیوہ ہے۔ بے مقصد بات سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنے معاصرین پر تنقید وتشنیع سے دامن کشاں رہتے ہیں۔ علم وفضل کے دروازے اللہ تعالیٰ نے ان پر وا کر دئے ہیں، راسخین فی العلم میں شمار کئے جاتے ہیں، نہایت ہی پیارے انسان اور پاکیزہ اخلاق بزرگ ہیں، ذکر الٰہی سے زبان تر رکھتے ہیں اور خوف الٰہی کا غلبہ ان پر طاری رہتا ہے۔

بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دینی مسائل پوچھتے اور وظائف دریافت کرتے ہیں۔ ان کا دروازہ ہر شخص کے لئے ہر آن کھلا رہتا ہے۔ کسی سے بھی ایسی بات نہیں کہتے جو دل شکنی کا باعث ہو۔ میں نے جب بھی ان کو دیکھا پُر مسرت دیکھا۔ اکل کھرے وہابیوں کی

طرح عبوست و یبوست ان سے کوسوں دور ہیں۔ ہمہ وقت ہلکا سا تبسم ان کے لبوں سے کھیلتا ہے۔ ان کی شخصیت میں جمال ہی جمال ہے۔ آپ کی شخصیت صحیح معنوں میں اقبال کے اس شعر کے مصداق ہے کہ۔۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مولانا سلفی کی اولاد میں ایک بیٹی اور تین بیٹے مولانا سعد سلفی منتظم کلیہ فاطمۃ الزہرا للبنات، سعود سلفی، اور فیصل حسان سلفی ہیں، ایک منہ بولی بیٹی پنجابی سوداگراں میں سے ہے۔

فیصل سلفی صاحب سے میرا دوستانہ ہے، انتہائی خلیق، ملنسار اور خوش طبع زندہ دل نوجوان ہیں، حافظ قرآن ہیں بہت ہی پیاری گفتگو کرتے ہیں ان کی باتیں سن کر محظوظ ہوتا ہوں۔ ۱۹۶۶ء کے اوائل میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ امام عبدالستار مرحوم نے اپنے اس پوتے کا نام حسان رکھا تھا۔ مرکزی دارالامارت میں اہم ذمے دار ہیں اور حسن وخوبی سے مفوضہ امور نبھا رہے ہیں۔

مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب مدظلہ العالی ہماری جماعت کی شان اور آن ہیں ہماری عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ ان کو تادیر سلامت رکھے، آمین یارب العالمین۔

مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مطالعہ کتب کے بڑے شوقین ہیں۔ راقم سے جب بھی ٹیلی فونک رابطہ ہوا نئی شائع ہونے والی کتب کا ضرور پوچھتے ہیں اور پھر منگوا کر پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ وہ وسیع المطالعہ عالم دین ہیں۔ اپنے عالی قدر بزرگوں کی قائم کردہ جماعت غرباء اہل حدیث کی انہوں نے خونِ جگر سے آبیاری کی ہے۔ اور نوجوانوں کی پوری طرح حوصلہ افزائی کی ہے۔

آخر میں مولانا سلفی صاحب کے چند خطوط ملاحظہ فرمائیں یہ خط انہوں نے مجھے مختلف ادوار میں لکھے تھے۔ ان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ خط کا جواب ضرور دیتے ہیں اور بڑی خوب صورتی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب فہم وفراست عطا کی ہے۔ میں نے جب بھی ان سے مشورہ یا کوئی بات پوچھی تو انہوں نے بڑا مفید مشورہ دیا۔

محترم جناب مولوی محمد رمضان جانباز صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مزاج گرامی بخیر آپ کا لفافہ ملا؛ یادآوری کا شکریہ۔ جواباً عرض ہے کہ آپ کا مضمون برائے اشاعت صحیفہ کو دے دیا ہے۔ آپ کا مضمون امید ہے جلد شائع ہو جائے گا۔ آپ آئندہ بھی ایسے مضامین روانہ کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی آپ کے مسائل کے متعلق مضامین ہم شائع کرتے رہیں گے۔

فقط والسلام

عبدالرحمٰن

۲۶۔۱۲۔۱۹۹۰

محترم جناب مولوی محمد رمضان سلفی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مزاج گرامی قدر بخیر؛ آپ کی چٹھی اور صحیفہ کے لئے ڈاڑھی سے متعلق مضمون موصول ہو گیا ہے۔ ماشاء اللہ اچھی محنت کی ہے۔ اس میں سے تقویۃ الاسلام والا واقعہ اور علامہ والی بات حذف کر دی ہے۔ باقی مضمون دفتر صحیفہ کو برائے اشاعت بھیج دیا ہے۔ امید ہے وہ شائع کریں گے۔ دیگر عنوانات پر لکھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ آپ ایک اچھے رائٹر ہو جائیں۔ تبلیغ دین میں مصروف رہیں اور عام اہل حدیثوں کو جماعت کے نظم سے بھی آگاہ کریں۔ اور انہیں جماعت کے ساتھ منسلک رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔ تمام احباب کو سلام کریں۔

فقط والسلام

عبدالرحمٰن

۱۱۔۱۔۱۴۱۲ھ

محترم جناب مولوی محمد رمضان سلفی صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مزاج گرامی بخیر؛ آپ کی تعزیتی چٹھی ملی جس میں آپ نے فیروز بھیا کی وفات پر رنج وغم

کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے آمین۔
فیروز بھیا ایک دین دار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند شخص تھے۔ وہ جماعتی کاموں کے علاوہ سماجی کاموں اور خدمت خلق میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین۔

فقط والسلام
عبدالرحمٰن
۲۵-۱-۱۴۱۲ھ

محترم جناب مولوی محمد رمضان جانباز صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مزاج گرامی بخیر آپ کا خط ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ جواباً عرض ہے کہ آپ نے جماعت غرباء اہل حدیث کے دستور اور مقصد کا مطالعہ کیا۔ آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ جماعت قرآن وحدیث کے مطابق کام کر رہی ہے۔ دین اسلام کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہے۔ تو اس میں داخل ہونے کا طریقہ کار یہ ہے کہ آپ امام صاحب کے ہاتھ پر بیعت کریں یا پھر فارم میثاق بیعت مکمل کر کے شمولیت اختیار کریں۔ جو صورت ہو لکھیں تاکہ اس کے مطابق آپ کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

مسئلہ بیعت اور مختصر تعارف حوالہ ہے۔ مطالعہ کریں۔

فقط والسلام
عبدالرحمٰن
۱۸-۲-۱۴۱۳ھ

محترم جناب مولوی محمد رمضان سلفی صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مزاج گرامی بخیر آپ کا حل کردہ میثاق بیعت کا فارم مل گیا ہے۔ بیعت منظور کر لی ہے۔ آپ کا بیعت ۲۱۳ ہے۔ نوٹ فرمائیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو استقامت بخشے آمین۔

داخلہ کے لئے آپ شروع شوال میں درخواست بھیج دیں ان شاء اللہ ضرور داخل کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی علم کے زیور سے آراستہ کرے اور آپ کا یہ شوق پورا فرما دے۔ آمین۔

فقط والسلام

عبدالرحمٰن

۸۔۴۔۱۴۱۳ھ

محترم جناب مولوی محمد رمضان جانباز صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته:

مزاج گرامی بخیر؛ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کو ماشاء اللہ قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ لیکن والدہ کی اجازت نہیں ملتی اور پھر آپ کے گھر کے مالی حالات بھی کمزور ہیں۔

ایسی صورت میں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ والدہ کی خدمت کریں اور گھر کے حالات کے پیش نظر گھر میں رہ کر کوئی کام مثلاً تدریس تعلیم، ٹیوشن، امامت خطابت کریں اور والدہ کی خدمت کریں۔ اللہ تعالیٰ اسی میں آپ کو اجر دے گا۔ خالی اوقات میں دینی وعلمی کتب کا مطالعہ کرتے رہیں۔ اس طرح آپ کے علم میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ آپ کے علم میں اضافہ کرے اور آپ کے گھریلو حالات کو درست فرما دے۔ آمین۔

فقط والسلام

عبدالرحمٰن

۲۲۔۱۱۔۱۴۱۳ھ

محترم جناب مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته:

مزاج گرامی بخیر؛ مولانا محمد سلیمان جونا گڑھی رحمہ اللہ کی وفات پر آپ کی تعزیتی چٹھی موصول ہوئی۔ آپ نے ایک جید عالم دین اور مبلغ اسلام کے انتقال پر دلی رنج وغم جماعت اور ان کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر

دے۔ آمین۔

ہم آپ کے ممنون ہیں۔ مولانا محمد سلیمان جونا گڑھی ایک عظیم انسان تھے۔ وہ جماعت کا سرمایہ تھے۔ بلاخوف لومۃ لائم حق گو تھے۔ دعوت وتبلیغ مسلک حق کی اشاعت اور جماعتی تنظیم کے سلسلے میں ان کی خدمات کو ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔ ان کی وفات سے جماعت میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کران کے درجات کو بلند فرمائے۔ ان کی دینی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آپ بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

عبدالرحمٰن

۶۔۱۲۔۱۴۱۷ھ

محترم جناب محمد رمضان یوسف سلفی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته:

مزاج گرامی بخیر؛ آپ کی چٹھی موصول ہوئی۔ آپ نے جماعت کے علماء کے حالات قلم بند کرنے کا سلسلہ شروع کرنے کا ارداہ کیا ہے۔ آپ کا یہ عزم بہت ہی لائق تحسین ہے۔ آپ ضرور اس سلسلے کو شروع کریں اور صحیفہ میں شائع کرنے کے لئے بھیجیں۔ پہلے صحیفہ اہل حدیث میں شائع ہونے چاہئیں۔ پھر صدائے ہوش میں شائع ہو جائیں گے، وہ بھی جماعتی پرچہ ہے لیکن ابتدا صحیفہ سے ہونی چاہیئے۔ اس سلسلے میں مرکز سے جو تعاون ہو سکے گا ضرور کریں گے انشاءاللہ۔ تاریخ ولادت غالبًا جو تفسیر ستاری میں درج ہے وہ صحیح ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن عاجز سے ملاقات کر کے میرا اعزت وتکریم سے بھرا سلام پہنچائیں۔ عیادت کریں اور ان کا فون نمبر ضرور مجھے لکھیں۔ مولانا سلیمان جونا گڑھیؒ کے بارے میں لکھی گئی نظم ابھی تک ہمیں نہیں ملی۔ ان سے کہیں وہ ضرور بھیج دیں۔

والسلام

عبدالرحمٰن

۱۲۔۴۔۱۴۱۸ھ

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته:

امید ہے آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ آپ کی چٹھی ملی اس کے ساتھ مولانا عبدالغفار کے حالات بھی موصول ہوئے۔ جو آپ نے یوم تکبیر کے موقع پر لکھ کر کھڑاک کیا ہے۔ یہ یقیناً دھماکہ کے ہم معنی ہوگا۔ مضمون میں نے سرسری دیکھا ہے۔ لیکن بہت خوب ہے اور ماشاء اللہ بہت محنت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اب تو آپ ماشاء اللہ ایک اچھے رائٹر ہو گئے ہیں۔ رائٹنگ پیڈ بھی خوبصورت طبع کرایا ہے۔ خوبصورت تحریر کے لئے خوبصورت پیڈ ہی ہونا چاہیئے۔ کوشش کرتے رہیں آگے بڑھتے رہیں آپ کی کوششیں بارآور ثابت ہو رہی ہیں۔ ان جد و جد، من اجتهد فاز۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت آپ کے ساتھ رہے۔ صحت و عافیت وایمان کے ساتھ تادیر حیات رہو۔

آپ آئندہ چند روز میں امام عبدالستار اور امام عبدالوہاب مرحومین کے بارے میں بھی مضمون قلمبند کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے، آمین۔

اب آپ نے جب کراچی آنے کا کر ہی لیا ہے تو اھلاً وسھلاً اے آمدنت باعث خوشنودی ما۔ ضرور آئیں اور تشریف لا کر شیخ محمد سلفی، حافظ محمد الیاس، قاری عبدالحکم قاضی عبدالحکیم اور مولانا سیف الدین مرحوم کے بارے میں بھی معلومات جمع کر لیں۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالخالق چاندی والے مرحوم کے حالات بھی ان کے رفیق شیخ محمد ایوب سے حاصل کریں۔ اسی طرح مفتی عبدالجبار مرحوم اور ان کے فرزند مولانا مفتی عبدالقدیر کے حالات بھی لیں۔ اسی طرح مجلس شوریٰ کے رکن حاجی عبدالرحمٰن عرف بابو جی سے بھی ان کے حالات معلوم کریں۔ واقعی جماعت کے علماء اور فضلاء کی تاریخ کو محفوظ کرنے کا یہ ایک سنہری موقعہ ہے۔ ابھی وقت ہے بہت کچھ ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ آپ ہماری ہاں کا انتظار نہ کریں بلکہ جیسے ہی وقت ملے کراچی آ کر اپنی مطلوبہ معلومات حاصل کریں ہم آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔

فیصل آباد والا خطبہ صدارت صدائے ہوش میں آ گیا ہے وہ کافی ہے۔ صحیفہ میں اگر نہ بھی شائع ہو تو کوئی حرج نہیں۔

والسلام

عبدالرحمٰن بن عبدالستار

۳۰۔۰۲۔۱۴۲۰ھ

جناب مولانا محمد رمضان یوسف سلفی سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مزاج بخیر؛ آپ کے ارسال کردہ مضامین حالات مولانا عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری موصول ہو گئے ہیں اور دفتر صحیفہ کو دے دیئے ہیں۔ میرے متعلق بھی ایک طویل مضمون ملا ہے۔ اسے میں دیکھ رہا ہوں۔ بہرحال ہر مضمون خوب سے خوب تر ہوتا ہے۔ ماشاءاللہ اب تو اعلیٰ درجے کے اہل قلم میں شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ اللھم زد فزد۔ اللہ اور زیادہ کرے زور قلم۔

جناب علی ارشد صاحب کی چٹھی بھی مل گئی ہے۔ قرآن مجید مترجم بدو جلد انہیں بھیج رہے ہیں۔ صحیح ابن خزیمہ کے لئے چچا محترم سے درخواست کریں گے۔ صحیفہ کے لئے چھوٹے بھائی سے کہہ دیا ہے اگر گنجائش ہوئی تو ضرور جاری کریں گے۔

والسلام

عبدالرحمٰن

۲۷۔۱۔۱۴۲۰ھ

جناب مولوی محمد رمضان یوسف سلفی سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

امید ہے آپ بمع اہل وعیال خیر وعافیت ہوں گے۔ آپ کی چٹھی موصول ہوئی جس میں آپ نے اپنے حالات سے آگاہ کیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی تمام پریشانیوں کو دور فرما دے۔ آپ کا چہرہ شاداب رہے۔ دل ودماغ کو صحیح رکھے۔ رات کو چین کی نیند نصیب ہو۔

یہ آپ ہی پر موقوف نہیں بلکہ تقریباً ہر جگہ اور ہر ادارہ پریشان حال ہے۔ مرکز میں جامعہ کے بھی گیس کے بڑے بڑے بلوں نے ہماری راتوں کی نیند سلب کر لی ہے۔ پس اللہ ہی سے دعا ہے کہ ہماری سب کی مدد فرمائے۔ اور جو بحران آیا ہوا ہے اسے جلد دور فرمائے۔ اپنا رحم و کرم کرے آمین۔ پرویزی اور ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

آپ ماشاء اللہ اپنے تحریری کام میں مصروف ہیں۔ اللہ کی مدد آپ کے شامل رہے۔ مولانا محمد اسحٰق کوٹ کپوری پر لکھ رہے ہیں اور معلومات جمع کر رہے ہیں۔ اللہ اس کوشش میں کامیاب کرے۔ مولانا مذکور کے لئے و دیگر عقیدت مند چک ۴۱۔ ڈی بی ضلع خوشاب میں موجود ہیں ان سے صحیح معلومات مل جائیں گی۔ کلیۃ فاطمۃ الزہراء کی رجسٹریشن کی جلد سنائیں۔ اس سال ۸۔۱۰ طالبات عالیہ کا امتحان بھی دینا چاہتی ہیں۔ یہ بات بھی بٹ صاحب سے کریں۔

والسلام

عبدالرحمٰن

۲۴۔۵۔۱۴۲۳ھ

جناب مولوی محمد رمضان یوسف سلفی سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

امید ہے آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ الحمدللہ مرکز میں بھی ہر طرح خیریت ہے۔ آپ کی چٹھیاں موصول ہوئیں۔ فون پر کئی مرتبہ ملاقات ہوگئی ہے بایں وجہ چٹھی کا جواب دینے میں تاخیر ہوگئی۔ آپ جماعت کے علماء کا تذکرہ میں محنت اور دلجمعی سے سپرد قلم کر رہے ہیں وہ آپ کا بہت کارنامہ ہے جماعت کا وہ ایک بیش بہا سرمایہ ہوگا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

آپ نے منصور والی کا سفر کیا۔ بہت بہت شکریہ۔ مولانا عبدالعزیز راشد کے والد کے انتقال کی خبر آپ کی چٹھی سے ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ تعزیتی پرچہ مولانا کو دے دیں۔ مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کے ہم بے حد ممنون ہیں۔ انہوں نے کاروان سلف میں جماعت غرباء اہل حدیث کے بانی اور دیگر علماء جماعت کے حالات قلمبند کیے۔ ہمیں اس کتاب کے پچیس نسخے رعایتی قیمت پر بھجوا دیں۔ رقم شاء اللہ جلد

روانہ کردیں گے۔

آپ نے وفاق المدارس سلفیہ کا بہت قدیم نصاب جو پہلے ہمارے پاس موجود تھا بھیجا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ وفاق سے الحاق کے قواعد وضوابط اور امتحان میں شریک ہونے کا طریقہ کار پیپر نصاب وہ جو صرف طالبات کے لئے ہے بھجوائیں۔ دیوبندیوں کے وفاق کے پورے قواعد وضوابط اور اس سے کیسے الحاق ہوسکتا ہے وغیرہ مطبوعہ ملتے ہیں۔ ہمارے وفاق کی بھی یہ تمام شرائط وغیرہ ہونے چاہئیں۔ آپ پہلی فرصت میں خط کشیدہ امور کی معلومات کر کے لکھیں۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالرحمٰن

۱۳۔۶۔۱۴۲۱

جناب مولوی محمد رمضان یوسف سلفی سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

امید ہے آپ بمع اہل وعیال خیر وعافیت سے ہوں گے۔ آپ کی چٹھی ملی اور حالات سے آگاہی ہوئی۔ سالانہ کانفرنس کی تاریخوں میں تبدیلی کے بارے آپ نے لکھا تھا۔ وہ زیر غور ہے بہرحال سابق کی تاریخیں نہیں ہوں گی۔ جون یا جولائی میں نئی تاریخوں کے اعلان کا انتظار فرمایئے۔ سالانہ کانفرنس سے متعلق آپ کی بہت مفید اور قابل عمل تجاویز ہیں۔

ایک حادثہ میں آپ کے دائیں بازو اور ہاتھ پر جو چوٹیں آئی تھیں۔ افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی امید ہے اب کامل شفا ہوگئی ہوگی۔ مستقبل اللہ تعالیٰ اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ آپ کی خوش دامن کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا، آمین۔

مولانا عبدالعزیز راشد کو مدعو کرنے کا ارادہ ہے۔ مولانا محمد اسحٰق برق کی نماز جنازہ غائبانہ مرکز میں پڑھادی۔ ان کی مغفرت کی دعا بھی کی ہے۔ نئے سال کی ڈائری حاصل کر کے آپ کو

بھیجیں گے۔ پہلی جو ہم نے منگوائی ہے تھیں وہ مل گئی ہیں۔ پاکستان اخبار میں جامعہ کا جو تعارف شائع ہوا تھا وہ آپ کو بھیج رہے ہیں۔

والسلام
عبدالرحمٰن
۲۴-۲-۱۴۲۸ھ

اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرتے رہو

(القرآن)

مولانا حافظ عبد الجبار سلفی حفظہ اللہ

مارچ ۱۹۹۰ء کی بات ہے کہ ہمارے دوست مولوی محمد شفیع بٹ حفظہ اللہ نے جماعت غرباء اہل حدیث اور صحیفہ اہل حدیث کراچی کا تعارف کچھ اس انداز میں کرایا کہ میرے دل میں ان کی گفتگو گھر کر گئی۔ میں نے صحیفہ اہل حدیث کا تذکرہ اپنے بزرگ دوست محترم ڈاکٹر عبدالواحد نومسلم (وفات ۲۴ جنوری ۲۰۰۴ء) سے کیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے صحیفہ کا زرتعاون ۶۰ روپے تیار کر لیں، خط لے آنا میں مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی صاحب امیر جماعت کو خط لکھ دوں گا، وہ میرے شاگرد ہیں، صحیفہ آپ کے نام جاری کر دیں گے۔ چنانچہ پھر حضرت ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نے خط لکھ دیا اور تھوڑے دنوں بعد مجھے صحیفہ اہل حدیث ملنا شروع ہو گیا۔ معروف ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے اسے دین اسلام کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ راقم کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا۔ میرے نام صحیفہ اہل حدیث جاری ہوا تو میرے لئے علم وحکمت کا دروازہ کھل گیا۔

صحیفہ اہل حدیث پندرہ روز بعد مجھے باقاعدگی سے ملنے لگا۔ میں اس میں شامل مضامین، اداریہ، فتاویٰ، رپورٹیں اور جماعتی خبریں توجہ اور شوق سے پڑھتا تھا۔ ۱۳ مئی ۱۹۹۰ کو میں نے پہلا مضمون لکھا جس کا عنوان تھا ''رسالت مآب ﷺ کا عالمِ شباب''۔ یہ مضمون اہل حدیث یوتھ فورس قصور کی طرف سے منعقدہ ایک تحریری مقابلے کے لئے لکھا گیا جس میں راقم نے گیارھویں پوزیشن حاصل کی اور انعام میں خطبات احسان اور سند حاصل ہوئی۔ اس کے بعد صحیفہ اہل حدیث میں مضمون نگاری شروع کی۔

صحیفہ اہل حدیث کے لئے میں نے دسمبر ۱۹۹۰ء ''فرضیت نماز اور نصیحت بے نمازاں'' کے عنوان پہلا مضمون لکھا۔ جس کی وصولی پر حضرت الامام مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی صاحب حفظہ اللہ کا مکتوب گرامی آیا کہ میں دیگر موضوعات پر بھی لکھوں اور صحیفہ اہل حدیث کو ارسال کروں۔ اور انہوں نے حوصلہ افزائی کے لئے کچھ دعائیہ کلمات بھی لکھے تھے۔ امام صاحب کا خط پڑھ کر حوصلہ

بڑھا تو پھر میں نے صحیفہ اہل حدیث کے لئے سیرت ابراہیمی کے چند پہلو، شانِ صدیق اکبرؓ، مسئلہ داڑھی اور دیگر بہت سے مضامین لکھے۔ جو صحیفہ اہل حدیث میں اشاعت پذیر ہوئے۔ اور الحمدللہ گزشتہ انیس سال سے صحیفہ اہل حدیث کے لئے بیسیوں مضامین اور کتابوں پر تبصرے لکھ چکا ہوں۔ اس اعتبار سے صحیفہ اہل حدیث میرا محبوب رسالہ ہے۔ اس کا انتظار اب بھی شدت سے رہتا ہے اور نگاہیں پوسٹ مین کی راہ تکتی ہیں۔ صحیفہ اہل حدیث سے ہی میں نے لکھنا شروع کیا، اسی رسالے سے میں جماعت غرباء اہل حدیث سے متعارف ہوا اور اسی رسالے سے جماعتی علماء اور احباب سے میرے دوستانہ مراسم قائم ہوئے۔

۱۹۹۲ء کے اکتوبر کے آخری دنوں اچانک پروگرام بنا کہ ان ذی اکرام علماء سے کراچی جا کر ملا جائے جن کا ذکر خیر ایک عرصے سے میں صحیفہ اہل حدیث میں پڑھتا آیا تھا۔ چنانچہ یکم نومبر کو راقم اپنے پیارے دوست خلیل الرحمٰن سلفی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی میں سپر ایکسپریس سے کراچی کے لئے روانہ ہوا۔ اگلے روز ہم کراچی پہنچے اور نماز مغرب کے بعد محمدی مسجد برنس روڈ میں حضرت الامام مولانا عبدالرحمٰن سلفی صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرنے اور ان سے ملنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر پورا ہفتہ مجھے محمدی مسجد میں قیام پذیر رہنے کا موقع ملا۔ منگل کی شام میں محمدی مسجد میں اس دور کے آفس سیکرٹری مولانا یحییٰ جانباز مرحوم اور مرکز کے ڈرائیور کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے اُس محرم جاں کہ جس کی محبت مجھے کراچی کھینچ لائی تھی ان سے ملاقات کا تذکرہ کیا۔ خاں صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں مجھے اُن کا سراپا بتایا اور کہنے لگے وہ ظہر کی نماز ادھر پڑھتا ہے آپ کل ظہر کے وقت ان سے مل سکتے ہیں۔ بدھ کو نماز ظہر سے پہلے میں نے خاں صاحب کی بتائی ہوئی علامات کے باوصف ان صاحب کو پہچان لیا اور وہ وضو کر کے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے جائے نماز کی طرف جا رہے تھے۔

میانہ قد، چھدری داڑھی، فربہ جسم، کشادہ پیشانی، پُر وقار چہرہ سر پر قراقلی کی اونچی دیوار کی ٹوپی، روشن آنکھیں۔ میں نے موقع پا کر ان کی خدمت میں سلام عرض کیا اور اپنا نام بتایا۔ وہ نہایت محبت اور تپاک سے ملے اور ساتھ ہی کہنے لگے ''شانِ صدیق'' پر بڑا لمبا مضمون لکھ مارا۔ اس کے بعد خیر، خیریت پوچھی اور نہایت میٹھے لہجے میں کچھ باتیں کیں۔ یہ تھے صحیفہ اہل حدیث

کے مدیر مسئول اور جامعہ ستاریہ کے نائب ناظم مولانا عبدالجبار سلفی المعروف چھوٹے بھائی۔

ان سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ ہفتہ کو وہ مجھے اپنے ہمراہ جامعہ ستاریہ لے کر گئے۔ وہاں کئی اساتذہ سے ملایا، مولانا قاری عبدالحکم کرم الجلیلی مرحوم سے بھی ملاقات کرائی اور میری بے پناہ عزت وتکریم کی۔ اسی دور سے ان سے میرے دوستانہ مراسم قائم ہوئے، خط کتابت شروع ہوئی اور جماعتی وتنظیمی تعلق قائم ہوا۔ میں جب بھی کراچی جاتا ہوں تو مولانا عبدالجبار سلفی صاحب سے صحیفہ اہل حدیث کے دفتر اور جامعہ ستاریہ میں ان سے گھنٹوں ملاقات رہتی ہے۔ وہ بڑے محنتی، جفاکش، معاملہ فہم، سمجھ دار، کم سخن اور نرم گفتار عالمِ دین ہیں۔ ان سے میری بے تکلفی ہے۔ نہ انہوں نے کبھی جماعتی معلامات کو مجھ سے پردہ اخفا میں رکھا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے اپنے دل کی بات چھپائی۔ ان کی خواہش اور رہنمائی میں میں نے کئی مضامین لکھے جو صحیفہ اہل حدیث میں شائع ہوئے۔ تذکرہ علمائے غرباء اہل حدیث کی ترتیب میں بھی انہوں نے اپنے مفید مشوروں اور معلومات سے بہرہ مند فرمایا۔ وہ میرے مہربان خاص ہیں۔ ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو اور ڈانٹ میں بھی اصلاح کا پہلو اور شفقت دکھائی دیتی ہے۔

جامعہ ستاریہ کے طلباء میں بھی ان کے اخلاق وکردار کی بلندی اور شفقت کے قصے زبان زدعام ہیں۔ ہر کوئی چھوٹا بڑا انہیں چھوٹے بھائی کے نام سے پکارتا ہے۔ تمہید طولانی ہوگئی اصل میں میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب جماعت کی وہ عظیم المرتبت علمی شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اپنی خداداد علمی اور انتظامی صلاحیتوں سے بے پناہ جماعتی اور دینی خدمات سرانجام دی ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم اس کی تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا عبدالجبار سلفی صاحب دہلی میں پیدا ہوئے۔ امام عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں میں ان کا نمبر تیسرا ہے۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے آبائی مدرسے ''مدرسہ دارالکتاب والسنہ'' صدر بازار دہلی سے حاصل کی اور میاں جی نذیر احمد سے قرآن حفظ کیا۔ ان کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری تھا کہ متحدہ ہندوستان کی تقسیم ہوگئی اور آپ اپنے والد اور خاندان کے ہمراہ پاکستان آ گئے۔ کچھ عرصہ آپ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں زیر تعلیم رہے اور انہوں نے 12/I-R میں مولانا محمد عبداللہ شیخ الحدیث لائل پوری جھال والوں سے بھی اکتساب علم کیا۔ مولانا عبداللہ ان دنوں ۱۲ اون

آر بلو چاں والا اوکاڑہ میں اقامت پذیر تھے۔

ان سے تحصیل علم کے بعد آپ کراچی آ گئے۔ یہاں برنس روڈ پر محمدی مسجد اور مرکزی دارالامارت کا قیام عمل میں آ چکا تھا اور درس وتدریس کا سلسلہ نئے عزم وارادے سے شروع کیا جا چکا تھا۔ چنانچہ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے درس نظامی کی مکمل تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام محمدی مسجد بنس روڈ میں رہ کر حاصل کی اور ۱۹۶۵ء میں اپنے والد گرامی مولانا امام عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

ان کے جلیل القدر اساتذہ کرام میں بڑے بڑے نامی علماء کے نام ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

☆ حضرت مولانا حافظ عبدالستار دہلوی: نامور مدرس، مصنف، مفسر قرآں، شارح حدیث۔ وفات ۲۹ر اگست ۱۹۶۶ء کراچی۔

☆ مولانا عبدالجلیل خاں جھنگوی: صحیفہ اہل حدیث کے سابق مدیر، بلند پایہ مدرس اور مصنف۔ وفات ۶ر جون ۱۹۷۶ء کراچی۔

☆ مولانا حافظ عبدالغفار سلفی: جماعت غرباء اہل حدیث کے امام ثالث، خوش الحان قاری خطیب اور مدرس۔ وفات ۲۱ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کراچی۔

☆ مولانا قاری عبدالحکم کرام الجلیلی رحمہ اللہ: قرآن کے حافظ، خوش الحان قاری القرآن، عظیم مدرس، جامعہ ستاریہ کے سابق شیخ الحدیث، صحیفہ اہل حدیث کے مدیر، اونچے مقام کے خوش نویس، صحیح بخاری کے مترجم اور شارح۔ وفات ۷ر ستمبر ۱۹۹۴ء کراچی۔

☆ مولانا مفتی حافظ عبدالقہار سلفی: قرآن کے مفسر، حدیث کے مترجم وشارح، منجھے ہوئے مدرس، صاحب تحقیق مفتی، نہایت نیک، متقی اور تقوی شعار۔ وفات ۳۱ر مئی ۲۰۰۶ء کراچی۔

☆ مولانا حافظ محمد یونس دہلوی: جماعت غرباء اہل حدیث کے بہی خواہ، مدرس، مصنف اور خطیب۔ وفات ۲۵ر فروری ۱۹۹۵ء کراچی۔

☆ مولانا محمد عبداللہ محدث لائل پوری جھال والے: حدیث رسول ﷺ کے بہت بڑے عالم، محدث، فقیہ، رجال حدیث کے ماہر، مدرس، صوفی منش، تقوی وصالحیت سے مالا مال، بانی ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد۔ وفات ۱۶ر جولائی ۱۹۸۳ء مکہ مکرمہ۔

☆ میاں نذیر احمد: دہلی میں حفظ قرآن کے استاد تھے۔۱۹۷۲ء میں ڈیرہ غازی خاں میں وفات پائی۔

☆ مولانا عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ: بہترین منتظم، مدرس اور اعلیٰ پائے کے خطیب جماعت غرباء کے امیر ہیں۔

☆ مولانا تاج الدین صاحب

☆ مولوی عبدالقدوس صاحب

دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے میٹرک تک سکول کی تعلیم بھی حاصل کی۔ دینی تعلیم کے دوران ان کے ہم سبق اور ہم درس ساتھیوں میں چند معروف نام یہ ہیں۔

☆ مولانا حافظ امام عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ ☆ مولانا محمد سلیمان جونا گڑھی مرحوم

☆ مولانا منیر احمد شاکر حفظہ اللہ ☆ مولانا عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ

☆ مولانا محمد حنیف سلفی کھڑریانوالہ حفظہ اللہ ☆ مولانا محمد سرور شفیق حفظہ اللہ

☆ مولانا محمد صالح سیالکوٹی حفظہ اللہ ☆ مولانا محمد ابراہیم کشمیری حفظہ اللہ

☆ مولانا اسحاق شاہد صاحب حفظہ اللہ

مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے دور لڑکپن سے ہی جماعتی و دینی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد جماعت اہل حدیث کے معروف قلمکار عظیم شاعر حضرت مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی رحمہ اللہ علیہ (وفات ۳؍مارچ ۱۹۹۹ء فیصل آباد) چند سال کراچی میں قیام پذیر رہے تھے۔ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کے ان سے گہرے دوستانہ مراسم قائم ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ مل کر جماعتی کانفرنسوں میں کتابوں کا اسٹال لگایا کرتے تھے۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں ان کے بڑے بھائی حافظ عبدالغفار سلفی رحمہ اللہ علیہ جو کہ ''بھائی جان'' کے نام سے معروف تھے انہوں نے مکتبہ دینیات کے نام سے کتابوں کی نشر و اشاعت اور خرید و فروخت کا ادارہ قائم کیا جسے بعد میں انہوں نے مکتبہ شعیب کے نام سے موسوم کر دیا تھا۔ اس مکتبہ کی جانب سے کتب احادیث کے کئی اردو تراجم اور مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ علیہ (وفات ۱۹۴۱ء) کی شہرہ

آفاق کتب ورسائل معروف بہ ''محمدیات'' کو بڑے خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا تھا۔
مولانا عبدالغفار سلفی صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی حافظ عبدالجبار سلفی کو اپنے مکتبہ کی تمام تر ذمہ داریاں سونپ دی تھیں۔اس لئے مکتبہ کی طرف سے شائع ہونے والی کتابوں کی کتابت، اشاعت اور فروخت ان کے ذریعے ہوتی تھی مولانا عبدالجبار سلفی صاحب یہ سب امور نہایت خوش اسلوبی، ذوق وشوق اور ذمہ داری سے سرانجام دیتے تھے۔ پھر جب مولانا عبدالغفار سلفی صاحب کی جماعتی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئیں تو انہوں نے اپنا مکتبہ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کے سپرد کر دیا۔

چھوٹے بھائی نے ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ نئے عزم اور ارادے سے ''مکتبہ ایوبیہ'' کے نام سے دینی کتب کی اشاعت اور فروخت کا کام شروع کیا۔دینی خدمت کے جذبے اور خلوص نیت سے قائم کردہ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کا مکتبہ اللہ کے فضل وکرم سے قائم ودائم ہے۔اور اس مکتبہ نے دینی کتب کی اشاعت اور خالص مسلکی لٹریچر کے حوالے سے بے پناہ مسلکی خدمت کی ہے۔اس مکتبہ کی طرف سے ''فوائد ستاریہ قرآن مجید، فتاوی ستاریہ، امام عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف، فاتح قادیاں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بڑے ۸۰ رسائل مولانا محمد جوناگڑھی کی کتب ورسائل معروف بہ محمدیات اور دیگر بیسیوں کتب شائع ہو چکی ہیں۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی جماعتی ودینی خدمت ہے جو مکتبہ ایوبیہ کی طرف سے سرانجام دی گئی ہے۔اب اس مکتبہ کے منتظم مولانا کے صاحبزادے ہمارے عزیز دوست جناب عبیداللہ سلفی صاحب ہیں۔

اس طرح چند سال پہلے جامعہ ستاریہ کراچی میں مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کی زیرنگرانی ''مکتبہ ستاریہ'' کا قیام عمل میں لایا گیا ہے تا کہ جامعہ کے طلباء اس سے مستفید ہوں۔مکتبہ ستاریہ پر مولانا کے دوسرے صاحبزادے عبداللہ سلفی بیٹھتے ہیں۔

۱۹۵۷ء میں مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کو صحیفہ اہل حدیث کراچی کا مینجر اور منتظم بنا دیا گیا تھا۔جبکہ ان دنوں آپ زیرتعلیم تھے۔آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے صحیفہ اہل حدیث کے انتظامی امور کو خوب نبھایا ہے اور مولانا قاری عبدالحکم کرم الجلیلی رحمۃ اللہ علیہ (سابقہ مدیر صحیفہ اہل حدیث) کی مصاحبت میں صحیفہ اہل حدیث کی ترقی معیار اور اشاعت میں بڑا اضافہ کیا۔آپ

جون ۱۹۹۳ء میں صحیفہ اہل حدیث کے نائب مدیر بنائے گئے اور ۷/ستمبر ۱۹۹۴ء کو قاری عبدالحکم کرم الجلیلی صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۹۴ء میں انہیں صحیفہ اہل حدیث کا مدیر مسئول بنا دیا گیا۔ اس وقت سے آپ صحیفہ اہل حدیث کے لئے یہ ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ ان کے دور ادارت میں صحیفہ اہل حدیث نے صحافتی دنیا میں بڑا مقام حاصل کیا۔ اس کا اداریہ، مضامین، تبصرے، جماعتی خبریں ایک خاص اسلوب میں قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں اور معیاری کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور خوب صورت سرورق کے ساتھ اسے منصۂ شہود پر لایا جاتا ہے۔

میرے نزدیک موجودہ دور میں صحیفہ اہل حدیث کی ظاہری ومعنوی خوبیوں کا سہرا جہاں صحیفہ کے ایڈیٹر، منتظم اور اہل قلم کے سر ہے وہیں اس میں سب سے زیادہ حصہ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کا ہے کیونکہ وہی اسے ایڈٹ کرتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ جب یہ سطور ۱۳/مارچ ۲۰۰۹ء کو لکھی جا رہی ہیں تو صحیفہ اہل حدیث کی مسلسل اشاعت کا ۹۱ واں سال چل رہا ہے۔ اس اعتبار سے برصغیر پاک وہند کا یہ سب سے قدیم رسالہ ہے۔ پھر کسی بھی اخبار کی ادارت سے منسلک رہنا یہ بھی ایک ریکارڈ ہے۔ مولانا عبدالجبار سلفی ۵۲ سال سے صحیفہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور وہ صحیح معنوں میں خادم صحیفہ ہیں۔

جامعہ ستاریہ اسلامیہ، گلشن اقبال کراچی میں قائم جماعت غرباء اہل حدیث کی عظیم علمی، عملی، تربیتی، تعلیمی اور تدریسی درس گاہ ہے۔ امام عبدالغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں جامعہ ستاریہ کے لئے جگہ خرید کی تھی۔ لیکن وہ اپنی زندگی میں اس کی تعمیر نہ کر سکے اور وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد ۱۹۷۸ء میں جامعہ ستاریہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ حجر اساسی امام کعبہ شیخ عبداللہ بن سبیل نے رکھا تھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا امام عبدالرحمٰن سلفی صاحب حفظہ اللہ کی نگرانی میں جامعہ ستاریہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ جامعہ ستاریہ کی تعمیر میں مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس زمانے میں ان کے پاس سکوٹر ہوتا تھا۔ یہ کبھی خشت اینٹوں کے حصول کے لئے بھٹے پر جاتے، کبھی سیمنٹ اور بجری لاتے، معماروں اور مزدوروں کا انتظام کرتے، یہ سب کام وہ نہایت مستعدی اور ذمہ داری سے بجا لاتے۔ ۱۹۸۴ء میں جب جامعہ ستاریہ کا کچھ تعمیری کام ہو گیا تو یہاں پڑھائی شروع ہوئی۔ اس موقع پر جماعت نے مولانا

عبدالجبار سلفی صاحب کو جامعہ ستاریہ کا مدیر مقرر کیا۔ ۱۹۸۶ء میں احباب جماعت کے اصرار پر مولانا حافظ محمد سلفی صاحب ایسٹ افریقہ سے پاکستان واپس آ گئے اور انہوں نے جامعہ ستاریہ کے مدیر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھال لیں اور مولانا عبدالجبار سلفی صاحب اس وقت سے جامعہ کے نائب مدیر کے طور پر خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ نہایت معاملہ فہم، زیرک، سمجھدار اور اعلیٰ پائے کے منتظم ہیں۔ طلبا پر بڑی شفقت فرماتے اور ہر طرح ان کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ اس عمر میں بھی جوانوں سے زیادہ باہمت اور اپنے کام میں مشاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ بلاشبہ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے جماعت کے لئے گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے فضل ورحمت کے دروازے پوری طرح کھول رکھے ہیں۔

مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کی شادی شیخ الحدیث مولانا عبدالجلیل خاں المعروف مولوی جی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ان کی اولاد میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ چھوٹے بھائی کے بیٹوں کا تعارف یہ ہے۔

۱۔ **محمد ایوب:** بھائیوں میں بڑے ہیں، کراچی میں رہتے ہیں اور اپنا کاروبار کرتے ہیں، صاحب اولاد ہیں۔ بڑے ہنس مکھ، ملنسار، مہمان نواز ہیں۔ کراچی جاؤں تو ان سے ملاقات سعادت سمجھتا ہوں۔

۲۔ **نواب عبداللہ:** کراچی میں رہتے ہیں، مکتبہ ستاریہ گلشن اقبال کے ناظم ہیں۔ اچھے نیک نوجوان ہیں۔

۳۔ **عبیداللہ سلفی:** میرے نہایت پیارے دوست ہیں۔ ان سے دوستانہ مراسم نومبر ۱۹۹۲ء سے قائم ہیں۔ خوش اخلاق، خوش گفتار اور عالی کردار ہیں۔ ان سے خط وکتابت بھی ہے۔ ٹیلی فونک رابطہ بھی اور میل ملاقات بھی۔ چھوٹے بڑے انہیں عبید بھائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ آپ کراچی میں پیدا ہوئے۔ سکول کے بعد کالج کی تعلیم وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی سے حاصل کی۔ جبکہ ابتدائی دینی تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام محمدی مسجد بنس روڈ سے حاصل کی اور کمپیوٹر تعلیم ایک ادارہ کے شعبہ کمپیوٹر سے حاصل کی۔

۱۹۸۹ء سے مؤقر علمی رسالہ صحیفہ اہل حدیث کراچی کے مینجر اور اب منتظم ہیں۔ اس کے علاوہ دینی کتب اور قرآن مجید کے قدیمی ناشر مکتبہ ایوبیہ کراچی کے ناظم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور اپنے اسلاف کے مشن اور دینی مسائل کو پورا کرنے میں حتی الامکان مصروف عمل ہیں۔ آپ نے مدیر صحیفہ اہل حدیث مولانا قاری عبدالحکم کرم الجلیلی رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ شفقت میں رہ کر صحیفہ اہل حدیث کی ترقی اور ترویج کے لئے بڑا کام کیا ہے۔ اور آج بھی اس رسالے کو اچھے انداز اور خوبصورتی سے پیش کرنے میں اپنے والد مکرم محترم مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب مدیر مسئول صحیفہ اہل حدیث کی بھرپور معاونت کرتے ہیں۔ عبید بھائی کی دینی مساعی قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

اب آخر میں مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کے چند خطوط ملاحظہ فرمائیں۔ یہ خطوط انہوں نے مختلف ادوار میں مجھے لکھے تھے۔ خط ہمیشہ رواروی میں لکھا جاتا ہے۔ خط پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ لکھنے والا کتنا باذوق، صاف دل اور مشفق و مہربان ہے۔ ان خطوط میں جہاں بے تکلفی، محبت و شفقت اور خلوص کی مہک پائی جاتی ہے وہیں مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کے حسنِ مزاج اور ادبی ذوق، مسلک اہل حدیث اور جماعت سے بے پناہ شغف و شیفتگی کی جھلک بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ وہ مختصر الفاظ اور جملوں میں بڑے پتے کی بات لکھ جاتے ہیں اور خوب صورتی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا انداز اصلاحی و تربیتی ہے، کسی پر بے جا تنقید یا تنقیص نہیں۔ ان کے یہ مکتوبات ان کی علم دوستی اور جماعتی وابستگی سے ہم آہنگ ہیں۔ وہ اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔

برادرم مولانا رمضان سلفی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ کا ۶/۶ کا مکتوب ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ بہت خوشی ہوئی یہ پڑھ کر کہ آپ مکتبہ سے منسلک ہو کر کتب سے خوب استفادہ کر رہے ہیں۔ بھٹی صاحب کی جانب سے بواسطہ مکتبہ قدوسیہ دونوں کتابیں مل گئی تھیں۔ میں نقوش کا مطالعہ برابر کر رہا ہوں۔ بھٹی صاحب نے جماعتی تاریخ کا حق ادا کر دیا ہے۔ ماشاء اللہ خوب ذہن اور یادداشتیں اللہ نے انہیں دی ہیں۔

اللھم زد فزد ۔لیکن غیر اہل حدیث علماء کو ''نقوش عظمت رفتہ'' میں شامل کرنا میری سمجھ میں نہیں آیا۔العظمۃ للہ کے تحت تو صرف عظمت اہل حق کے پاس ہے نہ کہ۔۔۔اگر اہل حق اہل حدیث نہیں تو کوئی بھی نہیں۔دونوں کتب پر صحیفہ میں تبصرہ ضرور کریں گے ان شاء اللہ۔

اہل حدیث کا خدمات اہل حدیث نمبر ادارہ نے ہمیں نہیں بھیجا کسی سے لے کر ہم نے دیکھا تھا۔تذکرہ علماء جماعت غرباء اہل حدیث کی تیاری میں آپ کی کاوشیں قابل قدر ہیں۔ آپ کے مرسلہ مضمون صحیفہ میں شائع ہو چکے ہیں۔مولانا عبدالواحد اور مولانا عبدالماجد باقی ہیں وہ بھی آئندہ آرہے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند علماء کے حالات مختصر میرے پاس ہیں وہ آپ کو بھیجوں گا ان شاء اللہ۔

جامعہ سلفیہ کا ماہنامہ ترجمان الحدیث برابر مل رہا ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔مولانا یاسین ظفر صاحب کو میرا سلام عرض کریں اور شکریہ ادا کر دیں۔بھٹی صاحب کو بھی علیحدہ خط لکھ رہا ہوں۔آپ خط میں انہیں بھی میرا اسلام لکھ دیں۔باقی ہر طرح خیریت ہے۔اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر آپ کو مزید ہمت طاقت عطا فرمادے آمین۔

اپنا ایمان کامل کب کر رہے ہیں آپ؟

والسلام

اخوکم الصغیر

عبدالجبار

۹۸/۶/۱۵

مکرم، محترم، برادرم شیخ رمضان یوسف سلفی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ کا ۱۲/۱۳ کا نوشتہ کل ۲/۱ کو ملا۔آپ یقین کریں کہ آپ کا مکتوب مجھے جس روز ملا تھا اسی دن آپ کے ہی خط پر جواب لکھ دیا تھا۔ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ لیٹر پیڈ گھر پر ہے اس لئے آپ کے ہی خط پر معذرت کر کے جواب لکھ دیا ہے اور لکھا تھا کہ طارق اکیڈمی سے جو معاہدہ ہوا ہے وہ آپ اپنے ہاتھ سے ہی بل پر درست کر دیں۔اور بھی بہت کچھ لکھا تھا لیکن دکھ ہوا یہ پڑھ کر کہ

آپ کو وہ خط ملا ہی نہیں۔

بہر حال جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ آپ مجھے ہمیشہ چھوٹا بھائی سمجھ کر ہی خط لکھا کریں یعنی کھل کر۔ میں بھی اسی خیال سے آپ کو ہر بات لکھ دیتا ہوں۔ باقی یہ ضرور ہے کہ ہر وقت مجھے اشعار یاد نہیں آتے جیسے کہ آپ ہر موقعہ لکھ دیتے ہیں۔ بہر حال مجھے اشعار سے دلچسپی ہے شوق سے پڑھتا ہوں۔ یکم شوال میں طارق صاحب کا اشتہار نہ لگ سکا آئندہ ناغہ نہ ہوگا۔ بزم ارجمنداں پر تبصرہ تیار ہے اگلی اشاعت میں آجائے گا ان شاء اللہ۔ مولانا سلفی کے حالات سے میں نے کچھ نہیں کاٹا جیسے مرکزی دفتر سے میرے پاس آیا تھا وہ شائع کر دیا۔ آپ نے بجائے شکریہ کے الٹی شکایت کر دی۔ اگر کوئی ایڈیٹر آپ کی تحریر کا تیا پانچہ نہیں کرتا تو وہ غلطی کرتا ہے۔ اس کے لئے دعا کریں۔

مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری اور روپڑی صاحب پر آپ ضرور لکھیں اور غیر جماعتی جرائد میں ضرور شائع کرائیں۔ اللہ پاک جلد آپ کی تکمیل ایمان کرائے تاکہ آپ کچھ ٹھنڈے ہو جائیں اور دیگر ذمہ داریاں بھی پوری کریں۔

بھٹی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام ضرور کہہ دیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ کاروان سلف شائع ہو جائے تو ادھر بھی ضرور بھیج دیں اس سلسلہ میں آپ کا پیشگی شکریہ؛ اور اور اور آپ کو میری جانب سے عید الفطر مبارک ہو۔ کل ان شاء اللہ عید کی نماز پڑھنے جائیں گے۔ میں نے سابقہ خط میں بھی آپ کی ہجری تاریخ پر نشان دہی کی تھی اب پھر آپ نے اس غلطی کا اعادہ کیا ہے یعنی رمضان کا مہینہ آٹھواں نہیں بلکہ نواں ہے۔ آپ آٹھ لکھ رہے ہیں یعنی آج ۲۰/۹/۳۰ھ ہے۔ ۲۰/۸/۳۰ھ نہیں ہے۔ آپ کا شکریہ

والسلام
اخوکم الصغیر
۸_۱_۲۰۰۰

اخی العزیز بکمل ایمان یافتہ الشیخ محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ کا مختصر خط ملا تھا چند روز قبل۔ نامعلوم فیصل آباد سے یا آپ کی ڈاک بہت تاخیر سے کیوں ملتی ہے، آپ شائد لکھ کر پوسٹ کرنا بھول جاتے ہیں یا کیا وجہ ہے؟ بہرحال ابھی تک آپ نے یاد رکھا ہے آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا۔ ظاہر بات ہے مصروفیت انسان کی بڑھ جاتی ہے۔ ایک غیر کو اپنا کر لوگ اپنوں کو بھول جاتے ہیں یہ ہوتا ہے دنیا میں۔ الا ما شاء اللہ۔

رات کو اپریل کا صدائے ہوش پڑھا کل ہی ملا تھا۔ پہلے تو آپ کا نام دیکھا کہ کہیں آپ نے ایڈیٹری تو نہیں چھوڑ دی۔ پھر پڑھنا شروع کیا تو اغلاط سے بھرا ایڈیٹوریل ودیگر مضامین دیکھے طبیعت عش عش کر اٹھی۔ میرا خیال ہے رسالہ کے نام میں ''بے'' کا لفظ بڑھا دیں۔ آپ کے نظام میں پروف ریڈنگ پھر ری چیکنگ کوئی نہیں کرتا۔ کم از کم کچھ تو سوچیں۔ تکمیل ایمان کا بھرم رکھیں۔ آج کا وقت دیکھیں کہاں جا رہا ہے اور ہم سے چند صفحات کی اغلاط دور نہیں ہو سکتیں۔

فافہم و تدبر۔

سرورق نیا ماشاء اللہ اچھا رہا۔ خوب ہے، بہت خوب ہے اور آپ کے تبصرے صحیفہ میں شائع ہو رہے ہیں۔ اب تو آپ خوش ہیں میں بھی کچھ کتب برائے تبصرہ آپ کے حسب خواہش بھیج رہا ہوں۔ عبید کی شادی سے چند یوم ہوئے فراغت ہوئی ہے۔ آج کل دنیا کے جھمیلے بہت ہو گئے ہیں۔ دعوت ولیمہ میں تقریباً ۷۰۰ افراد کی حاضری ہوئی تھی۔ نکاح اور ولیمہ جامعہ ستاریہ میں ہی ہوئے، الحمدللہ خیر وخوبی نمٹ گئے۔ کاش آپ اپنی تکمیل ایمان آگے پیچھے کر لیتے تو آپ کی شرکت سے ہمیں خوشی ہوتی لیکن آپ نے تو جان بوجھ کر یہی تاریخ رکھی جو عبید کی تھی۔ سنائیے کیسے گزری شادی۔ آج کل کیا ہو رہا ہے آپ کے تکمیل ایمان اور شادی خانہ آبادی پر میری طرف سے قلبی مبارک باد۔ اپنی دلہن کو چھوٹے بھائی کی طرف سے مبارکباد دیجیئے اور سلام فرما دیں۔

طارق صاحب کا اشتہار برابر شائع ہو رہے ہیں یہ تمام آپ کی کاوش ہے جزاکم اللہ خیرا

والسلام

۱۹۔۱۔۲۱ھ

عزیزم، محبی، تکمیل ایمان میں کامیاب و دیگر امتحان میں بھی۔۔۔۔؟

وعلیکم السلام ورحمة الله:

۵/۱۵ کا خط کل ملا۔ بہت دیر کی مہرباں آتے آتے حقیقتاً مجھے آپکے خط کا انتظار رہتا ہے۔ مجھے علم ہے کہ اب آپ کے پاس وقت کی تھوڑ ہوگئی ہے۔لیکن پھر بھی اولڈ اِز گولڈ۔ نیا نو دن پرانہ سو دن جیسی کہاوتوں کو بھی زیر نظر رکھا کریں۔

بہرحال یہ تو تمھیدی حروف تھے۔ جوابیں ہوتے ہیں اصل مقصد ہی مقصد ہوتا ہے۔ اللہ پاک آپ کو ہر لمحہ خوش وخرم رکھے اور جلد اور جلد ولی عہد سے نوازے۔ بھٹی صاحب کو واقعی میں نے خط نہیں لکھا شادی وغیرہ میں مصروفیت کافی رہی اب خط لکھ رہا ہوں۔

امام مولانا عبدالوہاب صاحب پر حشمت اللہ کا صحیفہ میں اچانک مضمون شائع ہوگیا ہے کوئی وجہ تھی۔ آپ محسوس نہ کریں آپ کے مضامین کا سلسلہ شروع کر رہا ہوں۔ میرا خیال ائمہ ثلاثہ پر کتابی صورت میں احوال شائع کرنے کا تھا اور ہے۔لیکن فلوس کی کمی کی وجہ سے ابھی ممکن نہیں ہو رہا۔ دعا فرمائیں اللہ آسان کردے۔

آپ کو ۲ یوم قبل برائے تبصرہ کتب بھیج دی ہیں حسب وعدہ آپ جلد از جلد ان پر تبصرہ بھیج دیں۔ لیکن اختصار کو ہمیشہ مدنظر رکھا کریں۔ کیونکہ صحیفہ کے صفحات محدود ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ۳۲ صفحات میں زیادہ سے زیادہ قاری کو مواد ملے اس سلسلہ میں آپ کا پیشگی شکریہ۔

طارق صاحب نے کہلوایا تھا یہ ابھی سابقہ اشتہار شائع نہ کریں ہم دوسرے بھیجیں گے۔ اشتہارات کا انتظار ہے۔ باقی ہر طرح خیریت ہے۔ قاری جی مرحوم مولانا عبدالحکم کرم الجلیلی والہ مضمون بھی ارسال کردیں۔

والسلام

اخوکم الصغیر

عبدالجبار سلفی

۲۱۔۵۔۲۰۰۰

برادرم بڑے بھیا

وعلیکم السلام ورحمة الله:

۲۸/۶ گرامی نامہ ملا۔ حالات سے اطلاع ہوئی۔ اس بار بہت تاخیر سے آپ نے یاد کیا۔ ظاہر بات ہے مصروفیت بڑھ گئی ہے۔ بہر حال شکریہ کہ آپ نے یاد تو کیا۔ رسائل بہاولپوری مل گئی ہے اس پر تبصرہ جلد آ رہا ہے۔ مولانا رفیق پسروری کے حالات شائع ہو گئے ہیں امید ہے کہ یکم ربیع الآخر کا صحیفہ دیکھ لیا ہوگا۔ اب سوچ لیا ہے کہ آپ کی شکایات دور ہو جانی چاہئیں۔ بہت آپ کو ستالیا۔ آپ اب قابل رحم ہیں کہ جورو کے غلام بن گئے ہیں (اللہ نہ کرے)۔ دیگر اسلاف کے حالات بھی کتابت کرا لئے ہیں۔ جلدی جلدی اشاعت پذیر ہوں گے ان شاء اللہ۔ رضوان اللہ صاحب کا مضمون بھی مل گیا ہے مل گئے ہیں۔

طارق اکیڈمی سے اشتہار نہیں آ رہے ان کا ایک بندہ (فیصل) کراچی آیا تھا اس نے کہا تھا کہ دوسرے اشتہار آپ کو بھیجیں گے۔ صحیفہ خالی جا رہا ہے۔ سرور عاصم صاحب سے بھی اشتہار کے لئے فرما دیں۔ قاری عبدالحکم صاحب مرحوم کے حالات ابھی تک نہیں آئے۔

والسلام

اخوکم الصغیر

۵۔۷۔۲۰۰۰

برادرم صاحب ایمان واسلام؛ شیخ رمضان سلفی صاحب

وعلیکم السلام ورحمة الله:

آخر آپ نے من مانی کر ہی لی، مولانا عبدالوہابؒ کے حالات صحیفہ سے پہلے صدائے بے ہوش میں شائع کر دیئے۔ کوئی بات نہیں بوقت ملاقات باتیں ہوں گی آپ سے ان شاء اللہ۔ صحیفہ میں دیکھئے یہ مضمون کس شاندار طریقہ پر آ رہا ہے۔ ایک آپ نے بھی شائع کیا ہے لیکن میں اس بات کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ نے اس مضمون پر بڑی محنت اور دلجمعی سے کام کیا ہے۔ شاید کوئی حالات بھی آپ نے بیان کرنے سے نہیں چھوڑے۔ الا یہ کہ مولانا عبدالستار اور مولانا عبدالواحد رحمہا اللہ کو شاگردوں میں نہیں شامل کیا جو کہ میں نے کر دیا ہے۔

باقی کل قاری صاحب مرحوم کے حالات امام صاحب سے مل گئے ہیں لیکن امام صاحب نے اپنے حالات نظر ثانی کر کے ابھی تک نہیں دیئے۔

آپ کا غالباً چند یوم قبل ایک خط مل گیا تھا۔ تبصرے تمام کمپوز ہو چکے ہیں۔ سرور صاحب نے ایک کالم کا اشتہار ۴ بار شائع کرنے کو بھیجا ہے۔ مولانا عبدالوہابؒ کے حالات تمام ایک ہی صحیفہ میں آرہے ہیں، صحیفہ کے ۸ صفحات کا اضافہ کرنا پڑا ہے۔ بیگم کو سلام، بچوں کو پیار۔

والسلام

اخوکم الصغیر

۲۴۔۷۔۲۰۰۰

برادرم مکرم محترم آبادیٔ پاکستان میں اضافہ کرنے والے بھائی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ: آپ کا خط خوش خبری والا ملا۔ پڑھ کر قلب وذہن کو راحت نصیب ہوئی کہ اللہ پاک نے آپ کا وارث حقیقی آپ کو عنایت کر دیا۔ جب سے آپ نے کانفرنس میں نہ آنے کی وجہ لکھی تھی تب ہی سے میں فکر مند تھا کہ اللہ پاک آپ کو بخیر وخوبی فکر سے بے نیاز کر دے سو الحمدللہ آپ کو اللہ نے سرخرو کر دیا۔ اب کسی کے سامنے یا ہمارے سامنے نگاہ نیچی نہیں کریں گے۔

بہر حال اللہ پاک ماں بیٹے کو تندرستی عطا فرمائے آمین۔ حقیقتاً آپریشن سے بچہ کی ولادت ایک بڑا سانحہ ہوتا ہے۔

۲۔ ''چار اللہ کے ولی'' کتاب آپ کو پسند آئی اس کے لئے بہت شکریہ! میری کوشش ہوتی ہے کہ اپنی مطبوعات خوب سے خوب تر بنا کر پیش کی جائے آگے اللہ پاک کی مرضی۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ میں نے پہلے بھی عرض کی تھی یا کیا تھا کہ تبصرے مختصر لکھا کریں بجائے مصنف پر تبصرہ کے کتاب پر جرح وتنقید ہونی چاہیئے۔ تاکہ قاری صحیح متعارف ہو سکے۔ آگے آپ کی مرضی۔

ہم تو اپنی جان جلائے جائیں گے کہ ہمارا کہنا نہیں مانتے۔

اب ماں بیٹے کا کیا حال ہے؟ اطلاع دیں اور فیصل آباد کی مٹھائی تو آپ پر واجب ہے۔

اگر حکم ہو تو یہی سے خرید کر کھالوں؟

والسلام
اخوکم الصغیر
۱۹_۶_۴۰

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

نومبر ۱۹۹۲ء کا ابتدائی ہفتہ میں نے کراچی میں گزارا، پہلی بار روشنیوں کے شہر کراچی کی رنگینیاں دیکھیں۔ بہت سے جماعتی علماء سے متعارف ہوا اور ان سے تعلقات قائم ہوئے۔ ایک روز جماعت کی عظیم درسگاہ جامعہ ستاریہ کو دیکھنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ ۷/نومبر کی صبح محترم مولانا حافظ عبدالجبار سلفی صاحب المعروف چھوٹے بھائی کے ہمراہ جامعہ پہنچا، یہ ایک خوش گوار دن کی سہانی صبح تھی، پرسکون ماحول میں طلبہ اپنے کلاس رومز کی طرف جا رہے تھے، جب میں گاڑی سے اُترا تو جامعہ کے صحن میں ایک صاحب کھڑے آتے جاتے طلبہ کی عمل وحرکت کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہے تھے۔

میانہ قد، گندمی رنگ، خوبصورت ناک نقشہ، لمبی داڑھی جس کے زیادہ بال سفید اور چند ایک سیاہ، کھلی پیشانی، چمکتی ہوئی آنکھیں، سلیٹی کلر کا لباس زیب تن، ٹخنوں سے اُونچی شلوار، پاؤں میں سیاہ مکیشن، سادہ وضع قطع، میں نے ان کو عام آدمی تصور کیا اور جامعہ کی پرشکوہ عمارت دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جامعہ کا ملازم مجھے تلاش کرتا ہوا آیا اور دفتر میں لے گیا، اب وہی صاحب دفتر میں جامعہ کے مدیر اعلیٰ کی کرسی پر تشریف فرما تھے، مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے تعارف کروایا کہ یہ ہمارے بھائی محمد سلفی صاحب ہیں، میں نے آگے بڑھ کر ان کی خدمت میں سلام کیا، انہوں نے بھی شفقت سے مصافحہ کیا۔ یہ ان سے میری پہلی ملاقات تھی اس کے بعد لاہور میں جماعت کی صوبائی کانفرنس کے موقع پر جامعہ امیر معاویہؓ میں کئی بار ملاقات ہوئی اور کراچی میں بھی ان سے میل ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ۲/اگست ۲۰۰۰ء کو وہ فیصل آباد تشریف لائے اور ہم انہیں جامعہ سلفیہ فیصل آباد لے کر گئے۔ وہاں انہوں نے طلبہ کو لیکچر دیا۔ پروفیسر یاسین ظفر صاحب نے لائبریری دکھائی اور جامعہ کا وزٹ بھی کروایا۔ راقم ان کے ہمراہ تھا وہ دو دن فیصل آباد رہے اور ان کے ساتھ خوب وقت گزرا۔ وہ ازراہ کرم میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لائے۔ وہ میرے لائقِ صد احترام بزرگ ہیں۔ امام عبدالستار مرحومؒ کے صاحب تکریم

بیٹوں میں ان کا چوتھا نمبر ہے۔

۱۵ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے، علم و فضل کی گود میں تربیت پائی، دینی ماحول میں رہ کر شعور کی منزل کو پہنچے۔ اردو کالج کراچی سے انٹر کیا، دینی تعلیم کے حصول کی خاطر اپنے آبائی مدرسہ ''عربیہ اسلامیہ دارالسلام'' محمدی مسجد کراچی میں داخل ہوئے۔ یہاں رہ کر قرآن مجید حفظ و ناظرہ پڑھا اور سنن اربعہ تک حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ اکثر تبلیغی پروگراموں میں اپنے والد مکرم امام عبدالستار دہلوی کے ہمراہ جاتے اور دورانِ سفر ترجمۃ القرآن کے علاوہ دیگر کئی چھوٹی چھوٹی نصابی کتابیں پڑھتے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام میں جن ذی مرتبت اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- مولانا امام عبدالستار محدث دہلوی۔ مفسر، محدث، مصنف، خطیب اور داعی کتاب وسنت۔
- مولانا مفتی عبدالقہار سلفی دہلوی۔ مفتی جماعت غرباء اہل حدیث، مصنف کتب کثیرہ۔
- مولانا حافظ عبدالغفار سلفی۔ مشہور خطیب اور امام ثالث جماعت غرباء اہل حدیث۔
- مولانا احمد ندوی۔
- مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ۔ امام جماعت غرباء اہل حدیث۔
- مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی۔ محدث عالی قدر، مدرس بے مثال۔
- مولانا حافظ عبدالحکم کرم الجلیلی۔ مترجم، مصنف، شارح اور ایڈیٹر صحیفہ اہل حدیث۔

۱۹۶۲ء میں محترم مدیر صاحب کا داخلہ عالمِ اسلام کی عظیم درسگاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہو گیا اور آپ اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے سعودی عرب چلے گئے۔ دیارِ حبیب ﷺ میں آپ کا قیام سات سال رہا، تین سال ثانویہ اور چار سال کلیہ میں پڑھتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ میں بڑے بڑے اساتذہ اور عالمِ اسلام کی عظیم شخصیتوں سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ اُن رفیع المرتبہ اساتذہ کرام میں چند ایک کے نام یہ ہیں۔

- شیخ ناصر الدین البانی، بلند پایہ محدث تھے ۲ر اکتوبر ۱۹۹۹ء کی شام اردن کے شہر عمان میں فوت ہوئے۔

- شیخ محمد امین شنقیطی ۔انہوں نے اضواء البیان کے نام سے قرآن کی بہت عمدہ تفسیر لکھی۔
- شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد۔ جامعہ اسلامیہ میں حدیث کے استاذ تھے ان کا شمار عرب کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔
- ابو بکر جابر الجزائری۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مہارت رکھتے تھے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔
- مولانا عبدالغفار حسن۔ عمر پوری خاندان کے فرد فرید اور پرانے دور کی نشانی تھے، درس وتدریس اور تصنیف میں ان کا ایک مقام تھا۔ ۲۲/ مارچ ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد میں فوت ہوئے۔
- عبدالکریم مراد۔
- قاری عبدالفتاح۔
- شیخ عطیہ محمد سالم۔ مشہور عرب عالمِ دین اور مسجد نبوی کے امام۔
- عبدالمحسن العباد۔
- شیخ محمد بن حماد الانصاری۔
- دکتور تقی الدین ہلالی۔ انہوں نے قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔

حافظ محمد سلفی دورانِ تعلیم مسجد نبوی اور مسجد حرام میں حجاج کرام کی رہنمائی کے لئے عربی اور اردو میں درس ارشاد فرماتے اور حج سے متعلقہ مسائل بیان کرتے۔ عام دِنوں میں مختلف دینی مسائل پر مسجد نبوی میں وعظ کہتے۔

۱۹۶۹ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ دورانِ تعلیم جن ذہین ولائق طلبہ سے ان کی مصاحبت رہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان نامور علماء کا بھی تذکرہ کر دیا جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تبلیغ دین کی خاطر اپنی زندگیاں اس کام میں لگا دیں اور ہر مرحلے پر دین کی نشر واشاعت میں مصروفِ عمل رہے اور مصروف عمل ہیں۔

- حافظ ثناء اللہ مدنی۔ عظیم مدرس، بلند پایہ محقق اور مفتی ہیں جامعہ رحمانیہ لاہور میں

شیخ الحدیث ہیں۔

- علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ عالمِ اسلام کی نامور شخصیت، اہل حدیث کی شان جس پر جماعت کا ہر فرد نازاں ہے۔ ۳۰ر مارچ ۱۹۸۷ء کو ریاض میں فوت ہوئے۔
- ڈاکٹر صہیب حسن۔ مولانا عبدالغفار حسن صاحب کے صاحبزادہ گرامیٔ قدر، لندن میں دعوت کا کام کر رہے ہیں۔
- مولانا عبدالسلام کیلانی۔ مشہور مترجم اور مصنف، کیلانی خاندان کے معزز فرد۔ وفات ۲۰۰۸ء
- مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی۔ جامعہ رحمانیہ لاہور کے بانی، جماعت اہل حدیث کے نامور عالمِ دین اور مدیر ماہنامہ محدث لاہور۔
- مولانا محمد یوسف کاظم۔ استاذ اسلام آباد یونیورسٹی۔
- شیخ وائل بن راشد الراجع۔ مدیر مکتبہ جامعہ ام القراء مکہ مکرمہ۔

دینی علوم سے تحصیل وفراغت کے بعد سعودی حکومت نے مبلغ کی حیثیت سے مبعوث بنا کر مغربی افریقہ کے ملک کینیا بھیج دیا۔ چار سال مدرسہ عربیہ اسلامیہ آگادیس نیجر میں پڑھاتے رہے، اس کے بعد تبادلہ کر کے سورولیری کالج لاگوس نائجیریا بھیج دیا۔ ایک سال یہاں پڑھایا، پھر تبادلہ الفلاح مرکز اسلامی شمالی کینیا میں کر دیا گیا، بحیثیت مدیر ومدرس چودہ سال یہاں کام کیا۔ اس عرصے میں ان سے سینکڑوں افریقی طلبہ نے دینی علوم کی تحصیل کی، اور وہ اپنے علاقوں میں دعوت دین کو پھیلانے میں سرگرم ہوئے۔

۱۹۸۴ء میں جامعہ ستاریہ اسلامیہ کراچی میں تعلیم وتدریس کا آغاز ہوا، اور اس کے ابتدائی دو سال تک مولانا عبدالجبار سلفی صاحب اس کے مدیر ومنتظم رہے جیسا کہ مولانا عبدالرحمان سلفی کے حالات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ستاریہ ترقی کی جانب رواں دواں تھا ایسے میں مولانا محمد سلفی صاحب کی خدمات کی ضرورت جامعہ کے لئے اشد ضروری تھی۔ لہٰذا عمائدین جماعت کے اصرار پر محمد سلفی صاحب کینیا سے کراچی تشریف لے آئے اور انہوں نے اپنی تمام خدمات جامعہ کے لئے وقف کر دیں۔ پروفیسر محمد سلفی صاحب نے ۲۰ سال

افریقہ کے مختلف تعلیمی مراکز میں بسر کیے اور بڑا وسیع تجربہ حاصل کیا۔ انہوں نے یہاں آکر اپنی تمام علمی و عملی اور تدریسی و تنظیمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جامعہ کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۹۸۶ء سے تادمِ تحریر ۱۹ر مارچ ۲۰۰۹ء تک، ۲۳ سال کے عرصے میں جامعہ ستاریہ نے ان کی زیرِ نگرانی ترقی کی بہت سی منزلوں کو عبور کیا ہے۔ اب اس کا شمار برصغیر کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔

جامعہ ستاریہ کے کئی شعبہ جات آپ کی کوششوں اور کاوشوں کے رہینِ منت ہیں۔ اِن میں رحمانیہ لائبریری، ستاریہ کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر، سندھی زبان میں کتب کی اشاعت، ستاریہ اسلامک سکول، اللغۃ العربیہ، فری ڈسپنسری وغیرہ کا قیام لائق تحسین ہے۔ شیخ محمد سلفی دعوت دین کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں، اندرون سندھ ان کی کوششوں سے ۲۵ مدرسے قائم ہو چکے ہیں۔ ان مدارس کی کتب، تعلیمی اخراجات، اساتذہ کی تنخواہیں جامعہ ستاریہ کے توسط سے ارسال کی جاتی ہیں۔ سندھی بھائیوں کے لئے ایک لاکھ سے زائد کتابیں جو کہ مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں شائع کروا کر اندرونِ سندھ تقسیم کر چکے ہیں ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ کچھ عرصہ پہلے مولانا محمد سلفی صاحب نے تفسیر ستاری کا سندھی میں ترجمہ کروا کر شائع کر دیا ہے۔ اچھے مبلغ ہیں ہر ماہ اندرونِ سندھ علماء کو لے کر جاتے ہیں اور وہاں دعوت توحید کو پھیلانے میں اپنا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اندرونِ سندھ جماعت غرباء کی طرف سے غریب لوگوں کی دامے درمے قدمے سخنے مدد بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان کی محنت اور کوشش سے سندھ میں اچھے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں اور توحید و سنت کی اچھے طریقے سے اشاعت ہو رہی ہے۔

شیخ محمد سلفی صاحب نے باقاعدہ کوئی کتاب تصنیف تو نہیں فرمائی البتہ ان کے علمی مقالات اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ ملک سے دور گزارا اور ان کو بہت سی نامور شخصیات سے ملنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان نامور شخصیات میں بڑے عظیم نام ہیں۔

☆ شیخ حمود الصواف سعودی۔

☆ ڈاکٹر عمر نصیف۔

☆ شیخ عبداللہ السبیل۔ امام وخطیب مسجد الحرام مکہ مکرمہ۔

☆ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمد۔

☆ شیخ عبدالعزیز بن باز۔ اسلام کے نامور فرزند مفتی اعظم سعودی عرب۔

مرحوم صدر ضیاء الحق کے دور میں اسلام آباد میں کشمیر کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں امام حرم شیخ عبداللہ بن سبیل بھی شریک تھے۔ ان کی ترجمانی یعنی عربی سے اردو شیخ محمد نے کی تھی اور اس موقع پر سردار عبدالقیوم کی اردو تقریر سے عربی ترجمہ بھی شیخ محمد سلفی نے کیا تھا۔

دس سال سے صوبہ سندھ زونل رویت ہلال کمیٹی کے ممبر ہیں، حکومت سعودیہ کی طرف سے ''مشرف الدعاۃ'' صوبہ سندھ (یعنی وزارت مذہبی امور صوبہ سندھ) اور اہل حدیث سپریم کونسل کی مالیاتی کمیٹی کے ڈائریکٹر ہیں۔ جماعت غرباء اہل حدیث کے نوجوانوں کی تنظیم ''شبان غرباء اہل حدیث'' کے سرپرست اعلیٰ بھی ہیں اور جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر۔

ان کی اولاد میں ۸ بیٹیوں کے علاوہ ۲ بیٹے ہیں، بڑے بیٹے محمود سلفی جامعہ ستاریہ کے کمپیوٹر ٹریننگ سنٹر کے انچارج اور استاد ہیں، دوسرے صاحبزادے سعید سلفی جامعہ ستاریہ سے فارغ التحصیل ہیں اور جامعہ کے شعبہ کمپیوٹرز کے سیکرٹری ہیں۔

مولانا حافظ محمد سلفی صاحب نجابت وشرافت، ورع وتدین، اخلاق وکردار اور اوصاف وکمالات میں اپنے عالی قدر بزرگوں اور والد مکرم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دعوتِ دین میں پیش پیش ہیں۔ ان کو اللہ تعالی نے بہت سی علمی وعملی صلاحیتوں سے بہرہ ور کیا ہے۔ یہ اس معزز خاندان کے فرد ہیں کہ جس خاندان کے جدامجد مولانا عبدالوہاب محدث دہلویؒ نے سرزمینِ پاک وہند میں ''احیاءِ سنت'' اور عمل بالحدیث کی طرح ڈالی تھی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دودمانِ عالی کے ہر فرد کو اپنے بزرگوں کی طرح دعوت دین کا کام کرنے کی توفیق سے نوازے آمین۔

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد انس مدنی حفظہ اللہ تعالیٰ

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد انس مدنی حضرت الامام مولانا حافظ عبد الستار محدث دہلویؒ کے صاحبزادہ گرامئ قدر ہیں۔ علمی اور عملی میدان میں پایہ بہت بلند ہے، آپ بڑے ذی علم، نکتہ رس، زود فہم، ذہین، قوی الحافظہ، قادر الکلام، متواضع، منکسر المزاج، فیاض، حلیم و بردبار، سادھی وضع قطع اور مزاج کے شریف النفس انسان ہیں۔

آپ کی تابناک زندگی حرکت وعمل کی پیکر اور گوناگوں خصوصیات وصفات کا مجموعہ ہے۔ آپ صاحب صلاحیت عالم دین، خوش بیاں مقرر اور لائق مدرس ہیں۔ حدیث، تفاسیر، علم فقہ، منطق، فلسفہ اور اصول پر نظر گہری ہے۔ زہد وتقویٰ، ورع وعبادت، حسن کلام، علو اخلاق، ذکاوت وفطانت، سخاوت وقناعت میں اپنے عالی قدر باپ کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ اپنی حیات مستعار کے ہر لمحے کو اعلائے کلمۃ اللہ، احیائے سنت رسول ﷺ، جہاد فی سبیل اللہ اور ہدایت خلق اللہ میں صرف کرنے کا عزم بالجزم کئے ہوئے ہیں اور اس پر سختی سے کاربند بھی ہیں۔

حضرت حافظ صاحب کی پہلی بار روئیت نومبر ۱۹۹۲ء میں ہوئی تھی ان دنوں میں چند روز کے لئے محمدی مسجد برنس روڈ کراچی میں قیام پزیر تھا۔ ایک روز مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے جماعت غرباء اہل حدیث کے دفتر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ شیخ انس صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ساڑھے چھ سال کا عرصہ بیت گیا۔ ۱۶؍ اپریل ۱۹۹۹ء کو ان سے باقاعدہ ملاقات ہوئی اور گفتگو کا شرف حاصل ہوا۔ آپ آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن میں حضرت الامام مولانا حافظ عبد الرحمان سلفی مدظلہ العالی کی نیابت کرنے کے لئے فیصل آباد تشریف لائے۔ مجھے ان کی آمد کی اطلاع ایک روز قبل حضرت الامام صاحب فون کے ذریعے دے چکے تھے۔ میں اپنے رفقاء صاحبزادہ محمد بلال سبحانی بن شیخ الحدیث، مولانا محمد عبد اللہ مرحوم اور برادرم حافظ محمد اقبال کے ہمراہ ان کے استقبال کو ایئر پورٹ پہنچا۔ میرے ذہن میں روائتی علماء اور واعظ حضرات کا روپ سمایا ہوا تھا لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا۔ حافظ صاحب ایئر پورٹ

سے باہر آئے تو میں اِن کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ تصنع اور بناوٹ سے مبرا، سادھی وضع قطع، گندمی رنگ، بارعب چہرہ، روشن موٹی موٹی آنکھیں، کشادہ پیشانی، اُونچی کھڑی ناک، چھدری داڑھی جو سیاہ وسفید بالوں کا مجموعہ، تیکھی مونچھیں، سر پر عام جالی کی ٹوپی، مناسب قد کاٹھ، درمیانہ جسم، پاؤں میں انگوٹھے والی چپل، صاف ستھرا اُجلا لباس زیب تن، یہ تھا ان کا ہیولا۔

چند لمحوں میں ہی ان سے اجنبیت دُور ہوگئی اور انہوں نے اپنی شگفتہ مزاجی، بذلہ سنجی اور مرنجا مرنج طبیعت سے اپنے اور ہمارے درمیان عمر کے تفاوت کی حائل دیوار کو گرا دیا، اب دینی مسائل، حالات حاضرہ اور جماعتی صورت حال پر بغیر کسی ذہنی تحفظ کے گفتگو ہونے لگی۔ رات حافظ صاحب کا قیام راقم کے ہاں تھا، میں دو روز ان کے ساتھ رہا، ماموں کانجن بھی ساتھ گئے، فیصل آباد میں بھی دوستوں سے ان کی ملاقاتیں کروائیں، ان کا وعظ بھی سنا، اِن کو قریب سے دیکھا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو اسلام کا داعی اور سچا مخلص مسلمان پایا۔ ایسا مسلمان کہ جو اپنے دوسرے بھائیوں کی خیر خواہی کا جذبہ صادقہ رکھتا ہے۔

اس دور میں دعوت وتبلیغ کا کام ایک مشکل امر ہے، بسا اوقات مبلغ کو اذیت ناک اور کٹھن حالات سے گزرنا پڑتا ہے، لوگ اپنے مزاج کے خلاف کچھ سننا گوارہ نہیں کرتے، لیکن مبلغ کا فریضہ ہے کہ وہ حق بیان کرے۔ اس کے ذمے تبلیغ کرنا ہے اپنی بات کو زبردستی منوانا نہیں، اس دور میں دعوتِ دین اور کلمۂ حق کا اظہار کرنا ''جہاد اکبر'' سے کم نہیں ہے۔ شیخ انس صاحب نے دعوت وتبلیغ کے ذریعے دیارِ غیر میں اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی دینی خدمات اور زندگی کے حالات وواقعات کا کچھ تذکرہ کر دیا جائے۔

حافظ انس مدنی صاحب جن کو شیخ مدنی بھی کہتے ہیں ۱۷ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ (جنوری ۱۹۴۹ء) کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ علم وفضل کی گود میں پرورش پائی، شرافت ونجابت اور دینی ماحول میں پلے، بڑھے اور جوان ہوئے۔ اپنے والد مکرم مولانا عبدالستارؒ اور بڑے بھائیوں کی کڑی نگرانی میں تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں۔

دینیات کی تعلیم کے لئے اپنے ہی مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام محمدی مسجد برنس روڈ کراچی میں پڑھنا شروع کیا، ناظرہ قرآن قاری ابراہیم سورتی اور قاری محمد شفیع سے پڑھا اور قرآن مجید

حفظ کرنے کی سعادت قاری سلطان احمد حجازی سے حاصل کی۔عصری تعلیم کیلئے مڈل تک پی نائٹ اسکول رنچھوڑ لائن میں پڑھا جب کہ میٹرک آئیڈیل نائٹ اسکول (بندر روڑ) سے پاس کیا۔درس نظامی کی مکمل تعلیم اپنے مدرسہ میں حاصل کی۔

جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

☆۔ مولانا عبدالستار محدث دہلوی۔(والد مکرم) ان سے گلزار دبستان فارسی گھر پر پڑھی۔

☆ مولانا عبدالجلیل خاں صاحب

☆ مولانا امام عبدالغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ

☆ مولانا قاری عبدالحکم کرم الجلیلی رحمۃ اللہ علیہ

☆ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

☆ مولانا مفتی عبدالقہار سلفی رحمۃ اللہ علیہ (عم محترم)

☆ مولانا محمد سلیمان جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

☆ مولانا امام عبدالرحمان سلفی حفظ اللہ تعالیٰ

مزید دینی تعلیم کے لئے فیصل آباد کی طرف شدِّ رحال کیا اور ادارہ علوم الاثریہ منٹگمری بازار میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہ کر مولانا محمد عبداللہ شیخ الحدیث سے ترجمۃ القرآن کا کچھ حصہ، الروضۃ الندیہ، الدررالبھیۃ (فقہ اہل حدیث) اور تقریب التہذیب کا کچھ حصہ پڑھا اور اس کے علاوہ دیگر مسائل وعلوم میں خوب علمی استفادہ کیا۔

دینی تعلیم کے ابتدائی دور میں کچھ عرصہ جامعہ بنوریہ میں بھی زیر تعلیم رہے۔یہ مدرسہ حنفی مکتب فکر کا ہے لیکن یہاں بھی انہوں نے سنت پر عمل کرنے سے گریز نہیں کیا اور برسرِ عام سنت پر عمل پیرا رہے۔حنفی حضرات دیگر نمازوں کی طرح نماز عصر بھی لیٹ کر کے پڑھتے ہیں جبکہ اہل حدیث سنت کے مطابق اوّل وقت پر پڑھنے کے عادی ہیں،لہذا جب نماز عصر سے کچھ پہلے مدرسے سے چھٹی ہوتی تو حافظ محمد ادریس سلفی صاحب (جو اِن دنوں جامعہ بنوریہ میں پڑھتے تھے) اور حافظ انس صاحب وضو کر کے اپنی علیحدہ جماعت کرا لیتے اور نماز پڑھ کر گھر واپس چلے

آتے۔ ''بعض الناس'' کو ان کا یہ طریقہ کھٹکنے لگا۔ آخر جب امتحان ہوئے تو اس کا ردّ عمل ظاہر ہوا۔ اور ان دونوں بھائیوں کے اچھے پیپر ہونے کے باوجود اِن کو کم نمبر دیئے گئے، حالانکہ حافظ ادریس صاحب تو گزشتہ تین سال سے یہاں پڑھ رہے تھے، ان کا تعلیمی ریکارڈ اور علمی استعداد قابل رشک تھی۔ آخر دونوں عم زاد بھائیوں نے مدرسہ بنوریہ کے منتظم حضرات کے منفی اور متعصبانہ رویے کو دیکھتے ہوئے جامعہ بنوریہ کو خیر باد کہہ دیا۔

امام عبد الستارؒ نے اپنے اِس لخت جگر کو اِبتدائے عمر ہی سے توحید و سنت کے اسباق ذہن نشین کروادیئے تھے اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ اللہ کے علاوہ کوئی کارساز نہیں اور نہ ہی کسی غیر کے آگے قیام اور فریاد کرنا جائز ہے۔ باپ نے بیٹے کو توحید و سنت کی جس راہ پر اوائل عمر میں چلایا تھا سعادت مند بیٹے نے تمام عمر کے لئے اسے اپنی زندگی کا لاینفک حصہ بنا لیا۔ جن دنوں حافظ محمد ادریس سلفی صاحب اور شیخ انس صاحب پی نائٹ سکول کے طالب علم تھے تو انہوں نے وہاں کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے بات کر کے اجازت لے لی تھی کہ جب ٹیچر کلاس روم میں آئے گا تو ہم دیگر طلبہ کی طرح ٹیچر کے لئے کھڑے نہیں ہوں گے کیونکہ قرآن وحدیث میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے ایسا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لہذا اِن کو اس کی اجازت مل گئی کہ یہ ٹیچر کے لئے کھڑے نہ ہوں۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ایک ٹیچر صاحب نئے آئے وہ یونہی کلاس روم میں داخل ہوئے تمام لڑکے ''سٹینڈ اپ'' ہو گئے لیکن یہ دونوں عم زاد بیٹھے رہے۔ ٹیچر کو یہ بات معلوم نہ تھی اس نے انہیں سزا دینے کی کوشش کی لیکن انہوں نے قرآن وحدیث کے دلائل دے کر کمال جرأت سے اس کو بتایا کہ کسی بندے کی تعظیم کے لئے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا شریعت میں سخت منع ہے۔ جب ٹیچر کی اچھی طرح تسلی ہو گئی تو پھر ان کی جان چھوٹی۔

سکول کی شام کی کلاسوں میں یہ دونوں عم زاد پڑھتے تھے انہوں نے وہاں بھی نماز باجماعت کا اہتمام کر لیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو بتا دیا گیا تھا کہ جب نماز کا وقت ہوگا ہم کلاس سے نکل آئیں گے۔ چنانچہ جیسے نماز کا وقت ہوتا دونوں بھائی چپ چاپ باہر آجاتے، سکول کے لان میں باغیچہ تھا وہاں انہوں نے باڑھ سی بنا رکھی تھی، وہاں نماز عصر اور نماز مغرب ادا کی جاتی، ان کے ساتھ بہت سے طالب علم شریک ہو جاتے، جتنا عرصہ سکول میں پڑھتے رہے یہ سلسلہ

برابر قائم رہا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے والدین نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت میں دین کو پیشِ نگاہ رکھا تھا اور کڑی نگرانی کی تھی کہ ان کے بچے مناہی ومنکرات سے دور رہیں، کسی ایسی جگہ کے قریب سے بھی نہ گزریں جہاں ان کے اخلاق بگڑنے کا اندیشہ ہو، یہی وجہ ہے کہ نیک والدین نے اولاد کے قلب وذہن میں نیکی کے ثواب اور بدی کے گناہ کے متعلق جو بات ایک بار ڈال دی اس کا اثر عمر بھر رہا۔

یہاں ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے کہ ان کے والدین ان کی تربیت پر کس درجے توجہ دیتے تھے۔ جن دِنوں حافظ محمد ادریس سلفی صاحب اور شیخ انس صاحب سکول میں پڑھتے تھے ان کو سکول آمدورفت کے لیے دس پیسے گھر سے ملتے تھے۔ ایک روز انہیں سخت بھوک لگی تو انہوں نے سڑک کے کنارے کھڑے ریڑھی والے سے اِن پیسوں کے چنے لے کر کھا لئے اور گھر پیدل چل کر آ گئے۔ کسی آدمی نے امام عبدالستار مرحوم کو آ کر بتا دیا کہ آپ کے صاحبزادے سینما گھر کے قریب چنے کھا رہے تھے، لہٰذا رات کو ان کی امام صاحب کے سامنے حاضری ہوگئی اور سخت ڈانٹ پلائی گئی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ سینما گھر کافی ہٹ کر تھا بلکہ روڈ کے دوسری طرف تھا ان کا جرم یہ تھا کہ اس کے قریب یا سامنے سے کیوں گزرے اور وہاں سے چنے کیوں کھائے۔ حافظ انس صاحب نے راقم کو بتایا کہ اسکے بعد ہم نے ایسی جگہوں کے قریب سے گزرنا بھی چھوڑ دیا۔ اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ کس قدر پاکباز اور نیک تھے جو اپنی اولاد کو ہر ممکن طریقے سے گمراہی سے بچانا چاہتے تھے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام سے جملہ علوم کی فراغت کے بعد اپنی اس مادرِ علمی میں ساڑھے آٹھ ماہ شعبہ حفظ کی ایک کلاس کو پڑھاتے رہے۔ جب انہوں نے اس کلاس کو پڑھانا شروع کیا تھا تو صرف ۱۳ لڑکے تھے لیکن جب چھوڑا تو ۶۷ بچے قرآن حفظ کر رہے تھے۔ ان کے پڑھانے کا انداز بڑا اچھا تھا اور بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔

۱۹۷۴ء کے کم وبیش حافظ انس صاحب اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

سعودی عرب چلے گئے۔ اس موقع پر حافظ محمد الیاس سلفی (ان کے عم زاد) بھی ہمراہ تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے جامعہ اسلامیہ میں داخلے کے لئے درخواستیں دیں لیکن کام نہ ہو سکا، پھر انہوں نے اپنے قلم سے شاہ فیصل مرحوم کو خط لکھا اور صورتحال بتائی۔ شاہ مرحوم کے حکم پر ان کو فوراً داخلہ مل گیا۔ جامعہ اسلامیہ میں چار سال رہے، جید علمائے کرام اور شیوخ حضرات سے خوب اکتساب علم اور استفادہ کیا۔

جن اکابر اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ان کے نام یہ ہیں۔

- ☆ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز
- ☆ ابوبکر جزائری
- ☆ شیخ عمر فلاتہ،
- ☆ شیخ سیف الرحمٰن احمد
- ☆ مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری
- ☆ شیخ عبدالصمد
- ☆ علامہ ناصر الدین البانی
- ☆ شیخ حماد القاری
- ☆ شیخ علی مشرف سعودی
- ☆ شیخ سعد ندا مصری
- ☆ شیخ عبدالعزیز
- ☆ شیخ عبدالفتاح
- ☆ شیخ عطیہ سالم
- ☆ شیخ محسن العباد
- ☆ شیخ تقی الدین ہلالی

جامعہ اسلامیہ میں تعلیم کے آخری سال میں شیخ صاحب نے کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ" پر ۱۶۰ صفحات کا مفصل مقالہ لکھا اور داد و تحسین حاصل کی۔ لطف کی بات یہ کہ انہوں نے اپنی ذاتی ٹائپ مشین خریدی، اپنا مقالہ بھی خود ٹائپ کیا اور حافظ لقمان صاحب بن مولانا عبداللہ گورداسپوری کا مقالہ بھی ان کو ٹائپ کر کے دیا۔ پھر ٹائپ مشین مرکزی دارالامارت جماعت غرباء اہل حدیث کراچی کے دفتر کو "ھدیہ" کر دی تاکہ دفتر میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

حافظ صاحب جتنا عرصہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم رہے روزانہ نماز مغرب اور کبھی عشاء کے بعد مسجد نبوی میں درس دیتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ میں ان کو بڑے اچھے طلبہ کی مصاحبت حاصل رہی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے چند لائق دوستوں کا تذکرہ کر دیا جائے۔

(۱) **حافظ عبدالستار حماد:۔** بلند مرتبہ عالمِ دین، عمدہ خطیب، منجھے ہوئے مدرس اور اعلیٰ پائے

کے محقق ہیں۔ قرآن وسنت کے مسائل پر نظرِ عمیق رکھتے ہیں، کئی علمی کتب کے تراجم کر چکے ہیں، حکومت سعودیہ کی طرف سے مبعوث ہیں۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن اور دیگر کئی مدارس میں تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ ان سے پہلی ملاقات جامعہ سلفیہ کی لائبریری میں برسوں پہلے ہوئی تھی۔ بڑے خلیق ملنسار اور ہنس مکھ آدمی ہیں۔ جماعتی رسائل میں ان کے تحقیقی مضامین اور فتاوی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ فتاوی اصحاب الحدیث کے نام سے ان کے فتاوی کی دو جلدیں مطبوع ہیں۔

(۲) **مولانا حبیب الرحمٰن خلیق:۔** جامعہ پنجاب لاہور میں استاذ رہ چکے ہیں۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بھی مدرس رہے۔ حکومت سعودیہ نے ان کو مبعوث کر رکھا ہے۔ درس وتدریس اور ترجمہ وتالیف سے شغف رکھتے ہیں۔ شیخ صالح عثیمین کی کتاب ''عقیدہ اہل سنۃ والجماعۃ'' کا اردو ترجمہ کر کے داد وتحسین حاصل کی ہے اور اب نواب صدیق حسن خان کے فتاوی پر کام کر رہے ہیں۔ میرے مخلص ومشفق دوست ہیں۔ ان سے اکثر ملاقات ہو جاتی ہے پھر لطائف وظرائف کا بھی دور چلتا ہے اور علمی موضوع پر بھی گفتگو ہو جاتی ہے۔

(۳) **حافظ محمد لقمان:۔** مشہور خطیب اور بزرگ عالمِ دین مولانا عبداللہ گورداسپوری کے صاحبزادہ گرامی قدر تھے۔ اچھے واعظ اور مقرر تھے میاں چنوں ضلع خانیوال میں خطابت کرتے رہے۔ ۱۰/جون ۲۰۰۲ء کو ان کی وفات ہوئی۔

(۴) **حافظ محمد الیاس سلفی:۔** مولانا مفتی عبدالقہار سلفی کے صاحبزادے ہیں۔ کئی کتب تصنیف کیں اور کئی عربی کتابوں کے ترجمے کیے۔ فجیرہ عرب امارات میں حکومت سعودیہ کی طرف سے دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہے۔ وفات ۱۴/مارچ ۲۰۰۶ء کراچی۔

شیخ انس صاحب جامعہ اسلامیہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد سعودی حکومت کی طرف سے مبعوث کر دیے گئے۔ دعوت تبلیغ کے سلسلے میں ان کو فجیرہ عرب امارات میں متعین کیا گیا، آپ وہاں ۱۹۸۲ء سے ۲۰۰۱ء تک دعوت کا کام کرتے رہے۔ مختلف مساجد میں روزانہ کے تین درس ان کے فرائض میں شامل تھے، نماز فجر کے بعد درسِ حدیث، ظہر کے بعد درسِ تفسیر اور عصر کے بعد کسی بھی عنوان پر وعظ کہتے، اس کے علاوہ نماز مغرب اور عشاء کے بعد بھی درس دیتے

رہے۔

حضرت حافظ صاحب نے اپنی ذاتی کوشش سے جامع مسجد ہاشم الفجیرہ میں ایک وسیع لائبریری بھی قائم کی اس میں پانچ ہزار سے زائد کتب اور ۳۰۰ علماء کے مختلف زبانوں میں آڈیو کیسٹ موجود ہیں، جن میں اردو، انگریزی، ہندی، پشتو، عربی، ملیالم وغیرہ زبانوں کے آڈیو کیسٹ زیادہ ہیں، نماز مغرب کے بعد سے لے کر عشاء تک لائبریری باقاعدہ کھلتی ہے اور لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ اب تک ۱۵ ہزار کتب جاری کی گئی ہیں اور پاکستان، انڈین، امارات، سعودی عرب، مصر، سوڈان، صومالیہ، سوریا، یمن، ایران، اور اردن کے لوگوں نے استفادہ کیا ہے، سرفہرست پاکستانی اور انڈین ہیں۔ ماشاء اللہ حافظ صاحب نے وعظ وتبلیغ کے ذریعے امارات میں خوب کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبان وبیان کی صلاحیتوں سے خوب نوازہ ہے۔ ان کا اندازِ بیاں بڑا دل نشین اور مؤثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شیرینئ گفتار نے بہت سے لوگوں کو متاثر کیا اور وہ ان کے پند ونصائح بھرے ارشادات سن کر مسلک عمل بالحدیث پر عمل پیرا ہوئے۔ ویسے تو ان کی تبلیغ اور مساعی سے سینکڑوں لوگ توحید وسنت کے عامل بنے لیکن میں صرف دو افراد کا تذکرہ کروں گا۔

ان کی تبلیغ سے سب سے پہلے جو آدمی اہل حدیث ہوا وہ حضرو ضلع اٹک سے تعلق رکھنے والا معصوم خان تھا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن ولد میر افسر (اس کا نام پہلے امرود خان تھا) کو اللہ نے سمجھ دی اور وہ اہل حدیث ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے عرب امارات سے واپس آ کر اپنے علاقے میں مسلک اہل حدیث کی خوب اشاعت کی اور لوگوں کو توحید وسنت کی دعوت دی۔ اس کی کوششوں سے لکوڑی گاؤں ضلع اٹک میں جامع مسجد محمدی غرباء اہل حدیث قائم ہوئی اور وہاں جماعت کے یہ ناظم ہیں اور مسجد کا انتظام وانصرام اِن کے ذمے ہے۔

حافظ انس صاحب نے امارات میں اِسلام کی نشر واشاعت اور مسلک کیلئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اس پر یہ محترم بجا طور تحسین کے لائق ہیں۔ اللہ ان کی محنتوں کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔

جنوری ۲۰۰۱ء میں حافظ انس مدنی صاحب کی خدمات جامعہ ستاریہ کراچی کے لئے حاصل

کرلی گئیں تھیں اور وہ فجیرہ سے کراچی آ گئے تھے۔اس وقت سے آپ جامعہ ستاریہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اور آپ ''وکیل جامعہ'' بھی ہیں۔اس کے علاوہ آپ دعوت وتبلیغ کے لئے وطن عزیز کے دور دراز علاقوں میں بسلسلہ وعظ وتقریر بھی تشریف لے جاتے ہیں۔

۲۰۰۸ء میں آپ نے جامعہ ستاریہ میں دارالافتاء کا آغاز فرمایا۔اور آپ لوگوں کی زندگی میں پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی فرماتے ہیں اور تحریری صورت میں بھی فتویٰ جاری کرتے ہیں۔

اولاد: شیخ انس صاحب کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔**فواد مدنی:** عصری تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔جامعہ ستاریہ کراچی میں قائم ''صورت الاسلام'' لائبریری کے ڈائریکٹر ہیں۔اب تک اس لائبریری کی طرف سے تیس ہزار آڈیو کیسٹ اور پانچ ہزار سی ڈی جو کہ علمائے کرام کی تقاریر پر مشتمل ہیں اس لائبریری کی طرف سے جاری کی جا چکی ہیں۔اور عزیزم فواد صاحب اچھے طریقے سے اس لائبریری کا نظام چلا رہے ہیں۔

۲۔**حافظ جواد مدنی:** جامعہ رحمانیہ سولجر بازار کراچی سے فارغ التحصیل ہیں۔نہایت صالح نوجوان ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہانت وفطانت اور دینی علوم کا حظ وافر عطا کیا ہے۔۲۰۰۷ء میں انہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ٹاپ کیا ہے۔اس کے بعد ایک سال کا ڈپلومہ کیا عنوان تھا ''القضاء والسیاسۃ'' اور اب Ph.D کی تیاری کر رہے ہیں۔

۳۔**حافظ حماد مدنی:** قرآن کے حافظ اور دینی علوم سے آراستہ ہیں۔جامعہ رحمانیہ کراچی اور جامعہ ستاریہ میں پڑھتے ہیں۔نہایت ذکی وفطین ہیں۔ایک بار شارجہ (عرب امارات) میں حفظ القرآن کے مقابلے میں شریک ہوئے اور سات ہزار ریال کا انعام جیتا۔شارجہ کے شیخ سلطان نے ان کو اپنے ہاتھ سے انعام دیا اور اپنے دستخطوں سے اعزازی سرٹیفکیٹ دیا تھا۔

ماشاء اللہ شیخ انس صاحب کی تمام اولاد نیک اور دینی ودنیوی تعلیم سے آراستہ ہے۔ان کی بڑی صاحبزادی عالمہ فاضلہ ہیں اور خواتین میں دعوت وتبلیغ کا کام احسن طریقے سے کر رہی ہیں۔ جب شیخ صاحب فجیرہ عرب امارات میں تھے تو یہ صاحبزادی ام القوین ریڈیو کی طرف سے منعقدہ علمی مقابلوں میں حصہ لیا کرتی تھیں اور انہوں نے ۲۲ بار ان علمی مقابلوں میں انعامات حاصل کئے۔اس سے اس بیٹی کی دینی معلومات اور علمی ذوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت حافظ انس صاحب کی دینی وتبلیغی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے راقم نے اپنی معلومات کی حد تک اسے ضبطِ کتابت میں لانے کی کوشش کی ہے۔ بلاشبہ خاندان عبدالوہاب کے اس فرزند نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

مولانا حافظ عبد الماجد سلفی دھلوی حفظہ اللہ تعالیٰ

۲۹ نومبر ۱۹۹۷ء کو میں اپنے بزرگ دوست مولانا محمد حنیف سلفی کھرڑیانوالہ (امیر جماعت ضلع فیصل آباد) کے ہمراہ قرآن وحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے کراچی پہنچا اور مرکزی دارالامارت محمدی مسجد (برنس روڈ) میں قیام پذیر ہوا۔

نماز عصر میں میرے برابر میں ایک وجیہہ وشکیل مولوی صاحب کھڑے تھے۔ خوب صورت نقش، گوری رنگت، چہرے پر پھیلی مسنون داڑھی، سر پر بڑا سا لال رومال، سفید اُجلا لباس زیب تن، دراز قد، سر سے پاؤں تک سادگی کا پیکر۔ دل تھا کہ ان کی طرف کھینچا چلا جارہا تھا اور ان سے باتیں کرنے اور کچھ سننے کی آرزو تھی۔ نماز عصر کے بعد میں محمدی مسجد کے برآمدے میں صحن کی طرف بیٹھا ایک دوست سے باتیں کر رہا تھا کہ حضرت الامام مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب نے اپنے دفتر سے نکل کر مجھے دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے مجھے بلایا۔ میں دفتر میں داخل ہوا تو وہی صاحب مولانا حنیف سلفی صاحب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا تو وہ بڑی محبت سے پیش آئے۔ ایسے میں پہلے پھل اور پھر چائے آگئی اور انہوں نے اصرار کر کے مجھے پھل وغیرہ کھلائے۔ نہ میں نے ان کا تعارف پوچھا نہ انہوں نے میرے بارے پوچھا اور نہ ہی مولانا حنیف صاحب نے کچھ بتایا۔

نماز مغرب کے بعد محترم مولانا مفتی محمد ادریس سلفی صاحب مجھے کہنے لگے آپ مولانا عبدالماجد صاحب دہلوی سے ملے؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو اب انہوں نے کمال شفقت سے محمدی مسجد میں ان سے ملاقات کروائی۔ یہ تھے مولانا عبدالماجد سلفی دہلوی۔

مولانا عبد الواحد سلفی دہلویؒ کے بڑے صاحبزادے اور مولانا عبد الوہاب دہلویؒ کے پوتے۔ جید عالمِ دین اور جماعت غرباء اہلحدیث ہند کے امیر۔ جو اپنے اخلاق، سادگی اور قرآن وسنت سے والہانہ شغف سے مرجع خلائق ہیں۔

مولانا عبدالماجد سلفی صاحب ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جس

ماحول میں آنکھ کھولی وہ خالص دینی واسلامی تھا۔ آپ کے والد بھی قرآن وحدیث کے عالم اور والدہ محترمہ بھی قرآن کی حافظہ، عالمہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ اس ماحول میں آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا۔ اردو والدہ محترمہ سے پڑھی، اس کے بعد پرائمری تک اسکول کی تعلیم حاصل کی۔ قرآن مجید کے آخری پانچ چھ پارے والدہ محترمہ سے حفظ کئے اور بقیہ قرآن حافظ محمد حنیف اداس صاحب سے حفظ کیا۔ صرف ونحو کی تعلیم کے لئے مولانا عبداللہ شیخ الحدیث فیصل آبادی کے ہاں ۱۲/R۔اا اوکاڑہ حاضر ہوئے اور ایک سال ان کی خدمت میں رہ کر ابتدائی کتب پڑھیں۔

حدیث اور تفسیر قرآن کی مکمل تعلیم اپنے آبائی مدرسے دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں رہ کر اپنے والد مکرم مولانا عبدالواحد سلفی مرحومؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد تین سال ندوہ العلماء لکھنو میں زیر تعلیم رہے۔ تحصیل علم کے لئے آپ کچھ عرصہ مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں سامرود پڑھتے رہے۔ جملہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد آپ اپنے تایا محترم مولانا امام عبدالستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کراچی حاضر ہوئے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام محمدی مسجد (برنس روڈ) سے صحیح بخاری شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۶۶ء میں مولانا عبدالماجد سلفی صاحب مزید دینی تعلیم کے لئے سعودی عرب چلے گئے۔ وہاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں آپ نے پانچ سال تعلیم حاصل کی اور ۱۹۷۱ء میں سند فراغت حاصل کی۔

جامعہ اسلامیہ میں دوران تعلیم جن اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا ان کے نام یہ ہیں۔

☆ شیخ حماد الفاری ☆ عبدالمحسن عباد

☆ شیخ عراقی ☆ شیخ عبدالعزیز ابن باز

☆ مولانا عبدالغفار حسن ☆ شیخ مجذوب

۱۹۷۳ء میں حکومت سعودیہ کی طرف سے مولانا عبدالماجد سلفی صاحب کو دعوت وتبلیغ اور تدریس کے لئے ایسٹ افریقہ کے ملک کینیا بھیج دیا گیا۔ آپ وہاں ۱۹۷۳ء سے ۱۹۹۰ء تک مولانا صہیب حسن صاحب کے قائم کردہ مدرسے میں تدریس کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ سترہ سال کے اس طویل عرصے میں سینکڑوں افریقی طلبہ نے ان سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۹۰ء میں آپ دہلی واپس آ گئے اور ۱۹۹۱ء میں اپنے آبائی مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ اپنے مدرسے میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور فوز الکبیر کے اسباق پڑھاتے رہے۔ اپنے والد مولانا عبد الواحد سلفیؒ کی وفات ۲۷/ اگست ۱۹۹۸ء کے بعد انہیں مدرسہ دارالکتاب والسنہ کا شیخ الحدیث مقرر کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ انہیں اپنے والد کی وفات کے اگلے روز اتفاق رائے اور جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے امیر مولانا عبدالرحمٰن سلفی صاحب حفظہ اللہ کی مشاورت سے جماعت غرباء اہل حدیث ہند کا امیر بنا دیا گیا۔ مولانا عبد الماجد سلفی صاحب گزشتہ دس سال سے تبلیغی وتدریسی اور جماعتی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں اور جماعت کی تعمیر وترقی میں ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔ ان کی زیر نگرانی جماعت غرباء اہل حدیث ہند کی طرف سے ''ماہنامہ طوبیٰ'' شائع ہوتا ہے جو نہایت معیاری اور اصلاحی رسالہ ہے۔ اس میں بڑے عمدہ اور تحقیقی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

مولانا عبد الماجد سلفی صاحب کے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ عبد الباسط سلفی، عبد القادر سلفی، عبد الواسع سلفی، عبد الباقی سلفی، عبد الباری سلفی، سعید عامر سلفی۔

ماشاء اللہ ان کے تین بیٹے حافظ قرآن ہیں۔ مولانا عبد الباقی نے ۱۹۹۸ء میں اپنے دادا مولانا عبد الواحد سلفی سے صحیح بخاری پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ ایک صاحبزادے مولانا عبدالقادر سلفی بھی عالمِ دین ہیں۔

ہمیں امید واثق ہے کہ ان کے دیگر صاحبزادے بھی اپنی خاندانی روایات پر عمل کرتے ہوئے ضرور دینی تعلیم حاصل کریں گے۔ مولانا عبد الماجد سلفی صاحب جس خلوص اور محنت سے اپنے بزرگوں کے مشن اور توحید وسنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے کوشاں اور مصروف عمل ہیں۔ ہم ان کے لئے صدق دل سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ دینِ اسلام کی خدمت کی توفیق دے اور یہ بزرگ اخلاص وللّٰہیت سے دعوت دین کا فریضہ ادا کرتے رہیں۔

ابو رئیس مولانا حافظ محمد ادریس سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

نومبر ۱۹۹۲ء کے ابتداء میں، میں پہلی بار کراچی گیا۔ جماعت غرباء اہل حدیث سے تنظیمی تعلق کی بنا پر ایک ہفتہ محمدی مسجد برنس روڈ میں قیام کیا۔ اس عرصے میں مجھے جماعت غرباء اہل حدیث کے بہت سے علمائے کرام اور اکابرین جماعت سے تعارف اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مرکزی دارالامارت محمدی مسجد میں قیام کے دوران میں نے ایک وجیہہ اور خوبصورت عالمِ دین کو دیکھا۔ گندمی رنگ، بارعب گول بھرا ہوا چہرہ، اس پر پھیلی مسنون داڑھی جس کے زیادہ بال سیاہ اور کچھ سفید، کشادہ پیشانی، چمکدار موٹی موٹی آنکھیں جن پر نظر کی عینک چڑھی ہوئی، نکلتا ہوا قد، گھٹا ہوا متناسب جسم، سفید اُجلا لباس زیب تن اور قراقلی کی ٹوپی زیب سر، وجاہت و وقار کا دلکش مجسمہ، شرافت و نجابت کا حسین پیکر، انداز و اطوار میں اسلاف کا نمونہ۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

ایک روز نماز عشاء کے بعد مجھے ان کا درسِ حدیث سننے کا موقع ملا۔ غائبانہ طور پر ان کے نام سے متعارف تو پہلے سے تھا آج ان کی شخصیت کو دیکھ لیا۔ یہ ہمارے محترم مولانا حافظ محمد ادریس سلفی صاحب تھے۔ مولانا مفتی عبدالقہار سلفی رحمہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے، مفسرِ قرآن والحدیث مولانا عبدالستار محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے بھتیجے اور محدث ہند امام عبدالوہاب دہلویؒ کے سگے پوتے۔

تیسری بار دسمبر ۱۹۹۶ء کراچی پہنچا تو اب مجھے ان کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان سے ہمکلام ہونے اور گفتگو کرنے کا موقع بھی ملا۔ اس وقت سے وہ میرے مشفق محترم اور مہربان خاص ہیں۔ بڑے ملنسار، نیک طینت، متین و متدین، خوش طبیعت، شگفتہ مزاج، علم دوست اور انسان پرور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی علوم کا حفظِ وافر عطا کیا ہے۔ آپ امام عبدالوہاب محدث دہلویؒ کے خاندان کے صاحبِ علم و عمل اور صاحبِ فضل و کمال عالمِ دین ہیں۔ ان کی تعلیمی، تدریسی اور تصنیفی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ آیئے ان کی

خدمات بوقلمونی کو جاننے کی کوشش کریں۔

مولانا ادریس سلفی ۱۳/اکتوبر ۱۹۵۰ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔جس گھر میں آنکھ کھولی اس کا ماحول خالص دینی اور اسلامی تھا۔والدِ محترم مفتی عبدالقہار صاحب بھی عالمِ دین اور نیک وصالح، اور والدہ محترمہ بھی عابدہ، زاہدہ، نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔مزید یہ کہ گھر میں ہی علم کی نہر جاری تھی، امام عبدالستار محدث دہلوی محمدی مسجد میں مسندِ تدریس پر متمکن تھے، دور دراز کے علاقوں سے ''طالب علم'' آ کر اپنے دامن قرآن وحدیث کے انمول جواہرات سے بھر رہے تھے۔چنانچہ اس پاکیزہ ماحول میں حافظ صاحب کی تعلیم وتربیت شروع ہوئی۔

ابتدائی تعلیم

قرآن مجید ناظرہ قاری محمد ابراہیم سورتی صاحب اور قاری محمد شفیع صاحب سے محمدی مسجد میں پڑھا۔اور حفظِ قرآن کی تکمیل قاری محمد شفیع اور قاری محمد سلطان احمد میانوالی ثم حجازی سے کی۔

عصری تعلیم

سکول کی دوسری اور تیسری جماعت علامہ سعید ارشد، مولوی عبدالوہاب ارشد اور ماسٹر سلیم سے محمدی مسجد میں پڑھی۔چوتھی جماعت سے لے کر آٹھویں تک پی نائٹ سکول رنچھوڑ لائن میں زیرِ تعلیم رہے۔جبکہ نویں اور دسویں آئیڈیل نائٹ سکول (بندر روڑ) میں پڑھ کر کراچی سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ سے سیکنڈ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔اس کے بعد سندھ مسلم آرٹس کالج (محمد بن قاسم روڈ) میں داخل ہوئے اور کراچی بورڈ سے ۱۹۷۲ء میں انٹر کیا۔اسی سال سی ٹی کا کورس، ٹیچر ٹریننگ ہائی اسکول قاسم آباد سندھی ہوٹل سے مکمل کر کے فرسٹ کلاس میں کامیابی حاصل کی۔

دینی تعلیم

مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام سے دینی علوم کا آغاز کیا پھر جامعہ بنوریہ بنوری ٹاون چلے گئے۔۱۹۶۷ء میں دوبارہ اپنے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں آ گئے اور پھر ۱۹۷۲ء میں یہاں سے ہی سندِ فراغت حاصل کی۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں جن اساتذہ سے اکتساب علم کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- حضرت مولانا امام عبدالستار مرحومؒ سے گلزار دبستان فارسی گھر پر پڑھی۔
- مولانا عبدالجلیل خاں جھنگوی ثم دہلوی۔
- امام عبدالغفار مرحوم سے علمی استفادہ کیا۔
- قاری عبدالحکم کرم الجلیلی مرحوم سے سنن ابی داؤد اور صحیح بخاری شریف پڑھی۔
- شیخ الحدیث مولانا محمد یونس دہلوی مرحوم سے ابن ماجہ اور صحیح مسلم شریف پڑھی۔
- مولانا مفتی عبدالقہار سلفی رحمہ اللہ علیہ سے عربی کا معلم اول اور سنن ترمذی پڑھی۔
- مولانا محمد سلیمان جوناگڑھی مرحوم سے عربی کا معلم ثانی اور مشکوٰۃ کا کتاب الجنائز پڑھا۔
- مولانا عبدالرحمٰن سلفی سے ترجمہ قرآن، بلوغ المرام، مشکوٰۃ اول، دوم، اور عربی کی پہلی کتاب، طریقہ جدیدہ، قطف الازھار وغیرہ پڑھیں۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں تعلیم کے دوران ادیب عربی اور فاضل عربی کے امتحان کراچی بورڈ سے فرسٹ اور سیکنڈ ڈویژن میں پاس کئے۔

- مولانا محمد عبداللہ محدث جھال خانوآنہ فیصل آبادیؒ کے ہاں کچھ عرصہ ادارہ علوم الاثریہ فیصل آباد میں رہے اور ان سے آخری سات پارے ترجمۃ القرآن، الروضہ الندیہ الدرر البہیہ (فقہ اہل حدیث) اور تقریب التہذیب کا کچھ حصہ پڑھا، اس کے علاوہ خوب علمی استفادہ کیا۔

اس کے علاوہ جن اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں

مولانا عبدالعزیز فیصل آبادی (جھوک دادوطور) مولانا محمد عثمان پٹھان، مولانا محمد عالم پٹھان، مولانا فضل حق (جسیم وتنین) اور عم زاد شیخ محمد سلفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ مدیر جامعہ ستاریہ اسلامیہ سے عربی اردو بول چال اور الفوائد وزاد المعاد ابن القیمؒ کے کچھ اسباق پڑھے۔

جامعہ بنوریہ میں جن اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا عبدالقیوم چترالی، مولانا محمد احمد قمر، مولانا محمد صاحب، مولانا محمد حامد صاحب، مولانا

عبد الجلیل صاحب مرحوم کیمل پوری، مولانا جنید الرحمان، قاری عبد الحق صاحب گھڑی ساز، استاذ وردہ مصری وغیرھم۔ اللہ تعالیٰ سب اساتذہ کرام پر فضل ورحمت فرمائے آمین۔

مولانا محمد ادریس سلفی صاحب ذہین وفطین طالب علم تھے۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل کو باآسانی سمجھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دینی مسائل میں ان کو درک حاصل تھا۔

انہی خوبیوں کے پیش نظر ۷۳-۱۹۷۲ء کو ان کا داخلہ عالمِ اسلام کی عظیم دانش گاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہوگیا۔ وہاں چار سال تک کلیۃ الدعوۃ واصول الدین میں زیر تعلیم رہے اور جید جداً (فرسٹ ڈویژن) میں کامیابی حاصل کی۔ جبکہ ترتیب کے لحاظ سے دسویں نمبر پر رہے۔

جامعہ اسلامیہ میں جن اساتذہ سے علمی استفادہ اور تعلیم حاصل کی ان کے نام یہ ہیں۔

- ☆ الشیخ عبدالعزیز بن باز
- ☆ الشیخ عبدالمحسن العباد
- ☆ شیخ ابوبکر الجزائری
- ☆ شیخ شیبۃ الحمد
- ☆ مولانا عبدالغفار حسن عمری
- ☆ علامہ ناصر الدین البانی
- ☆ شیخ عطیہ سالم قاضی المدینہ
- ☆ شیخ عمر محمد فلاتہ
- ☆ شیخ محمد الامین الشنقیطی
- ☆ شیخ سیف الرحمان احمد
- ☆ الشیخ عبدالصمد الکاتب الملیباری
- ☆ الشیخ محمد المجذوب شامی
- ☆ شیخ احمد الاحمد شامی
- ☆ شیخ ابراہیم السقا شامی
- ☆ شیخ عبدالکریم مراد
- ☆ شیخ حماد بن محمد الانصاری
- ☆ شیخ محمد الفائد المصری
- ☆ شیخ محمد التولی مصری
- ☆ شیخ عباس مصری
- ☆ شیخ احمد النجار مصری
- ☆ الدکتور ہاشم المصری
- ☆ الشیخ سعد ندا مصری
- ☆ الدکتور عبدالعظیم بن علی الشناوی
- ☆ الاستاذ رمضان شامی
- ☆ الشیخ عبداللہ المحسین عمید الکلیہ
- ☆ الشیخ شریف زئیق الکلیہ

جامعہ اسلامیہ میں دوران تعلیم کے چند اہم واقعات

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حافظ محمد ادریس سلفی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فہم وفراست اور علوم اسلامی کا حظِ وافر عطا کیا ہے۔ دوران تعلیم اپنی ان صلاحیتوں کا اکثر اظہار کرتے رہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم کے آخری سال میں انہوں نے مقالہ بحث ''مسند الامام احمد وخصائصہ'' عربی میں لکھا۔ فضیلۃ الشیخ حماد محمد الانصاری مرحوم اور شیخ عبد الکریم مراد نے مناقشہ وامتحان لیا۔ ان دونوں شیوخ نے ۴۰ میں سے ۳۵ نمبر دے کر حافظ ادریس صاحب کو فرسٹ ڈویژن (جید جداً) میں پاس کیا۔ پچاس صفحات پر مشتمل ان کا لکھا گیا مقالہ بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ بالخصوص فضیلۃ الشیخ حماد الانصاری مرحوم نے بہت سراہا اور فرمایا کہ اس سے قبل اس طرح کا مرتب مقالہ میں نے اس موضوع پر نہیں دیکھا۔ جامعہ اسلامیہ میں دوران تعلیم ''الاشتراکیۃ والشیوعیۃ'' کے عنوان سے انہوں نے ۲۰ صفحات کا ایک عربی مقالہ لکھا اور زاد المعاد مکمل کتاب انعام میں حاصل کی۔ اسی طرح ''اصدقاء المکتبہ'' کے ایک رکن کی حیثیت سے عربی میں تفسیر قرطبی کا تعارف اور اس پر تبصرہ لکھ کر کچھ نقدی (ریال) انعام حاصل کیا۔ دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی منعقدہ حفظِ قرآن مجید کے انعامی مقابلہ میں حصہ لے کر ایک ہزار ریال انعام پایا۔

تدریسی خدمات

مولانا حافظ محمد ادریس سلفی صاحب منجھے ہوئے تجربہ کار استاذ ہیں، درس وتدریس کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور اپنی بات کو سمجھانے کا طریقہ ڈھنگ انہیں بخوبی آتا ہے۔ طالب علم کی ذہنی سطح پر اُتر کر ان کے پیش کردہ مشکل اشکالات چٹکیوں میں حل کر دیتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد انکا ارادہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہ کر کلیۃ الشریعہ (جامعہ ام القریٰ) میں مزید تعلیم حاصل کرنے کا تھا۔ یہاں سے ماجیستر (ماسٹر ڈگری) کے لئے داخلہ لینے کی انہوں نے بھرپور کوشش کی لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چنانچہ دار الافتاء والبحوث والدعوۃ والارشاد السعودیہ کی طرف سے ان کا تقرر لیگوس نائیجیریا کر دیا گیا۔ یکم ربیع الاول ۱۳۹۸ھ بمطابق ۸/فروری

۱۹۷۸ء کو حافظ ادریس مبلغ و مدرس کی حیثیت سے نائیجیریا پہنچے۔ اور ۱۲ سال تک وہاں تبلیغی اور تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو کراچی واپس آ گئے اور یہاں جامعہ ستاریہ اسلامیہ میں ان کو استاذِ حدیث مقرر کر دیا گیا۔ ۱۲ سال پر محیط ان کے زمانۂ تدریس میں ۶۰۰ کے قریب طلبہ نے نائیجیریا میں ان سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور جامعہ ستاریہ میں جن طلبہ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اُن کی تعداد بھی سو سے متجاوز ہے۔ تاہم ان کے چند تلامذہ کے نام درج ہیں۔

ماسٹر عبدالحفیظ (حال استاذ ایس ایم سائنس کالج کراچی)، مولوی عبدالحنان بنگالی، مولوی محمد عمر بنگالی، مولوی ایوب بنگالی، مولوی عبد الباسط ڈیروی، مولوی عبد الکریم پٹھان، مولوی محمد عمر نورستانی، حافظ عبدالحمید (مراتب الاطفال جامعہ ستاریہ)، مولوی محمد احمد نجیب استاذ جامعہ ستاریہ، حبیب اللہ افغانی معلم جامعہ سلفیہ کوئٹہ، مولوی عبد العزیز نظافائی سندھ، حافظ معاذ احمد فاروقی استاذ دولت بحرین، مولوی گلاب رحمان پٹھان استاذ بکرا پیڑی، مولانا ضیاء الحق بھٹی استاذ جامعہ ستاریہ، مولانا عبد الحی عابد استاذ جامعہ ستاریہ، مولوی سید عبد القہار شاہ، مولوی محبوب الرحمان بنگالی، مولوی محمود الحسن بنگالی، مولوی محمود محمد سلفی استاذ جامعہ ستاریہ، مولوی طفیل احمد عاطف، قاری بشیر احمد، مولوی محمد صابر ظہیر، مولوی حفیظ الرحمان قدر، مولوی خلیق الرحمان قدر، مولوی نور محمد سندھی، مولوی عبدالہادی سندھی، مولوی عبد الحق بھٹی، مولوی محمد یحییٰ شہید بھٹی، مولوی ابراہیم نعیم بھٹی، مولوی زاھد اللہ افغانی استاذ مدرسہ افغانیہ پشاور، محبوب عالم ہندیؒ، مولوی امان اللہ، مولوی فضلِ ربی افغانی، مولوی فضل الرحمان افغانی، مولوی محمد موسیٰ افغانی، مولوی عزیز اللہ افغانی، مولوی محمد یونس بنگالی، مولوی ضیاء الحق بلوچ، مولوی عبد الباقی بلوچ، مولوی عبدالباسط بلوچ، مولوی عبدالناصر افغانی، حافظ محمد نعیم عبدالمتین، حافظ محمد اویس شاہد، قاری ابراہیم جوناگڑھی، مولوی عطاء اللہ سندھی، مولوی احسان اللہ افغانی، مولوی عبدالعزیز افغانی، مولوی محمد ابراہیم سندھی، مولوی عبدالحفیظ، مولوی محمود شاہد، مولوی محمد دین افغانی، حافظ عبد الرؤف، صاحبزادہ باسم سلفی، حماد شاہد، عبدالرزاق افغانی، عبدالرحیم افغانی، محمد معروف افغانی، محمد عالم افغانی، محمد اسلم، حافظ بنیامین، احمد اللہ افغانی، عبدالرحمان سندھی، احمد صدیق، فہد افضال احمد،

محمد مزمل، برہان الدین سلفی ،ظفر اقبال، محمد یحییٰ، عبدالحفیظ افغانی، عبدالناصر افغانی، محمد ہاشم، نعمت اللہ سندھی، معین الدین، منظور احمد، مولوی سعید الرحمان بنگالی، حافظ جاسم سلفی، حافظ محسن الیاس اور حافظ احمد الیاس وغیرہم۔

تصانیف وتراجم

حافظ محمد ادریس سلفی صاحب نے تصنیف وتالیف اور تراجم کا ذوق ورثے میں پایا ہے۔ ان کے عالی قدر بزرگ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ حافظ ادریس صاحب نے انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس مبارک کام کو جاری و ساری رکھا ہوا ہے۔ سلفی صاحب کی تحریر علم وتحقیق سے مزین ومرصّع ہوتی ہے اور بڑے عام فہم اسلوب میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔

انہوں نے تحریر ونگارش کا سلسلہ ۱۹۶۸ء سے شروع کیا تھا۔ ابتداء میں ان کے کچھ مضامین ''صبر واستقلال، عید الاضحیٰ اور قربانی، رمضان المبارک اور روزے، زکوٰۃ اقتصادیاتِ اسلام کا ایک باب، اسلامی جہاد کتاب وسنت کی روشنی میں، سیرت النبی ﷺ، ماہ محرم اور شہادت حسینؓ، اسلام اور سوشلزم ومساوات'' وغیرہ صحیفہ اہل حدیث میں شائع ہوئے اور ان کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ اسلامیہ سے سند فراغت کے حصول کی خاطر امام بخاریؒ پر ''امام العصر والاثر'' کے عنوان سے زبردست مقالہ لکھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر العسقلانی پر مفصل مضمون لکھا۔ یہ دونوں مضمون صحیفہ اہل حدیث میں شائع ہوئے اور ان کی تحسین کی گئی۔ ۱۹۷۱ء میں پہلا ترجمہ امام عبدالستار محدث دہلویؒ کی کتاب ''شمس الضحیٰ فی اعفاء اللحی'' کا کیا۔ یہ ترجمہ احکام داڑھی اور اس کا فلسفہ کے نام سے مکتبہ ایوبیہ نے شائع کیا۔ شیخ الحدیث جامعہ ستاریہ مولانا محمود احمد حسن صاحب حفظہ اللہ نے اس کی تصحیح فرمائی۔ ۷۳-۱۹۷۲ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم کے دوران حج کے ایام میں محدثِ عصر محقق شہیر علامہ ناصر الدین البانیؒ کی کتاب حجۃ النبی ﷺ کا اردو ترجمہ کیا۔ ۱۹۷۶ء میں البانی صاحب کی کتاب ''التوسل'' کا اردو ترجمہ کیا۔ ۱۹۷۶ء میں الشیخ خیر الدین وانلی کی کتاب ''المسجد فی الاسلام'' کا اردو ترجمہ کیا۔ ان تمام کتب کے اردو تراجم صحیفہ اہل حدیث میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔

۱۹۸۲ء میں حدیث کی کتاب ''ترغیب وترہیب'' کا کتاب الحج سے اردو ترجمہ شروع کیا۔ تین سال بعد جب اس کی تکمیل ہوئی تو ان کے والد مکرم مفتی عبدالقہار صاحب نے اپنے مکتبہ اشاعت الکتاب والسنۃ کی طرف سے اسے چھ جلدوں میں شائع کیا۔ اس کے بعد صحیح ابن خزیمہ کے اردو ترجمے پر کام شروع کیا اور جب اس کی تکمیل ہوئی تو پھر یہ کتاب صحیح ابن خزیمہ عربی متن کے ساتھ اردو میں چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی۔ یہاں یہ یاد رہے کہ اس کتاب کی آخری جلد کا ترجمہ حافظ محمد الیاس صاحب مرحوم نے کیا ہے جو کہ حافظ محمد ادریس صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ مولانا ضیاء الحق بھٹی صاحب نے اس کی تصحیح کا کام انجام دیا۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں حضرت الامام مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب اور مولانا عبدالجبار سلفی صاحب المعروف چھوٹے بھائی کے ارشاد وحکم پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ''حجاب المرأۃ المسلمۃ وصلوتہا فیہ'' کا اردو ترجمہ کیا اور معاً بعد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے رسالہ ''الرافضۃ'' کو بھی اردو قالب میں ڈالا۔ پہلی کتاب تو جماعت غرباء کی طرف سے طبع کی گئی جبکہ دوسری کتاب ''طاق نسیاں'' میں ایسی گم ہوئی کہ آج تک کچھ خبر نہیں ہے۔ السید سابق کی شہرہ آفاق کتاب ''فقہ السنۃ'' کا اردو ترجمہ بھی حافظ صاحب کتاب التیمم تک کر چکے ہیں مزید کام جاری ہے۔

یہ ایک مختصر سی جھلک حافظ صاحب کے تصنیفی کام کے تعارف میں پیش کی گئی ہے۔ اللہ کرے ان کا رواں قلم اسی طرح روانی سے چوکڑیاں بھرتا رہے اور اصلاح اُمت اور معاشرہ کے لئے پند ونصیحت کے موتی بکھرتے رہیں۔

فتویٰ نویسی

حافظ صاحب مسائل کی تحقیق میں کوشاں رہتے ہیں، صاحب نظر عالمِ دین ہیں۔ جماعت غرباء اہل حدیث کے مرکزی دارالافتاء کے مفتی ہیں۔ ظہر کے بعد دارالافتاء (محمدی مسجد برنس روڈ) میں خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ فتویٰ نویسی میں موصوف کو مہارت حاصل ہے۔ فتویٰ پوری تحقیق سے لکھتے ہیں۔ ان کے فتاوٰی کا مجموعہ ''ضمیمہ جدیدہ فتاوٰی ستاریہ'' تین جلدوں میں طباعت سے آراستہ ہو کر اہل علم سے داد وتحسین حاصل کر چکا ہے۔ یہ مجموعہ بہت سے مسائل کو محیط ہے۔ اس میں دوسرے اہل علم کے مضامین بھی شاملِ اشاعت کیے گئے ہیں جو کہ فتاوٰی میں پوچھے گئے اہم

سوالات سے متعلق تھے جس سے اس فتاویٰ کی وقعت واہمیت اور بھی دو چند ہوگئی ہے۔

خطابت

مولانا حافظ محمد ادریس سلفی صاحب تدریس وتصنیف کے ساتھ ساتھ تقریر وخطابت کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ان کی گفتگو سنجیدہ اور علمی ہوتی ہے،اپنی بات کو سامعین کے گوش گزار کرنے کا ڈھنگ رکھتے ہیں۔۱۹۹۰ء سے جوڑیا بازار کی چھوٹی محمدی مسجد میں خطابت کا فریضہ ادا کررہے ہیں۔یہ وہ مسجد ہے جہاں مولانا عبدالجلیل خاں محدث دہلویؒ،مولانا قاری عبدالحکم کرم الجلیلیؒ، مولانا عبدالعزیز نورستانی صاحب اور مولانا عبدالحقؒ مرحوم بھی خطیب رہے ہیں۔

جماعتی ذمہ داریاں

مفتی محمد ادریس صاحب جماعت غرباء اہل حدیث کے اکابر اور جید علماء سے ہیں۔آپ جماعت کی مجلسِ شوریٰ، مجلس علماء، ناظمین کے اجتماع، جامعہ ستاریہ کی مجلس تاسیسی، ٹائم ٹیبل، نصاب کمیٹی اور امتحان کمیٹی کے علاوہ مکتبات کمیٹی کے بھی رکن ہیں۔علاوہ ازیں کچھ عرصہ رویت ہلال کمیٹی کراچی کے بھی رکن رہے ہیں۔مولانا مفتی عبدالقہار سلفی کی وفات کے بعد انہیں مرکزی جماعت کا مفتی مقرر کردیا گیا ہے اور آپ اس منصب پر اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں۔

اولادواحفاد

حافظ ادریس صاحب نے دو شادیاں کی ہیں، ماشاء اللہ دونوں بیویوں سے اولاد نرینہ اور زرینہ ہے۔بڑے صاحبزادے حافظ محمد باسم سلفی جامعہ ستاریہ سے فارغ التحصیل ہیں اور جامعہ ستاریہ میں ہی پڑھا رہے ہیں۔دوسرے صاحبزادے حافظ جاسم سلفی حافظِ قرآن ہیں اور جامعہ ستاریہ سے فارغ التحصیل ہیں اور جماعت کے نائب مفتی ہیں۔تیسرے صاحبزادے سامی عبدالغفار جامعہ ستاریہ میں زیر تعلیم ہیں اور دینی علوم کے ساتھ دینوی تعلیم بھی پڑھ رہے ہیں۔ جبکہ بچیاں کلیہ فاطمۃ الزہراؓ للبنات میں دینی تعلیم حاصل کررہی ہیں اور کچھ دینی علوم حاصل کر چکی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو نیک اطوار، عالی کردار اور والدین کا فرماں بردار بنائے آمین۔

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو مولانا حافظ محمد ادریس سلفی صاحب کی حیات وخدمات کے ضمن

میں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب تجرِ علمی، فضل وکمال، ورع وعبادت، تدین ونجابت، حسنِ کلام، علو اخلاق، ذکاوت وفطانت اور اخلاص وللّٰھیت اور اپنے دیگر اوصاف وکمالات میں اس سے کہیں زیادہ بلند تر ہیں۔ یہی وجہ ہے یہ محترم اپنے انہی اوصافِ گوناگوں اور خدمات بوقلموں کے باعث جماعتی حلقوں مین عزت وتکریم اور قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ دعا ہے کہ محترم حافظ ادریس صاحب اپنے عالی قدر بزرگوں کی طرح شمع توحید کو درس وتدریس اور علم وعمل سے تازندگی فروزاں رکھیں۔ آمین یا رب العامین۔

مولانا حافظ محمد الیاس سلفی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد الیاس سلفی رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے عظیم المرتبت عالم دین تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ واصول اور دیگر علوم وفنون میں وسیع معلومات رکھتے تھے۔ ان کی دینی، تبلیغی اور تصنیفی سرگرمیوں کا دائرہ دور تک پھیلا دکھائی دیتا ہے۔ بلاشبہ انہوں نے دعوت وتبلیغ اور تصنیف و تالیف کے میدان میں بڑی وسیع اور وقیع خدمات سرانجام دی ہیں۔ علمی وعملی اعتبار سے آپ اپنے عظیم المرتبت دادا مولانا عبدالوہاب دہلویؒ، نیک اطوار تایا مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ اور عالی قدر والد مولانا مفتی عبدالقہار سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح معنوں میں وارث تھے۔ اس نابغہ عصر عالم دین سے ملاقات کی سعادت مجھے حاصل نہ ہوسکی۔ البتہ ان کے صاحبزادے حسن الیاسؒ سے ۱۹۹۷ء میں ۲۵/اپریل کو فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر ملاقات ہوئی تھی جب وہ اپنے بلند مقام نانا مولانا عبدالواحد دہلوی مرحومؒ کے ہمراہ فیصل آباد آئے تھے۔

۲۰۰۲ء کے ماہ مئی میں میں سالانہ قرآن وحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے کراچی پہنچا تو ایک روز نماز عصر کے لئے محمدی مسجد میں ایک نوجوان امامت کے لئے مصلے پر کھڑا ہوا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جماعت غرباء اہل حدیث کے مرکز میں امامت کا شرف کوئی معمولی بات نہیں ضرور یہ کوئی اہم فرد ہوگا۔ چنانچہ رات کو جامعہ ستاریہ میں اس نوجوان سے سرِ راہ ٹاکرا ہوگیا وہ بڑی محبت سے ملا اور کہنے لگا دادا محترم مفتی عبدالقہار صاحب نے مجھے آپ کے متعلق بتایا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ آپ سے ملوں اور بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ یہ تھے حافظ الیاس صاحب کے دوسرے صاحبزادے حافظ محسن الیاس جو ان دنوں جامعہ ستاریہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جس طرح خاندان عبدالوہاب دہلوی کے افراد سے میں عقیدت ومحبت رکھتا ہوں اس طرح اس خاندان کے چھوٹے بڑے سب اس عاجز پر شفقت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو شاد وآباد رکھے آمین۔

آیئے اب مولانا حافظ محمد الیاس سلفی مرحومؒ کی علمی، ادبی اور دینی وتصنیفی خدمات کا سراغ لگانے کی کوشش کریں۔

مولانا حافظ محمد الیاس سلفی ۱۹۵۵ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو ان کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ گھر میں ہی علم کا دریا بہہ رہا تھا۔ ان کے والد، تایا، اور تایا زاد اپنے مدرسہ عربیہ اسلامیہ برنس روڈ محمدی مسجد میں درس وتدریس میں مصروف کار تھے اور شائقین علم کی علمی تشنگی کو دینی علوم سے سیراب کر رہے تھے۔ چنانچہ حافظ الیاس صاحب نے پہلے مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام میں درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی پھر جامعہ بنوریہ بنوری ٹاؤن میں کچھ عرصہ پڑھتے رہے۔ انہی مدارس میں رہ کر انہوں نے ۱۲ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس کے بعد میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

جن اساتذہ سے انہوں نے تحصیل علم کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- ☆ مولانا مفتی عبدالقہار صاحب
- ☆ مولانا حافظ عبدالرحمان سلفی حفظہ اللہ
- ☆ مولانا عبدالعزیز جھوک دادو ضلع فیصل آباد
- ☆ شیخ عبدالرحیم اشرفؒ
- ☆ شیخ الحدیث قاری عبدالحکم کرم الجلیلیؒ
- ☆ مولانا عبدالعزیز نورستانی
- ☆ مولانا اسحاق شاہد
- ☆ مفتی ولی حسن ٹونکی
- ☆ مولانا سلیمان جونا گڑھیؒ
- ☆ مفتی احمد الرحمان
- ☆ مولانا عبدالقیوم
- ☆ مولانا بدیع الزمان
- ☆ مولانا مصباح اللہ شاہ
- ☆ مولانا حبیب اللہ مختار
- ☆ مولانا عبداللہ کاکاخیل
- ☆ مولانا حافظ عبدالرحمان
- ☆ قاری سلطان احمد حفظہ اللہ

درس نظامی کی سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۴ء میں شیخ الیاس مرحومؒ کا داخلہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ہو گیا اور آپ دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ جامعہ اسلامیہ کے شعبہ کلیۃ الحدیث میں آپ نے چار سال پڑھا۔ عرب اور مصری شیوخ سے خوب علمی استفادہ کیا اور اچھے نمبروں سے سند فراغت حاصل کی۔

جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ میں سے جن کبار شیوخ سے آپ کو تحصیل علم کا شرف حاصل ہوا وہ یہ ہیں۔

- شیخ محمد امان جامی
- شیخ عبدالغفار حسن
- شیخ عبدالعزیز بن باز
- شیخ ابوبکر الجزائری
- شیخ محسن العباد
- شیخ علی مشرف
- شیخ سعد ندا مصری
- شیخ عمر فلاتہ

جامعہ اسلامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۸۱ء میں سعودیہ کی طرف سے انہیں فجیرہ عرب امارات میں مبعوث کر دیا گیا۔ آپ ۲۴ سال فجیرہ میں وعظ و دروس اور دین کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف میں سرگرمی سے مصروف عمل رہے۔ وعظ و تقریر کے ساتھ ساتھ حافظ الیاس صاحب تحریر و تصنیف کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے دو درجن کے قریب عربی کتب کے اردو تراجم کیے۔ ان کے قلم کی زبان سادہ اور اردو ترجمہ رواں دواں ہے۔

انہوں نے اردو زبان میں جو تراجم اور کتب تالیف کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے

۱۔ **جامع ترمذی مترجم:**۔ صحاح ستہ میں شامل حدیث کی اس کتاب کا اردو ترجمہ ۳ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں احادیث کی تشریح کرتے وقت امام عبد الستار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''نصرۃ الباری'' سے حواشی مرتب کیے گئے ہیں۔ دوسری اور تیسری جلد میں مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کی ''تحفۃ الاحوذی'' کا اختصار پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ترمذی شریف کی احادیث کی تخریج بھی کر دی گئی ہے اس ضمن میں علامہ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ہی کتاب میں درج کر دیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ **صحیح ابن خذیمہ مترجم (جلد چہارم):**۔ علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق سے مزین حدیث کی اس کتاب کی جلد چہارم کا اردو ترجمہ شیخ الیاس سلفی نے کیا، جبکہ اس کتاب کی پہلی تین جلدوں کا اردو ترجمہ ان کے بڑے بھائی مفتی محمد ادریس سلفی صاحب نے کیا ہے۔ یہ کتاب ۴ جلدوں میں مکتبہ اشاعۃ الکتاب والسنہ محمدی مسجد محمد بن قاسم روڈ کراچی سے شائع ہوئی ہے۔

۳۔ **عمل الیوم واللیلۃ مترجم:**۔ ابوبکر ابن سنی کی یہ مشہور زمانہ کتاب ہے۔ اس میں وظائف

واوراد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں شامل احادیث کی تحقیق وتخریج بشیر محمد عیون دمشقی نے کی ہے۔ یہ اس کتاب کا خوبصورت اردو ترجمہ ہے۔ مترجم نے بعض جگہ مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔ کتاب میں شامل احادیث کی تعداد ۲۶۷ اور صفحات ۲۶۴ ہیں۔

۴۔ **احادیث قدسیہ مترجم:** ۔صحاح ستہ سے ماخوذ احادیث قدسیہ کا یہ مجموعہ ۴۰۰ احادیث پر مشتمل ہے۔ اردو ترجمہ رواں اور احادیث پر حواشی بڑے مدلل ہیں۔ جلد بندی اور طباعت بڑی معیاری ہے۔

۵۔ **مختصر عمل الیوم واللیلۃ مترجم:** ۔ابوبکر ابن سنی کی کتاب کا یہ اختصار ہے جسے اردو کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

۶۔ **رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے:** ۔ یہ کتاب شیخ جمعہ سالم کی تصنیف ہے اور اس پر نظر ثانی شیخ صالح عثیمین نے کی ہے جبکہ حافظ الیاس صاحب نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔

۷۔ **پاکیزہ دعائیں:** ۔ یہ کتاب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتاب ''الکلم الطیب'' کا اردو ترجمہ ہے۔

۸۔ **حرمین شریفین کی دعائیں مترجم:** ۔ شیخ عبد الرحمان سدیس کی دعاؤں کو حافظ حسن الیاس نے مرتب کیا تھا۔ یہ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔

۹۔ **تربیت اولاد:** ۔مصنف شیخ جمیل زینو، ترجمہ حافظ حسن الیاس، نظر ثانی حافظ محمد الیاس صاحب۔

۱۰۔ **۲۰۰ احکام رمضان وصیام:** ۔ یہ رسالہ شیخ محمد صالح المنجد کی تالیف ہے۔ اس کا حافظ الیاس صاحب نے ترجمہ کیا ہے۔

۱۱۔ **بیوی کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ:** ۔ یہ رسالہ شیخ ابراہیم الدویش کی کاوش ''فن التعامل مع الزوجۃ'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں شوہروں کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیوی کے حقوق سے آگاہ کیا گیا ہے۔

۱۲۔ **شوہر سے محبت حاصل کرنے کے طریقے:** ۔ یہ رسالہ شیخ ابراہیم الدویش کی کاوش

''السحر الحلال'' کا اردو ترجمہ ہے۔اس میں بیوی کے لئے شوہر کو ''رام'' کرنے کا نسخہ کیمیا بتایا گیا ہے۔

۱۳۔ **احکام زکوٰۃ مترجم**:۔سید سابق کی کتاب فقہ السنہ سے ماخوذ اس رسالہ میں زکوٰۃ کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

۱۴۔ **ہدایت کے واقعات اردو ترجمہ**:۔شیخ محمد صالح المنجد کی کتاب کا اردو ترجمہ۔

۱۵۔ **شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی دینی خدمات**:۔شیخ عبدالعزیز بن باز کے اس عربی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے جس میں محمد بن عبدالوہابؒ کے حالات اور دینی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

۱۶۔ **جماعتی زندگی گزاریے مترجم**:۔شیخ محمد صالح المنجد نے اس رسالے میں جماعتی زندگی گزارنے سے متعلق گفتگو کی ہے۔

۱۷۔ **اپنا گھر اچھا بنایئے مترجم**:۔شیخ صالح المنجد نے اس رسالے میں گھریلو ماحول کو اسلامی بنانے کے آداب بیان کرتے ہوئے دعوت فکر دی ہے کہ کس طرح گھر کو پرسکون اور جنت کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔حافظ الیاس صاحب نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

یہ ایک مختصر سا تعارف ہے حضرت حافظ محمد الیاس سلفی مرحومؒ کے اردو تراجم اور تصانیف کا۔ وہ بہت اچھے خطیب اور دین کے داعی تھے۔ان کی دعوت وتبلیغ کا دائرہ صرف اور صرف کتاب وسنت کی ترویج واشاعت تھا۔اپنی بات کو اچھے طریقے سے سامعین کے گوش گزار کرنا ان کا وصف تھا۔ان کی پچاس تقاریر کا آڈیو کیسٹ سیٹ ان کے صاحبزادوں حافظ محمد محسن اور حافظ احمد نے تیار کیا تھا۔

حافظ الیاس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی علمی وعملی خوبیوں سے نوازا تھا۔وہ قرآن کے حافظ اور قاری تھے۔عرصہ دراز سے نماز تراویح میں قرآن سنانے کے لئے فجیرہ عرب امارات سے کراچی تشریف لاتے اور جماعت غرباء اہل حدیث کے مرکز محمدی مسجد برنس روڈ کے نمازیوں کو اپنے شیریں لہجے میں قرآن سنا کر محظوظ کرتے۔اللہ تعالیٰ نے دین کی برکت سے انہیں دنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا تھا۔لیکن وہ ہمیشہ اپنے رب کے شکر گزار بن کر رہے۔بڑے ہی عابد

وزاہد انسان تھے۔ کئی سال پہلے ان کا جواں سال بیٹا حسن الیاس فوت ہو گیا۔ یہ ان کے لئے اور ان کے اہل خانہ کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا لیکن اس موقع پر بھی وہ صبر واستقلال کا پیکر بنے رہے۔

اصل میں ان کی تربیت ہی ایسے ماحول میں ہوئی تھی کہ ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے۔ چنانچہ وہ معمول کے مطابق فجیرہ میں دعوت وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کا کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ پہلے انہیں گردوں میں کچھ تکلیف محسوس ہوئی تو کراچی آ گئے۔ یہاں آ کر ان کا علاج شروع ہوا لیکن بقول شاعر: ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دعا کی'' ان کے دونوں گردے بالکل ختم ہو گئے تھے۔ آخر ۱۵؍فروری ۲۰۰۶ء کی شام ساڑھے چھ بجے ان کی روح جسم کا ساتھ چھوڑ گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز جمعرات کی صبح نو بجے ان کی نماز جنازہ مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی اور پھر کراچی میں ہی اس عالمِ اجل کی تدفین عمل میں آئی۔ یوں سمجھئے کہ کراچی کے افق سے طلوع ہونے والا سورج ایک شام اسی شہر میں غروب ہو گیا۔

شیخ الیاس صاحب کی شادی ان کے تایا مولانا عبدالواحد دہلوی کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے بیوہ، دو بیٹے، چار بیٹیاں اور سینکڑوں احباب واقرباء سوگوار چھوڑے۔

اب چند باتیں ان کی اولاد سے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

حافظ حسن الیاس ان کے بڑے صاحبزادے تھے جو ۲۰ سال کی عمر میں یکم؍دسمبر ۱۹۹۸ء کو فجیرہ عرب امارات میں اچانک فوت ہوئے۔ بڑے نیک اور صالح نوجوان تھے۔

دوسرے صاحبزادے حافظ محسن الیاس نوجوان عالمِ دین ہیں۔ جامعہ ستاریہ سے فارغ التحصیل ہیں اور فجیرہ میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں۔

تیسرے صاحبزادے حافظ احمد الیاس نیک طینت اور تقوٰی شعار نوجوان ہیں۔ جامعہ ستاریہ کراچی سے سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔

حافظ الیاس مرحوم کی چار صاحبزادیاں ہیں اور چاروں اپنے اپنے گھروں میں خوش وخرم زندگی گزار رہی ہیں۔ ان کی ایک صاحبزادی وجیہ باجی کراچی میں حلقۂ خواتین میں وعظ وتبلیغ کا کام کر رہی ہیں اور انہیں ان کے وعظ کی اثر آفرینی کے باعث خواتین میں بڑی قدر ومنزلت کی

نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

جانے والے چلے جاتے ہیں اور اپنے پیچھے یادوں کا ایک طویل سلسلہ چھوڑ جاتے ہیں پھر وہ لوگ کہ جن کی زندگی توحید وسنت سے عبارت ہو اور وہ دین اسلام کے مبلغ و داعی بھی ہوں اور انہوں نے اسلامی تعلیم کے فروغ میں تقریر کے ساتھ تحریر سے بھی لوگوں کے دلوں پر اَن گنت نقوش ثبت کیے ہوں تو ایسے لوگ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن کر رہتے ہیں۔

بلاشبہ حافظ الیاس مرحوم ایسے ہی پیارے عالمِ دین تھے۔ ورع وعفاف کے زیور سے آراستہ اور اخلاق وکردار میں مثالی تھے۔ اب ان کا ایک خط ملاحظہ فرمایئے، یہ مکتوب دلپزیر انہوں نے ۱۰ر جنوری ۲۰۰۳ء کو فجیرہ سے مجھے لکھا تھا اور ۱۷ر جنوری کو مجھے موصول ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔۔۔

محترم گرامی قدر فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ کا نوازش نامہ ملا پڑھ کر خوشی ہوئی یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔ بھائی عبدالسلام کے ذریعے پہلے بھی آپ کی طرف سے پیغام ملے ہیں۔ دراصل میں تو ایک طالب علم آدمی ہوں اس قابل نہیں ہوں کہ میرے بارے میں آپ جیسے عالمِ دین لکھیں۔ آپ کے بہترین مضامین ہم کبھی کبھی ''صحیفہ اہل حدیث'' میں پڑھ لیتے ہیں۔ آپ کے لکھنے کا انداز بہت خوبصورت ہے، آپ کی تحریر بڑی پختہ اور جاذب نظر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات قبول فرمائے آمین۔

گزشتہ جون میں ہم فیصل آباد آئے لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہو سکی، ان شاء اللہ کبھی آپ سے ضرور ملاقات کریں گے۔ اللہ ﷻ سے دعا ہے کہ رب العالمین آپ سے بھی اور ہم سے بھی اپنے دین کی ٹوٹی پھوٹی کچھ خدمت لے لے اور ہم سب کی مغفرت فرمادے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین۔

والسلام

محمد الیاس بن مولانا عبدالقہار

فجیرہ عرب امارات

۱۰۔۱۔۲۰۰۳

افسوس کہ جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں حافظ الیاس کو مرحوم ہوئے چار دن ہو چکے ہیں۔ میں ان پر ان کی زندگی میں لکھنا چاہتا تھا لیکن کوشش کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔ اور پھر ہمارے ہاں یہ متعدی بیماری عام ہے کہ جسے ایک حزینہ سے تعبیر کرنا چاہیے کہ ہم کسی کی زندگی میں تو اس کی خدمات کا اعتراف کرتے نہیں لیکن جیسے ہی وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو ہم قلم و قرطاس سے ناطہ جوڑ کر تحریر کی صف ماتم بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اب ہمارا ذہن بھی کام کرتا ہے اور قلم بھی خوب جولانیاں دکھاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ سوئے ہوئے بچے کا منہ چوما، نہ ماں کو لطف آیا نہ بچے کو۔ بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کے علم و فضل کا اعتراف اور اسے خراج تحسین پیش کرنے کے لئے اس کی زندگی میں ہی لکھا جائے، نامعلوم ضمنی سی بات کیوں آج نوکِ قلم پر آ گئی۔

اب صحیفہ اہل حدیث کے مدیر مسؤل مولانا عبدالجبار سلفی صاحب کا تعزیتی شذرہ ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے عم زاد کی وفات پر لکھتے ہیں۔۔۔

آہ! حافظ محمد الیاس بھی رحلت فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

حافظ محمد الیاس مقیم فجیرہ عم محترم مولانا عبد القہار صاحب مدظلہ العالی کے درمیانہ فرزند۔ بڑے بھائی مولانا محمد ادریس نائب مفتی جماعت اور نائب شیخ الحدیث جامعہ ستاریہ۔ چھوٹے بھائی حافظ عبدالسلام نائب سیکرٹری مرکزی دارالامارت ولائبریری جامعہ ستاریہ اسلامیہ۔ حافظ محمد الیاس اپنے تایا حضرت الامام مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ سے سند فراغت لے کر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہوئے اور متحدہ عرب امارات میں مبعوث ہو گئے۔ کبھی دبئی کبھی شارجہ کبھی خورفکان کبھی فجیرہ میں تبلیغ دین متین کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لیکن ہر سال رمضان المبارک میں کراچی آتے اور مرکز جماعت جامع محمدی میں نماز تراویح پڑھاتے ان کی مسحور کن تلاوت کلام پاک سے احباب وخواتین بے حد متاثر ہوتے نماز تراویح میں جو کلام الٰہی پڑھتے۔ اس کا خلاصہ بعد تراویح تفصیلاً بیان کرتے جس سے بے شمار مسائل کا علم ہوتا۔ یہ سلسلہ بفضلِ الٰہی ۲۲ سال تک جاری رہا۔ آپ نے کئی دینی کتب کا عربی سے اردو ترجمہ کیا اور طبع کرایا۔

آخر میں حدیث کی کتاب سنن ترمذی کا ترجمہ وتشریح اسلاف علماء کی طرز پر کیا۔ اور طبع کرا کر عوام الناس کے استفادہ کے لیے عام کیا۔ اللہ پاک قبولیت بخشے آمین۔

گزشتہ عید الاضحیٰ سے قبل کراچی آ گئے اور قدرے مریض رہے علاج جاری رہا حسب دستور اپنی طرف سے ایک گائے کی قربانی دی۔ ۱۲؍ ذوالحجہ کو حضرت امام صاحب کے فرمانے پر خطبہ جمعہ مرکزی جامع محمدی میں ایک گھنٹہ بڑا پراثر بیان کیا۔ انسان کی آخری زندگی پر بڑا اچھا اور مدلل بیان کیا جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ ۲ یوم بعد تکلیف میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ مختلف معالجین سے علاج کرواتے رہے۔ کبھی دواؤں سے افاقہ ہو جاتا کبھی تکلیف بڑھ جاتی۔ کچھ دن ہسپتال رہ کر علاج کروایا لیکن کمزوری بڑھ کر اشارہ کر رہی تھی کہ حافظ صاحب کا سفر زندگی پورا ہو رہا ہے یہاں تک کمزوری بڑھ گئی کہ اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا بھی ختم ہو گیا۔ ۱۴؍ ذوالحجہ سے ۱۵؍ محرم تک حافظ صاحب نے کافی تکلیف برداشت کی۔ بالآخر ۱۶؍ محرم (۱۵؍ فروری) کو غروب شمس سے کچھ پہلے عطا شدہ زندگی پوری کر کے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ خبر سنتے ہی اہل خانہ واقارب میں کہرام مچ گیا۔ عم محترم مولانا عبدالقہار صاحب کو جب اطلاع دی گئی تو زبان سے بے ساختہ یہی نکلا کہ رضینا برضاء اللہ (یاد رہے کہ چچا محترم کئی ماہ سے صاحب فراش ہیں پوری جماعت موصوف کی صحت کے لیے دعا گو رہتی ہے) مرکزی دفتر سے جماعتی احباب واقارب کو وفات کی اطلاع کر دی گئی۔ چونکہ محترم کے فرزند حافظ محمد حسن امارات میں تھے انہیں اطلاع کی گئی ان کو فلائٹ ملنے میں تاخیر ہو گئی صبح چار بجے وہ کراچی پہنچے۔ دیگر عزیز واقارب بھی جامع محمدی میں جمع ہونے لگے۔ جامع محمدی احباب وخواتین سے بھر چکی تھی۔

نماز جنازہ سے قبل شیخ الحدیث مولانا محمود احمد حسن نے مرحوم کے لئے اپنے احساسات اور رنج وغم کا اظہار کیا۔ بعدہ حضرت امام صاحب مدظلہ العالی نے ٹھیک نو بجے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور مرحوم کے لئے دعاؤں کے ڈھیر لگا دیئے۔ ہر آنکھ اشکبار اور زبانیں دعا گو تھیں۔ اللہ پاک ان کی دینی خدمات وحسنات کو قبول فرما کر انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

راقم عبدالجبار سلفی بحیثیت بھائی وخادم صحیفہ دعاگوہوں کہ اللہ پاک محمد الیاس کو اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کی انسانی لغزشوں پر قلم عفو پھیر دے۔ حقیقتاً بھائی الیاس ایک سادہ انسان اور بہت محبت کرنے والے فرد تھے۔ جب امارات سے آتے تو بہت خندہ پیشانی سے ملاقات کر کے ایک بار آمد پر معانقہ کرتے پھر یکدم دوبارہ معانقہ کرتے کہ یہ جانے کا معانقہ ہے۔ یا اللہ ہماری زبانوں میں اثر دے کر بھائی الیاس کے حق میں ہماری دعائیں قبول فرمالے

اللهم اغفرله، وارحمه، وعافه واعف عنه۔

اَحوال المرکز کے عنوان سے ابوالیقظان جماعت غرباء اہل حدیث کے مرکزی دفتر کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔

حامدا الله مصليا على رسوله

مرکز جماعت غرباء اہل حدیث میں ۸ روز سے احباب جماعت و دیگر کی روزانہ آمد ہورہی ہے۔ کراچی و بیرون کراچی سے لوگ آ رہے ہیں۔ فون کا تسلسل ہے چٹھیاں روزانہ وصول ہو رہی ہیں۔ یہ سب ایک عالمِ دین صاحب تقویٰ، مترجم ومؤلف دینی کتب، داعی الی اللہ حافظ وقاری قرآن مجید مولانا محمد الیاس بن مولانا مفتی عبدالقہار کی تعزیت ان کی وفات پر رنج وغم کے اظہار کے لیے ہورہا ہے۔ آج کل مرکز سوگوار ہے۔ ہر سمت خاموشی اور اشکباری ہے۔

مولانا موصوف نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالسلام سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدینہ منورہ جامعہ اسلامیہ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے ۷ سال جید علماء ومشائخ کے پاس زانوئے تلمذ طے کیا۔ وہاں سے شہادہ حاصل کر کے سعودی دارالافتاء والارشاد کی طرف سے عرب امارات میں دعوت وتبلیغ وتدریس کا فریضہ تقریباً ۲۰ سال سے ادا کر رہے تھے۔ ہر سال رمضان مبارک میں کراچی تشریف لاتے اور جامع مسجد محمدی میں نماز تراویح میں قرآن مجید کی تکمیل کرتے، سال ۱۴۲۶ھ کے رمضان میں بوجہ علالت طبع تشریف نہیں لائے تھے۔

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات میں آئے اور زیر علاج رہے۔ گردوں کی تکلیف میں تھے۔ علاج جاری رہا لیکن گردوں کا فعل درست نہ ہوسکا۔ ہر ہفتہ دوتین مرتبہ سول اسپتال کے کڈنی سینٹر میں جاتے اور علاج کے بعد گھر واپس آجاتے تھے۔ ڈاکٹر نے ۱۶ر محرم (۱۵ر فروری) کا وقت دیا تھا

کہ سینٹر میں آئیں تا کہ علاج جاری رہے۔ تقریباً دو بجے امیر صاحب گلشن اقبال سے آ رہے تھے گلی نمبر ا کے موڑ پر سامنے سے ایک ٹیکسی آ رہی تھی اس نے آگے جانے کا راستہ طلب کیا اور آہستہ ہوئی تو امیر صاحب نے دیکھا کہ حافظ محمد الیاس صاحب اس میں اسپتال جا رہے ہیں۔ گاڑی میں اشارہ کیا اور خیریت پوچھی تو حافظ صاحب نے ہنس کر ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا۔ ہسپتال چلے گئے۔ ہر دوسرے تیسرے دن جاتے تھے لیکن آج کا جانا ایسا ہوا کہ مغرب سے کچھ قبل ٦ بجے حافظ صاحب کے ساتھ جناب عبدالرحمان صاحب اور حافظ صاحب کی اہلیہ (امیر صاحب کی سالی) مرکزی دفتر آئے اور افسوسناک خبر دی کہ حافظ محمد الیاس کا انتقال ہو گیا۔ روح پرواز کر گئی۔ آج ہسپتال سے وہ صرف مع الجسد واپس آئیں گے۔

امیر صاحب اور حاضرین کو یک دم صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور حافظ صاحب کی اہلیہ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ گھر جائیں۔ ہسپتال سے میت کو لانے کا انتظام کرتے ہیں۔ ہسپتال میں ان کے فرزند حافظ احمد موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ خبر ذرا سی دیر میں تمام عزیز واقربا میں پھیل گئی۔ مرکز میں نماز مغرب کی جماعت ہو رہی تھی کہ حافظ صاحب کی میت ایمبولینس میں مرکز پہنچ گئی۔

حافظ صاحب کے والد محترم جو چار ماہ سے بستر علالت پر ہیں کو یہ خبر سن کر دلی صدمہ پہنچا۔ ان کے بیٹے، بیٹیاں اور نواسے، نواسیاں، بہنیں اور تمام اقرباء رنجیدہ خاطر تھے۔ آنسو تھمتے نہیں تھے۔ مفتی محمد ادریس صاحب اور حافظ عبدالسلام کو خبر ہوئی تو زار و قطار رو رہے تھے۔ چچا محترم بھی گھر سے بمشکل مسجد میں تشریف لے آئے اور چارپائی کے قریب بیٹھ کر فرزند کے سر پر ہاتھ پھیرتے جا رہے تھے اور زبان سے فرما رہے تھے۔ رضینا برضا اللہ۔ جناب بھائی عبدالمتین صاحب خلف شیخ عبدالخالق مرحوم بھی اپنے چچا مفتی عبدالقہار صاحب کی عیادت کے لیے آئے تھے۔ چچا صاحب سے ملاقات کر کے مسجد میں پہنچے تو انہیں بھی جب یہ خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور وہ دیر تک چچا محترم کے پاس رہے اور انہیں تسلی دیتے رہے۔

حافظ محمد الیاس صاحب کے ایک صاحبزادے یو اے ای میں تھے وہاں ایک مسجد میں امام وخطیب ہیں۔ انہیں فون کے ذریعہ اطلاع دی گئی تو انہوں نے وہاں کفیل سے پاسپورٹ اور

اجازت لے کر روانگی کی تیاری کی۔ یہاں یہ طے ہوا کہ حافظ محسن الیاس کے کراچی پہنچنے کے بعد جنازہ ہوگا۔ اعلان کرا دیا گیا کہ کل صبح ساڑھے آٹھ بجے جامع مسجد محمدی میں نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ حافظ محسن الیاس رات تین بجے دبئی سے کراچی پہنچے اور یہاں آ کر اپنے والد کو غسل دیا۔ ہر شخص انہیں گلے لگا کر تسلی دے رہا تھا۔ صابر بیٹے کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی اور رضینا برضاء اللہ بار بار کہے جاتے تھے۔

صبح ہوگئی لوگوں کی ایک تعداد رات کو جامع محمدی میں ہی رہی۔ پھر دور دراز کے احباب وخواتین ساڑھے آٹھ بجے کثیر تعداد میں مرکز جماعت پہنچ چکے تھے۔ جن میں جماعت کی شوریٰ کے ارکان ناظم ونائبین، عزیز واقرباء، دوست احباب کے علاوہ جامعہ ستاریہ کے اساتذہ کرام وطلباء کے علاوہ مولانا محمد ابراہیم بھٹی، مولانا ضیاء الحق بھٹی، مہتمم دار الحدیث رحمانیہ وغیرہ نماز جنازہ کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جامع مسجد محمدی کا دالان اور صحن پُر تھا۔

جنازہ سے قبل شیخ الحدیث مولانا محمود احمد حسن نے دنیا کی بے ثباتی اور فکر آخرت پر خطاب کرتے ہوئے حافظ محمد الیاسؒ کی علمی، دینی اور تصنیف وتالیف کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں امیر جماعت نے نماز جنازہ پڑھائی اور نہایت رقت سے مرحوم کے لئے خوب دعائے مغفرت کی اور مسنون دعائیں پڑھیں۔ نماز کے بعد بسوں، کاروں اور اسکوٹروں کے ذریعہ یہ سوگوار، غمزدہ قافلہ شفیق پورہ قبرستان کے برابر باغ نواب الدین روانہ ہوگیا۔ کوئٹہ بلوچستان روڈ پر شہر سے کافی دور دہلی کی جمعیت پنجابی سوداگران کے یہ قبرستان شہر خموشاں آباد ہے۔ جمعیت کا ایک قبرستان میوہ شاہ میں تھا۔ حضرت الامام مولانا عبدالستار، مولانا عبدالجلیل، مولانا عبدالغفار رحمہم اللہ اور دیگر جماعتی ساتھی وہاں مدفون ہیں۔ وہ جگہ پُر ہونے کے بعد جمعیت نے ایک قطعہ زمین اور حاصل کر کے قبرستان شروع کیا تھا وہ بھی بھر گیا تو پھر ایک جگہ اور خریدی اب وہاں باغ نواب الدین کے نام سے مقبرہ ہے جمعیت مذکورہ کے بہت سارے رفاہی کام ہیں جن سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔

چچا محترم اور امیر صاحب بھی بوجہ اپنی علالت اور نقاہت وضعف کے قبرستان گئے اور تدفین میں شریک ہوئے۔ حافظ مرحوم کے صاحبزادوں نے بسم اللہ وباللہ وعلی ملة

رسول اللہ اور منها خلقنا کم وفیها نعید کم ومنها نخرجکم تارة اخری پڑھتے ہوئے انہیں قبر میں اتارا۔اس کے بعد ہر ساتھی نے تین لپیں مٹی کی قبر پر ڈالیں۔مفتی صاحب فرما رہے تھے بس بسم اللہ پڑھ کر مٹی ڈال دو۔مٹی ڈالتے ہوئے منها خلقنا کم پڑھنا یہ حدیث ہمیں سنن میں نہیں ملی۔آخر میں امیر صاحب نے کہا کہ ہر شخص اچھی طرح جان لے کہ اس کا آخری ٹھکانہ یہ ہے۔اگر دنیاوی زندگی میں ارکان اسلام کی پابندی توحید واتباع سنت اور اعمال صالحہ کرتا ہے تو یہاں آکر وہ منکر نکیر کو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے اور پھر اس کے لئے یہ قبر روضة من ریاض الجنة ثابت ہوتی ہے اور اس کے برعکس زندگی میں بے عمل رہا۔نماز روزے کا پابند نہیں تھا تو منکر نکیر کے جوابات صحیح نہیں دے پاتا تو یہ قبر اس کے لیے حفرة من النار ہے۔العیاذ باللہ۔امیر صاحب نے کہا کہ اب ہم اپنے بھائی کے لیے یہ دعا کریں اللهم ثبته علی سوال منکر ونکیر۔امیر صاحب نے دیر تک دعا کی۔اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اس کی بڑائی بیان کی۔سبحان اللہ اللہ اکبر۔سب ساتھی بھی اللهم ثبته علی سوال منکر ونکیر پڑھتے رہے۔اس کے بعد واپس روانہ ہوگئے۔

تعزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔فاضل پور سے مولانا جاوید شیروانی، مولانا نورالحسن، ڈی جی خان سے مولانا عبدالسلام انصاری، خانپور سے مولانا قاری عبدالوکیل صدیقی، راجن پور سے مولانا سید عبدالرحیم، مولانا سید عبداللہ شاہ، دریام سے مولانا نورالزماں، لاہور سے مولانا ادریس ہاشمی، فیصل آباد سے مولانا ارشادالحق اثری اور مولانا رمضان یوسف سلفی ودیگر نے بذریعہ فون تعزیت کی۔فاضل پور، راجن پور سے جاوید شیروانی، عبدالرحیم شاہ اور مرکز المودۃ کے استاذ بذات خود مرکز بھی تشریف لائے۔امیر صاحب مولانا مفتی عبدالقہار، مولانا مفتی ادریس، حافظ عبدالسلام، مولانا محمد سلفی اور مولانا حافظ عبدالجبار سلفی سے ملاقات کر کے تعزیت کی۔مولانا شیخ خلیل الرحمٰن لکھوی، مولانا محمد یوسف قصوری کے علاوہ دیگر اہل حدیث علماء نے بھی مرکز میں تشریف لاکر لواحقین کو تسلی دی۔جزاهم الله خيراً۔

الحاج شیخ عبدالخالق دھلوی رحمۃ اللہ علیہ سائیکل والے

شیخ عبدالخالق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، امام عبدالوہاب دہلوی کے صاحبزادے تھے یہ امام صاحب کی اس بیوی کے بطن سے تھے جو دہلی پنجابی سوداگراں برادری سے تعلق رکھتی تھی اوران کا نام ''چمن اماں'' تھا۔ شیخ عبدالخالق نہایت نیک اور شریف النفس انسان تھے۔ انہوں نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے آبائی مدرسے دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی سے حاصل کی۔ بڑے ہوئے تو اپنا کاروبار کرنے لگے۔

قیام پاکستان کے وقت خاندان کے ہمراہ کراچی آگئے اور یہاں سائیکلوں کا کاروبار کرنے لگے اور اس باعث ''سائیکل والے'' مشہور ہوئے۔ وہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ منسلک رہے اور دامے درمے قدمے سخنے جماعت کا ساتھ دیتے رہے۔ آپ اپنے بھائیوں مولانا عبدالستار دہلویؒ کا بڑا احترام کرتے، مولانا عبدالواحد صاحب سلفی دہلوی کی بڑی عزت کرتے، اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالقہار سلفی سے بڑی محبت وانسیت رکھتے اور بھائی حاجی مولوی عبدالحیؒ سے بڑا مشفقانہ اور رحیمانہ سلوک رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دین ودنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا تھا۔ دینی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ ڈالتے، زکوٰۃ وصدقات مرکز میں حضرت الامام عبدالستار مرحوم یا مفتی عبدالقہار دہلویؒ کے پاس آکر بنفسِ نفیس جمع کراتے۔ اور ان کی اجازت سے مستحق اقارب اور اہل جماعت کے ساتھ مالی تعاون اور ہمدردی کا برتاؤ بھی کرتے۔ ان کے احباب میں شیخ شمس العارفین حاجی چھمّاؒ، شیخ محمد احمد سروانہؒ اور جناب عبدالحمیدؒ شامل تھے۔

شیخ عبدالخالق دوستوں اور اقارب میں نواب صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ اصول وقواعد کے پابند، خوش مزاج، منکسر المزاج، مہمان نواز، اور صاحب ذوق تھے۔ انہوں نے مختلف ادوار میں تین شادیاں کیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

شیخ عبدالخالق اپنی والدہ سے اکلوتے تھے۔ انہوں نے پہلی شادی برادری میں خیر النساء

خاتون سے کی۔ ان سے ایک صاحبزادے شیخ عبدالمتین سائیکل والے پیدا ہوئے جو کراچی میں قیام پذیر ہیں اور ان کی عمر ماشاءاللہ ۸۵ سال ہے اور بقید حیات ہیں۔

دوسری شادی برادری ہی کی ایک خاتون سردار بیگم سے کی۔ ان کے بطن سے ماشاءاللہ کافی اولاد ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالمالک: ان کا بیس سال پہلے انتقال ہو گیا تھا، ان کی آل اولاد موجود ہے۔

۲۔ شیخ الحاج محمد عبداللہ سائیکل والے: کراچی میں رہتے ہیں، عمر ۷۰ سال کے لگ بھگ ہے۔ کاروبار والے ہیں اور صاحب خیر ہیں۔ اولاد کی نعمت سے بھی مالا مال ہیں۔ اللہ انہیں خیر وبرکت دے۔ آمین۔

۳۔ شیخ محمد عارف سائیکل والے: ۱۵ سال پہلے ان کا انتقال ہو چکا، صاحبِ اولاد ہیں۔

۴۔ حافظ محمد احمد صاحب سائیکل والے: ماشاءاللہ بقید حیات ہیں اور صاحبِ اولاد ہیں۔ علماء اور دین داروں کی مجالس میں شرکت اور تبلیغی اسفار میں شوق ودلچسپی رکھتے ہیں۔ اور مرکز جماعت کی طرف سے امدادی وفود میں ذوق وشوق سے شریک ہو کر خدمتِ دین کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ خود بھی صاحبِ خیر اور کاروبار والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خیر وبرکت اور جزائے خیر دے۔ آمین۔

۵۔ شیخ عبدالرحمٰن سائیکل والے: کراچی میں اقامت پذیر ہیں، ان کی اولاد ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

۶۔ شیخ انعام الرحمٰن سائیکل والے: ماشاءاللہ کاروباری شخصیت ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

۷۔ شیخ نسیم احمد سائیکل والے: کراچی میں کاروبار کرتے ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

۸۔ طاہرہ بیگم زوجہ شیخ محمد یحییٰ کھتوریہ: نیک خاتون ہیں، بال بچوں، پوتے پوتیوں اور نواسے نواسوں والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وسلامتی عطا فرمائے۔ آمین۔

۹ خالدہ بیگم زوجہ شیخ محمد زکریا مرحوم: کراچی میں رہتی ہیں ان کے خاوند وفات پا چکے ہیں۔ ان کے چار بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا اور ان کے بچوں کا حامی وناصر ہو۔

۱۰۔ سیما بیگم زوجہ شیخ یحییٰ میاں: بہن بھائیوں میں یہ سب سے چھوٹی ہیں اور مولانا عبدالخالق صاحب کی تیسری بیوی سے ہیں۔ شیخ صاحب مرحوم نے اپنی دوسری بیوی کی وفات کے بعد جو کہ ۹ بچے چھوڑ کر فوت ہوئی تھیں، بڑی عمر میں سیما بیگم کی والدہ سے شادی کی تھی۔ لہذا یہ صاحبزادی ان کی آخری عمر کی اولاد ہیں اور چھوٹی عمر میں ہی یتیم ہوگئی تھیں۔ کراچی میں رہتی ہیں اور خوش وخرم ہیں۔

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے شیخ عبدالخالق اور ان کی اولاد واحفاد کا۔ میں شکر گزار ہوں مولانا حافظ محمد ادریس سلفی صاحب حفظہ اللہ کا کہ انھوں نے شیخ عبدالخالق مرحوم کے بارے میں یہ معلومات فراہم کیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

شیخ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے بعمر قریباً ۸۰ سال بروز ہفتہ ۸ / ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۸ / اگست ۱۹۸۲ء کراچی میں وفات پائی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ شیخ صاحب کی دینی خدمات اور حسنات کو قبول فرمائے، انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

مولوی حاجی عبدالحی دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی حاجی عبدالحی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محدث ہند امام عبدالوہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ وہ اپنے عالی قدر باپ اور نیک طینت بھائیوں کی طرح دین اسلام کی اشاعت کا جذبۂ صادقہ رکھتے تھے۔ تمام عمر جماعت کی ترقی اور دین اسلام کی تعلیم کے فروغ میں کوشاں رہے۔ وہ صوفی منش اور درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے نمائش و نمود سے ہٹ کر زندگی گزاری۔

ان کے حالات زندگی اب تک پردۂ اخفا میں تھے۔ کچھ عرصہ پہلے حضرت الامام مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی مدظلہ العالی نے اس بارے توجہ دلائی۔ اس سلسلے میں راقم نے مرکز جماعت میں حضرت مولانا مفتی حافظ محمد ادریس سلفی صاحب حفظہ اللہ سے رابطہ کیا اور ان کی خدمت میں گزارش کی کہ وہ اس ضمن میں معلومات مہیا کریں۔ حضرت مفتی صاحب نے میری گزارش مان لی اور اپنے تایا محترم مولوی حاجی عبدالحی دہلوی مرحوم پر نہایت شاندار اور معلوماتی مضمون لکھ کر مجھے ارسال کیا۔ حافظ ادریس سلفی صاحب کے تحریر فرمودہ اس مضمون کو من وعن قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حافظ ادریس سلفی صاحب رقم طراز ہیں کہ۔۔۔۔

مولانا عبدالوہاب دہلویؒ کے فرزندان ارجمندان: مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ، مولانا عبدالواحد دہلویؒ، مفتی عبدالقہار دہلویؒ معروف و مشہور تھے، دیگر صاحبزادگان میں الحاج شیخ عبدالخالقؒ سائیکل والے اپنے حلقہ دہلی سوداگران اور رشتہ داروں میں معروف شخصیت تھے، لیکن حاجی عبدالحیؒ علم دین کو مستقل طور پر حاصل نہ کرنے اور اس کی قابل شہرت خدمت نہ اپنانے کی وجہ سے زیادہ مشہور شخصیت نہ بن سکے، یہی وجہ ہے کہ محدث دہلویؒ کے سوانح نگار حضرات کو الحاج حافظ عبدالحیؒ کے متعلق معلومات نہیں ہوتیں، جب وہ سابقہ تذکرہ نگاروں کی کتابوں میں حاجی عبدالحیؒ کا نام دیکھتے ہیں تو وہ متعجب ہوتے ہیں اور انہیں جستجو ہوتی ہے کہ مرحوم کے متعلق بھی کچھ معلومات حاصل ہونی چاہیے۔

حاجی عبدالحی مرحوم، مفتی عبدالقہار مرحوم سے دو تین سال بڑے تھے، ان کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ ہم نے اپنی انہی دادی کو بچپن میں دیکھا تھا، پچاس کی دہائی میں ان کا مکان (کواٹر) لانڈھی میں تھا اور اس وقت لانڈھی کی آبادی بہت کم تھی، بڑے بڑے میدان تھے، مٹی دھول اُڑتی رہتی تھی۔ ہمارے چچا، دادی اور مولوی عبدالہادی بن حاجی عبدالحی مرحوم وہاں رہتے تھے، ان کا بھی وہاں دل نہیں لگتا تھا، دو چار ہفتے ٹھہر کر شہر (پرانے کراچی) میں آجاتے تھے۔ ہم بہن بھائی بھی کبھی کبھی ان کے کواٹر واقع لانڈھی چلے جاتے تھے اور دھول مٹی سے خاک آلودہ ہو کر تفریح کر کے آجاتے تھے۔ ساٹھ کی دہائی میں حاجی عبدالحی مرحوم نے پرفیکٹ الیکٹرک والے حاجی بشیر احمد صاحب سے دوستانہ و ہمدردانہ تعلقات قائم کیے، وہاں اٹھنا بیٹھنا رہتا، یہاں تک کہ انہوں نے پر اعتماد ہو کر چچا عبدالحی صاحب کو ڈھاکہ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) اپنا سامان دے کر بھیجنا شروع کر دیا۔ اور یہ سلسلہ کئی سال تک کامیابی سے چلتا رہا، یہاں تک کہ وہاں ایک اہل حدیث فیملی کے ہاں ان کی شادی ہوگئی۔ کراچی کے خاندان اور عزیزوں نے بڑی پذیرائی کی، بڑی خوشیوں اور نزاخوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ہمارے والد کے علاوہ اور دیگر رشتہ داروں نے بھی دعوتیں کھلا کر اپنائیت کا ثبوت دیا، ایک عرصہ قبل چچا عبدالحی مرحوم نے اپنی خالہ زاد بہن والدہ عبدالہادی کو طلاق دے دی تھی، بڑوں سے سنتے تھے دونوں میاں بیوی میں جھگڑا رہتا اور کوئی ہار ماننے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ لھذا انجام کار طلاق پر ہوا۔

عبدالہادی مرحوم کی والدہ سے شادی دہلی میں ہوئی تھی اور کراچی آ کر ختم ہوگئی۔ اور عبدالہادی مرحوم ان کی نشانی باقی رہے۔ اب دوبارہ سے چچا عبدالحی مرحوم کی خانگی زندگی شروع ہوئی۔ بڑے بھائی حضرت الامام مولانا عبدالستار دہلویؒ نے عثمان آباد (جائیداد جماعت) کے مکانوں میں سے ایک مکان دیدیا، وہاں چچا مرحوم نے بنگالی نژاد چچی کے ساتھ آٹھ دس سال کا عرصہ گزارا، اور پھر بنگلہ دیش بننے کے کچھ عرصہ بعد اسّی کی دہائی میں چچا عبدالحی کچھ عرصہ بیمار رہ کر اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ مفتی عبدالقہار مرحوم نے توحید مسجد عثمان آباد میں نماز جنازہ ادا کی، کافی عزیز و رشتہ دار اہل جماعت نے شرکت کر کے دعائے مغفرت کی اور میوہ شاہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں ایک بیوہ، ایک ربیبہ اور مولوی عبدالہادیؒ (پہلی بیوی سے)

صاحبزادہ چھوڑے۔

چچا عبدالحی مرحوم نے پنجاب کے بہت سے علاقے دیکھے، سفر کیا، کئی ایک حکیموں سے دوستانہ تعلق قائم کیا، اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ حج پر بھی گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مولوی عبدالہادی مرحوم ان کے اکلوتے صاحبزادے تھے، انہوں نے ابتدائی تعلیم دو سال تک ہمارے ساتھ مدرسہ عربیہ نیوٹاون (جامعہ بنوریہ) میں حاصل کی، کچھ دارالسلام محمدی مسجد میں تعلیم حاصل کی، نائٹ اسکول میں بھی کچھ سال تعلیم حاصل کرتے رہے، پنجاب کے بعض مدارس میں بھی پڑھتے رہے ہیں، یہ یاد نہیں کہ کہیں سے سند فراغت حاصل کی یا نہیں۔ دہلی جا کر مولانا عبدالواحد دہلویؒ عم محترم کے ذریعے جماعتی خاندان میں شادی کی اور پاکستان لا کر عثمان آباد کے مکان میں آباد کیا، دولڑکے اور ایک لڑکی ان کی اولاد ہوئی۔

بہت سے کام کیے، سونا بنانے میں بھی کافی عرصہ لگایا لیکن کامیابی نہ ہوئی، جلد سازی میں کچھ وقت گزارا، طب وحکمت میں بھی دلچسپی تھی۔ بالآخر جامعہ ستاریہ کی چھوٹی لائبریری کے انچارج اور آخر دم تک حاضر سروس رہے۔ غالباً دس سال پہلے بیمار ہوئے اور اسی میں جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام عطاء فرمائے۔ اور ان کے بال بچوں کو ہدایت پر رکھتے ہوئے جماعت کے ساتھ وابستہ رکھے۔ آمین۔

مولوی عبدالہادی مرحوم کے صاحبزادے عبدالباری نے جامعہ ستاریہ میں دو سال دینی علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر والد کے انتقال کے بعد ترک تعلیم کر کے کسی ہنر و پیشہ سے منسلک ہو گئے۔ اسی طرح بیٹا عبدالوہاب ٹیلر ماسٹری یا دوسرا کوئی کام کر رہے ہیں۔

مولوی عبدالہادی مرحوم کی اہلیہ نے اپنے مکان کے قریب ایک فلیٹ میں بچیوں کا قرآنی مدرسہ کھولا ہوا ہے، اور وعظ وتبلیغ میں بھی سرگرم رہتی ہیں، خصوصاً رمضان المبارک کے دوران ان کی مجالس وعظ کی دھوم رہتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دین اسلام کی زیدہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

مولوی عبدالہادی مرحوم نے تقریباً ۵۵ سال زندگی دنیاوی کی بہاریں یہاں گزاریں۔
اللہ تعالیٰ انہیں بھی اخروی بہاریں نصیب کرے۔آمین۔

هذا ماعندی

والله اعلم بالصواب

کتبہ: محمد ادریس سلفی بن مفتی عبدالقہار دہلوی

مدرس جامعہ ستاریہ اسلامیہ

وناظم دارالافتاء جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان۔کراچی

۲۴ر محرم ۱۴۳۰ھ (۲۲ جنوری ۲۰۰۹ء)

''چار' اللہ کے ولی''

ایک کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک تذکرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔از پروفیسر مسعود الرحمٰن۔ایم اے

محترم رمضان سلفی سے راقم کا تعلق کم و پیش ۱۴۔ سال پر محیط ہے۔ میں ابھی زمانۂ طالب علمی میں تھا جبکہ وہ عملی زندگی میں قدم رکھ چکے تھے۔ تحریر و مطالعہ کا شوق ہم دونوں میں مشترک تھا جو ہماری دوستی کی بنیاد بنا۔ اسی شوق کے تحت وہ اور میں ''ترجمان السنہ'' میں مسلسل چار (۴) سال لکھتے رہے جس کی باگ ڈور حافظ ابتسام الٰہی ظہیر اور مرحوم عطاء الرحمٰن ثاقب شہیدؒ کے ہاتھوں میں تھی۔ اِن دِنوں ہم دونوں ایک دوسرے کے استاد اور شاگرد ہوا کرتے تھے۔ کبھی وہ میری تحریروں کی نوک پلک سنوار دیتے اور کبھی میں ان کے مضامین کے عنوانات منتخب کر دیتا۔

سلفی صاحب پہلے ایک ہمہ پہلو صاحب قلم رہے۔ جو بھی موضوع تقاضا کرتا وہ اسی پر لکھ دیتے۔ عقائد، فضائل، مسائل، حالات کے مطابق تحریرات اور شخصی خاکے ان کے قلم سے نکلتے رہے۔ پھر مولانا محمد اسحٰق بھٹی سے روابط بڑھے اور انہی کی عقیدت میں سلفی صاحب نے شخصیات کو اپنا موضوع بنالیا۔ یہ عقیدت دراصل ان کے مزاج کے عین مطابق تھی کیونکہ میں خود محسوس کیا کرتا تھا کہ تبصرہ کرنے میں وہ انتہائی محتاط اور مشاق ہیں۔

اسی دوران جماعت غرباء اہل حدیث کے ''صحیفہ اہل حدیث'' میں ان کے پے در پے مضامین نے انہیں حضرت امام عبدالرحمٰن مدظلہ تعالیٰ کی نظر میں ایک خاص مقام عطا کر دیا جس کے تحت امام صاحب نے علمائے غرباء اہل حدیث کے سوانحی خاکے محفوظ کرنے کا باضابطہ فریضہ سلفی صاحب کو سونپ دیا جو بلاشبہ ایک مناسب ترین فیصلہ تھا۔ سلفی صاحب نے ان شخصیات کے حالات اکٹھے کرنے میں جتنی محنت کی، میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ انہوں نے اپنی ذہنی، علمی اور جسمانی توانائیاں اس سَمت مرکوز کر دیں۔ بے شمار سفر کیے، کئی لوگوں سے ملاقاتیں کیں، بالمشافہ انٹرویوز کیے، پرانی فائلوں کو کھنگالا، کسی متعلقہ کتاب کی خبر ہو جاتی تو اس کی تلاش میں

سرگرداں رہتے، شادی شدہ زندگی کے ساتھ ساتھ ان تمام مراحل سے گزرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور آخر وہ لمحہ آ گیا کہ جب انہیں اپنی محنت کا پھل مل گیا۔ یعنی ''چار اللہ کے ولی'' کی اشاعت۔ یہ کتاب سلفی صاحب کا دیرینہ خواب تھی اور مجھے یاد ہے کہ جب اپنے آٹو گراف کے ساتھ انہوں نے یہ کتاب مجھے دی تو ان کی آنکھیں جذبات سے کس قدر لبریز تھیں؟۔۔۔

کتاب کے مطالعہ سے مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ پہلے مجھے لگا کہ مجھے تبصرہ کرنا چاہیے لیکن سلفی صاحب کی کوششیں دیکھ کر خیال آیا کہ مجھے ''تذکرہ'' کرنا چاہیے۔ بہت سے لوگ اس کتاب کو مختلف زاویوں سے دیکھیں گے۔ بعض محض زبان و بیان، سیاق و سباق، تخریج و تعدیل اور نقد و نظر کی کسوٹی پر اسے پرکھیں گے۔ لیکن میرے لئے یہ کتاب ایسی نہیں ہے۔ پڑھنے والوں کے لئے کتاب میں صفحات ہیں جبکہ میری نظر میں سلفی صاحب کے جذبات ہیں۔

جہاں تک کتاب کے مندرجات کی بات ہے ان کی ثقاہت میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ سلفی صاحب اختراع کے قائل نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات وہ الفاظ تک وہی لکھ جاتے ہیں جو کسی بزرگ سے کسی شخصیت کے بارے سُنے ہوتے ہیں اس کی مثال پنجابی کے وہ جملے ہیں جو وہ بعینہ اپنے مضامین میں نقل کر دیتے ہیں۔

شخصیت نگاری میں ان کا ایک اپنا اسلوب ہے جسے میں ''فطری اسلوب'' کہتا ہوں یعنی وہ شخصیت کو پیش اسی انداز میں کرتے ہیں جس طرح سے ہم کسی شخصیت کو دیکھتے ہیں۔ جیسے ہمیں بعض اوقات کسی ملنے والے کی کوئی نمایاں خاصیت فوراً متوجہ کرتی ہے سلفی صاحب بھی شخصیت نگاری میں اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کے ہاں کوئی سانچہ بنا بنایا نہیں ہے کہ ہر شخصیت کو ایک انداز میں لکھتے چلے جائیں بلکہ خود شخصیت اپنا سانچہ ساتھ لاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی شخصیت کا تذکرہ علم سے شروع ہوتا ہے تو کسی کا لباس سے، کسی کا گفتگو سے تو کسی کا سادگی سے۔ کسی کی نفاست پہلے آتی ہے تو کسی کی جلالت۔

ان کے اسلوب کی دوسری نمایاں خصوصیت مثبت انداز ہے۔ وہ اپنی منتخب کردہ شخصیت کی خامیاں نہیں لکھتے بلکہ اس کو ایک نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں گویا شخصیت نگاری کے ساتھ ساتھ تعلیم اخلاق بھی دیتے ہیں۔ کسی بھی بزرگ ہستی کے واقعات محض چٹخارے کے لئے پیش

نہیں کرتے بلکہ ان کے پیچھے وہ سبق بھی موجود ہوتا ہے جو سلفی صاحب دینا چاہتے ہیں۔

تیسری بات جو سلفی صاحب کے ہاں نمایاں ہے وہ یہ کہ وہ پیش کی جانے والی شخصیت کے معاملہ میں افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوتے۔ وہ اس بزرگ ہستی کو بہر حال انسان ہی کے روپ میں پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مضامین میں شخصیات روتی بھی ہیں اور ہنستی بھی ہیں۔ معاش میں بھی الجھی نظر آتی ہیں اور قیام اللیل میں بھی غرق دکھائی دیتی ہیں۔ یوں پڑھنے والا ان شخصیات کو اپنی دنیا سے الگ کوئی مابعد الطبیعیات چیز خیال نہیں کرتا۔

چوتھا پہلو جو سلفی صاحب کے ہاں بے حد نمایاں ہے وہ شخصیت نگاری میں شخصیت پرستی کا درس ہرگز نہیں دیتے۔ بلکہ دیکھا جائے تو وہ مختلف شخصیات کے ذریعے صرف اور صرف اسلام کو پیش کرتے ہیں۔ ان کے مضامین پڑھنے والا شخصیات سے زیادہ قرآن وحدیث کا متوالا نظر آتا ہے یہی وہ بات ہے کہ جس کے باعث شخصیات پر ان کے مضامین اہل حدیث رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں ورنہ شخصیت پرستی کے ضمن میں جماعت اہل حدیث کے سخت موقف سے کون واقف نہیں ہے۔

یہاں تک تو سلفی صاحب کے اسلوب تحریر پر عام تبصرہ تھا، جہاں تک ان کی کتاب کا معاملہ ہے یہ کتاب عرق ریزی کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں سلفی صاحب نے غرباء اہل حدیث کے ۴ اہم ترین بزرگ علماء کی نہ صرف ذاتی زندگی پر روشنی ڈالی ہے بلکہ اس جماعت کی پوری تاریخ کو بھی سمو دیا ہے علاوہ ازیں جماعت کے دستور اور منشور پر وہ معلومات فراہم کر دی ہیں کہ کسی بھی طرح سے تشنہ دکھائی نہیں دیتی ہیں۔ ہر بزرگ پر ان کے مقالے نے حق ادا کر دیا ہے۔ ۶۴ صفحات کی یہ کتاب کئی ضخیم کتابوں پر بھاری ہے۔ کتاب کے عنوانات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قصے کہانیوں سے آزاد ہیں اور محض ایک حقیقی منظر نامہ سامنے لاتی ہے۔ کتاب کی خاص بات ہر شخصیت پر لکھے جانے والے مقالے کا پہلا پیراگراف ہے جو پڑھنے والے کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور جب قاری اپنا ذہن سلفی صاحب کے حوالے کر دیتا ہے تو پھر وہ اپنی مرضی سے تمام معلومات ایک ایک کر کے ذہن نشین کرواتے چلے جاتے ہیں۔ میری عاجزانہ رائے میں جو لوگ کم وقت میں ثقہ، اور زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں اسی

کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

وما علینا الا البلاغ

مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا مکتوب گرامی

برادر عزیز محمد رمضان یوسف سلفی صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔ ''چار اللہ کے ولی'' کتاب ملی بہت بہت شکریہ۔ کتاب بہت اچھی چھپی ہے اور متعلقہ چاروں شخصیات کے حالات اس میں وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں قارئین کے لئے بڑی مفید ثابت ہوتی ہیں۔ آپ نے اچھا کیا کہ ایک ضرورت پوری کر دی ہے۔ یہ دلچسپ کتاب امید ہے شوق سے پڑھی جائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اہل وعیال سمیت خیریت سے رکھے۔ بیگم کو سلام اور بچوں کو دعا و پیار۔۔۔ مخلص

محمد اسحاق بھٹی

۱۰_۰۷_۲۰۰۴

معروف کتاب دوست محترم ضیاء اللہ کھوکھر صاحب کا گرامی نامہ

محترم جناب سلفی صاحب! اسلام علیکم:

آپ کی تصنیف ''چار اللہ کے ولی'' موصول ہوئی۔ اس عنایت اور یاد فرمائی کے لئے شکر گزار ہوں۔ نہایت اختصار کے ساتھ مستند معلومات کو یکجا دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ آپ کی کاوش سوانحی ادب میں نادر اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و برکت سے نوازے۔ والسلام

ضیاء اللہ کھوکھر

۰۶_۰۸_۲۰۰۴

عظیم مصنف ومترجم مولانا محمد خالد سیف صاحب کا محبت نامہ

عزیز محترم جناب محمد رمضان یوسف سلفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے! آپ کی ارسال کردہ کتاب ''چار اللہ کے ولی'' بہت دن پہلے موصول ہوگئی تھی اور میں نے فوراً اس کے مطالعہ کا شرف بھی حاصل کرلیا تھا اور خیال تھا کہ کتاب پڑھنے کے بعد ہی اس کے بارے میں اپنے تاثرات ارسال کردوں گا لیکن ہوا یہ کہ کتاب پڑھنے کے بعد میز پر رکھ دی اور پھر اس کے اوپر اور کتابیں رکھی جاتی رہیں اور یہ نیچے دب گئی اور میں اس کے بارے میں لکھنا بھول گیا: ﴿وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾۔

ان چاروں اولیاء اللہ کرامؒ سے دلی عقیدت ومحبت ہے، جن کو آپ نے اپنی اس کتاب لطیف کا موضوع قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالوہاب محدث دہلویؒ صرف ایک واسطہ۔۔۔ مولانا عبداللہ محدث لائل پوریؒ۔۔۔ سے میرے شیخ ہیں۔ متعصب حنفیوں نے مولانا عبدالوہابؒ کی کتابیں جو کنوئیں میں پھنک دی تھیں، یہ واقعہ میں نے حضرت الاستاذ مولانا عبداللہ صاحبؒ کی زبانی بھی سُنا تھا۔ حضرت الاستاذؒ سے آخری ملاقات اور کئی علمی نکات پر گفتگو یں محمدی مسجد، برنس روڈ کراچی ہی میں ۱۹۸۳ء میں ہوئی تھی، جب آپ عمرہ پر تشریف لے جانے سے قبل وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ رحمه الله رحمةً واسعةً۔

بندہ عاجز کو مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ کی زیارت کا شرف بھی دوبار حاصل ہوا ہے۔ ایک بار تو بہت ہی بچپن میں، سات آٹھ سال کی عمر ہوگی کہ آپ ہمارے گاؤں چک نمبر ۳۶ گ ب میں جماعت غرباء اہل حدیث کے دو تین دیگر علماء کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ بعد از نماز عشاء مسجد میں تقاریر فرمائیں۔ اگلے دن دوپہر کا کھانا ولی کامل حضرت حاجی احمد دین میرے حقیقی دادا جان مولانا محمدؒ کے برادر اصغر کے گھر تھا۔ مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے، جب یہ نورانی صفت بزرگ کھانا تناول فرمارہے تھے، تو بار بار زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کے کلمات بھی ادا فرمارہے تھے۔ حضرت مولانا عبدالستارؒ نے کھانے کی خصوصاً کھانے کے ساتھ پیش کیے گئے مربہ آم کی بہت تعریف کی اور جب حضرت حاجی صاحبؒ نے انہیں بتایا کہ یہ مربہ گھر ہی میں تیار کیا گیا ہے، تو انہوں نے بار بار سبحان اللہ، الحمدللہ! کے کلمات دوہرائے، دوسری بار اُن کی

زیارت اور خطبہ سننے کی سعادت حضرت الاستاذ مولانا عبداللہ صاحبؒ کی مسجد میں حاصل ہوئی تھی۔ اسی طرح مولانا عبدالغفار سلفیؒ کی بھی زیارت اور خطاب سننے کا شرف تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی ایک کانفرنس میں حاصل ہوا تھا۔

بہرحال بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ نے ان علماء کرام کا تذکرہ مرتب کیا۔ آپ کا لکھنے کا انداز بھی بہت اچھا ہے بلکہ سچ پوچھئے تو آپ کے انداز تحریر میں مولانا محمد اسحاق بھٹی کے اسلوب نگارش کی جھلک پائی جاتی ہے۔ مشق جاری رکھیے اللہ تعالیٰ کامیابیوں اور کامرانیوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

بہرحال مجموعی طور پر آپ کی یہ کاوش حد درجہ قابلِ ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو مزید رعنائی وزیبائی بخشے۔ آمین۔ والسلام

محمد خالد سیف

ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کا تبصرہ

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی ایک اچھے قلم کار ہیں۔ شخصیات پر لکھنے کا انہیں خاص ہنر آتا ہے۔ کسی شخصیت کے بارے میں جب وہ لکھتے ہیں تو ان کے حالات وواقعات، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور دیگر خدمات کا تذکرہ بڑے دلنشین انداز میں کرتے اور معلومات کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ یقیناً اسی سے تاریخ بنتی اور سنورتی ہے۔

زیر تبصرہ کتابچہ میں سلفی صاحب نے جماعت غرباء اہل حدیث کے چار جلیل القدر اور بزرگ علماء کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ایک کوشش ہے توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعات کے ابطال کے حوالے سے ان حضرات کی محنتوں اور کوششوں کے اظہار کی اور انہیں فائدہ کے لئے عوام الناس تک پہنچانے کی۔

اس کتاب کے ذریعے سے ان ممتاز شخصیات کی جہود ومساعی، ان کے معرکہ آراء مناظروں، تحریری خدمات اور تبلیغی مساعی کی ایسی جھلک دکھائی دیتی ہے کہ انہیں پڑھ کر عمل کا جذبہ فراواں ہو جاتا ہے، محتویات بہت عمدہ ہیں۔

پروفیسر حافظ محمد بلال حماد

محترم پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی کا مکتوب

بحضرۃ فضیلۃ الاخ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ و تولاہ، آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: میں الحمدللہ بخیریت ہوں اور امید واثق ہے کہ آپ بھی اللہ کے فضل سے بخیریت ہوں گے۔ بعض جماعتی جرائد کے ذریعے آپ کے مکتبہ رحمانیہ کی طرف "انتقال (یعنی نقل مکانی) کی اطلاع مل چکی تھی مگر فیصل آباد کی طرف مسافرت کا کوئی پروگرام نہ بن سکا اس لئے زیارت کے شرف سے محروم ہوں۔ فیصل آباد آنے کا پروگرام بنا تو ضرور حاضری دوں گا۔ ان شاء اللہ

کل ۲۸ جولائی ۲۰۰۴ء کی ڈاک میں آپ کا مولفہ ومرسلہ کتابچہ "**اللہ کے چار ولی**" موصول ہوا۔ یادفرمائی اور کرم فرمائی کا ازحد شکریہ۔

میں اس قابل تو نہ تھا یہ محض آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ یہ گراں قدر تحفہ وصول کر کے کس قدر خوشی ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ یادفرمائی کا ایک بار پھر شکریہ۔ بزرگ شخصیات کے تذکروں کا مطالعہ کرنا میرا پسندیدہ موضوع ہے۔ جماعتی جرائد میں جب کسی بزرگ کا تذکرہ شائع ہوتا ہے تو اسے بالاستیعاب پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ چنانچہ کتابچہ ملتے ہی اس کی تلاوت شروع کی اور شام تک پورا رسالہ پڑھ چکا تھا۔ الحمدللہ۔

آپ کے قلم میں ماشاء اللہ خوب روانی ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔ آپ نے چار بزرگ شخصیات جو درحقیقت اللہ کے ولی ہیں سے خوب متعارف کرایا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

جامعہ ستاریہ اسلامیہ میں ابتدائی متوسط، ثانوی، عالمی اور حفظ القرآن کے درجوں نیز اردو پرائمری کے ساتھ میٹرک تک تعلیم جاری ہے۔ طلبہ کے قیام و طعام کا معقول انتظام ہے۔ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ بہترین کمرے، کھلی فضا، جید اور ممتاز علماء اساتذہ، احسن تربیت، مشفق نگران، عمدہ کھانا صاف ستھرا ماحول جامعہ کی خصوصیات میں شامل ہے۔

ہر سال تکمیل کرنے والے طلبہ کی دستار بندی ہوتی ہے۔ انہیں سند دی جاتی ہے۔ نوجوان نسل کو ہنرمندی کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے فری کمپیوٹر ٹریننگ کورس بھی شروع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں اندرون سندھ تھر میں جامعہ کے تحت 63 مدارس قائم ہیں۔ ان میں تحفیظ القرآن اور درس نظامی کے مدارس و مکاتب شامل ہیں۔ مدیر جامعہ ستاریہ، اساتذہ کے وفد کے ساتھ شش ماہی اور سالانہ امتحان اور مدارس کا جائزہ لینے کے لئے سال میں دو مرتبہ تشریف لیجاتے ہیں۔ کامیاب ہونیوالے طلبہ کو انعامات تقسیم کرتے ہیں۔ اور منتظمین کو ہدایات دیتے ہیں۔ بحمد للہ ان مدارس سے بڑی تعداد میں طلبہ وطالبات مستفید ہو رہے ہیں۔ اور جہالت کا اندھیرا ختم ہو کر علم کی روشنی پھیل رہی ہے۔

نوٹ: جامعہ ستاریہ اسلامیہ میں صوت الاسلام کیسٹ لائبریری قائم ہے

یہاں اہل حدیث علماء کرام کی نادر و نایاب کیسٹس موجود ہیں اس کے علاوہ یہاں سے پمفلٹ بھی شائع کئے جاتے ہیں

كلية السيدة فاطمة الزهراءؓ الاسلاميه للبنات

التابعة: للجامعة السلفيه الاسلاميه كراتشی فون: 3991445

العنوان: بلاک نمبر 6 گلشن اقبال شارع الجامعه ص. ب. 206 کراتشی

مرکزی جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کی یہ اسلامی درسگاہ جہاں قرآن مجید حفظ و ناظرہ ترجمہ وتفسیر و دیگر اسلامی علوم، اعدادی ایک سال، متوسط 2 سال، ثانوی عامہ 2 سال اور ثانوی خاصہ 2 سال کے علاوہ عالیہ اور عالمیہ کے امتحان **وفاق المدارس السلفیہ** سے دلائے جاتے ہیں۔ کلیہ وفاق سے ملحق ہے جس میں عربی زبان، صرف ونحو، عقیدہ، ترجمہ وتفسیر، فقہ تاریخ اور کتب احادیث شامل ہیں۔ ہر سال قرآن مجید کا کچھ حصہ اور 40 احادیث حفظ کرائی جاتی ہیں۔ ایک کلاس صرف ترجمہ وتفسیر اور ابتدائی عربی وقواعد کی ہے جس کا نصاب تین سالہ ہے کلیہ میں چھوٹی بڑی طالبات کی دینی واخلاقی تربیت پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔

شرائط داخلہ:

★ حفظ وناظرہ میں ہر طالبہ کا داخلہ ممکن ہے۔

★ ترجمہ وتفسیر کی کلاس میں بھی کم از کم مڈل تک کی اہلیت ہونا ضروری ہے۔

★ اسلامی علوم میں داخلہ کی خواہشمند طالبہ کا کم از کم مڈل تک کی اہلیت ہونا ضروری ہے۔

★ داخلہ کے وقت بچیوں کیساتھ انکے سرپرست کا ہونا ضروری ہے۔

★ بڑی طالبات کیلئے پردہ لازمی ہے۔ طالبات کیلئے دار المطالعہ موجود ہے۔

★ ٹرانسپورٹ کا انتظام ہے۔ مزید انتظام کیا جارہا ہے۔

★ تمام طالبات کیلئے کلیہ کا ایک خاص یونیفارم ہے جسے پہننا ضروری ہے۔

★ بڑی عمر کی طالبات کے ساتھ والدین، سرپرست کی طرف سے تحریری درخواست ہونی چاہیے۔

★ ناظم دفتر، حارس، مشرفہ مدیرہ، نائب مدیرہ اور خادمہ نیز تجربہ کار دیانتدار اور با اخلاق معلمات پر مشتمل اسٹاف ہے۔

★ طالبات ومعلمات کے درس قرآن وحدیث کے مختلف علاقوں ومساجد میں پروگرام ہوتے ہیں۔ جن سے تمام خواتین استفادہ کرتی ہیں۔

اپیل: کلیۃ البنات کی ترقی اور مزید توسیع کے لئے مخیّر حضرات احباب وخواتین سے تعاون کی اپیل ہے۔ یہ وقف ثواب دارین کا باعث ہوگا۔

ای میل ایڈریس: sayyedah@gaiorg ویب سائٹ ایڈریس: www.jgai.org

جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوت

جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ شرعی امارت پر عمل پیرا ہوکر زندگی بسر کریں۔ کہ اسلامی زندگی امیر و ماموری زندگی ہے۔ جماعت میں شمولیت اختیار کرکے جماعتی واستحکام اور ملکی مسائل سے نمٹنے اور کفر والحاد کو مٹانے کے لئے جماعت کے ساتھ تعاون کیجئے۔ ہم آپ کا خیر مقدم کریں گے۔ اور آپ کی مفید تجاویز کی رہنمائی میں ان شاء اللہ جماعت ترقی پذیر ہوگی۔

یاد رکھئے! جماعت غرباء اہل حدیث موجودہ تمام تنظیموں میں پہلی وہ جماعت ہے جو بفضل اللہ شرعی امارت کے ساتھ آج تک قائم ہے۔

جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان، شعبہ تعلیمات، شعبہ دعوت و تبلیغ، شعبہ نشر و اشاعت، شعبہ خدمت خلق، شعبہ افتاء اور شعبہ تنظیم مساجد کے ذریعہ پاکستان و بیرون پاکستان مسلک اہل حدیث کی اشاعت و خدمت کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ فللہ الحمد